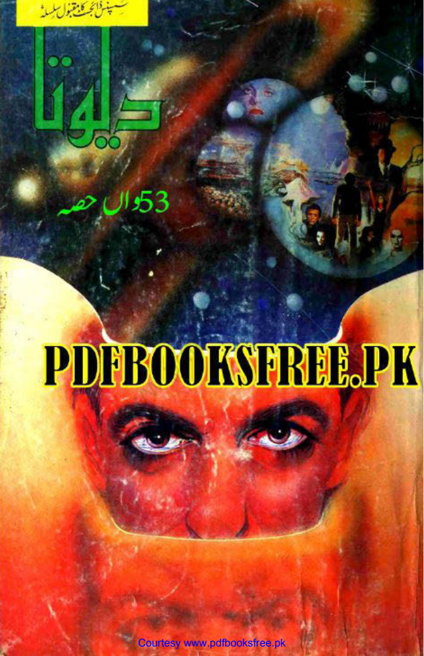

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
دیوتا
53واں حصہ

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو بہتر ماہ سے جاری ہے

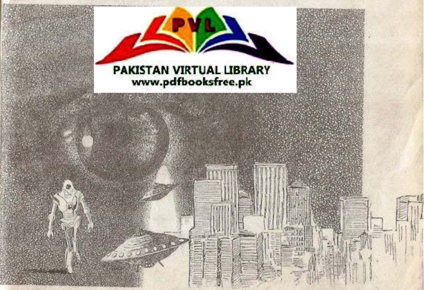


# دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں
رنگینیوں
اور تحیر کے اُس
بے تاج بادشاہ کی
سحر انگیز کہانی جس نے
اپنی بھرپور زندگی میں کبھی
شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب
اور جس کے ذہن میں چاہتا، جھانک لیتا
اور یہی اُس کا مُہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں
پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا جسے قارئین کی
دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے
اور مُلک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک
ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی
تیمور کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو
کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ



وہ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری تدبیر پر عمل کرتی رہی...... پھر بھی تقدیر کی گرفت میں آہی گئی۔ اس نے مجھ سے کترانے اور دور بھاگنے کی انتہا کردی تھی۔ ایسے میں یہ زبردست شاک پہنچا کہ میں ایک شوہر کی حیثیت سے اس کی رگِ جاں کے قریب رہتا ہوں۔ اس کی سانسوں میں سما کر رگوں میں لہو کی طرح دوڑتا رہتا ہوں۔

اسے زبردست ذہنی صدمہ پہنچا تھا۔ وہ سنبھل نہیں پا رہی تھی۔ خود کو بہلانا چاہتی تھی۔ اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی۔ ”ایسا کچھ نہیں ہوا ہے۔ فرہاد میری زندگی میں اتنی گہرائی تک نہیں پہنچا ہے۔ میں کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہی ہوں۔ آنکھ کھلے گی تو اس بھیانک سپنے کو بھول جاؤں گی۔“

وہ میرے قدموں میں پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ایک ٹھوکر ماری تو دوسری طرف الٹ گئی۔ یہ عقل آگئی کہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہی ہے۔ سچ مچ میرے قدموں میں پڑی ہے اور مقدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔

ایک طمانچہ کھانے کے بعد منہ پر ٹھوکر لگی تھی۔ ناک اور باچھوں سے لہو رِسنے لگا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ اٹھنے لگی۔

میں نے کہا۔ ”تیری کتاب مقدر کہہ رہی تھی، تجھے منہ لگانا چاہیے۔ لہٰذا لگا لیا۔ اب یہی کتاب کہہ رہی ہے، تجھ پر تھوکنا چاہیے۔ اس لیے تجھے اپنی زندگی سے باہر نکال رہا ہوں۔“

وہ فرش پر بیٹھ کر مجھے گھورنے لگی۔

میں نے کہا۔ ”میں نہیں جانتا، تو میری بیٹی کی ماں بنے گی یا نہیں؟ میں تو چلا جاؤں گا جیسا کہ مقدر کے مطابق ہوتا آرہا ہے، وہ بھی پیدا ہو ہی جائے گی۔“

وہ چیخ کر بولی۔ ”چپ ہوجا... میں تیری کسی اولاد کو جنم نہیں دوں گی۔ ایسے آثار پیدا ہوں گے تو اسے پیٹ میں ہی مار ڈالوں گی۔“

میں نے اسے ایک زور کی لات ماری۔ وہ تکلیف سے بلبلاتی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ دوڑتی ہوئی ایک صندوق کے پاس گئی اور اسے کھول کر ایک خنجر نکالا۔

میں نے کہا۔ ”یہ وہی خنجر ہے، جس سے تُو نے اپنی ماں کو ہلاک کیا تھا۔ تیرا کیا خیال ہے، یہ میرے جسم میں اترے گا یا تیرے جسم میں....؟“

اسے خنجر زنی میں مہارت حاصل تھی اچانک اس نے پینترا بدلتے ہوئے حملہ کیا۔ میں ذرا ایک طرف ہوگیا۔ وہ اپنے ہی حملے کے جھونکے میں آگے نکل گئی۔ میں نے کمر پر ایک لات ماری تو وہ سامنے دیوار سے جا کر ٹکرا گئی۔ اسے جتنی مار پڑ رہی تھی...... جتنی تکلیف پہنچ رہی تھی۔ وہ اتنا ہی غصے سے بھڑک رہی تھی۔ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ ”تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گی۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں، بیٹی ہوگی تو تُو اسے کاہنہ بننے نہیں دے گا اور میں ایسا وقت آنے سے پہلے ہی تجھے ختم کردوں گی۔“

”تُو نے پہلے بھی برے وقت کو آنے سے روکنا چاہا لیکن میں تیری زندگی میں آگیا۔ اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی کہ تیرے بعد ابدی زندگی کا ڈھونگ رچانے والی کوئی کاہنہ نہیں رہے گی۔ بیٹی ہوگی تو میں اسے چھین کر لے جاؤں گا۔“

وہ سمجھ رہی تھی میں باتوں میں الجھا ہوا ہوں۔ اس بار اس نے نیا تلا حملہ کیا۔ وہ اناڑی نہیں تھی مگر مار کھانے کے باعث دماغی طور پر اس حد تک کمزور ہوگئی تھی کہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی اور میں اس کے اندر رہ کر حملہ کرتے وقت اسے بھٹکا دیتا تھا۔ اس بار بھی وہی ہوا۔ وہ میری طرف آئی تو میں ایک طرف ہٹ گیا۔ خنجر کا تیز پھل بستر کے ملائم گدے میں پیوست ہوگیا۔

میں نے کہا۔ ”یہ تسلیم کرلے کہ کمزور ہوچکی ہے۔ غصے میں منتر پڑھنا بھول گئی ہے۔ خنجر زنی کی مہارت سے محروم ہوگئی ہے۔ مجھ سے جوتے کھا رہی ہے... کوئی بات نہیں، گھر کی بات ہے۔ باہر کی سوچ! موسس کو تیری ناکامیاں اور کمزوریاں معلوم ہوں گی تو وہ کس طرح تجھ پر چڑھ دوڑے گا؟“

خنجر بیڈ میں پیوست تھا۔ وہ وہیں جھکے جھکے حقارت سے بولی۔ ”میں اس یہودی سے کمزور نہیں ہوں۔ اسے نیچا دکھا چکی ہوں۔ آئندہ اسے خاک میں ملا دوں گی۔“

”میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس یہودی کا ساتھ دیں گے، تجھے الٹا لٹکا دیں گے۔ تب تو کیا کرے گی؟“

وہ سوچ میں پڑ گئی اور مجھے گھورنے لگی۔ میں نے کہا۔ ”میں ایشورارا کو تیری موجودہ پوزیشن بتاؤں گا۔ بیٹی اور بیٹے کو اس کے حوالے کرکے اسے دوست بناؤں گا۔ تب کیا کرے گی؟“

وہ تڑپ کر بولی۔ ”نہیں، میں تجھے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ اس سے پہلے ہی تجھے....“

اس نے پھر حملہ کرنا چاہا میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی۔ خنجر ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ بہت ہوچکا تھا، وہ سیدھی



طرح قابو میں آنے والی نہیں تھی۔

میں نے کہا۔ ”لاتوں کی چڑیل باتوں سے نہیں مانتی۔ میں جارہا ہوں مگر آئندہ اسی طرح تجھے لاتیں پڑتی رہیں گی۔“

اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف برداشت کر رہی تھی مگر آہستہ آہستہ خود کو سنبھالنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے سنبھلنے کا موقع ملے۔ میں نے پھر ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ یہ دوسرا حملہ ناقابل برداشت تھا، وہ فوراً بے ہوش ہوگئی۔

میں نے اس کے کمرے کی تلاشی لی۔ اس کے خفیہ چیمبر میں کتاب مقدر اور ہزاروں سالہ قدیم پُراسرار علوم کے [illegible] رکھے ہوئے تھے۔ ایشورارا رابطہ کرنے والی چھوٹی سی [illegible] اسے دے گیا تھا۔ جس کے ذریعے وہ اس سے باتیں کیا کرتی تھی۔ میں نے ان تمام چیزوں کو اپنے سفری بیگ میں رکھ لیا پھر اس مندر اور اس جنگل سے نکل کر گوانزا شہر کی طرف جانے لگا۔

انوشے وہیں موجود کاہنہ کو دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوش میں آگئی۔ اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا، پتھر کی طرح بھاری ہوگیا تھا۔ وہ فرش پر ہی پڑی ہوئی تھی۔ بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بیڈ کے سرے کو پکڑ کر آہستہ سے اٹھ کر ملائم بستر پر گر پڑی۔

اتنی تکلیف کے باوجود وہ غصے میں تھی، مجھے گالیاں دینا چاہتی تھی لیکن انوشے اس کے دماغ میں گھس گئی اور وہ انوشے کی مرضی کے مطابق خود کو گالیاں دینے لگی پھر پریشان ہوکر سوچنے لگی۔ ”یہ میں خود کو گالیاں کیوں دے رہی ہوں؟“

یہ سوچتے وقت بھی اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا۔ اسے آنکھیں بند کرکے سو جانا چاہیے تھا لیکن یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ میں اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا رہا ہوں اور ابھی اس کے اندر موجود ہوں۔ کسی کی بھی اس سے زیادہ بدنصیبی اور کوئی نہیں ہوتی کہ دشمن اس کے اندر پہنچ جائے۔ اسے راستہ ملنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اسے معمول اور تابعدار ضرور بنائے گا۔ یہ خیال کاہنہ کے دل کو دھڑکا رہا تھا کہ میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے والا ہوں۔

وہ اپنی دماغی تکلیف بھول کر کسمسانے لگی۔ پریشان ہوکر خود سے کہنے لگی۔ ”میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں، تُو میرے اندر موجود ہے۔ مجھے اپنی کنیز اور تابعدار بنانا چاہتا ہے لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ ابھی تجھے یہاں سے بھگا دوں گی۔“

وہ دشمن کو بھگانے والا منتر سوچنے لگی۔ اسے بے شمار منتر یاد تھے لیکن دماغی کمزوری کے باعث فی الوقت اچھی طرح کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔ وہ دماغ پر زور دے رہی تھی اور یاد کرکے پڑھتی جارہی تھی۔ ایسے وقت انوشے اس کی سوچ میں کہتی تھی۔ ”ابھی میں کیا پڑھ رہی تھی؟ کیا صحیح پڑھ رہی تھی؟ مجھے پھر سے پڑھنا چاہیے۔“

وہ منتر کو ادھورا چھوڑ کر پھر سے پڑھنے لگتی تھی۔ پڑھتے پڑھتے پھر بھول جاتی تھی بالآخر اس نے جھنجلا کر کہا۔ ”تُو میرے اندر ہے۔ مجھے منتر پڑھنے نہیں دے رہا ہے مگر میں ضرور پڑھوں گی۔ تجھے اپنے اندر سے ضرور بھگاؤں گی۔“

انوشے نے اس کی سوچ میں کہا۔ ”میں خواہ مخواہ شبہ کر رہی ہوں۔ میرے اندر کوئی نہیں ہے۔ وہ تو کب کا جاچکا ہے۔ مجھے سکون سے سوجانا چاہیے۔ اچھی طرح نیند پوری کروں گی تو فریش ہوکر منتر پڑھ سکوں گی۔“

وہ سوچتی رہی اور اپنے آپ سے غافل ہوتی رہی پھر گہری نیند میں ڈوب گئی۔ انوشے نے اسے سلا دیا تھا۔ روحانی عمل میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگتی۔ اس نے کاہنہ کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ آئندہ وہ دماغی طور پر توانائی حاصل کرلے گی۔ پہلے کی طرح نارمل رہے گی۔ یوگا میں مہارت رکھنے کے باعث پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً ہی محسوس کرکے انہیں بھگا دیا کرے گی۔ صرف فرہاد کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گی۔

میری پوتی نے میرے لیے یہ آسانی پیدا کی پھر وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

برائٹ موسس، ایشورارا کی بیٹی اور بیٹے کو اس کی کمزوری بنا کر اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا تھا لیکن کاہنہ نے اپنے مندر کے اطراف حصار باندھ کر اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ اس پر موسس نے کہا تھا، وہ کب تک ماورا اور دیدار علی کو مندر میں چھپا کر رکھے گی؟ جب بھی ایشورارا اپنے بچوں کو مندر سے نکال کر فلائنگ ساسر تک جائے گا، وہ اپنے پراسرار علم کے ذریعے ان دونوں کو ٹریپ کرلے گا۔

موسس ایسا کرسکتا تھا۔ ماورا اور دیدار علی کاہنہ کے پراسرار علم کے حصار سے نکل کر مندر سے باہر جاتے تو وہ انہیں اپنی روحانی قوتوں کے زیر اثر لے آتا۔ وہ جانتا تھا کہ ایشورارا رات کے کسی وقت اپنے بچوں کو نکال کر لے جائے گا اور وہ اس وقت کا انتظار کر رہا تھا۔

انتظار کرتے کرتے رات سے صبح ہوگئی پھر دوسرا دن بھی گزر گیا۔ دوسری رات آگئی۔ وہ اپنے پراسرار علم کے ذریعے معلوم کرنے لگا کہ ماوٗرا اور دیدار علی کہاں ہیں؟

وہی خفیہ کمرہ تھا۔ جہاں پچیس موم بتیاں روشن تھیں۔ عود و عنبر کا دھواں فضا میں لہرا رہا تھا۔ وہ عمل پڑھ رہا تھا۔ معمول کے مطابق شیشے کی ایک دیوار اس کے اور موم بتیوں کے درمیان حائل تھی۔ اس بار اس نے عمل کے ذریعے اپنے ہمزاد کو بلایا تھا اور منتر پڑھتے وقت کہہ رہا تھا کہ اس کے مطلوبہ افراد کی پوری خبر لائی جائے۔

تھوڑی دیر بعد شیشے کی دیوار پر لہراتا ہوا دھواں انسانی خاکے میں تبدیل ہونے لگا پھر رفتہ رفتہ وہ خاکہ واضح ہوتا چلا گیا۔ وہ اپنے سامنے خود کو دیکھ رہا تھا۔ شیشے کی اسکرین پر اس کا ہمزاد دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا ماوٗرا اور دیدار علی اپنے باپ ایشورارا کے ساتھ سیارے میں جا چکے ہیں؟“

اس کے ہمزاد نے جواب دیا۔ ”نہیں، وہ دونوں نہیں گئے مگر ان کا باپ جا چکا ہے۔“

اس نے پوچھا۔ ”کیا وہ دونوں ابھی تک مندر میں ہیں؟“

”نہیں، روحانی عمل کرنے والی ایک مسلمان ہستی ہے۔ اس نے ایشورارا کے جاتے ہی مندر کے حصار کو توڑ دیا تھا اب وہ بہن بھائی وہاں سے نکل کر ممبئی کی طرف جا چکے ہیں۔“

برائٹ موسس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”وہ دونوں مندر کے حصار سے باہر نکل آئے پھر مجھے خبر کیوں نہ ہوئی؟“

اس کے ہمزاد نے کہا۔ ”وہ بھائی بہن اس مسلمان ہستی کے زیر اثر تھے۔ اس کی روحانی قوت نے تجھے بے خبر رکھا تھا۔“

”کیا میں روحانی قوت کا توڑ کر سکتا ہوں؟ ان دونوں کو اپنے زیر اثر لا سکتا ہوں؟“

اس کے ہمزاد نے کہا۔ ”تُو عالم فاضل ہے۔ اپنے پراسرار علوم کی قوتوں کو اور ان کے اثرات کو مجھ سے زیادہ سمجھتا ہے۔ اپنے علوم اور اپنی قوتوں کو آزما کر دیکھ لے۔ ماوٗرا اور دیدار علی تیرے مطلوبہ افراد تھے۔ ان کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئیں، وہ میں نے بتا دیں۔ اب میں جا رہا ہوں۔“

دھواں دھواں سا نظر آنے والا ہمزاد شیشے کی اسکرین پر تحلیل ہوتے ہوتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ موسس نے اسی وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ پہلے ماوٗرا کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ دیدار علی نے بھی اس کی سوچ کی لہروں کو بھگا دیا۔ اس نے پچھلی بار ماوٗرا کے اندر رہ کر پورس کی باتیں سنی تھیں۔

وہ بہن بھائی کی طرف سے ناکام ہو کر پورس کے اندر پہنچا۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ ”کیا مصیبت ہے؟ اس وقت پاکستان اور ہندوستان کا سنسنی خیز میچ جاری ہے۔ پاکستان کو ایک رَن سے جیتنا ہے اور آخری اوور کی آخری گیند رہ گئی ہے۔ اگر انضمام نے رَن نہ بنایا تو پاکستان ہار جائے گا۔ اُدھر ٹنڈولکر بولنگ کرنے کے لیے پر تول رہا ہے۔“

موسس نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولا۔ ”ایسے وقت گدگدی نہ کرو۔ ابھی بہت ہی ٹف سچویشن ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کے تمام لوگوں کی سانسیں رکی ہوئی ہیں۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے؟ پاکستانی پاکستان کی کامیابی کے لیے اور ہندو ہندوستان کی کامیابی کے لیے دعائیں مانگ رہے ہیں۔“

پورس بیٹھا ہوا تھا، اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ ”وہ دیکھو! ٹنڈولکر آگے بڑھ رہا ہے۔ بڑے خطرناک ارادے ہیں۔ بڑی خطرناک بولنگ کرنے والا ہے۔ پورے اسٹیڈیم پر سکتہ سا طاری ہے۔ سب ہی کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہے۔ کہیں سے کوئی آواز نہیں آ رہی ہے۔ یا خدا! کیا ہونے والا ہے؟ ابے تُو کون ہے؟ ذرا دیر چپ نہیں رہ سکتا؟ خوامخواہ دماغ کے اندر گدگدی کیے جا رہا ہے۔“

موسس پراسرار علم کے ذریعے اس کے دماغ کو متاثر کرنا چاہتا تھا مگر پورس کہہ رہا تھا۔ ”گدگدی نہ کر.... بس ایک سیکنڈ۔ پلک جھپکتے ہی انضمام نے ایک ہٹ لگائی... گیند باؤنڈری کی طرف جا رہی ہے۔ یہ حساب کرنے کی فرصت نہیں ہے کہ ایک رَن بنے گا یا چار بنیں گے... یا انضمام نے چھکا لگایا ہے؟ بس وہ دوڑ کر ایک رَن بنا چکا ہے۔ وہ مارا.... پورا سٹیڈیم پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج رہا ہے۔ اسکرین پر جدھر نظر جا رہی ہے۔ وہاں پاکستانی جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ دنیا کے تمام پاکستانی ناظرین خوشی سے پاگل ہو رہے ہیں.... ابے او پاگل کے بچے! تُو کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے؟ تجھے کب یقین آئے گا کہ یہاں تیری دال گلنے والی نہیں ہے؟“

ماوٗرا اور دیدار علی ہنسنے لگے۔ ماوٗرا نے کہا۔ ”ہم نے اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔ تم نے خوامخواہ آسرے میں رکھا ہوا ہے۔ بیچارہ کب تک دروازے پر کھڑا رہے؟“



پورس نے کہا۔ ”او بابا! ابھی معاف کرو...... جمعرات کو آنا...“ یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ بڑبڑانے لگا۔ ”یہ کیا چیز ہے؟ میں دماغی جھٹکے پہنچاتا رہا مگر اس پر ذرا اثر نہیں ہوا؟ پاگل کا بچہ مجھے پاگل کہہ رہا تھا۔ اس نے کتنی دیر تک مجھے کرکٹ میچ میں الجھائے رکھا؟ اپنے ساتھ میرا وقت بھی برباد کرتا رہا۔ لعنت ہے اس پر... اپنے سنسنی خیز انداز میں کمنٹری کر رہا تھا کہ میں بھی الجھ کر رہ گیا۔ مجھ پر بھی لعنت ہے۔“

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ سب سے زیادہ فکر اور پریشانی کی بات یہ تھی کہ مسلمانوں کے روحانی عمل کے سامنے وہ ناکام ہو رہا تھا۔ بابا صاحب کا ادارہ تو بہت دور کی بات ہے۔ وہ صرف ماوٗرا اور دیدار علی کو روحانی قوتوں سے چھین نہیں پا رہا تھا۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ کاہنہ نے اپنے پراسرار علم کے ذریعے جو حصار باندھا تھا۔ اس حصار کو بھی روحانی عمل جاننے والی کسی ہستی نے توڑ دیا تھا۔

اس نے سوچا۔ ”مجھے کاہنہ کے حالات سے بھی واقف رہنا چاہیے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس کا پراسرار علم کس طرح بے اثر ہو رہا ہے؟“

پہلے اس عورت سے اچھے تعلقات تھے۔ وہ اپنے علم کے ذریعے اس کے ہمزاد کو بلاتا تھا اور اس سے باتیں کرتا تھا۔ وہ بھی پراسرار علم کے ذریعے اسے اپنے خفیہ چیمبر میں بلاتی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے کام آتے رہتے تھے۔ اب وہ اس کے ہمزاد کو بلانا چاہتا تو وہ اس کے علم کا توڑ کر دیتی تھی اور آنے سے انکار کر دیتی تھی۔ اس لیے وہ بھی اس کے خفیہ چیمبر میں نہیں جاتا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی ایک دوسرے کو اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

صرف فون ہی رابطے کا ذریعہ رہ گیا تھا۔ وہ اس کا موبائل نمبر پنچ کرنے لگا۔ ادھر مندر کے تہ خانے میں ویرانی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ماوٗرا اور دیدار علی کاہنہ کی گرفت سے نکل گئے تھے۔ میں بھی اسے جوتے مار کر چلا آیا تھا۔ اس نے اپنے زخموں کی مرہم پٹی کی اور گہری نیند سو گئی پھر بیدار ہونے کے بعد بڑی حد تک اس کی حالت سنبھل گئی تھی۔ دماغی توانائی بھی بحال ہو چکی تھی۔

الوشے کے روحانی عمل کے مطابق وہ بھول چکی تھی کہ مجھ سے مار کھانے کے بعد دماغی طور پر کمزور ہو گئی تھی۔ اسے اپنی کمزوری یاد نہیں رہی...... یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اس کے دماغ کے دروازے صرف میرے لیے کھول دیے گئے ہیں۔ وہ تمام پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گی لیکن مجھے محسوس نہیں کر سکے گی۔ اگر یہ بات یاد رہتی تو وہ اسی ہیبت سے مر جاتی کہ میں اس کے اندر آنے لگا ہوں اور آئندہ بھی اس کا کوئی ’راز‘ راز نہیں رہے گا۔

اس حد تک اطمینان تھا کہ میں اسے دوبارہ ٹریپ نہیں کر سکوں گا۔ وہ مجھے اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دے گی مگر یہ فکر لاحق ہو گئی تھی کہ روحانی قوتوں کے آگے اس کے پراسرار علوم بے اثر ہو جاتے ہیں۔ آئندہ اسے اپنی قوتوں کو بڑھانا ہوگا ورنہ ایشورارا وغیرہ کے سامنے بڑی سبکی ہوگی، کوئی اس کی پراسرار شخصیت سے مرعوب نہیں ہوگا۔

اپنی تمام قوتوں کو بحال رکھنے، موسس اور تمام اکابرین پر برتری حاصل کرنے کا ایک سیدھا اور آسان سا راستہ یہ تھا کہ وہ میری وفادار بن کر رہنے پر راضی ہو جاتی مگر وہ بہت ہی ضدی اور مغرور تھی۔ مجھ سے شکست کھانے کے بعد بھی یہی سوچ رہی تھی کہ آئندہ میری گرفت میں نہیں آئے گی۔ موقع ملتے ہی مجھ سے انتقام لے گی۔ اس کے اندر شیطنت بھری ہوئی تھی۔ وہ شر پسندی سے باز ہی نہیں آ سکتی تھی۔

اگرچہ اس بات سے مطمئن تھی کہ میں کبھی اس کے اندر نہیں آ سکوں گا لیکن ایک نئی پریشانی اسے ستا رہی تھی۔ میں نہ آتے ہوئے بھی اس کے اندر آؤں گا۔ آئندہ میری اولاد اس کے اندر دستک دینے والی تھی۔ اس نے بے اختیار اپنا ہاتھ پیٹ پر رکھ لیا کہ فون کے بزر نے چونکایا۔ ننھی سی اسکرین پر موسس کے نمبر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ فون کو کان سے لگا کر ناگواری سے بولی۔ ”بول...... کیا بولنے آیا ہے؟“

وہ بولا۔ ”ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔ ان مسلمانوں کی روحانی قوتوں کے متعلق کیا خیال ہے؟“

”یہ سوال مجھ سے کیوں کر رہا ہے؟“

”تُو ہی جواب دے سکتی ہے کیونکہ میری طرح تُو بھی ان سے مات کھا رہی ہے۔“

”یہ تجھ سے کس نے کہہ دیا کہ میں ان سے مات کھا رہی ہوں؟“

”حالات بتا رہے ہیں۔ تُو نے ماوٗرا اور دیدار علی کو اپنی تحویل میں رکھا تھا۔ مندر کے اطراف حصار بھی باندھا تھا۔ کوئی اس حصار کو توڑ کر اندر نہیں جا سکتا تھا لیکن روحانی عمل جاننے والی کسی مسلمان ہستی نے تیرے پراسرار علم کو بے اثر کر دیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ میرے علم نے بس اتنا ہی بتایا ہے، وہ ہستی ان بہن بھائی کو تجھ سے چھین کر لے

گئی ہے۔"

وہ تسلیم نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اس کا علم بے اثر ہو گیا ہے، اس لیے حقارت سے کہا۔ "تیرا علم بہت ہی کمزور ہو گیا ہے اور تجھے غلط معلومات فراہم کر رہا ہے۔ ماوّرا اور دیدار علی کو کوئی مجھ سے چھین کر نہیں لے گیا ہے بلکہ میں نے اپنی مرضی سے انہیں جانے کی اجازت دی ہے۔"

"کیا مجھے نادان بچہ سمجھتی ہے؟ تُو بہت مکار ہے۔ ان دونوں کو اپنے زیر اثر رکھ کر ایشورارا کی کمزوری سے کھیل سکتی تھی۔ انہیں مندر سے باہر کبھی جانے نہ دیتی لیکن اس ہستی کے روحانی عمل نے تجھے بے بس کر دیا اور وہ تیرے گھر سے، تیری گرفت سے انہیں چھین کر لے گئے ہیں۔"

"اُونہہ.....! تُو اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ لے۔ جتنا بول سکتا ہے...... بولتا جا۔ جب حقیقت معلوم ہوگی تو سر پکڑ کر رہ جائے گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی۔

موسس نے پوچھا۔ "چپ کیوں ہو گئی؟"

کاہنہ نے ایک گہری سانس لی۔ اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے پیٹ پر چلا گیا۔ وہ اسے سہلاتے ہوئے بولی۔ "میری کتابِ مقدر میں جو لکھا ہوا ہے، اسے تُو جانتا ہے۔ میں تقدیر کے خلاف فرہاد سے کتراتی رہی۔ دوسرے مردوں کو لبھانے کی کوششیں کرتی رہی اور ناکام ہوتی رہی۔ آخر تقدیر کا لکھا پورا ہوا۔"

وہ سب کچھ سمجھ گیا پھر بھی بے یقینی سے بولا۔ "تُو کہنا کیا چاہتی ہے؟"

"وہی جو تُو سمجھ رہا ہے۔ فرہاد میری زندگی میں آچکا ہے۔ ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ اس نے میرے ساتھ تقریباً پندرہ دن اور پندرہ راتیں گزاری ہیں وہ ماوّرا اور دیدار علی کو لے کر انڈیا گیا ہے۔ ہمارے درمیان یہ طے پایا ہے، وہ مہینے میں چار راتیں میرے ساتھ گزارا کرے گا اور میں کبھی نہ کبھی اس کی بیٹی کی ماں ضرور بنوں گی۔"

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا یہ کہنا چاہتی ہے کہ ایشورارا جن روحانی قوتوں کے خلاف جنگ کرنے آرہا ہے۔ تو ان قوتوں کے سائے میں رہنے والے فرہاد سے دوستی کر رہی ہے؟ اگر کر رہی تو پھر ایشورارا سے مل کر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کیسے کرے گی؟ کیا ایشورارا نادان ہے؟ تیری دوغلی پالیسی کو سمجھ نہیں پائے گا؟"

وہ ذرا اکڑ کر بولی۔ "میں نے اور ایشورارا نے جو زبردست پلاننگ کی ہے۔ اس پر عمل کرنے سے ہمیں یقیناً کامیابی حاصل ہوگی۔ ہم فرہاد سے دوستی کی آڑ میں دشمنی کریں گے۔ کیسے کریں گے؟ اس کا نمونہ تُو دیکھ رہا ہے۔ میرا اور اس کا ازدواجی رشتہ قائم ہو چکا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ "یہ مکار عورت دوہری چالیں چل رہی ہے۔ اس طرح یہ اپنی ساکھ اور اپنی برتری قائم رکھے گی۔ اگر اسی طرح یہ چالیں چلتی رہی تو آئندہ بڑی کامیابیاں حاصل کر لے گی۔"

کاہنہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ "بولتا کیوں نہیں؟ تجھے چپ کیوں لگ گئی ہے؟"

کچھ دیر کے لیے بھول ہی گیا تھا کہ وہ کاہنہ سے باتیں کر رہا ہے۔ اس نے فون کو دیکھا پھر.... جواب دیے بغیر اسے بند کر دیا۔

ادھر یہ سوچنے لگی۔ "میں نے اپنا بھرم رکھنے کے لیے موسس سے کہہ دیا ہے کہ فرہاد سے صرف ازدواجی رشتہ ہی نہیں بلکہ گہری دوستی اور سمجھوتہ بھی ہو چکا ہے۔ ایسا جھوٹ کہہ کر یہ تاثر دیا ہے کہ میں نے مسلمانوں کی روحانی قوتوں سے مات نہیں کھائی ہے بلکہ ان سے سمجھوتہ اور اتحاد کیا ہے۔ آئندہ ان روحانی قوتوں سے مجھے تقویت حاصل ہوتی رہے گی اور میں پہلے سے زیادہ ایشورارا کا اعتماد حاصل کروں گی۔"

پھر اس نے سوچا۔ "واقعی اگر فرہاد سے دوستی اور سمجھوتہ ہو جائے تو موسس اور تمام اکابرین مجھ سے مرعوب رہیں گے۔ اس دوستی کے باعث میرا رعب و دبدبہ پہلے سے زیادہ ہو جائے گا۔ دوسری طرف میں ایشورارا کو سمجھاؤں گی کہ فرہاد سے عارضی طور پر دوستی کی ہے اور مناسب موقع دیکھ کر اسے ٹھکانے لگا دوں گی۔"

وہ اپنے ذہن میں ایسا منصوبہ بناتی رہی اور اس کے ہر پہلو پر غور کرتی رہی۔ ایک یہی بات اس کی سمجھ میں آرہی تھی کہ مجھ سے دوستی کر کے ہی وہ اپنی ہار کو جیت میں بدل سکتی ہے اور گرتی ہوئی ساکھ کو بحال کر سکتی ہے۔

اس نے سوچا۔ "ایشورارا سے بھی رابطہ کر کے یہی جھوٹ بولنا ہوگا، یہی کہنا ہوگا کہ ماوّرا اور دیدار علی میری تحویل میں خیر خیریت سے ہیں۔ کوئی دشمن ان کی طرف آنے کی جرات نہیں کر سکتا ہے۔"

ایک چھوٹی سی کمیونیکیشن ...... مشین ایشورارا نے اسے دی تھی۔ وہ سیارے میں رہ کر بھی اس کے ذریعہ کاہنہ سے باتیں کیا کرتا تھا۔ کاہنہ اسے اپنی اٹیچی میں رکھتی تھی۔ وہ اس کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگی۔ "اگر ایشورارا اپنی بنی سے باتیں کرنا چاہے گا تو میں ماوّرا بن کر اس سے تحریری گفتگو کروں گی۔"

اس مشین کے ذریعے نہ تو آواز سنائی دیتی تھی نہ ہی کسی کی صورت دکھائی دیتی تھی۔ صرف تحریر کے ذریعے ایک دوسرے تک اپنی باتیں پہنچائی جاتی تھیں۔

وہ اٹیچی کو کھولتے ہی چونک گئی۔ مشین وہاں نہیں تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ "کیا میں نے اسے اپنے سفری بیگ میں رکھا تھا؟"

اس نے بیگ کے پاس آکر اس کے اندر کا سارا سامان نکال کر مشین کو تلاش کیا مگر وہ نہیں ملی۔ اس نے سوچا۔ "وہ خانے سے میری ایک بھی چیز ادھر سے ادھر نہیں ہوتی۔ کوئی داسی اس مشین کو ہاتھ نہیں لگاتی...... پھر وہ کہاں چلی گئی؟"

وہ کبھی کبھی مشین کو اپنے خفیہ چیمبر میں بھی لے جاتی تھی۔ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر ایشورارا سے باتیں کرتی تھی۔ اس نے سوچا۔ "شاید وہ اسی کمرے میں رہ گئی ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ادھر جانے لگی۔ دماغ میں یہ بات بھی کلبلا رہی تھی کہ میں اس مشین کو لے جا سکتا ہوں۔ یوں اس کے اور ایشورارا کے درمیان رابطہ ختم ہو جائے گا۔ اس نے خفیہ چیمبر میں آکر دیکھا۔ مشین وہاں بھی نہیں تھی بلکہ اور بھی کتنی ہی چیزیں غائب ہو چکی تھیں۔ کئی ہزار برس پہلے کسی بزرگ نے ان کاہناؤں کے متعلق جو کتابِ مقدر لکھی تھی، وہ بھی غائب تھی۔

یہ سوچتے ہوئے اس کا دل ڈوبنے لگا کہ کیا یہ کتاب اس لیے غائب ہو گئی ہے کہ اس کی آخری پیش گوئی کے مطابق آخری کاہنہ میں ہوں۔ میرے بعد یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہونے والا ہے؟ اس کے ساتھ ہی کتابِ مقدر کا بھی اختتام ہو چکا ہے؟

وہ الماری کھول کر مشین اور کتابِ مقدر کو تلاش کرنے لگی۔ پتا چلا، پراسرار علوم سے تعلق رکھنے والے ہزاروں سالہ پرانے نسخے بھی غائب ہو چکے ہیں۔ وہ تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں وہ ساری چیزیں لے گیا ہوں۔

پراسرار علوم کے نسخے اسے زبانی یاد تھے۔ وہ کتابِ مقدر کے مطابق موجودہ زندگی گزار رہی تھی۔ مجھ سے ازدواجی رشتا قائم ہو چکا تھا۔ اب آگے جو ہونا تھا، وہ جلد ہی سامنے آنے والا تھا۔ لہٰذا اہمیت صرف مشین کی تھی۔

یہ تو یقینی بات تھی کہ ایشورارا نے سیارے میں پہنچ کر اپنے بچوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس سے رابطہ کیا ہوگا اور اس کا وہ تحریری پیغام فرہاد کی نظروں سے گزرا ہوگا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "پتا نہیں، اس نے اسے جواباً کیا لکھا ہوگا؟ میرے متعلق کیا کہا ہوگا؟"

یہ ایسے سوالات تھے کہ وہ بے چین ہو گئی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی، ایشورارا کی نظروں میں اس کی کیا اہمیت رہ گئی ہے؟ وہ موبائل فون اٹھا کر میرے نمبر پنچ کرنے لگی۔ میں اب سے پہلے کئی بار اس سے رابطہ کر چکا تھا لیکن اس نے کبھی اپنی طرف سے مجھے کال نہیں کی تھی۔ اس روز پہلی بار مجھے پکار رہی تھی۔ میں اپنے فون کی اسکرین پر اس کے نمبر پڑھ کر مسکرانے لگا اور فون کو کان سے لگاتے ہوئے بڑی بے نیازی سے بولا۔ "ہیلو...!"

اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "میں بول رہی ہوں۔"

"آگے بول....؟"

"وہ ...ایشورارا نے مجھے ... کمیونیکیشن مشین دی تھی۔ اسے تُو لے گیا ہے۔"

"تُو نہیں۔ آپ کہو یا تم.... گفتگو کے آداب کے مطابق باتیں کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ جیسا تُو.... میرا مطلب ہے جیسا تم کہو گے، اسی طرح بات کروں گی۔ وہ مشین تم لے گئے ہونا؟"

"ہاں، میں نہیں چاہتا تھا کہ میری گھر والی سیارے والوں سے سازشی گفتگو کرے۔ اس لیے اِسے اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔"

وہ بولی۔ "ایشورارا اپنے بچوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس نے سیارے پر پہنچتے ہی رابطہ کیا ہوگا۔ ان کی خیریت پوچھی ہوگی؟"

"ہاں...... اس نے رابطہ کیا تھا، خیریت بھی پوچھی تھی۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

وہ جیسے رونے کے انداز میں بولی۔ "میری اہمیت ختم ہو چکی ہوگی۔ آئندہ وہ امریکہ اور یورپ کے اکابرین اور موسس کو مجھ پر ترجیح دے گا۔"

"میں نادان نہیں ہوں کہ ایشورارا کو موسس اور اکابرین کی طرف لڑھکنے کا موقع دوں گا۔"

"تم نہیں جانتے اس نے کہا تھا، وہ سیارے سے آکر دیکھے گا کہ روحانی علوم اور پراسرار علوم میں کون برتر ہے؟ اگر میں موسس پر سبقت لے جاؤں گی، اپنی برتری ثابت کروں گی تو وہ مجھے دیوی ماں مان کر میری پوجا کرتا رہے گا اور میرے دشمنوں سے اتحاد نہیں کرے گا۔"

''میں جانتا ہوں...... میں نے تیری عزت رکھی ہے، وہ آئندہ بھی تجھے دیوی ماں سمجھ کر پوجتا رہے گا۔''

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''ایشورارا نے سیارے میں پہنچنے کے بعد پیغام دیا تھا کہ وہ بخیریت پہنچ گیا ہے۔ اس نے اپنی بیٹی اور بیٹے کے متعلق پوچھا تھا کہ وہ تیری تحویل میں صحیح سلامت ہیں یا نہیں؟ اور میں نے کاہنہ بن کر اسے جواب دیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں مادرا اور دیدار علی کی طرف سے بھی اسے وِش کیا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ دونوں ابھی تک تیرے پاس خیریت سے ہیں۔ یہ سمجھ لے' تو اب تک اس کی نظروں میں برتر ہے اور مہان شکتی رکھنے والی دیوی ماں ہے۔''

وہ خوشی سے لہرا کر تقریباً چیختے ہوئے بولی۔ ''ہائے فرہاد....! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میری حمایت کرو گے۔ ایشورارا کی نظروں میں میری عزت رکھو گے۔ یو آر گریٹ فرہاد! میں اب تک تمہیں غلط سمجھتی رہی۔ مجھے بتاؤ' تم کہاں ہو؟ میں ابھی تمہارے قدموں میں گر کر معافی مانگوں گی۔ جب تک مجھے معاف نہیں کرو گے' تمہارے قدموں سے اپنا سر نہیں اٹھاؤں گی۔''

''تو اپنے پچھلے رویے پر پچھتا رہی ہے۔ مجھ سے معافی مانگ رہی ہے۔ یہی بہت ہے۔ میں تجھے معاف کر چکا ہوں لیکن....'' میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

اس نے پوچھا۔ ''لیکن کیا....؟''

''یہ کہ آئندہ میرے قدموں سے لپٹنے کی بات نہ کرنا۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے...... نہ میں تیرے قریب آؤں گا...... نہ تجھے اپنے سائے تک پہنچنے دوں گا۔''

''نہیں فرہاد! تم نے مجھے معاف کر دیا ہے تو ایسا دل توڑنے والا فیصلہ نہ کرو۔ ہمیں ایک ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ مقدر کی مرضی کے مطابق مجھے تمہاری ایک بیٹی کی ماں بننا ہے۔ ہم کم از کم ایک بیٹی کی پیدائش تک تو ساتھ رہ سکتے ہیں۔''

''سوری، میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اگر مقدر کے مطابق تمہیں میری بیٹی کی ماں بننا ہے تو ضرور بنو گی۔ ہم نے ایک ساتھ اچھا خاصا وقت گزار لیا ہے۔ اگر اب بھی اولاد نہ ہوئی تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آئندہ جب بھی مجھ سے ملنے کی بات کرو گی تو رابطہ ختم کر دیا کروں گا۔''

وہ جلدی سے بولی۔ ''ٹھیک ہے۔ میں تمہاری مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کروں گی۔ بس اتنا چاہتی ہوں کہ تم کسی بھی طرح میری عزت رکھو۔ مجھے دشمنوں کی نظروں میں گرنے نہ دو مگر ایک بات مجھے کھٹکتی ہے۔''

''جو بات کھٹک رہی ہے' اسے بیان کرو اگر تمہارے دل میں کوئی اندیشہ ہے تو میں اسے دور کروں گا۔''

''ایک ہی اندیشہ ہے' کبھی تمہارا مزاج بدل گیا اور تم اچانک میرا ساتھ چھوڑ گئے۔ ایسی صورت میں موسس اور اکابرین تو میرے دشمن ہیں ہی' ایشورارا بھی دشمن بن جائے گا۔ میں اِدھر کی رہوں گی' نہ اُدھر کی۔ صرف تمہارا ہی سہارا رہ جائے گا۔''

''میری ایک بات اپنے دل پر لکھ لو۔ تم جب تک موسس اور اکابرین کے خلاف لڑتی رہو گی اور ایشورارا کو ان کے معاملات میں الجھائے رکھو گی' تب تک میری حمایت حاصل رہے گی۔ میری طرف سے تمہیں ایسی بھرپور امداد ملتی رہے گی کہ دشمن تم سے سہمے رہیں گے اور ایشورارا واہ واہ کرتا رہے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''بس میں یہی چاہتی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''ایک اور بات دل پر لکھ لو...... اگر تم طاقت اور کامیابی کے زعم میں ایشورارا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہو گی تو ذلت کی ایسی پستیوں میں گرا دی جاؤ گی کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔ یا تو دشمن تمہیں کتے کی موت ماریں گے یا تم خود ہی اپنی جان پر کھیل جاؤ گی۔''

''میں وعدہ کرتی ہوں' کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گی۔''

''اچھی بات ہے۔ اب میں سونے جا رہا ہوں۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ اعظم ہمدانی کے سلسلے میں ہمارا فرض تھا کہ اسے گھر سے بے گھر نہ ہونے دیتے۔ جب وہ شادی کے سلسلے میں شاپنگ کرنے دہلی آیا تھا تب انوشے نے اس کی شخصیت تبدیل کر دی تھی پھر اسے اپنا رشتے دار بنا کر الپا اور پارس کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ اس طرح اسے لکھنؤ سے اور اس کے پورے خاندان والوں سے دور رکھا گیا تھا۔

اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کاہنہ اسے اپنا شوہر بنا کر ہنی مون کے بہانے اُس مندر میں لے جاتی' جہاں مجھے لے گئی تھی۔ جب اس کا مقصد پورا ہوتا اور ایک بیٹی کی ماں بننے کے آثار پیدا ہوتے تو وہ اس بیچارے کو ہلاک کر دیتی۔

ان حالات میں وہ الپا اور پارس کے پاس حفاظت سے تھا۔ جب حالات موافق ہوتے تو اسے اس کے خاندان میں واپس پہنچا دیا جاتا۔ اس وقت میں اعظم ہمدانی بن

کر کاہنہ کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ ایسے میں اسے اس کے رشتے داروں تک پہنچایا جاتا تو کاہنہ کو پتا چل جاتا کہ ایک اعظم ہمدانی اس کا شوہر ہے اور دوسرا لکھنؤ پہنچا ہوا ہے۔

اعظم کے ساتھ ہمدردی کرنے اور اسے جلد سے جلد گھر پہنچانے کے لیے ہم ایسی کوئی غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ اب وقت آ گیا تھا۔ کاہنہ کے سامنے یہ بھید کھل گیا تھا کہ وہ اب تک اعظم کے دھوکے میں میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتی رہی تھی۔ میں نے اس کی اچھی خاصی پٹائی کی تھی۔ وہ میرے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو گئی تھی۔ ایسے میں وہ اعظم ہمدانی کو کسی بھی طرح نقصان پہنچانے کی جرات نہیں کر سکتی تھی۔

پورس مندر سے ماؤرا اور دیدار علی کو ساتھ لے کر دہلی آ گیا تھا۔ وہاں الپا' پارس اور انوشے کے ساتھ کچھ عرصہ رہنے کا ارادہ تھا۔ کاہنہ کو ٹھکرانے کے بعد میں بھی وہیں پہنچ گیا تھا۔

اعظم ہمدانی خود کو ہمارے خاندان کا ایک فرد سمجھ رہا تھا۔ ہمارے درمیان بہت خوش تھا۔

ماؤرا نے مجھ سے کہا۔ ''میں تاج محل دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیوں نہ ہم سب لمبی ڈرائیو پر چلیں؟''

الپا نے خوش ہو کر کہا۔ ''گڈ آئیڈیا... مزے کی آؤٹنگ ہوگی۔''

پوری فیملی کے ساتھ ایسی تفریح کے مواقع بہت کم نصیب ہوتے ہیں۔ ہم نے ایک بڑی ویگن کار کرائے پر لی۔ راستے کا پتا ہی نہ چلا، وقت کیسے گزر گیا اور طویل فاصلہ دیکھتے ہی دیکھتے کیسے طے ہو گیا؟ ہم نے پہلے فتح پور سیکری میں حضرت شیخ سلیم چشتی کے مزار پر حاضری دی۔

جب بادشاہ جلال الدین اکبر اولاد سے محروم تھا اور اپنے تخت کا وارث چاہتا تھا۔ تب اس نے دہلی سے فتح پور سیکری تک پیدل چل کر حضرت شیخ سلیم چشتی کے مزار پر حاضری دی تھی اور اولاد کے لیے دعاؤں کا طالب ہوا تھا۔ ان بزرگ کی دعا سے سلیم پیدا ہوا تھا جو بعد میں شہنشاہ نورالدین جہانگیر کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ آج بھی ہندو، مسلمان، سکھ اور بدھ مت کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ چشتی بابا کے مزار پر حاضری دے کر کوئی خواہش کی جائے اور دعا مانگی جائے تو وہ پوری ہوتی ہے۔

ہم وہاں پہنچے تو ہر مذہب کی عورتوں' مردوں' بچوں اور بوڑھوں کا میلا سا لگا تھا۔ جوان لڑکیاں' بیاہتا عورتیں اور مرد حضرات مزار کے اطراف منت مانگتے وقت احاطے کی جالیوں میں رنگین دھاگے باندھتے ہیں اور اس اعتماد سے واپس جاتے ہیں کہ ان کی مرادیں پوری ہوں گی تو واپس آ کر ان دھاگوں کو کھول کر لے جائیں گے۔ الپا پارس کے ساتھ اور ماؤرا پورس کے ساتھ کھڑی تھی۔ وہ دونوں اپنے لائے ہوئے دھاگے باندھتے ہوئے دل ہی دل میں کہہ رہی تھیں۔ ''ہمیں اپنے محبوب شوہروں کے ساتھ آخری سانسوں تک خوشحالی اور سلامتی ملتی رہے۔''

انوشے خواتین کی صف میں بیٹھی کلام پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔ اس کے دل میں کوئی خواہش نہیں تھی۔ کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لہٰذا وہ حضرت سلیم چشتی کی مغفرت کے لیے قرآن خوانی میں مصروف تھی۔

دیدار علی دور کھڑا دھاگا باندھ رہا تھا اور انوشے کو بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا۔ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ ''اے بلند مرتبہ چشتی بابا! انوشے مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ جی چاہتا ہے' اسے دیکھتا رہوں۔ اس کے ساتھ ساری زندگی گزاروں میری یہ خواہش پوری کر دیں۔ جب یہ جوان ہوگی اور مجھے جیون ساتھی مان کر قبول کرے گی تو میں یہاں آ کر اس دھاگے کو کھول کر لے جاؤں گا۔''

بزرگانِ دین کی کرامات صدیوں سے تسلیم شدہ ہیں۔ آج بھی سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں لاکھوں کروڑوں عقیدت مند بے شمار اولیا کرام کے مزاروں پر حاضری دیتے ہیں اور اپنی عقیدت کے مطابق مرادیں پاتے ہیں۔

ہم وہاں سے شہنشاہ اکبر کے دیوانِ عام میں آئے۔ اس عمارت میں غلام گردش کے درمیان ایک وسیع و عریض پچیسی صحن تھا۔ جہاں اکبر بادشاہ اپنی بیگمات کے ساتھ شطرنج نما کھیل پچیسی کھیلا کرتا تھا۔ اس صحن میں مختلف خانے بنائے گئے تھے۔ ان خانوں میں کنیزوں کو مہروں کے طور پر کھڑا کیا جاتا تھا۔ دور بیٹھی ہوئی بیگمات اپنے سامنے رکھی ہوئی پچیسی پر چالیں چلتی، ان کے مطابق کنیزیں اپنے خانے بدل کر بیگمات کی مرضی کے خانے میں پہنچ جاتی تھیں۔

اس سے کچھ آگے پانچ منزلہ پنج محل تھا۔ ہر منزل میں مختلف مذاہب کے لیے عبادت گاہیں تھیں۔ جلال الدین اکبر نے اپنے دور حکومت میں دین الٰہی کے نام سے ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا۔ جہاں ہندو' مسلمان، سکھ' عیسائی اور بدھ مت کے لوگ آتے تھے۔ ایک دوسرے سے گلے ملتے تھے اور ایک دوسرے کی عبادت میں بھی شریک ہوتے تھے۔

وہ نیا مذہب دین الٰہی ناکام رہا۔ جلال الدین اکبر



نے آخری ایام میں توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر اپنی جان دی لیکن وہ محل آج بھی قائم ہے۔ وہاں ہر مذہب کے پیشوا موجود ہوتے ہیں اور دعائیں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا کے ہر دین کا راستہ ایک ہی خدا کی طرف جاتا ہے۔

یہ اپنا اپنا ذہن اپنے اپنے نظریات ہیں۔ کوئی کسی کی سوچ پر پابندی نہیں لگا سکتا۔ ہم فتح پور سیکری سے شام تک تاج محل کے احاطے میں پہنچ گئے۔ سنگ مرمر سے بنا ہوا تاج محل دور ہی سے نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہی دل میں ایسا حسن بھر جاتا ہے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس حسین عمارت کی مثال ساری دنیا میں کہیں نہیں ملتی' اس لیے اسے دنیا کا ساتواں عجوبہ کہا جاتا ہے۔

تاج محل کا نظارہ خصوصاً چاندنی رات میں قابل دید ہوتا ہے۔ دریائے جمنا کے کنارے دودھیا چاندنی میں وہ خواب خواب سا دکھائی دیتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ رہے ہیں، آنکھ کھلے گی تو وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔

اس حسین عمارت کے اطراف دور تک سرسبز و شاداب باغ ہے۔ باغ کی راہداریوں میں بہت ہی خوبصورت فوارے ہیں۔ پانی میں جب تاج محل کا عکس جھلملاتا ہے تو نگاہیں اس پر نہیں ٹھہرتیں۔ دنیا کی حسین ترین عورتوں کی اور تمام حسین ترین نظاروں کی اتنی تصویریں آج تک نہیں اتاری گئیں' جتنی تاج محل کی اتاری گئی ہیں۔ عمومی طور پر یہ مشہور ہے کہ جس نے آگرے آ کر تاج محل نہیں دیکھا' اس نے دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔

میں' اعظم ہمدانی' الپا اور پارس' ماؤرا اور پورس' انوشے اور دیدار علی سب ہی اس حسین عمارت کو چھو رہے تھے' اسے ہتھیلی سے یوں سہلا رہے تھے جیسے ابدی نیند سونے والی ممتاز محل کو تھپک رہے ہوں۔ خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہوں۔ ایک بادشاہ کا پیار اور اس پیار کا حسن قیامت تک زمانے کے سینے پر جگمگاتا رہے گا۔

ہم اپنی اہم مصروفیات کو بھلا کر تفریح کرتے رہے پھر دوسرے دن دہلی آ گئے۔ اسی رات ہمیں خبر ملی کہ وہاں سے لکھنؤ جانے والی ٹرین کو بہت زبردست حادثہ پیش آیا ہے۔ کئی بوگیوں کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔ ان میں بیٹھے ہوئے مسافروں کی لاشیں بُری طرح کچل کر پہچانی نہیں جا رہی ہیں۔

میں نے انوشے، الپا، پارس اور پورس سے کہا۔ ''اگر چہ یہ حادثہ بہت ہی اندوہناک اور افسوس ناک ہے۔ تاہم اعظم ہمدانی کے حالات کے موافق ہے۔''

ان سب نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''ہم سب جانتے ہیں' شہناز بانو بہت پہلے ہی چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر قرنطینہ میں مر چکی ہے۔''

پورس نے کہا۔ ''لیکن شہناز بانو اپنے خاندان والوں کے لیے آج بھی زندہ ہے۔ کاہنہ انہیں دھوکا دے رہی ہے۔ شاید اس فریب کو اب آپ ختم کرنا چاہتے ہیں؟''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں، کاہنہ آئندہ کبھی شہناز بانو کے روپ میں لکھنؤ نہیں جائے گی اور نہ ہم اسے جانے دیں گے لیکن شہناز بانو کے والدین اور اس کے رشتے داروں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے...... مر چکی ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''میں سمجھ گئی، آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ٹرین کے حادثے میں شہناز بانو مر چکی ہے اور دوسرے مسافروں کی طرح اس کی لاش بھی پہچانی نہیں جا رہی ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ہمیں یہی کرنا ہوگا۔ شہناز اور اعظم اپنے خاندان والوں سے یہ کہہ کر گئے ہیں کہ وہ ہنی مون کے لیے سوئٹزرلینڈ جا رہے ہیں۔ میں نے اعظم کی حیثیت سے کئی بار اپنے اور شہناز کے گھر والوں سے رابطہ کیا ہے۔ انہیں یقین دلایا ہے کہ ہم خیر خیریت سے ہیں اور اب واپس آنے والے ہیں۔''

پارس نے کہا۔ ''پھر تو یہ کہانی یوں بنے گی کہ اعظم' شہناز کے ساتھ سوئٹزرلینڈ سے دہلی واپس آیا تھا کیونکہ لکھنؤ کے لیے کسی فلائٹ میں سیٹ نہیں ملی۔ اس لیے وہ ٹرین کے ذریعے لکھنؤ جا رہے تھے۔''

الپا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس طرح ٹرین کے حادثے میں شہناز بانو ماری گئی مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعظم ہمدانی کیسے بچ گیا؟ اگر بچ گیا تو اسے بھی بُری طرح زخمی ہونا چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ اس لیے زندہ سلامت ہے کہ ایک اسٹیشن پر ٹھنڈی بوتلیں لینے کے لیے ٹرین سے اتر گیا تھا۔ وہاں اپنی پسند کا کوئی میگزین خریدنے میں دیر ہو گئی اور ٹرین چل پڑی۔ تب وہ دوڑتا ہوا آخری ڈبے میں سوار ہو گیا۔''

سب ہی قائل ہو کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''جس ٹرین کو حادثہ پیش آیا ہے' اس کی آخری بوگیوں کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا ہے۔ پھر بھی کئی مسافر زخمی ہوئے

ہیں۔ اعظم ہمدانی کے سر پر بھی چوٹ آئی پھر بھی وہ اس تباہ شدہ بوگی کی طرف گیا جہاں اس کی اور شہناز کی سیٹیں تھیں تو شہناز بانو کی مسخ شدہ لاش کو پہچان نہ سکا۔ اس کے لباس اور زیورات سے شناخت ہوئی۔ تب وہ صدمے سے چکرا کر گر پڑا۔ ہوش آیا تو وہ نیم پاگل سا ہو گیا تھا، خود کو پہچان نہیں پا رہا تھا۔"

"وہ اپنے گھر والوں تک کیسے پہنچے گا؟"

میں نے کہا۔ "ہم ابھی اس کے گھر فون کریں گے اور کہیں گے کہ اعظم اپنی شریک حیات شہناز بانو کے ساتھ دہلی پہنچ کر ہمارے گھر آیا تھا۔ ایک رات ہمارا مہمان رہا تھا۔ جب کسی فلائٹ میں سیٹ نہ ملی تو وہ دونوں ٹرین کے ذریعے روانہ ہو گئے۔ ہم نے انہیں سمجھایا تھا کہ وہ اپنی آمد کی اطلاع گھر والوں کو دے دیں لیکن وہ اچانک پہنچ کر سب کو سرپرائز دینا چاہتے تھے۔"

پارس نے کہا۔ "میں ابھی فون کے ذریعے اس کے گھر والوں سے بات کرتا ہوں۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا بیٹا اور بہو اسی ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔"

میں نے انوشے سے کہا۔ "بیٹی! اعظم اپنے کمرے میں آرام کر رہا ہے۔ تم ابھی اس کی شخصیت تبدیل کرو۔ اسے اعظم ہمدانی کی اصلی حیثیت دو۔ فی الحال اسے نیم پاگل سا بنا دو۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنی شریک حیات کی موت کے باعث صدمے سے بکھر چکا ہے۔ خود کو عارضی طور پر بھول گیا ہے۔"

پارس نے فون کے ذریعے اس کے گھر والوں سے بات کی۔ انہیں بتایا کہ جس ٹرین کو حادثہ پیش آیا ہے، اس میں اعظم ہمدانی اور شہناز بانو بھی سفر کر رہے تھے۔ ادھر انوشے نے اس کی شخصیت بدل دی۔ اسے پھر سے اعظم ہمدانی کے اصل روپ میں لے آئی لیکن اسے عارضی طور پر نیم پاگل بنایا۔

ہم اعظم کو اسی حالت میں لے کر ہائی وے کے ذریعے الٰہ آباد سے آگے اس جگہ پہنچے، جہاں ٹرین کو حادثہ پیش آیا تھا۔ دوسری صبح تک اعظم اور شہناز بانو کے رشتے دار بھی پہنچ گئے۔ میں اتنا کہہ کر اس قصے کو مختصر کرتا ہوں کہ ہم نے ایک ٹھوس پلاننگ کے مطابق اعظم کو اس کے رشتے داروں تک پہنچا دیا تھا۔ اس نے شادی سے پہلے لاکھوں روپے کے زیورات خریدے تھے جنہیں پارس ہوٹل کے کمرے سے چرا لایا تھا۔

میں نے اعظم کے ساتھ وہ زیورات واپس کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ ہم آپ کی امانتیں آپ تک پہنچا رہے ہیں۔"

☆☆☆

ایشورارا دو ماہ بعد مکمل تیاریوں کے ساتھ آنے کا کہہ گیا تھا۔ لہٰذا کاہنہ، برائٹ موسس اور تمام اکابرین بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے تحفظ اور سلامتی کے سلسلے میں بڑے مستحکم انتظامات کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ وقت گزر رہا تھا۔ تقریباً دس دنوں کے بعد اچانک ہی کاہنہ کی طبیعت خراب ہو گئی۔ پتا چلا، وہ ماں بننے والی ہے۔

وہ پہلے سے ذہنی طور پر آمادہ تھی لیکن جب بوڑھی دائی نے خبر سنائی تو اس کی حالت کچھ عجیب سی ہو گئی۔ خوشی اور پریشان کے باعث خوشی اس لیے تھی کہ وہ کاہنہ دستور کے مطابق ایک بیٹی کو جنم دے کر اسے بھی کاہنہ بنانے والی تھی اور پریشانی یہ تھی کہ میں اسے ایسا کرنے نہیں دوں گا۔ کاہناؤں کا یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔

وہ بہت ہی ضدی تھی۔ بڑی ہٹ دھرمی سے اپنے دستور کے مطابق وہی کرنے والی تھی جو ہزاروں برس سے اس مندر میں ہوتا آیا تھا۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ وہ بیٹی کو مجھ سے دور رکھے۔ کبھی میرا سایہ بھی اس پر پڑنے نہ دے۔ وہ بیٹی کی پیدائش کو چھپا کر ہی ایسا کر سکتی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی۔ "کیا ایسا ممکن ہے؟ میں اپنی بیٹی کی پیدائش کو اس سے چھپا سکوں گی؟"

کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ ابتدائی تین چار ماہ تک پتا نہیں چلتا کہ عورت حاملہ ہے پھر رفتہ رفتہ اس کا پیٹ چغلی کھانے لگتا ہے۔ اس نے سوچا "جب ایسا وقت آئے گا تو میں کہیں دور چلی جاؤں گی۔ فرہاد کے روبرو نہیں آؤں گی اور نہ ہی اسے موقع دوں گی کہ وہ مجھے دور سے بھی دیکھے۔"

اس کے دل میں سوال پیدا ہوا۔ "کیا فرہاد روحانی علوم کے ذریعے حقیقت معلوم کر سکتا ہے؟ وہ بہت خطرناک ہے۔ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کسی مسلمان ہستی نے اپنے روحانی عمل کے ذریعے میرے باندھے ہوئے حصار کو توڑ دیا تھا۔ اس بار میں چار ماہ کے بعد ایسا زبردست عمل کروں گی اور اپنے اطراف ایسا مضبوط حصار باندھوں گی کہ فرہاد اور اس کے روحانی عمل کرنے والے مجھ تک پہنچ نہیں پائیں گے۔ یہ کبھی معلوم نہیں کر پائیں گے کہ میں حاملہ ہوں اور نو ماہ بعد ایک بیٹی کو جنم دینے والی ہوں۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ "بیٹی پیدا ہوگی تو اس کے اطراف بھی مضبوط حصار باندھوں گی۔ اس کے قریب بھی کوئی روحانی عمل کرنے والا پہنچ نہیں پائے گا۔"

وہ بہتر محسوس نہیں کر رہی تھی جب طبیعت سنبھل گئی تو اپنے خفیہ چیمبر میں جا کر عمل پڑھنے لگی۔ یہ معلوم کرنے لگی کہ واقعی بیٹی ہوگی یا نہیں؟

اسے یہ خوشخبری ملی کہ بیٹی ہی پیدا ہوگی۔ وہ خوش ہو کر بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگی، آئندہ کتنی تدابیر اور کتنے جتن سے بیٹی کو چھپا کر رکھنا ہوگا؟

انوشے نے اس پر ایسا عمل کیا تھا کہ وہ خیال خوانی اور روحانی عمل کے سلسلے میں مجھ پر شبہ نہیں کر رہی تھی۔ کبھی یقین نہیں کر سکتی تھی کہ جو خوشخبری وہ سن رہی ہے، جو منصوبے بنا رہی ہے، میں ان سے بے خبر نہیں ہوں۔

بیٹی کی پیدائش تک اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ جب وہ پیدا ہوتی، تب میں اس پر اپنی گرفت مضبوط کر لیتا۔ فی الحال میں سیارے والوں کی طرف سے الرٹ ہو گیا۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے مجھ سے کہا۔ "ایشورارا بہت زبردست تیاریوں کے ساتھ آرہا ہے۔ وہ ایسا حملہ کرنے والا ہے کہ اس کے آگے کسی کی ٹیلی پیتھی اور پراسرار علوم کام نہیں آئیں گے۔ ہم صرف روحانی عمل کے ذریعے اس پر قابو حاصل کر سکیں گے۔ لہٰذا تم جلد از جلد اپنی پوری فیملی کے ساتھ ادارے میں چلے آؤ۔"

میں نے سر جھکا کر کہا۔ "ماؤرا اور دیدار علی بھی میرے فیملی ممبر بن چکے ہیں۔ ان کے لیے کیا حکم ہے؟"

"ان بہن بھائی نے دل کی گہرائیوں سے دین اسلام قبول کیا ہے۔ ہم ان پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ الپا، پارس اور پورس کے ساتھ ماؤرا بھی یہاں آئے گی۔ صرف دیدار علی، انوشے کے ساتھ وہاں رہے گا۔ انشاء اللہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا آپ ان کا مقابلہ نہیں کریں گے؟ انہیں سیارے میں واپس جانے پر مجبور نہیں کریں گے؟"

"ابھی ان سے مقابلے کا وقت نہیں آیا ہے۔ ابھی ہم تماشا دیکھیں گے کہ وہ اس دنیا کی تمام بڑی طاقتوں کو زیر کرنے کے لیے کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کرنے والے ہیں؟"

انوشے، الپا، ماؤرا اور دیدار علی میرے اندر رہ کر اعلیٰ حضرت کی باتیں سن رہے تھے۔ الپا پارس کو اور ماؤرا پورس کو بتا رہی تھی کہ اعلیٰ حضرت نے ایک ہفتے کے اندر ان سب کو ادارے میں چلے آنے کی تاکید کی ہے۔

انہوں نے اچانک ہی یہ تاکید کی تھی، اس لیے سب تجسس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ سیارے والے آخر کتنے خطرناک ہو گئے ہیں؟ وہ کیسی زبردست پلاننگ کر رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنے لوگوں کو بابا صاحب کی چار دیواری میں محدود رہنے کی تاکید کر رہے ہیں؟

موسس اور دوسرے تمام اکابرین صحیح اندازہ نہیں کر سکتے تھے کہ اس بار سیارے والے کس قدر خطرناک ثابت ہوں گے؟ پھر بھی وہ اپنے طور پر حفاظتی انتظامات کر رہے تھے۔ کاہنہ کو یہ فکر تھی کہ ایشورارا زمین پر آتے ہی یہ حقیقت معلوم کر لے گا کہ میں اسے بری طرح لوٹ کر جا چکا ہوں۔ اس کی کمیونیکیشن مشین بھی لے گیا ہوں اور کاہنہ بن کر اس سے رابطہ کرتا رہا ہوں۔

کاہنہ کو ایشورارا کی دشمنی کی پروا نہیں تھی۔ اسے یقین تھا کہ جب تک وہ میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی اور کسی طرح ایشورارا سے دوستی قائم رکھ کر موسس اور اکابرین کی خلاف جنگ جاری رکھے گی۔ تب تک میں اس پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دوں گا۔

ہمارے حساب سے ایشورارا بیس دنوں بعد آنے والا تھا لیکن اس کے چاروں ماتحت بگولا، بے تابہ، رنداوا اور کونداوا جانتے تھے کہ وہ دس روز پہلے چپ چاپ یہاں چلا آئے گا۔ رنداوا اور کونداوا نے سن سٹی میں ایک بڑی سی عمارت خریدی تھی۔ وہاں اس زمین پر اپنا پہلا ہیڈ کوارٹر بنایا تھا۔

بگولا تل ابیب میں تھا۔ وہ ایشورارا کے حکم کے مطابق برائٹ موسس اور وہاں کے تمام اہم اکابرین سے ملاقات کر چکا تھا۔ اس نے یہودیوں کی ایک بہت بڑی عبادت گاہ میں موسس کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ اس کی تصویریں بھی اتاری تھیں۔ ان چاروں کو یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ اس دنیا میں جتنے طاقتور اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے افراد ہیں، ان سب کی تصویریں اتاری جائیں۔

اس بار سیارے والے اپنے تمام دشمنوں کی تصاویر کو اہمیت دے رہے تھے۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا ان کی آواز اور لب و لہجے کو سن کر وہ کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ انہیں اپنے زیر اثر نہیں لا سکیں گے۔ وہ ان تمام افراد کی تصاویر کے ذریعے کوئی نیا اور عجیب و غریب حربہ استعمال کرنے والے تھے۔

انگولا میں اور خاص طور پر گوانزا میں کاہنہ کے بے شمار

عقیدت مند تھے۔ اس دیوی ماں کی تصویریں جگہ جگہ لگائی جاتی تھیں۔ اس کے مجسمے بھی کئی جگہ نصب تھے۔ ایشورارا کے ماتحت بے تابہ نے اس کی بھی کئی تصاویر حاصل کرلی تھیں۔ میری اور میرے فیملی ممبرز کی تصویریں دنیا کے کئی بڑے ممالک کے ریکارڈ رومز میں موجود تھیں۔ سیارے والوں کے پاس بھی ہماری تصاویر اور پورا ریکارڈ موجود تھا۔ آگے چل کر معلوم ہونے والا تھا کہ وہ دوستوں اور دشمنوں کی تصاویر کیوں حاصل کررہے ہیں؟

ہم سب ہی بابا صاحب کے ادارے میں آگئے تھے۔ صرف انوشے اور دیدار علی ممبئی میں رہ گئے تھے۔ کاہنہ اپنے مندر میں تھی۔ وہ سیارے والوں سے خوفزدہ نہیں تھی۔ صرف یہ اندیشہ تھا کہ ایشورارا کو جب یہ معلوم ہوگا کہ اس کی بیٹی ماؤرا اور بیٹا دیدار علی میرے قبضے میں ہیں تو وہ اس کی نظروں میں صفر ہوکر رہ جائے گی۔

ایشورارا کی طرف سے جانی نقصان کا اندیشہ نہیں تھا۔ اگر اس پر جان لیوا حملہ کیا جاتا تو وہ مندر کے تہ خانے سے سرنگ کے راستے فرار ہوکر جنگل کے کسی بھی حصے میں پہنچ سکتی تھی۔ اپنا روپ بدل کر دنیا کے کسی بھی ملک میں جاسکتی تھی۔

برین ماسٹر ان معاملات سے بے نیاز تھا۔ تمام اکابرین سے دور رہتا تھا۔ وہ برائٹ موسس سے بدک گیا تھا۔ یہ دیکھ چکا تھا کہ وہ اپنی روحانی قوت سے یا کسی پراسرار علم کے ذریعہ اس کے دماغ میں پہنچ جاتا ہے اور وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتا۔

اب سے پہلے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ موسس ایک بار برین ماسٹر کے اندر اس وقت پہنچ گیا تھا' جب وہ ایک فشنگ بوٹ کے تختے پر لیٹا دھوپ کھا رہا تھا۔ تب سے یہ بات اس کی سمجھ میں آئی تھی کہ موسس کوئی بہت بڑا روحانی عامل نہیں ہے بلکہ فراڈ ہے۔ پراسرار علوم کے ذریعے طرح طرح کے تماشے دکھاتا ہے اور انہیں روحانی کرامات کا نام دیتا ہے۔

برین ماسٹر اس سے بدظن ہوگیا تھا۔ یہ سوچتا رہتا تھا کہ آئندہ اس یہودی پیشوا کو اپنے اندر آنے سے کیسے روک سکے گا؟

موسس نے اس سے کہا تھا۔ ''مجھ سے نجات حاصل نہیں کرسکو گے بلکہ میرے تابعدار بن کر ہمیشہ فائدے میں رہو گے۔ میں مسلمانوں سے اور سیارے والوں سے تمہیں تحفظ فراہم کرتا رہوں گا۔ ان میں سے کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

برین ماسٹر مجبور ہوکر اس کی پناہ میں آگیا تھا۔ اب اس اندیشے میں مبتلا تھا کہ جب سیارے والے وہاں آئیں گے تو جوجو کی طرح اسے دوبارہ اپنے زیر اثر لے آئیں گے۔

☆☆☆

زمین والوں کا حساب اپنی جگہ درست تھا۔ ایشورارا کو بارہ دن کے بعد یہاں پہنچنا چاہیے تھا لیکن وہ دو دن بعد ہی اپنے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور غیر معمولی مشینوں کے ساتھ افریقہ کے جنوب مغربی حصے میں پہنچ گیا۔

کن سٹی وہاں سے تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ وہ سب راتوں رات اپنے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئے۔ ان کے چاروں ساتھیوں نے آنے والوں کا استقبال کیا۔ اس بار چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والے ایشورارا کے ساتھ آئے تھے۔ ان کی آمد سے پہلے ہی بگولا، بے تابہ، کونداوا اور رنداوا نے ان سب کے شناختی کارڈز' پاسپورٹس اور دیگر ضروری کاغذات تیار کرلیے تھے۔ جن کی رُو سے وہ سب باپ دادا کے زمانے سے کن سٹی کے باشندے تسلیم کیے جاسکتے تھے۔

صرف اتنا ہی نہیں۔ ان چاروں نے اس شہر کے درجنوں خاندانوں میں اپنے لیے جگہ بنائی تھی۔ ایسے گھرانوں کا انتخاب کیا تھا جو ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اور وہ تمام خاندان میاں بیوی اور دو چار بچوں پر مشتمل تھے۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان کے ذہنوں میں یہ نقش کردیا گیا تھا کہ سیارے سے آنے والے اجنبی نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کسی کے بیٹے اور کسی کے بھائی اور کسی کے شوہر ہیں۔ اس طرح انہوں نے قانونی اور سماجی حیثیت سے کن سٹی شہر میں اپنے قدم جما لیے۔ وہاں کی خفیہ ایجنسیوں کو بھی اپنے زیر اثر لے آئے۔ آئندہ کوئی ان پر کسی طرح کا شبہ نہیں کرسکتا تھا۔

ان تمام ابتدائی معاملات سے نمٹنے کے بعد انہوں نے اپنی ایک مشین کو آپریٹ کیا۔ وہ ایسی مشین تھی کہ جسے بریف کیس کی صورت میں کہیں بھی لے جایا جاسکتا تھا۔

وہ سیارے والوں کی ایک حیرت انگیز ایجاد تھی۔ ہماری دنیا کے سائنسداں بھی ایسی ہی مشین تیار کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ جبکہ ایشورارا ایسا ہی ایک نمونہ تیار کرکے یہاں لے آیا تھا۔ یہ الیکٹرونک سسٹم کا کمال ہے۔ پہلے ٹیلی فون ایجاد ہوا تھا۔ اس وقت سوچا گیا تھا کہ تار کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ آواز نہیں پہنچ پائے گی لیکن سائنس دانوں نے جلد ہی وائرلیس اور موبائل فون کے ذریعے یہ ثابت کردیا کہ کسی سہارے کے بغیر ہوا کے دوش پر



آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح سائنس اور ٹیکنالوجی نے ترقی کی تو ٹی وی ایجاد ہوگیا۔ چلتے پھرتے، ہنستے بولتے انسانوں کی تصویریں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچائی جانے لگیں۔ یہ سب کچھ کیسے ہوجاتا ہے؟ سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے اس بات کی وضاحت ضروری نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایسا ہورہا ہے۔

سیارے کے سائنس دانوں نے سوچا کہ جب ہوا کے دوش پر آواز کی لہروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جاسکتا ہے تو پھر اپنی اور دوسروں کی متحرک تصویریں مختلف مقامات پر کیوں نہیں پہنچائی جاسکتیں؟ جب مطلوبہ شخص سے فون کے ذریعے رابطہ کیا جاسکتا ہے تو پھر اپنے مطلوبہ شخص کو ٹی وی اسکرین پر کیوں نہیں دیکھا جاسکتا؟

ٹی وی اسکرین پر وہی مناظر دیکھے جاتے ہیں' جو چینلو کے ذریعے پیش کیے جاتے ہیں مگر سیارے والوں نے ایک نیا سسٹم ایجاد کیا تھا۔ جب وہ اپنے مطلوبہ شخص کی تصویر اس مشین میں پیش کرتے تھے تو وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگتا تھا۔ جہاں بھی ہوتا ان کی نظروں میں آجاتا تھا۔ اس کے اطراف جتنے لوگ ہوتے تھے' وہ بھی دکھائی دیتے' وہ آپس میں جو باتیں کرتے تھے۔ وہ بھی سنائی دینے لگتی تھیں۔

ٹیلی فونک سسٹم کے مطابق وہ مشین تیار کی گئی تھی۔ رابطہ کرنے کے لیے مطلوبہ شخص کے نمبر پنچ کرنے پڑتے تھے۔ انہوں نے مطلوبہ شخص کو متحرک دیکھنے اور اس کی مصروفیات معلوم کرنے کے لیے موبائل فون کی طرح اس کے نمبر مخصوص کیے اور اس کی تصویر کو بھی اس کے پاس پہنچنے کا ذریعہ بنایا۔ وہ تصویر جب مشین کے اندر پہنچتی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے ٹیلی فون کے نمبر پنچ کیے جارہے ہوں۔ دو چار سیکنڈ کے اندر ہی اسکرین پر مطلوبہ شخص نظر آنے لگتا تھا۔

ایشورارا سب سے پہلے اپنی بیٹی اور بیٹے کو دیکھنا چاہتا تھا۔ ان کی خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بیٹی کی تصویر مشین میں پیش کی۔ اسکرین پر تیزی سے نمبر ابھرنے لگے۔ زیرو زیرو ون (۰۰۱) یہ نمبر اس کی بیٹی ماؤرا کے لیے وقف ہوگیا۔ اگر کبھی ماؤرا کی تصویر پیش نہ بھی کی جاتی۔ صرف نمبر پش کیے جاتے تو وہ تب اسکرین پر دکھائی دینے لگتی۔

لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ ''نو ٹریسنگ... (سراغ نہیں مل رہا ہے)''

وہ پریشان ہوگیا۔ کی بورڈ پر اس کی انگلیاں تیزی سے چلنے لگیں۔ اس نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا میری بیٹی زندہ ہے؟''

اسکرین پر جواب ابھرنے لگا۔ ''یس، شی از الائیو اینڈ بریدنگ سم ویئر... (ہاں۔ وہ زندہ ہے اور کہیں سانسیں لے رہی ہے)''

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ماؤرا کہیں چھپی ہوئی ہے یا اسے چھپا دیا گیا ہے اور مشین اس کو سراغ نہیں مل رہا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے دیدار علی کی تصویر مشین میں پیش کی۔ اسکرین پر تیزی سے نمبر ابھرنے لگے۔ زیرو زیرو ٹو (۰۰۲)..... یہ نمبر دیدار علی کے لیے وقف ہوگئے تھے۔

ایشورارا نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ بیٹا اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھا کسی چائینز ڈش سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ ایک طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''میں بچپن سے ماؤرا کے ساتھ رہتا آیا ہوں۔ پہلی بار وہ مجھ سے دور ہوئی ہے۔''

وہ جس کرسی کی دیکھ کر بول رہا تھا، کرسی خالی تھی۔ وہاں بیٹھی انوشے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ پہلے بھی یہی ہوا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کا پیچھا کرتا ہوا ممبئی ایئرپورٹ تک گیا تھا۔ وہاں بیٹے نے انوشے سے ملاقات کی تھی۔ اس سے مصافحہ کیا تھا۔ اسے اپنی کار میں بٹھا کر لے گیا تھا لیکن وہ ایشورارا کو نظر نہیں آئی تھی۔ اب اسے پورا یقین تھا کہ آڈیو ویڈیو کیچرنگ مشین اسے ضرور اپنی گرفت میں لے گی۔ اس نادیدہ کو دیدہ بنا کر اسکرین پر پیش کرے گی۔

وہ مایوس ہورہا تھا۔ روحانی قوت کے آگے مشین ناکام ہورہی تھی۔ وہ اسے طرح طرح سے آپریٹ کررہا تھا۔ کسی بھی طرح سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کو دیکھ لینا چاہتا تھا لیکن دیکھنا تو دور کی بات ہے' اس کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے بیٹے کے اندر چپ چاپ پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا' وہ واقعی اس کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے۔ باتیں کررہی ہے مگر اس کی آواز کو وہ غیر معمولی مشین کیچ نہیں کررہی تھی، اس لیے وہ سن نہیں پارہا تھا۔

انوشے نے جو بھی کہا' اس کے جواب میں دیدار علی کہنے لگا۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک پاپا غیر معمولی مشین کے ساتھ اس زمین پر رہیں گے۔ تب تک ماؤرا پورس کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں رہے گی؟''

انوشے جواباً کچھ کہہ رہی تھی۔ ایشورارا کو بیٹے کی بات سن کر معلوم ہوا' ماؤرا بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ باپ کو اس لیے نظر نہیں آرہی ہے کہ اس غیر معمولی مشین کی اپروچنگ پاور (قوت رسائی) بابا صاحب کے

ادارے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آجاتی ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ماوٴرا کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ جب سائنس اور ٹیکنالوجی کا نادر نمونہ... وہ غیر معمولی مشین وہاں پہنچ نہیں پا رہی تھی تو پھر سوچ کی لہریں کیسے پہنچ جاتیں؟

یہی غنیمت تھا کہ بیٹا اس ادارے سے باہر تھا اور وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔ اس نے بیٹے کو مخاطب نہیں کیا۔ اگر خیال خوانی کے ذریعے اس سے بات کرتا تو انوشے کو اور پھر بابا صاحب کے ادارے والوں کو معلوم ہو جاتا کہ ایشورارا سیارے سے واپس آگیا ہے۔ ابھی وہ زمین پر اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بے شک اس کی آمد سے سب بے خبر تھے۔ صرف روحانی قوتوں کے حامل جانتے تھے کہ وہ دنیا کے کس خطے میں پہنچا ہوا ہے؟ لیکن وہ قدرتی معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا چپ چاپ تماشائی بنے ہوئے تھے۔

ایشورارا نے میری تصویر اس مشین میں پیش کی۔ اسکرین پر تیزی سے نمبر ابھرنے لگے۔ زیرو زیرو تھری (۰۰۳)... اس مشین نے میرے لیے یہ نمبر وقف کردیے۔ آئندہ وہ تصویر کے بغیر ان نمبروں کے ذریعے مجھے اسکرین پر دیکھ سکتا تھا.... مگر افسوس اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ ''ہی از ناٹ ٹریس ایبل۔ بٹ بریدنگ سم ویئر (اس کا سراغ نہیں مل رہا ہے مگر وہ زندہ ہے۔ کہیں سانسیں لے رہا ہے)''

ایشورارا سمجھ گیا کہ میں بھی بابا صاحب کے ادارے میں ہوں۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس سے پہلے بھی جو جو ٹریسنگ مشین کے ذریعے مجھے تلاش کرتا رہا تھا اور ناکام ہوتا رہا تھا۔

اس بار مشین میں حیرت انگیز تبدیلیاں کی گئی تھیں۔ اب تو مطلوبہ شخص متحرک ہو کر اسکرین پر نظر آنے لگتا تھا اور ابھی وہ اپنے بیٹے کو اسی اسکرین پر متحرک دیکھ چکا تھا۔ ریسٹورنٹ میں آس پاس جو لوگ تھے' وہ بھی دکھائی دے رہے تھے اور ان کی باتیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ صرف میں' انوشے اور ماوٴرا اسے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وہ ہمارے معاملے میں پہلے کی طرح ناکامی سے دوچار ہو رہا تھا۔

اس نے پریشان ہو کر دوسرے بریف کیس کو کھولا۔ وہ کمیونیکیشن مشین تھی۔ اس نے اس کے ذریعے دی گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ وہ میرے' انوشے اور ماوٴرا کے متعلق رپورٹ ارسال کرنے لگا ہے کہ یہ تین افراد روحانی قوتوں کے زیر اثر ہیں۔ اس لیے مشین انہیں ٹریس نہیں کر رہی ہے۔ باقی مطلوبہ افراد دکھائی دے رہے ہیں، ان کی باتیں بھی سنائی دے رہی ہیں۔ ان مسلمانوں کو روحانیت کے ناقابل فہم پردے سے باہر لانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

تھوڑی دیر بعد جوابی تحریر موصول ہوئی۔ گریٹ ایشورارا کہہ رہا تھا۔ ''پہلے مرحلے پر مسلمانوں کو چیلنج نہ کرو۔ مختلف ذرائع سے ان کے طریقۂ کار کو' ان کی قوتوں کو اور ان کی کمزوریوں کو سمجھنے کی کوششیں کرتے رہو۔

یہ بھی ہماری ایک کامیابی ہے کہ ہم نے ان مسلمانوں کو بابا صاحب کے ادارے کی چار دیواری میں قید کردیا ہے۔ وہ لوگ تمہارا اور آڈیو ویڈیو کیچرنگ مشین کا سامنا کرنے کے لیے باہر آنے کی جرات نہیں کریں گے۔ بہت بڑی اور ناقابل شکست روحانی قوتوں کو ابھی ایک طرف رکھو۔ سب سے پہلے اس کاہنہ' برائٹ موسس' امریکہ اور یورپ کے اکابرین کی طرف توجہ دو۔ ان سب کو زیر اثر لانے کے بعد جب تم پوری دنیا پر چھا جاوٴ گے تو پھر سب ہی مسلمانوں کے خلاف تمہارا ساتھ دیں گے۔ اس وقت ہم طے کریں گے کہ اب بابا صاحب کے ادارے والوں سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے؟''

ایشورارا نے گریٹ ایشورارا کا شکریہ ادا کر کے رابطہ ختم کیا پھر اس نے کاہنہ کی ایک تصویر کو مشین میں پیش کیا۔ اسکرین پر تیزی سے نمبر ابھرنے لگے۔ زیرو زیرو فور (۰۰۴)... یہ نمبر کاہنہ کے لیے وقف ہو گئے تھے۔

چند لمحوں بعد ہی وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ اس وقت وہ اپنے خفیہ چیمبر میں بیٹھی منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ لمبی سی موم بتی آدھی سے زیادہ پگھل چکی تھی۔ اس سے پتا چل رہا تھا کہ وہ بہت دیر سے عمل میں مصروف ہے۔

ایشورارا نے ایک سی ڈی رائٹر کو اس مشین سے منسلک کر کے آن کیا۔ اب اسکرین پر جو کچھ ہو رہا تھا۔ وہ جو کچھ بول رہی تھی' ان سب کی آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ ہونے لگی۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ''اے پریت آتما! آ... میری ماں اور میری ماں کی ماں' میری نانی ماں اور نانی ماں کی نانی ماں کہا کرتی تھی' جب بہت ہی مشکل گھڑی آجائے' بچاوٴ کا کوئی راستہ دکھائی نہ دے تو ایسے وقت تجھ جیسی پریت آتما کو بلانا چاہیے۔ میں زندگی میں پہلی بار تجھے بلا رہی ہوں۔ آ.... آ... اور میری مدد کر۔''



تھوڑی دیر بعد ہی اس دھواں دھواں سے ماحول میں ایک نسوانی کرخت سی آواز سنائی دی۔ ''اچھا تو مجھے پکار رہی ہے.... اس مندر سے میرا ہزاروں برس پرانا رشتہ ہے۔ میں تیری ماں' تیری نانی اور پرنانی کے بلانے پر آتی رہی ہوں۔ آج تو نے پہلی بار پکارا ہے۔ بول... مجھ سے کیا چاہتی ہے...؟''

کاہنہ نے کہا۔ ''میں بہت پریشان ہوں۔ میرا علم اب دشمنوں کے مقابلے میں بے اثر ہونے لگا ہے۔''

پریت آتما بڑی کڑکتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''پر اسرار علوم کبھی کمزور نہیں ہوتے۔ تیرا دھیان گیان کمزور ہو گیا ہے یا تجھ سے منتر پڑھنے میں کوئی غلطی ہوتی ہے۔''

''میں بڑے دھیان سے پڑھتی ہوں۔ مجھ سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوتی۔ اپنے کئی دشمنوں کے مقابلے میں ہمیشہ کامیاب ہوتی ہوں لیکن مسلمانوں کے روحانی عمل کے سامنے شرمندگی ہوتی ہے۔ اس بار بھی بری طرح ناکام ہو رہی ہوں۔''

ایشورارا کو پہلی بار معلوم ہوا کہ وہ روحانی عمل کے سامنے ناکام ہو رہی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''پہلی ناکامی تو یہ ہے کہ ایشورارا نے اپنی بیٹی اور بیٹے کو امانت کے طور پر میرے پاس رکھا تھا لیکن روحانی عمل کرنے والی ایک ہستی انہیں مجھ سے چھین کر لے گئی ہے۔''

ایشورارا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ فضا میں اپنا ہاتھ بلند کرتے ہوئے بول رہی تھی۔ ''میں ایسی ناکامیاں برداشت نہیں کر سکتی۔ دوسری ناکامی یہ ہے کہ میں فرہاد سے دھوکا کھا چکی ہوں۔ وہ بہروپیا میری زندگی میں آیا اور میرے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر چکا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کی بیٹی کی ماں بننے والی ہوں۔''

ایشورارا کاہنہ کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے بڑے بڑے انکشافات ہو رہے تھے۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جسے شکتی والی دیوی ماں سمجھتا ہے' وہ مسلمانوں کے مقابلے میں بری طرح مات کھا رہی ہے۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ''پچھلے چالیس دن سے عمل کر رہی پھر بھی مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ بہروپیا فرہاد شوہر بن کر میرے ساتھ رہی ہے۔ جب اس کی اصلیت سامنے آگئی تو وہ میرے دوا خانے سے بہت کچھ چرا کر لے گیا۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''ایشورارا نے مجھے ایک کمیونیکیشن مشین دی تھی۔ جس کے ذریعے میں اس سے رابطہ کیا کرتی تھی۔ فرہاد اسے بھی چرا کر لے گیا ہے۔ اب وہ کاہنہ بن کر ایشورارا سے رابطہ کرتا ہے۔''

وہ اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ بات سن کر چونک گیا۔ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر سوچنے لگا۔ ''یہ فرہاد بہت ہی مکار اور چالباز ہے۔ اب تک کاہنہ بن کر مجھے دھوکا دے رہا تھا اور میں دھوکا کھا رہا تھا۔ یہ سب اس کاہنہ کی کمزوری کے باعث ہو رہا ہے۔ میں تو اسے مہاشکتی رکھنے والی دیوی ماں سمجھ کر اس کی پوجا کرنے لگا تھا مگر یہ تو گائے کا گوبر ہے۔''

اس وقت وہ پریت آتما کہہ رہی تھی۔ ''جو کتاب مقدر میں لکھا تھا' وہ ہو رہا ہے۔ تو تقدیر سے لڑتے لڑتے روحانی قوتوں سے لڑنے لگی۔ مجھ جیسی آتما پاکیزہ روحانی عمل کے خلاف کچھ نہیں کر پائے گی۔ باقی دنیا کی جتنی بھی منہ زور قوتیں ہیں' میں ان کے خلاف تیرے کام آسکتی ہوں۔''

''میں چاہتی ہوں' ایشورارا اور موسس میرے خلاف جو بھی قدم اٹھائیں۔ اس میں وہ ناکام ہوتے رہیں، مجھے ان سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔''

''تو میرا امن پسند منتر پڑھتے ہوئے اس کمرے میں دیکھ...... تجھے کوئی چیز نظر آئے گی۔''

وہ ایک منتر کا جاپ کرنے لگی پھر سر اٹھا کر دیکھا۔ عود و عنبر کا دھواں کمرے میں بھرا ہوا تھا اور سامنے ایک سرخ دھاگہ ادھر سے ادھر لہرا رہا تھا۔ وہ اس پر نظریں جمائے منتر پڑھتی رہی۔ حتیٰ کہ وہ دھاگا اس کے قدموں میں آکر گر پڑا۔

پریت آتما نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اس دھاگے کو اپنے بائیں بازو پر باندھ لے۔ دنیا کا کوئی پراسرار علم تجھے مغلوب نہیں کر سکے گا۔''

وہ دھاگے کو اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''ایشورارا پراسرار علم نہیں جانتا۔ وہ اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کی صلاحیتوں سے مجھ پر غالب آئے گا۔''

''بے شک' وہ غالب آنے کی کوشش کرے گا مگر تجھے زیر نہیں کر پائے گا۔ میں نے کہا نا...... صرف پاکیزہ روحانی عمل کے خلاف کچھ نہیں کر پاوٴں گی اور نہ ہی تجھے اس قوت کے خلاف کچھ کرنا چاہیے۔ باقی تمام قوتیں اس دھاگے کے آگے بے اثر ثابت ہوں گی۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''دھنے ہو، میں تیرا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ اس لال دھاگے کو ہمیشہ اپنے بازو سے باندھے رکھوں گی۔''

اس پریت آتما کی آواز وہاں سے دور ہونے لگی۔ ''میں جارہی ہوں۔ نہ تو کسی سے مات کھائے گی۔ نہ تجھے میری ضرورت پڑے گی۔ میں اب نہیں آوٴں گی۔ میں جا

رہی ہوں..... میں جارہی ہوں۔“

پھر وہ آواز گم ہوگئی۔ کاہنہ نے اپنی ایک داسی کو بلا کر کہا۔ ”میرے سامنے آکر بیٹھ اور جو منتر تجھے بتا رہی ہوں، اسے پڑھتی جا۔“

اس نے چھ الفاظ پر مشتمل ایک منتر پڑھا۔ داسی نے اسے یاد کرلیا۔ کاہنہ نے لال دھاگا اسے دیتے ہوئے کہا۔ ”یہ منتر پڑھتے ہوئے اس دھاگے کو میرے بازو پر باندھ اور یہاں سے چلی جا۔“

داسی نے حکم کی تعمیل کی۔ دھاگا اس کے بازو پر باندھ کر وہاں سے چلی گئی۔ ایشورارا اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ”یہ پراسرار علوم میں بڑی زبردست مہارت رکھتی ہے۔ میں پہلی بار اس کے خفیہ چیمبر میں گھس کر اس کا یہ کمال دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کسی پریت آتما کو بلایا تھا۔ وہ ہماری اسکرین پر نظر نہیں آئی مگر اس کی آواز سنائی دیتی رہی۔ اگر یہ لال دھاگا واقعی پراسرار قوت رکھتا ہے تو اسے آزمانا چاہیے۔ اگر یہ میرے مخالفانہ اقدامات سے محفوظ رہے گی تو میں اسے پھر سے مہاشکتی رکھنے والی دیوی ماں تسلیم کرلوں گا۔“ پھر وہ سوچنے لگا۔ ”لیکن اس سے دوستی کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ روحانی قوتوں کے خلاف ہمارا ساتھ نہیں دے سکے گی۔ ہم ان کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں گے تو پیچھے ہٹ جائے گی۔ ایسی کسی سمت نہیں جائے گی، جہاں اس کا لال دھاگا بے اثر ہوجائے .....“ اس نے سوچا۔ ”پہلے اس لال دھاگے کو آزماؤں گا پھر دی گریٹ ایشورارا سے ہدایت طلب کروں گا کہ کاہنہ کے سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟“

وہ ابھی خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا لال دھاگے کے متعلق یہ طے کیا کہ اسے پھر کسی وقت آزمائے گا۔ کاہنہ اپنے خفیہ چیمبر میں جو کچھ کرتی رہی تھی، وہ سارے مناظر سی ڈی رائٹر کے ذریعے ریکارڈ ہوچکے تھے۔ پھر اس نے موسیٰ کی تصویر پیش کی۔ اسکرین پر نمبر ابھرنے لگا۔ زیرو زیرو فائیو (۰۰۵)... یہ نمبر موسیٰ کے لیے وقف ہوچکا تھا۔ آئندہ اسی نمبر کے ذریعے اسے کسی وقت بھی اسکرین پر دیکھا جاسکتا تھا۔

اس وقت وہ اپنے بیٹے ڈینی کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔ ایشورارا پہلی بار ڈینی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک بٹن دبایا تو اس کی تصویر اتر گئی۔ دوسرا بٹن دباتے ہی وہ تصویر پرنٹر کے ذریعے باہر آگئی۔ آئندہ وہ جب چاہتا موسیٰ کے بیٹے تک پہنچ سکتا تھا۔

اس وقت وہ کار ڈرائیو کررہا تھا اور موسیٰ اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایئرپورٹ کی طرف جارہے تھے۔ ایشورارا سی ڈی رائٹر کو آن کرچکا تھا۔ ان باپ بیٹے کی باتیں اور وہاں کے تمام مناظر ریکارڈ ہورہے تھے۔

ڈینی کہہ رہا تھا۔ ”آپ لوگ ایشورارا سے کچھ زیادہ ہی سہم گئے ہیں۔ دن رات حفاظتی انتظامات میں مصروف رہتے ہیں۔ مجھ پر نجانے کیا کیا عمل کرچکے ہیں پھر بھی یہاں سے دور بھگا رہے ہیں؟“

موسیٰ بولا۔ ”تم میرے ایک ہی بیٹے ہو۔ میرا کل سرمایہ ہو۔ میں نہیں چاہتا کاہنہ اور ایشورارا کسی بھی بہانے تم تک پہنچیں اور تمہارے حوالے سے مجھے کمزور بنادیں۔“

”کیا میں تل ابیب سے دور جاکر محفوظ رہ سکوں گا؟ کیا دشمن مجھ تک پہنچ نہیں پائیں گے؟“

”میری یہی کوشش ہے کہ کسی دشمن کا سایہ بھی تم تک پہنچ نہ پائے۔ تم محتاط رہو گے، کبھی مجھ سے فون پر بھی رابطہ نہیں کرو گے۔ وہاں نئی سوسائٹی میں کسی کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم میرے بیٹے ہو اور تمہارا نام ڈینی ہے۔ تم ایک نئے نام، نئی شخصیت کے ساتھ وہاں زندگی گزارو گے۔“

ایشورارا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ موسیٰ نے اس کے خلاف فی الوقت کیا کرتا پھر رہا ہے؟

اگر وہ اکابرین کے ساتھ ہوتا تو متحدہ تنظیم کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوجاتا۔ ابھی تو یہ زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی کہ وہ اس کے بیٹے ڈینی تک پہنچ گیا تھا اور وقتِ ضرورت بیٹے کے ذریعے باپ کو کمزور بنا سکتا تھا۔

اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ”جاؤ بیٹے! جہاں جاکر چھپنا چاہتے ہو، چھپ جاؤ۔ جب ضرورت ہوگی تو میں تمہیں بل سے کھینچ لاؤں گا۔“

وہ دونوں ایئرپورٹ پہنچ گئے تھے۔ وہاں بیٹا باپ سے رخصت ہورہا تھا۔ ایشورارا انہیں اسکرین سے مٹانا چاہتا تھا کہ اسے فون کا بزر سنائی دیا۔ موسیٰ نے ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے پھر فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”یس برین ماسٹر! کیا کچھ کہنا چاہتے ہو؟ کیا اس آلۂ کار کے اندر آجاؤں؟“

اس نے دوسری طرف کی باتیں سن کر کہا۔ ”او کے میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔“

موسیٰ کا ایک آلۂ کار تھا۔ جس کے دماغ میں جاکر وہ کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے باتیں کرتا تھا۔ اب سے پہلے ایشورارا بھی کئی بار اس آلۂ کار کے اندر پہنچ کر موسیٰ سے گفتگو کرچکا تھا۔ وہ اسی لمحے اس آلۂ کار کے



اندر [illegible] گیا۔ وہاں موسیٰ کی آواز سنائی دی۔ ”یس ماسٹر! کیا کہنا چاہتے ہو؟“

برین ماسٹر نے کہا۔ ”آپ نے وعدہ کیا تھا، میری بیوی اور بیٹے کے دماغ کو اپنی روحانی قوتوں سے اس طرح لاک کریں گے کہ سیارے والے اور مسلمان روحانی عمل کرنے والے بھی ان کے اندر پہنچ نہیں پائیں گے۔“

اس نے کہا۔ ”بے شک، میں جو وعدہ کرتا ہوں، اسے ضرور پورا کرتا ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ تمہاری بیوی اور بیٹے کے دماغ مقفل ہوچکے ہیں۔ ہمارا تمہارا کوئی دشمن ان کے اندر پہنچ نہیں پائے گا۔“

اس وقت ایشورارا کی انگلیاں کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔ اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ وہ اس مشین سے کہہ رہا تھا۔ ”برین ماسٹر کو اس کی آواز کے ذریعے ٹریس کیا جائے۔“

اسکرین پر جوابی تحریر ابھرنے لگی۔ ”برین ماسٹر کی آواز کو کیچ کرلیا گیا ہے۔ ابھی وہ خیال خوانی کے ذریعے بول رہا تھا۔ جب کسی کے روبرو اپنی زبان کھولے گا تو اسکرین پر دکھائی دینے لگے گا۔ اسے فالو کیا جارہا ہے.... انتظار کرو۔“

وہ مشین کے سامنے بیٹھا اپنے ماتحتوں سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے تمام ماتحت باری باری رپورٹ دے رہے تھے کہ وہ کس طرح فرائض ادا کررہے ہیں۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک ماتحت نے چونک کر کہا۔ ”وہ... کچھ لوگ اسکرین پر نظر آرہے ہیں۔“

ایشورارا نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص اپنی بیوی اور جوان بیٹے کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی پتا چل گیا کہ وہ برین ماسٹر ہے۔ اپنی بیوی اور بیٹے سے کہہ رہا تھا۔ ”پیشوائے اعظم نے کہا ہے، تمہارے دماغوں کو مقفل کردیا گیا ہے۔ تم دونوں مطمئن ہوکر فرینکفرٹ چلے جاؤ۔“

ایشورارا نے ایک بٹن دبا کر ان تینوں کی تصویریں اتار لیں۔ دوسرا بٹن دباتے ہی ان کے پرنٹ نکل آئے۔ اس نے مشین کو فاتحانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ ہماری سب سے فخریہ ایجاد ہے۔ ہم گھر بیٹھے دوسرے گھروں کا تماشا دیکھ لیتے ہیں۔ یہ گھر گھر کی بھیدی ہے۔ برین ماسٹر کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اس مشین نے اسے ہمارے روبرو پہنچا دیا ہے۔ دنیا والے نہیں جانتے، وہ کون ہے؟ اس کا حلیہ کیا ہے؟ مگر ہم جان گئے ہیں۔“

ایشورارا اپنے ماتحتوں کے ساتھ بہت خوش تھا۔ وہ سب ہنس بول رہے تھے۔ کھا پی رہے تھے۔ سیر و تفریح کے لیے اچھا خاصا وقت نکال رہے تھے اور بڑے آرام سے اس مشین کے ذریعے ایک ایک کرکے اپنے تمام دشمنوں تک پہنچ رہے تھے۔

اس کے چار ماتحت پہلے سے یہاں موجود تھے۔ اس بار وہ چوبیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ساتھ لایا تھا۔ اس کے اٹھائیس ماتحت اس دنیا میں پہنچ چکے تھے۔ بگولا اور بے تاب تل ابیب اور گوانزا سے آگئے تھے۔ اب انہیں مختلف ملکوں میں جا کر رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ معلومات حاصل کرنے کے لیے وہ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کافی تھی۔ وہ اپنے ہیڈکوارٹر میں بیٹھ کر پلک جھپکتے ہی ساری دنیا کے گھروں کے اندر پہنچ سکتے تھے۔

یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ اس مشین کی حقیقت جب دنیا والوں کو معلوم ہوگی تو ان کا سکون برباد ہوجائے گا، راتوں کی نیندیں اڑ جائیں گی۔

ان سیارے والوں کی سب سے بڑی کمزوری عورت تھی۔ وہ اس دنیا کی حسین و جمیل عورتوں کو دیکھ کر للچاتے تھے۔ پچھلی بار جوجو اور اس کے دو ساتھی عورتوں کے چکر میں مارے جاچکے تھے۔ ایشورارا بھی اسی چکر میں پھنسنے والا تھا لیکن عین وقت پر کاہنہ نے اسے بتادیا تھا کہ میں اور ثنا اس کی داشتاؤں کے ذریعے اس کے قریب پہنچنے والے ہیں۔ تب سے وہ محتاط ہوگیا تھا۔ یہ طے کرچکا تھا کہ آئندہ سیارے سے واپس آئے گا تو اپنے لوگوں کے دل و دماغ سے ان خواہشات کو نکال پھینکے گا۔

اس بار انہوں نے ایسا انجکشن تیار کیا تھا جس کے اثر سے.... ایک ہفتے تک ان کے اندر عورتوں کی طلب نہ ہوتی۔ اگر ہوتی بھی تو ان سے کترا جاتے۔ ایشورارا اپنے ساتھ ایسے انجکشنز کا ذخیرہ لایا تھا۔

اس نے بھی وہی انجکشن لگوایا تھا جس کے نتیجے میں وہ اپنے ماتحتوں کی طرح ایک ہفتے تک عورتوں سے بے نیاز رہنے والا تھا۔

ایک پہلو سے یہ احتیاطی تدبیر بہت اچھی تھی۔ ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی عورت کو آلۂ کار بنا کر ان کے اندرونی معاملات اور مصروفیات تک پہنچ نہیں سکتا تھا مگر اس سلسلے میں ایک قباحت تھی۔ ایک ہفتے بعد جب انجکشن کا اثر زائل ہوتا تو انہیں دوبارہ وہی انجکشن لگوانا پڑتا۔ اگر وہ مسلسل ایک ماہ یا دو ماہ تک انجکشن لگواتے رہتے تو پھر ہمیشہ کے لیے مردانگی سے خالی ہوجاتے اور وہ اپنا اتنا بڑا نقصان

نہیں کرنا چاہتے تھے۔

لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ ہر انجکشن کے بعد ایک ہفتے کا وقفہ دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ایسی دوائیں استعمال کی جائیں گی، جن کے باعث پچھلے انجکشن کا اثر بالکل ختم ہوجائے۔ تب ایک ہفتے بعد وہی انجکشن لگایا جائے گا جو انہیں عورتوں سے دور رکھے گا۔

ان احتیاطی تدابیر کے باوجود عورتیں بہت بڑا مسئلہ بن گئی تھیں۔ ایسا ڈھول بن گئی تھیں جسے بجانا نہیں چاہتے تھے اور بجائے بغیر رہ بھی نہیں سکتے تھے۔ انجکشن انہیں عارضی طور پر پارسا بنائے رکھتا مگر یہ اندیشہ تھا کہ اس کے مسلسل استعمال سے وہ ہمیشہ کے لیے زنخے بن کر رہ جائیں گے۔

وہ لوگ سیارے میں بہت خوش تھے۔ جنسی مسائل ہوں یا معاشی مسائل... انہیں آسانی سے سلجھا لیا جاتا تھا۔ وہاں ہر طرح کی سہولتیں تھیں۔ کسی بھی معاملے میں نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی اور نہ کسی طرح کی پریشانی لاحق ہوتی تھی۔

انہیں یہ معلوم تھا کہ ہماری دنیا مصائب کا گڑھ ہے۔ یہاں خوشی ملتی ہے تو غم بھی ملتے ہیں۔ راحت کے بعد تکلیف لازمی ہوتی ہے۔ ناکامی کامیابی کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ لاکھ جتن کرو۔ ہزار تدابیر کرو مگر کہیں نہ کہیں سے کسی نہ کسی حوالے سے مسائل پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ میری مثال ان کے سامنے تھی۔ وہ اپنی ایک مشین کے ذریعے یہاں آتے ہی دشمنوں پر حاوی ہونے والے تھے۔ کامیابی ان کا مقدر بننے والی تھی لیکن ان کے ساتھ ناکامی بھی چل رہی تھی۔ آثار بتا رہے تھے کہ وہ عورتوں کے معاملے میں بری طرح الجھنے والے ہیں۔

ابھی ایک ہفتے تک کوئی خاص مسئلہ نہیں تھا۔ وہ اس دنیا کے تمام اعلیٰ اور اہم اکابرین کے گھروں میں پہنچ رہے تھے۔ دن میں دو چار گھنٹے مشین کے سامنے مصروف رہتے تھے پھر جو معلومات حاصل ہوتیں، ان پر غور کرتے تھے۔ آپس میں مشورے کرتے تھے کہ کاہنہ، موسس، برین ماسٹر اور دوسرے تمام اکابرین سے کس طرح نمٹا جائے گا؟

شام ہوتے ہی وہ تفریح کے لیے نکل جاتے تھے۔ شہر کے مختلف حصوں میں گھومتے پھرتے تھے۔ نائٹ کلبوں میں جا کر ڈسکو اور کیبرے ڈانس دیکھتے تھے۔ شہر میں ہر جگہ ایک سے بڑھ کر ایک حسین عورت دکھائی دیتی تھی۔ ان کے قریب جانے اور انہیں چھونے کو جی چاہتا تھا مگر شرمندگی کے خیال سے کترا جاتے تھے۔

ان سب نے یہ طے کیا تھا کہ انجکشن کا اثر زائل ہوگا تو ایک دو ہفتے تک دوسرا انجکشن نہیں لگائیں گے۔ اس شہر سے سینکڑوں میل دور جا کر عیش و عشرت میں راتیں گزاریں گے اور صبح تک واپس آجایا کریں گے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، جب وہ اپنے مخصوص جوتے پہن کر تیزی سے لمبا سفر طے کرنا چاہتے تو تیر کی طرح ہوا سے باتیں کرتے ہوئے ایک ڈیڑھ گھنٹے میں دو سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتے تھے۔ ان کے وہ مخصوص جوتے سیارے کے سائنس دانوں نے تیار کیے تھے۔ وہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے بائیک یا موٹر کار وغیرہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ وہ جوتے تیز رفتاری سے اور بڑے آرام سے انہیں میلوں دور تک پہنچا دیا کرتے تھے۔

انہیں یہ سہولت حاصل تھی کہ وہ ایک رات عیش و عشرت میں گزارنے کے لیے سن سٹی شہر سے دو چار سو میل کے فاصلے پر چند گھنٹوں میں جا سکتے تھے۔ کسی دوسرے شہر میں رات گزار کر دوسری صبح واپس آسکتے تھے۔ کوئی ان پر شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ گناہ کا کھیل کھیلنے کے لیے راتوں رات ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہیں اور صبح ہونے تک واپس چلے آتے ہیں۔

ایشورارا ایک ہفتے کے اندر تقریباً تمام اکابرین تک پہنچ گیا۔ ان کے ساتھ ان کی بیویوں اور بچوں کی تصاویر بھی حاصل کرلیں۔ امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر تک پہنچنے کے بعد پتا چلا کہ اس جیسے پانچ اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر ہیں اور چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے سامنے حاضر ہوتے تھے اور اہم احکامات حاصل کرتے تھے۔

ایشورارا نے مشین کے ذریعے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیچ کرلیا اور ان کے بیوی، بچوں تک بھی پہنچ گیا۔ اگر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے سے باہر ہوتے تو وہ کم بخت انہیں بھی اپنی مشین کے ذریعہ کیچ کرلیتا۔

وہ ایک ہفتے کے اندر تمام اکابرین کی اور تمام پراسرار علوم جاننے والوں کی کمزوریوں تک پہنچ گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے سب سے پہلے کاہنہ کی طرف توجہ دی۔ وہ اس کے سرخ دھاگے کو آزمانا چاہتا تھا۔ اس کے پاس آنے والی پریت آتمانے کہا تھا کہ جب تک وہ دھاگہ اس کے بازو سے بندھا رہے گا، تب تک وہ اپنے دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہے گی۔

اس نے مشین میں اس کے نمبر پنچ کیے تو وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ اس وقت مندر کے پجاریوں اور پروہتوں سے کہہ رہی تھی۔ ”مندر کے باہر جتنے بھی عقیدت مند ہیں‘ ان سے کہہ دو... میں آج رات نو بجے درشن دوں گی...... جو ضرورت مند ہوں گے‘ ان کی ضرورتیں پوری کروں گی...... جو بیمار ہوں گے‘ ان کا علاج کروں گی۔“

ایشورارا اسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی‘ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ اس نے مسکرا کر اسکرین کو آف کردیا۔ اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کرتا تو وہ محتاط ہوجاتی اور اس کے بارے میں مزید کچھ معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ رات نو بجے اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ اگر وہ زندہ رہ جاتی تو ایشورارا مان لیتا‘ اس سرخ دھاگے نے اسے بچایا ہے۔ یہ یقین ہو جاتا کہ آئندہ بھی وہ کسی طرح پراسرار علوم کے ذریعے اپنی حفاظت کرسکتی ہے اور اپنے دشمنوں کو کمتر بنا سکتی ہے۔

اس نے گوانزا کے ایک مجرمانہ ذہن رکھنے والے شخص کو آلۂ کار بنا کر شام سے پہلے ہی اس مندر کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے اپنے لباس میں ایک ریوالور چھپا رکھا تھا۔ رات کے نو بجے وہ بھی عقیدت مندوں کی بھیڑ میں مندر کے اندر پہنچ گیا۔ ایسے وقت ایشورارا نے آڈیو ویڈیو کیچرنگ مشین کو آن نہیں کیا۔ بار بار اُسے استعمال کرنا ضروری نہیں تھا۔ یوں بھی وہ اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس مندر میں پہنچا ہوا تھا۔

تمام عقیدت مند کاہنہ کے منتظر تھے۔ وہ مقررہ وقت پر اس بڑے بت کے پیٹ سے نکل کر اپنے چاہنے والوں کے سامنے آگئی۔ ایشورارا اس آلۂ کار کے ذریعے دیوی کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سننا ضروری نہیں تھا کہ وہ اپنے عقیدت مندوں سے کیا بولنے والی ہے اور ان کے لیے کیا کرنے والی ہے؟ اسے تو اپنا کام کرگزرنا تھا۔

جب وہ باوقار انداز میں چلتی ہوئی اونچے سے چبوترے پر پہنچی تو اس آلۂ کار نے فوراً ہی لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر نشانہ لے کر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی کاہنہ کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ نشانہ پکا تھا‘ اس کے سینے سے لہو اُبلنے لگا۔ وہ چکرا کر گر پڑی۔

مندر میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ کتنے ہی پجاری‘ پروہت اور عقیدت مند اس کی طرف دوڑے۔ ایشورارا ڈولتی ہوئی سانسوں میں اس کے اندر پہنچ کر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ وہ دماغی طور اپنی جگہ حاضر ہوکر حیرانی سے سوچنے لگا۔ ”اس کے سینے پر گولی لگی ہے۔ وہ دم توڑنے والی ہے۔ ایسے میں سانس کیسے روک سکتی ہے؟ کیا وہ سرخ دھاگا اس مرنے والی کو زندگی دے رہا ہے؟“

اس نے فوراً ہی مشین کو آن کیا۔ کاہنہ کے نمبر پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ وہ اپنے تہ خانے میں صحیح سلامت تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرچکی تھی کہ اس کی ڈمی کاہنہ کو کسی نے گولی ماردی ہے۔ ایک تو اس کی موت نے پریشان کیا اور دوسری یہ بات پریشان کررہی تھی کہ ابھی چند لمحوں پہلے کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ وہ جلتی ہوئی موم بتی کی لو کو دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھا کر پوچھ رہی تھی۔ ”ابھی کون آرہا تھا؟ کس نے میری ڈمی کو گولی ماری ہے؟“

یہ باتیں سنتے ہی وہ سمجھ گیا کہ کاہنہ کے دھوکے میں اس کی ڈمی کو ہلاک کیا گیا ہے اور وہ زندہ سلامت اس تہ خانے میں موجود ہے۔ اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے آلۂ کار کے اندر موجود نہ رہتا۔ اس مشین کو آن کرکے اس کی اسکرین پر کاہنہ کو دیکھتا رہتا تو اسی وقت پتا چل جاتا کہ اصل کاہنہ اپنے خفیہ چیمبر میں ہے۔ مقدر کی ایک ذرا سی ہیرا پھیری نے اسے بچالیا تھا۔

ایشورارا کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔ ”کیا یہ میری غلطی سے بچ گئی ہے یا ابھی اس کے مقدر میں زندگی لکھی ہے؟ یا پھر اس دھاگے نے اسے بچالیا ہے؟“

سوچنے سمجھنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ اتفاقاً بچ گئی ہے۔ وہ پھر اس سرخ دھاگے کو آزمائے گا۔

اس وقت وہ محتاط ہوکر سوچ رہی تھی۔ ”میرا ایسا کونسا دشمن ہے جو یہاں تک پہنچ گیا ہے؟ مجھے گولی مارنے کے بعد میرے اندر آنے کی کوشش کررہا تھا۔ مجھے اس کا کھوج لگانا چاہیے؟“

ایشورارا اسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ انتظار کررہا تھا کہ وہ انجانے دشمن کے بارے میں جاننے کے لیے کیا کرنے والی ہے؟

کاہنہ نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مجھ تک پہنچنا چاہا لیکن میں بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ ”فرہاد! کیا ابھی تم میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے؟“

میں نے کہا۔ ”میں تمہارے دماغ میں آکر کیا کروں



کاہنہ فی الحال تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تمہیں میری ضرورت ہے تو بتاؤ‘ وہ کون ہوسکتا ہے جو تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا؟“

کاہنہ فون کے ذریعے میری جو آواز سن رہی تھی۔ اس آواز کو ایشورارا کی مشین واضح کرکے سنا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے‘ کس نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی؟ موسس اچھی طرح جانتا ہے‘ میں اسے اپنے اندر نہیں آنے دوں گی۔ اس سے بات کرنا بھی پسند نہیں کروں گی پھر وہ فون کے ذریعے رابطہ کرسکتا ہے۔ ایشورارا [illegible] سے واپس نہیں آیا ہے۔ شاید ایک دو روز میں یہاں پہنچنے والا ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آج تک مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ کبھی کوئی بات نہیں کی۔ میرے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ابھی کس نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی؟ یہ معلوم نہیں ہوگا تو میری بے چینی بڑھتی جائے گی۔“

میں نے کہا۔ ”اپنی بے چینی ختم کرو اور میری بات کا یقین کرو۔ ایشورارا ہماری زمین پر پہنچ چکا ہے۔ فی الحال کسی مصلحت کی بنا پر خود کو ظاہر نہیں کررہا ہے۔“

وہ بولی۔ ”اوہ! میں اپنے معاملے میں الجھی ہوئی ہوں۔ تمہیں یہ بتانا بھول ہی گئی کہ کسی نے میری ڈمی کو کاہنہ سمجھ کر گولی ماری ہے۔ وہ مندر میں عقیدت مندوں کو درشن دے رہی تھی۔“

”میری باتیں توجہ سے سنو۔ اگر میرے اندازے کے مطابق ایشورارا یہاں پہنچ چکا ہے تو اسے یہ معلوم ہوچکا ہے کہ ماورا اور دیدار علی تمہاری تحویل میں نہیں ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر سوچو‘ کیا اسے تم پر غصہ نہیں آئے گا؟ وہ تمہیں کمزور اور بے مصرف سمجھ کر مار ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا؟“

”نہیں فرہاد! تم مجھے ڈرا رہے ہو۔ وہ اچانک مجھ پر قاتلانہ حملہ نہیں کرے گا۔ پہلے وضاحت طلب کرے گا۔ مجھے صفائی پیش کرنے کا موقع دے گا کہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟“

”تو پھر سر پکڑ کر سوچتی رہو‘ اس ڈمی پر کس دشمن نے حملہ کیا اور کون تمہارے اندر آنا چاہتا تھا؟ جب میری بات درست ثابت ہو تو فون پر سوری کہہ دینا۔“

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ ایشورارا آرام سے بیٹھا اسکرین پر کاہنہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذریعے میری آواز سن رہا تھا۔ اس بات کا افسوس تھا کہ وہ مشین بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر مجھے اسکرین پر نہیں لا سکتی تھی۔ یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا تھا کہ وہ مجھے اپنا یار و مددگار بنا چکی ہے۔ برے وقت میں مجھے یاد کرتی ہے اور مجھ سے مشورے لیتی ہے۔

وہاں مندر میں ایشورارا کے اس آلۂ کار کو پکڑ کر خوب پیٹا گیا تھا۔ عقیدت مندوں نے غصے میں آکر اسے لاتوں گھونسوں سے اور ڈنڈوں سے مار مار کر ہلاک کردیا تھا۔ پجاری اور پروہت ڈمی کاہنہ کی لاش کو مندر کے اندرونی حصے میں لے گئے تھے پھر وہاں اصل کاہنہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔

وہ بولی۔ ”میں ہزاروں سال سے زندہ ہوں اور زندہ رہوں گی۔ کوئی دشمن مجھے مار نہیں سکتا۔ اس بیچاری کی لاش کو جنگل میں لے جا کر جلا دو اور اعلان کردو کہ عقیدت مند مندر میں واپس آئیں۔ کاہنہ انہیں درشن دے گی۔“

اس کے حکم کے مطابق اعلان کیا گیا۔ تمام عقیدت مند دوڑے دوڑے مندر میں چلے آئے۔ شدید حیرانی سے دیکھنے لگے کہ کاہنہ دیوی زندہ سلامت اسی بت کے پیٹ سے نکل کر آرہی ہے۔ تمام عقیدت مند اس کی جے جے کار کہتے ہوئے سجدے میں گر پڑے۔

اس نے کہا۔ ”اپنے سر اٹھاؤ اور مجھے اچھی طرح دیکھ لو۔ سب ہی جانتے ہیں‘ میں ہزاروں سال سے زندہ ہوں۔ نہ کوئی مجھے مار سکتا ہے‘ نہ میں کبھی مر سکتی ہوں۔ میں نے تمہاری تسلی کے لیے درشن دیے ہیں۔ میرے جس دشمن کو تم لوگوں نے ہلاک کیا ہے‘ اس کے پیچھے بھی کئی دشمن ہیں۔ میں انہیں نیست و نابود کرنے جارہی ہوں۔“

اس نے آشیرباد دینے کے انداز میں ہاتھ اٹھایا پھر پلٹ کر اسی بت کے پیٹ میں جا کر سب کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اس طرح اس نے درشن دے کر عقیدت مندوں کے سامنے اپنا بھرم رکھا اور ان کے دلوں میں مزید عقیدت پیدا کردی تھی مگر اندر ہی اندر پریشان تھی کہ کون اس سے دشمنی کررہا ہے؟

ایشورارا اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ تہ خانے میں پہنچ کر لباس بدل رہی تھی اور اپنے سفری بیگ میں سامان رکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ایک سرنگ کے راستے سے کہیں جا رہی تھی۔ اس نے یہ سوچ کر اسکرین کو آف کردیا کہ جب وہ کہیں پہنچے گی تو اس پر پھر قاتلانہ حملہ کرایا جائے گا۔

اسے اپنی غیر معمولی مشین پر ناز تھا۔ یہ یقین تھا کہ وہ گھر بیٹھے اسکرین پر جس دشمن کو نشانہ بنانا چاہے گا‘ اسے یہ

آسانی خاک میں ملا دے گا۔ کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تقدیر بھی اس کے آگے ہار جائے گی۔

وہ دو گھنٹے بعد گوانزا کے ایک ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ فون کے ذریعے لندن جانے کے لیے ایک سیٹ بک کرا رہی تھی۔ فلائٹ دوسری صبح جانے والی تھی۔ وہ اس کمرے میں ایک رات گزارنے آئی تھی۔

ایشورارا نے ایک گھنٹے کے اندر ایسے شخص کو تلاش کیا جو پیشہ ور قاتل تھا۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک مختصر سا عمل کیا۔ اسے عارضی طور پر اپنا معمول اور تابعدار بنایا پھر اس ہوٹل میں پہنچا دیا۔

کاہنہ اس بند کمرے میں بیٹھی سونے سے پہلے منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ اپنے گرد حفاظتی حصار باندھ رہی تھی۔ ایشورارا اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ اس کا آلۂ کار ایک تار کے ذریعے مقفل دروازے کو کھول کر اندر آیا تو وہ منتروں کا جاپ کرتے ہوئے اسے گھورنے لگی۔ وہ آلۂ کار ریوالور نکالتا ہوا آ رہا تھا لیکن اس سے نظریں ملتے ہی ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ جہاں تھا، وہیں کھڑا رہ گیا۔

کاہنہ نے بغیر آستین کا بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ بائیں بازو پر وہ سرخ دھاگا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس پر ہاتھ رکھ کر بڑے جوش وخروش سے منتر پڑھ رہی تھی۔ ایشورارا اپنے آلۂ کار کے اندر رہ کر محسوس کر رہا تھا کہ وہ سحر زدہ ہو رہا ہے۔ پیچھے ہٹ کر کمرے سے باہر جانا چاہتا ہے۔

اس نے آلۂ کار کے دماغ پر اپنی گرفت مضبوط کی لیکن کاہنہ کا پراسرار علم اس پر حاوی ہو چکا تھا۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے سرخ دھاگے کی طرف دیکھتا ہوا پیچھے ہٹتا ہوا کمرے سے باہر چلا آیا۔ باہر آ کر بھی سحر زدہ سا تھا۔ نگاہوں کے سامنے وہی سرخ دھاگا دکھائی دے رہا تھا اور کاہنہ کی گھورتی ہوئی آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا لفٹ کے پاس آیا پھر دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔ لفٹ بند ہو گئی، نیچے گراؤنڈ فلور کی طرف جانے لگی۔ ایشورارا خیال خوانی کے ذریعے پوری کوشش کر رہا تھا کہ اسے گرفت میں لے کر واپس کاہنہ کی طرف لے جائے لیکن ناکام رہا۔

ایسے ہی وقت اس آلۂ کار نے اپنے لباس سے ریوالور نکالا پھر اس کی نال کو اپنی پیشانی پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی زوردار آواز کے ساتھ ہی ایشورارا کی سوچ کی لہریں باہر نکل آئیں۔

کاہنہ نے پراسرار علم کے ذریعے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر معلوم کرنا چاہا تھا کہ وہ کیوں دشمنی کرنے آیا ہے؟ کیا وہ خود اس کا دشمن ہے؟ یا کسی کے لیے کام کر رہا ہے؟

اس کی سوچ کی لہروں نے کہا کہ وہ خود نہیں جانتا، ایسا کیوں کر رہا ہے؟ بس بے اختیار اسے گولی مارنے کے لیے چلا آیا ہے۔ وہ ایک قتل کرنے کے دس ہزار ڈالر لیتا ہے لیکن اس بار کسی سے لین دین کی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ آپ ہی آپ اس کے کمرے میں بغیر ارادے کے قتل کرنے چلا آیا تھا۔

کاہنہ نے غصے سے پوچھا تھا۔ ''تُو کون ہے؟ اس آلۂ کار کے ذریعہ میری جان کیوں لینا چاہتا ہے؟ اس سے پہلے بھی مندر میں میری ڈمی کو ہلاک کرا چکا ہے۔''

ایشورارا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب اس نے کہا تھا۔ ''یاد رکھ! تُو مجھ سے چھپا نہیں رہے گا۔ میرے بازو پر بندھا یہ لال دھاگا تجھے میرے سامنے لے آئے گا۔ ذرا اور انتظار کر۔ میں ابھی تیرا سکون برباد کرنے والی ہوں۔''

ایشورارا اپنے آلۂ کار کے مردہ دماغ سے نکل آیا، اب وہ ریوالونگ چیئر پر بیٹھا سامنے اسکرین پر کاہنہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے کمرے میں جلتی ہوئی موم بتی تقریباً پگھل چکی تھی۔ وہ ایک نئی موم بتی نکال کر اسے سلگاتے ہوئے منتر پڑھ رہی تھی پھر اسے فرش پر رکھ اس کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ گئی تھی۔

ایشورارا نے پچھلی بار دیکھا تھا، اس کے پاس آنے والی پریت آتما نے کہا تھا۔ ''جب بھی تجھ پر کوئی برا وقت پڑے تو مجھے یاد کرنا۔ میں تیری مدد کے لیے آ جاؤں گی۔''

وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی مدد کرنے والی پریت آتما دوبارہ اس کے پاس آئے۔ وہ سرخ دھاگے کی شکتی دیکھ چکا تھا، یہ تسلیم کر چکا تھا کہ وہ پراسرار علوم میں زبردست مہارت رکھتی ہے۔ کسی بھی وقت اپنے دشمنوں کے خلاف کچھ بھی کر سکتی ہے۔

اس نے سوچا۔ ''کیا خود کو کاہنہ پر ظاہر کرنا چاہیے...؟ نہیں.....'' اس نے انکار میں سر ہلایا۔ ''یہ میرے طریق کار کے خلاف ہوگا۔ ابھی مجھے روپوش رہ کر دوسرے دشمنوں سے بھی نمٹنا ہے۔ اگر کاہنہ کے سامنے ظاہر ہو جاؤں گا تو یہ بات چھپی نہیں رہے گی اور میں رازداری سے دشمنوں کے خلاف جو کرنا چاہتا ہوں، وہ آسانی سے نہیں کر پاؤں گا۔''

وہ اسکرین پر کاہنہ کو دیکھ رہا تھا۔ اسے موجودہ عمل پڑھنے سے روکنا چاہتا تھا۔ اس نے موبائل فون پر نمبر پنچ کیے۔ ادھر اسکرین پر کاہنہ منتر پڑھتے پڑھتے رک گئی۔ فون کا بزر



بول رہا تھا۔ اس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ اس کی ننھی اسکرین پر انجانا نمبر نظر آ رہا تھا۔ ایشورارا ایک نئے نمبر کے ذریعے رابطہ کر رہا تھا۔

کاہنہ نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''کون ہے تُو....؟''

وہ آواز بدل کر بولا۔ ''چند لمحے پہلے تیرا دشمن تھا۔ اب دوست ہوں۔ تیرا کوئی بھید مجھ سے چھپا نہیں رہتا۔ میں جانتا ہوں، پریت آتما نے تجھے سرخ دھاگا دیا ہے جو تیرے بازو پر بندھا ہوا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''تُو کیسے جانتا ہے؟''

''مجھ سے کوئی سوال نہ کر۔ میں تیرے اس سرخ دھاگے کو آزمانا چاہتا تھا۔ اسی لیے مندر میں تجھ پر حملہ کرایا۔ بعد میں پتا چلا، تیرے دھوکے میں وہ ڈمی ماری گئی ہے۔ مجھے اسی وقت سمجھ لینا چاہیے تھا کہ سرخ دھاگا تیری حفاظت کر رہا ہے پھر میں نے دوسری بار تجھ پر یہاں حملہ کرایا مگر اس بار بھی ناکام رہا۔ یہ تسلیم کر چکا ہوں کہ اس سرخ دھاگے میں بڑی شکتی ہے۔ تیرا پراسرار علم بہت پکا ہے۔ میں تجھ سے دوستی کروں گا۔ تیرے بہت کام آؤں گا۔''

وہ بولی۔ ''مجھے اپنے دماغ میں آنے دے پھر دوستی ہوگی۔''

''میرے دماغ میں کوئی نہیں آ سکتا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تُو پریت آتما کے ذریعے میری حقیقت معلوم کرے۔''

''تُو مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا تو میں پریت آتما کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر لوں گی پھر تجھ سے دوستی نہیں، دشمنی کرتی رہوں گی۔''

''ایسا وقت نہیں آئے گا۔ میں تجھے منتر پڑھنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ تُو نہیں جانتی، میں اس وقت بھی تیرے سامنے موجود ہوں۔ تجھے دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت تُو فرش پر ایک موم بتی کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔''

کاہنہ نے اپنا ایک ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے پوچھا۔ ''اگر تُو واقعی دیکھ رہا ہے تو بتا، میرے دونوں ہاتھ کس پوزیشن میں ہیں؟''

''تُو نے ایک ہاتھ سے فون پکڑ رکھا ہے اور دوسرا ہاتھ فضا میں اوپر کی طرف بلند کیا ہوا ہے۔''

اس نے حیرانی سے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ ایشورارا نے کہا۔ ''اب تُو نے وہ ہاتھ نیچے کر کے اپنے گھٹنے پر رکھ لیا ہے اور پریشان ہو کر میرے بارے میں سوچ رہی ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''کیا تُو خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر گھسا ہوا ہے اور میں تیری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہوں؟''

''فی الحال یہی سمجھ لے۔ میں تجھے دیکھ رہا ہوں اور دیکھتا رہوں گا۔ کوئی منتر پڑھنے نہیں دوں گا۔ تُو جو بھی منتر پڑھے گی، میں اسے بھلاتا رہوں گا۔ یقین نہیں ہے تو آزما کر دیکھ لے۔''

''اچھی بات ہے۔ میں دیکھتی ہوں، تُو مجھے کس طرح روک سکتا ہے؟'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

ایشورارا نے سوچا، وہ لب ولہجہ بدل کر اس کے کانوں میں گونجتی ہوئی آوازیں پیدا کرے گا۔ اتنا شور برپا کرے گا کہ وہ منتر پڑھتے پڑھتے بھول جائے گی۔

وہ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین بلاشبہ بہت زبردست تھی۔ اس کے ذریعے دشمنوں کے اہم راز معلوم ہو رہے تھے۔ ایسے رازوں کو ان کی کمزوری بنا کر انہیں بلیک میل کیا جا سکتا تھا اور آسانی سے انہیں اپنے زیر اثر لایا جا سکتا تھا۔ اس مشین کی پہلی ٹارگٹ کاہنہ تھی۔ اسے قابو کرتے وقت یہ حقیقت سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ آئندہ دوسرے دشمنوں پر آسانی سے قابو نہیں پا سکے گا۔ کاہنہ کی طرح دوسرے دشمن بھی طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرتے رہیں گے۔

بہرحال وہ منتر پڑھنے لگی۔ وہ مشین کو آپریٹ کر کے اس کے اسپیکر کو کاہنہ کے کانوں کے بالکل قریب لے گیا۔ صرف اسکرین پر نظر آ رہا تھا کہ اسپیکر اس کے کانوں کے قریب پہنچا ہوا ہے جبکہ کاہنہ کے کمرے میں کوئی اسپیکر نہیں تھا۔

جس طرح الیکٹرونک سسٹم کے مطابق کسی تار، کسی سہارے کے بغیر آواز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح اسپیکر کے بغیر ایشورارا کی آواز اس کے کانوں میں پہنچ کر گونجنے لگی۔ وہ طرح طرح کی آوازیں پیدا کر کے اس کے اندر اتنا شور مچا رہا تھا کہ وہ پڑھتے پڑھتے رک جاتی پریشان ہو کر پھر پڑھنے لگتی اور پھر بھول جاتی تھی۔

اس کا سر دکھنے لگا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی۔ ''میں کیا کروں؟ کیا یہ انجانا دشمن واقعی میرے سامنے موجود ہے؟''

ایشورارا نے اس کے اندر اس قدر شور برپا کیا تھا کہ دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔ وہ عارضی طور پر دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔

ایسے وقت خیال خوانی کے ذریعے وہ اس کے اندر پہنچ

کر بولا۔ ”ہاں، میں تیرے سامنے ہوں اور تیرے اندر بھی ہوں۔ سوچ لے‘ میری دشمنی کتنی مہنگی پڑے گی؟ یہ لال دھاگا بھی تیری حفاظت نہیں کر سکے گا۔“

تھوڑی دیر پہلے انوشے نے مجھ سے کہا تھا۔ ”گرینڈ پا! آپ کاہنہ کے دماغ میں جا کر تماشا دیکھیں۔“

یہ سنتے ہی میں اس کے اندر آ گیا تھا اور تب سے دیکھ رہا تھا‘ ایشورارا وہاں کیسی کیسی حرکتیں کر رہا ہے؟ اس وقت میں بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ ایشورارا ہے۔ بس ایک اندازہ تھا کہ وہی ہو سکتا ہے۔

جب اس نے دعویٰ کیا کہ وہ کاہنہ کے سامنے بھی ہے اور اس کے اندر بھی گھسا ہوا ہے۔ تب میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس کی سوچ کی لہریں باہر چلی گئیں۔

مجھے کاہنہ کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوتا گیا کہ وہ کس طرح اور کس وقت کیسے عمل کیا کرتی ہے؟ یہ بھی معلوم تھا کہ اس نے ایک بار پریت آتما کو بلا کر اپنے بازو پر لال دھاگا باندھا تھا۔ اسے اس دھاگے پر بڑا اعتماد تھا مگر اب وہ اعتماد کمزور پڑ رہا تھا۔ دھاگے کی موجودگی میں دشمن اس کے اندر پہنچ کر شور مچا رہا تھا۔ اسے منتر پڑھنے سے روکنا چاہتا تھا اور ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہوا۔ پریت آتما کا دیا ہوا وہ لال دھاگا کسی کام نہیں آیا تھا۔

میں نے پریت آتما کی کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”یہ تجھے منتر پڑھنے نہیں دے گا۔ ابھی تو میں نے اسے بھگا دیا ہے۔ یہ تیرے اندر نہیں آ سکے گا۔ میں بھی بار بار تیرے پاس نہیں آ سکوں گی۔ ایسے وقت تیرا شوہر ہی تیرے کام آ سکے گا۔ میں جا رہی ہوں....“ میں خاموش ہو گیا۔

کاہنہ کی دانست میں پریت آتما نے اس سے رابطہ کیا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ وہ دشمن اسے منتر پڑھنے کا موقع نہیں دے گا۔ لہٰذا اس نے سامنے رکھی ہوئی موم بتی کو بجھا دیا پھر خلا میں تکتے ہوئے اپنے نادیدہ دشمن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”تُو جو کوئی بھی ہے یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میرے سامنے ہے۔ میں بھی دعویٰ کرتی ہوں‘ تُو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ابھی میرے اندر آیا تھا۔ میں نے تجھے باہر بھگا دیا ہے.... بس ذرا انتظار کر اور دیکھ میں تیرے کے خلاف کیا کرتی ہوں؟“

ایشورارا اس پر طرح طرح سے حملے کر رہا تھا اور قائل ہو رہا تھا کہ وہ بڑی شکتی والی ہے۔ اس کے بہت کام آئے گی۔ لہٰذا اس سے بنائے رکھنا ہے۔

ادھر میں نے اور انوشے نے یہ طے کیا کہ آئندہ کس طرح کاہنہ کے کام آ کر ایشورارا کو کمزور بنانا چاہیے۔

کاہنہ نے فون پر مجھ سے رابطہ کیا۔ اپنی پریشانیاں ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”مجھ پر دوبارہ قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا‘ اس انجانے دشمن کو میرے اندر کی باتیں کیسے معلوم ہو رہی ہیں؟ تھوڑی دیر پہلے وہ میرے دماغ میں آیا تھا لیکن میں نے اپنی شکتی کے ذریعے اسے باہر بھگا دیا ہے۔“

میں مسکرانے لگا کیونکہ میں نے ایشورارا کو اس کے اندر سے بھگایا تھا۔ ”واقعی تم بڑی شکتی والی ہو مگر اپنا تحفظ نہیں کر پا رہی ہو۔ دشمن کو سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ وہ کون ہے اور کیوں تم سے دشمنی کر رہا ہے؟“

اس نے کہا۔ ”مجھے اپنے پُراسرار علم کے ذریعے معلوم ہوا ہے‘ اس سلسلے میں تم ہی میرے کام آ سکتے ہو۔ پلیز، کسی طرح میری مدد کرو۔“

”میں پہلے ہی اندازے سے کہہ چکا ہوں کہ ایشورارا زمین پر آ چکا ہے۔ مصلحتاً روپوش رہ کر اپنے دشمنوں کے خلاف بہت کچھ کرنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ ابھی تمہیں پریشان کر رہا ہے۔“

وہ بولی۔ ”اگر تمہاری بات درست ہے‘ وہ خود کو چھپا رہا ہے تو میں اسے کس طرح ظاہر ہونے پر مجبور کر سکتی ہوں؟“

”سیدھی سی بات ہے۔ سانپ کو بل سے باہر لانے کے لیے اس بل کے سامنے آگ جلائی جاتی ہے۔ اس طرح سانپ پریشان ہو کر باہر نکل آتا ہے۔ ایشورارا کے اندر اولاد کی محبت کو آگ کی طرح بھڑکاؤ اور پھر تماشا دیکھو۔“

”اس کی بیٹی اور بیٹا دونوں ہی پاکیزہ عمل کے سائے میں ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو بھی ایشورارا کی کمزوری نہیں بنا سکوں گی۔“

”بنا سکو گی.... ابھی ایشورارا کے بیٹے دیدار علی کے اندر جاؤ۔ تمہیں جگہ مل جائے گی اور تم اسے اپنے زیرِ اثر رکھ کر ایشورارا کو تگنی کا ناچ نچا سکو گی۔“

ایشورارا اسکرین کے سامنے بیٹھا کاہنہ کو دیکھ رہا تھا اور فون پر ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ میری بات سن کر ایکدم سے گڑبڑا گیا‘ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ میں اس کے جان سے زیادہ عزیز بیٹے کو کاہنہ کے حوالے کر رہا تھا۔ اس نے کاہنہ پر دو قاتلانہ حملے کرائے تھے۔ یہ بات چھوٹی سی عقل سے سوچی جا سکتی تھی کہ وہ انتقاماً اس کے بیٹے کے ساتھ کیسا سلوک کرے گی؟



وہ ایکدم سے پھٹ پڑا۔ مشین کے مائیک کو آن کرتے ہوئے بولا۔ ”نہیں مسٹر فرہاد....! نہیں.... تم میرے بیٹے کو اس عورت کے حوالے نہیں کرو گے۔“

کاہنہ حیرانی سے گھوم گھوم کر اپنے کمرے کو دیکھنے لگی۔ ایشورارا کی آواز وہاں گونج رہی تھی۔ ادھر میں فون پر کہہ رہا تھا۔ ”دیکھو! کس طرح سانپ اپنے بل سے باہر نکل آیا ہے؟ میں حیران ہوں‘ یہ تمہارے ذریعے میری باتیں بھی سن رہا ہے۔ اس سے پوچھو‘ اس کی آواز تمہارے کمرے میں کیسے گونج رہی ہے؟ یہ ہماری باتیں کس طرح سن رہا ہے؟“

وہ بولی۔ ”پلیز فرہاد! اس کے بیٹے کو میرے حوالے کر دو پھر میں اس سے ایک ایک بات اُگلوا سکوں گی۔“

ادھر سے ایشورارا نے کہا۔ ”نہیں مسٹر فرہاد! تم ایک بیٹے کو اس کے باپ کی کمزوری نہ بناؤ۔ میں جانتا ہوں‘ تم کاہنہ کی مدد صرف اس لیے کر رہے ہو کہ یہ تمہاری ہونے والی بچی کی ماں ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں‘ آئندہ اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اس سے دوستی کروں گا۔“

کاہنہ نے کہا۔ ”نہیں فرہاد! اس کی بات نہ سنو۔ میں اس کے بیٹے کو اپنے شکنجے میں رکھنا چاہتی ہوں۔ میری یہ خواہش پوری کر دو۔“

میں نے کہا۔ ”ہم نے اس کے سینے میں اولاد کی جو گولی ماری ہے‘ وہ آپریشن کے بغیر ہی نکل سکتی ہے تو پھر.... ٹھیک ہے‘ دیدار علی کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ اس کے ساتھ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ایشورارا تم سے سمجھوتہ نہیں کرے گا‘ دوستی نہیں کرے گا۔ کسی وقت‘ کسی بہانے تم سے دشمنی کرے گا تو اسی لمحے اس کی بیٹی اور بیٹے کو تمہارے حوالے کر دوں گا پھر تم ان دونوں کو اپنے شکنجے میں رکھ کر اس کے ہوش اڑاتی رہو گی۔“

وہ مایوس ہو کر بڑی بے بسی سے بولی۔ ”میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ ذرا سوچو.... اس کی بیٹی اور بیٹے کو اپنے شکنجے میں لے کر میں کس طرح تمام سیارے والوں پر حاوی ہو سکتی ہوں؟ میں تمہیں تمہاری اولاد کا واسطہ دیتی ہوں‘ اس کی اولاد کو میرے حوالے کر دو۔“

میں نے کہا۔ ”تم ماں بننے والی ہو اور یہ بات مجھ سے پوچھ رہی ہو پھر بھی میں کہتا ہوں‘ ایک ماں کے جذبے کو سمجھو کہ اولاد کیا ہوتی ہے؟ مجھے اولاد کا واسطہ نہ دو کیونکہ میں دشمن کی اولاد کو بھی عزیز سمجھتا ہوں۔“

وہ مجھ سے بحث نہیں کر سکتی تھی۔ بے بسی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”اپنے موجودہ حالات کو سمجھو۔ تمہارا کوئی پُراسرار علم اور پریت آتما کا دیا ہوا وہ سرخ دھاگا کسی کام نہیں آ رہا ہے۔ صرف میں ہی تمہارے کام آ رہا ہوں۔ آئندہ بھی تمہیں تحفظ فراہم کرتا رہوں گا۔ ایشورارا تم سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس سے سمجھوتے اور دوستی کی بات کرو۔“

کاہنہ نے خلا میں تکتے ہوئے ایشورارا سے کہا۔ ”تُو نے سن لیا... تیری بیٹی اور بیٹا میرے نہ سہی‘ فرہاد کے شکنجے میں ہیں۔ وہ کسی بھی دن‘ کسی بھی وقت انہیں میرے حوالے کر سکتا ہے۔ تب میں ان کے ساتھ کیسا سلوک کروں گی؟ یہ تُو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔“

وہ بولا۔ ”بیشک...... میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں‘ میری بہت بڑی کمزوری تیرے ہاتھ آ گئی ہے۔“

وہ ناگواری سے بولی۔ ”آگے کچھ کہنے سے پہلے یہ بتا‘ تُو کس طرح اپنی آواز یہاں تک پہنچا رہا ہے؟“

وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر ہوٹل کے اس کمرے کو دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ”میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ تُو میرے دماغ میں نہیں آ سکتا پھر فرہاد کی باتیں کیسے سن رہا ہے؟ جبکہ فون میرے کان سے لگا ہوا ہے۔“

وہ بولا۔ ”ہم بھی مسلمانوں کے روحانی علوم اور تیرے پُراسرار علوم کو سمجھ نہیں پاتے۔ جادو ٹونا نہیں جانتے ہیں۔ یہ ہماری ایک غیر معمولی آڈیو ویڈیو کیچرنگ مشین کا کارنامہ ہے۔ اسی کے ذریعے میں تیرے پاس پہنچا ہوا ہوں۔ تُو جہاں بھی جا کر چھپنا چاہے گی‘ یہ مشین تجھے چھپنے نہیں دے گی۔ مجھے تیرے پاس پہنچا دے گی۔“

”اور میں یہ نہیں چاہتی کہ تیری مشین مجھ سے دشمنی کرے۔ میرے کہے بغیر تُو سمجھ سکتا ہے کہ میں جواباً تجھ سے کیسی دشمنی کروں گی؟“

”میں وعدہ کرتا ہوں‘ آئندہ اس مشین کے ذریعے کبھی تیرا سراغ نہیں لگاؤں گا اور نہ ہی تنہائی میں پہنچ کر تیرے راز معلوم کروں گا۔“

”میں اتنی آسانی سے یقین کرنے والی نہیں ہوں۔ تُو میری لاعلمی میں بھی مشین کے آگے بیٹھا مجھے دیکھتا رہے گا۔ بہت کچھ معلوم کرتا رہے گا اور میں بے خبر رہوں گی۔ مجھے تو اس وقت اطمینان ہو گا‘ جب تُو اس مشین کو میرے سامنے لا کر تباہ کر دے گا۔“

”یہ تو کسی حال میں بھی ممکن نہیں ہے۔ اس اہم مشین کے ذریعے ہم پوری دنیا پر حکومت کرنے والے ہیں۔ دی گریٹ ایشورارا ابھی اسے تباہ نہیں ہونے دے گا۔ اگر میں

اپنی اولاد کی سلامتی کی خاطر ایسا کرنا چاہوں گا تو ایشورارا میرے بچوں کو مار ڈالے گا۔''

''تیرے بچے جب تک مسلمانوں کی پناہ میں ہیں' تب تک گریٹ ایشورارا بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

''تو نہیں جانتی' گریٹ ایشورارا سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے سینکڑوں سال آگے ہے۔ وہ ایسی ایسی چیزیں ایجاد کرتا ہے جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' یہ کیسے ہوگیا؟ اسی طرح جب وہ میرے بچوں تک پہنچے گا تو مسلمانوں کی سمجھ میں بھی نہیں آئے گا کہ کیا سے کیا ہو چکا ہے؟ میں تو اپنے بچوں سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔''

''اور اگر میری بات نہیں مانے گا' اس مشین کو تباہ نہیں کرے گا تو بھی وہ دونوں تیری آنکھوں کے سامنے مارے جائیں گے۔''

وہ بڑی بے بسی سے بولا۔ ''میں تو بری طرح پھنس گیا ہوں۔''

میں نے فون کے ذریعے کہا۔ ''قدرت خداوندی کے خلاف اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کا مظاہرہ کرو گے تو پھنسو گے۔ آگے... زیادہ سے زیادہ مصائب کی دلدل میں دھنستے چلے جاؤ گے۔''

وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ ''جب میں دونوں طرف سے پھنسوں گا تو پھر اپنے گریٹ ایشورارا کی حمایت میں بچوں کی قربانی دینے پر مجبور ہو جاؤں گا پھر بھی تیرے قابو میں نہیں آؤں گا۔ میری کوئی کمزوری تیرے ہاتھ میں نہیں آئے گی۔ اچھی طرح سوچ لے۔ مجھ پر بھروسا کر۔ میں آئندہ اس مشین کے ذریعے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اگر کبھی نقصان پہنچے تو بے شک تو میرے بچوں سے انتقام لے سکے گی۔''

میں نے کاہنہ سے کہا۔ ''جس طرح ایشورارا تیرے اور گریٹ ایشورارا کے درمیان پھنس گیا ہے۔ اسی طرح یہ تیری بھی مجبوری ہے کہ تجھے ایشورارا کے وعدے پر بھروسا کرنا ہوگا کہ آئندہ وہ تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر اس پر بھروسا نہیں کرے گی' اس کی اولاد کو مار ڈالنا چاہے گی تو اس کی کمزوریاں تیرے ہی ہاتھوں ختم ہو جائیں گی پھر وہ تیرے دباؤ میں نہیں رہے گا۔ تم دونوں ایسے مرحلے پر پہنچ گئے ہو جہاں آپس میں سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔''

وہ دونوں سمجھوتے پر راضی ہو گئے۔ ایشورارا نے کہا۔ ''مسٹر فرہاد! میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''اور میں براہ راست تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ تم ہم سے دشمنی کرنے کے لیے اس دنیا میں آئے ہو۔ اس لیے ہماری حکمت عملی یہ ہے کہ اپنے دشمنوں کے خلاف براہ راست کوئی کارروائی نہیں کر رہے ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی بات کر رہے ہیں۔''

''میں تمہاری حکمت عملی کو سمجھ رہا ہوں۔ تم آئندہ بھی ہمیں ایک دوسرے سے الجھاتے رہو گے اور اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دو گے۔ کیا یہ سمجھ رہے ہو' تمہاری کوئی کمزوری کبھی ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی؟''

''جب آئے گی تو جشن مناتے رہنا۔ ابھی تو خواب دیکھتے رہو اور تعبیر کے لیے بھٹکتے رہو۔''..... میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایشورارا نے فون کے ذریعے کاہنہ سے رابطہ کیا پھر اسے اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنے وعدے کے مطابق اپنی غیر معمولی مشین کو استعمال نہیں کر رہا ہوں۔ تم سے فون کے ذریعے بات کر رہا ہوں۔''

وہ چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں آئندہ بھی تیرا اعتماد قائم رکھنے کے لیے اس مشین کو تیرے خلاف استعمال نہیں کروں گا۔ سمجھ لے کہ میری یہ مشین تیرے معاملات میں بالکل ہی ناکارہ ہو چکی ہے۔ مجھے اپنے بچوں کی سلامتی عزیز ہے۔ اس لیے میری طرف سے کبھی وعدہ خلافی نہیں ہوگی اور نہ ہی تجھے کوئی نقصان پہنچے گا۔''

وہ بولی۔ ''تیرا بہت بہت شکریہ۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔ اب سونا چاہتی ہوں۔ کل اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہوگی۔''

انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ میری مداخلت نے ان دونوں کے درمیان سمجھوتہ کرایا تھا اور یہ بات ایشورارا کی سمجھ میں آگئی تھی کہ آئندہ کاہنہ پر قاتلانہ حملہ کی کامیابی اسے مہنگی پڑے گی کیونکہ وہ میری ہونے والی بیٹی کی ماں تھی۔ میں اس کی ہلاکت برداشت نہیں کر سکوں گا۔ اس کی بیٹی اور بیٹے کے لیے مصیبت بن جاؤں گا۔ ان کی زندگی کو عذاب بنا دوں گا اور ایک باپ اپنے بچوں کو عذاب میں مبتلا ہوتے نہیں دیکھ سکتا ہے۔

کاہنہ' ایشورارا کی شرپسندی سے محفوظ ہو گئی تھی۔ اب وہ موسس کی طرف توجہ دینا چاہتا تھا لیکن ایسے وقت اس کے ماتحتوں کے ذاتی معاملات کچھ الجھنیں پیدا کرنے لگے۔ اس کے تمام ماتحتوں میں صرف چار ماتحت زنخے تھے۔ ان کی طرف سے کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا۔ باقی جتنے ماتحتوں کو انجکشن لگائے گئے تھے' اب ان کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ وہ سب



عورتوں کی مائل ہو رہے تھے۔ خود ایشورارا کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے' جب تک ان کی زندگی میں ایک عورت نہیں آئے گی' وہ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکیں گے' تب تک آسودگی اور ذہنی تازگی کے ساتھ کام نہیں کر پائیں گے۔

اس کے ماتحت تعداد میں اٹھائیس تھے۔ فی الحال یہ طے پایا کہ سولہ ماتحت شام کو سن سٹی شہر سے میلوں دور اس ملک کی سرحد پار کر کے آس پاس کے ملکوں میں جائیں گے۔ وہ سب ایک ساتھ نہیں رہیں گے۔ مختلف علاقوں میں جائیں گے اور اپنی اپنی پسند کی عورتوں کے ساتھ رات گزار کر دوسری صبح تک واپس آجائیں گے۔ باقی بارہ ماتحت دوسری رات جائیں گے اور پھر اگلی صبح واپس آجائیں گے۔

یہ تاکید کی گئی کہ وہ کبھی کسی عورت کے ساتھ محبت نہیں کریں گے اور کوئی بھی عورتوں کے چکر میں نہیں پھنسے گا اور نہ ہی ان کے ذریعے دشمنوں کے ہتھے چڑھے گا۔ کوئی اپنے ساتھ ایسا سامان نہیں لے جائے گا جس کی وجہ سے اس پر کسی طرح کا شبہ ہو اور انٹیلی جنس والے یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ سیارے کے لوگ ان کے اطراف کہیں چھپے ہوئے ہیں۔

وہ اپنے جدید تیز رفتار جوتوں کے بغیر لمبا سفر طے نہیں کر سکتے تھے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک تک جانے کے لیے وہ جوتے لازمی تھے اور کبھی گرفت میں آنے کے بعد وہی جوتے ان کی پہچان بن سکتے تھے۔ یہ بات دنیا والوں کے ریکارڈ میں تھی کہ سیارے والے کسی ناقابل فہم تکنیک کے ذریعے میلوں دور کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں۔

ایشورارا نے تمام ماتحتوں کو حکم دیا۔ ''تم سب جب بھی کہیں جاؤ۔ کسی بھی شہر یا قصبے میں پہنچو تو اس آبادی میں داخل ہوتے ہی اپنے جوتے اتار کر کہیں چھپا دو پھر عام استعمال کے جوتے پہن کر آگے بڑھو۔ جس علاقے کی عورت کو اٹھا کر لے جانا ہو' وہاں پہنچتے ہی ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دو کہ تم کس جگہ پہنچے ہوئے ہو؟ وہ کون سا ملک' کون سا شہر یا قصبہ ہے اور تم ہیڈ کوارٹر سے کتنے فاصلے پر ہے؟''

ایشورارا ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے ایک نہایت ہی حسین عورت کو پسند کرنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا، پچھلی شخصیت اسے بھلا دی تھی۔ وہ بیچاری تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد سحر زدہ ہو کر اس کے پاس ہیڈ کوارٹر چلی آئی تھی۔ ایشورارا نے تہ خانے میں اسے قیدی بنا کر رکھا تھا۔ کبھی کبھی اپنی خواہش کے مطابق وہاں جا کر اس کے ساتھ وقت گزارتا تھا پھر تہ خانے سے باہر چلا آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قوم کو یا کسی بھی شے کو مکمل طور پر شہ زور نہیں بنایا ہے۔ اس کے اندر کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور رکھی ہے۔ بڑے لوگ جب مغرور ہو جاتے ہیں اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں تو پھر ان کی وہ ڈھکی چھپی کمزوری انہیں لے ڈوبتی ہے۔ وہ اپنی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کے ذریعے تمام ممالک کے اکابرین کو اپنے قدموں میں جھکا سکتے تھے۔ پوری دنیا پر حکومت کر سکتے تھے لیکن ان کی بعض کمزوریاں کسی وقت بھی رکاوٹ پیدا کر سکتی تھیں۔

مطلب یہ کہ ایشورارا باپ کی حیثیت سے اپنے بچوں سے جذباتی طور پر وابستہ تھا، وہ ان کی وجہ سے کمزور پڑ چکا تھا۔ دوسری کمزوری عورت کی طلب تھی۔ اس طلب کو پورا کرنے کے لیے وہ کہیں بھی...... کسی بھی گڑھے میں گر سکتا تھا۔

انتظار کے دس دن گزر چکے تھے۔ برائٹ موسس اور دوسرے تمام اکابرین بڑی بے چینی سے ایشورارا کا انتظار کر رہے تھے۔ سب ہی جانتے تھے' وہ اس دنیا میں آتے ہی دوست کی حیثیت سے نہ سہی' دشمن کی حیثیت سے رابطہ کرے گا لیکن اس کی طرف سے خاموشی تھی۔ انہیں پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس دنیا میں آچکا ہے یا نہیں؟

ایشورارا نے اپنے تین ماتحتوں میں سے ایک کو تل ابیب دوسرے کو پیرس اور تیسرے کو واشنگٹن روانہ کیا۔ ان کے پاس کتنی ہی آڈیو ویڈیو سی ڈیز تھیں۔ بگولہ نے موسس کے علاوہ کچھ اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ عہدیداروں کو ڈاک کے ذریعے ایک ایک سی ڈی ارسال کر دی تھی۔

پیرس اور واشنگٹن میں بھی ان ماتحتوں نے یہی کیا تھا۔ جب موسس نے اس پیکٹ کو کھولا تو اندر لکھا ہوا تھا۔ ''ایشورارا آچکا ہے۔ اس کی طرف سے ایک سرپرائز گفٹ وصول کرو اور اسے کمپیوٹر کے مانیٹر پر دیکھو۔''

جب موسس نے اس سی ڈی کو پلے کیا تو حیرانی اور پریشانی سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ اسکرین پر اپنے بیٹے ڈینی کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دونوں کار میں ایئرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔ بیٹے کے ساتھ جو باتیں ہو رہی تھیں، وہ بھی سنائی دے رہی تھیں۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ایشورارا کے خوف سے بیٹے کو چھپنے کے لیے کسی دوسرے ملک کی طرف روانہ کر رہا ہے۔

پھر ایئرپورٹ کا منظر دکھائی دیا۔ وہاں وہ اپنے بیٹے کو رخصت کر رہا تھا۔ ایسے وقت اس نے فون کال اٹینڈ کی۔ دوسری طرف برین ماسٹر کہہ رہا تھا کہ وہ اس کے آلۂ کار کے اندر پہنچ رہا ہے' کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔

موسس خیال خوانی کے ذریعے اس آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا تھا پھر وہاں بھی ماسٹر سے جو باتیں ہوئیں........ وہ سب کی سب سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے بعد ماسٹر اپنی وائف اور جوان بیٹے کے ساتھ دکھائی دیا۔ وہ بھی اپنے بیٹے اور بیوی کو سیارے والوں سے دور رکھنے کے لیے فرینکفرٹ کی طرف روانہ کر رہا تھا۔ اس نے ان کی شخصیت تبدیل کر دی تھی۔ اسے یقین تھا' ایسی حکمت عملی کے بعد ایشورارا ان دونوں تک پہنچ نہیں پائے گا۔

یہ تمام مناظر دیکھنے کے بعد موسس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ شدید حیرانی کے باعث گم صم سا بیٹھا رہ گیا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' کھلی فضا میں کیسے یہ فلم تیار کی گئی ہے؟ کیمرے کو کہاں چھپا کر رکھا گیا تھا؟ جب وہ بھری پری شاہراہوں سے گزرتے رہے تھے۔ آس پاس دور تک نہیں کوئی کیمرہ نظر نہیں آیا تھا پھر ایئرپورٹ پر بھی یہ سوچا نہیں جا سکتا تھا کہ کسی خفیہ کیمرے سے ان باپ بیٹے کی متحرک تصویریں اتاری جارہی ہیں۔

عقل کام نہیں کر رہی تھی کہ باپ بیٹے کے درمیان راز داری سے جو باتیں ہوتی رہیں' انہیں سننے والا دور دور تک کوئی موجود نہیں تھا پھر ان سب کی ریکارڈنگ کیسے ہوگئی؟ پچھلی بار جب ایشورارا زمین پر آیا تھا' تب فون کے ذریعے اس سے رابطہ ہوتا تھا۔ وہ دونوں طے کرتے تھے کہ انہیں ایک آلۂ کار کے اندر آکر باتیں کرنی چاہئیں۔ اس طرح ان کے درمیان گفتگو ہوا کرتی تھی۔

موسس نے فوراً ہی اس کے نمبر پنچ کیے پھر فون کو کان سے لگایا۔ ایشورارا کی آواز سنائی دی۔ موسس نے کہا۔ ''میں تمہیں اپنی دنیا میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ کیا میرے آلۂ کار کے اندر آکر گفتگو کرنا پسند کرو گے؟''

ایشورارا نے کہا۔ ''میں اب کسی آلۂ کار کا محتاج نہیں ہوں۔ کسی سہارے کے بغیر تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہو۔ تمہارے ایک طرف آرام دہ بیڈ ہے۔ اس پر ہلکے آسمانی رنگ کی چادر بچھی ہوئی ہے۔ دوسری طرف لائٹ براؤن کلر کے صوفے ہیں۔ ان کے پیچھے ایک بڑی سی مستطیل کھڑکی ہے۔ کھڑکی کے اس پار کھجور کے درخت دکھائی دے رہے ہیں۔''

وہ حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف گھوم گھوم کر کمرے کی دیواروں کو اور چھت کو بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ ایشورارا نے کہا۔ ''اچھی طرح دیکھو! پورے کمرے کی تلاشی لو۔ تمہیں کوئی خفیہ کیمرہ یا خفیہ مائیکروفون دکھائی نہیں دے گا۔''

وہ شدید حیرانی سے بولا۔ ''تم مجھے کیسے دیکھ رہے ہو؟ تم نے میرے بیٹے کے ساتھ وہ متحرک تصویریں کیسے اتاریں؟ تمام باتیں کیسے ریکارڈ کرلیں؟ جبکہ نہ تو وہاں کیمرہ تھا' نہ کوئی مائیکروفون تھا؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''بس اسی طرح سوچتے رہو اور الجھتے رہو کہ اس دنیا میں میری آمد کیسی دھماکا خیز ہے....؟ اور آئندہ کیا ہونے والا ہے؟''

اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا لیکن اسکرین پر اسے دیکھتا رہا۔ وہ شدید بے چینی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ سیکیورٹی افسر کو بلا کر کہہ رہا تھا۔ ''میرے کمرے کی تلاشی لو۔ یہاں ضرور کوئی خفیہ کیمرہ اور مائیکروفون چھپا ہے۔''

اس کے حکم کے مطابق پورے کمرے کی تلاشی لی جارہی تھی۔ اچھی طرح تلاشی لینے کے باوجود وہاں کوئی خفیہ کیمرا یا مائیکروفون نظر نہیں آیا۔

وہ جھنجلا کر سوچنے لگا۔ ''میں خوامخواہ یہاں ایسی کوئی چیز تلاش کر رہا ہوں۔ مجھے سمجھنا چاہیے کہ بھری پری شاہراہ پر بھی ہماری ویڈیو فلم بنائی گئی ہے۔ ایئرپورٹ پر بھی ہم باپ بیٹے دیکھے جارہے ہیں۔ ایسے مقامات پر خفیہ کیمرے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ یقیناً یہ سیارے والوں کا کوئی سائنسی کمال ہے۔''

پھر موسس کے پاس فون پر فون آنے لگے۔ مختلف ممالک کے اکابرین فون کے ذریعے اسے بتارہے تھے کہ ایشورارا نے انہیں ایسی سی ڈیز بھیجی ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ گئی ہے۔

ایک اعلیٰ عہدے دار کہہ رہا تھا۔ ''میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ اپنے بنگلے کی چار دیواری میں تھا۔ باہر سخت سیکیورٹی ہے۔ اندر کوئی آنے کی جرأت نہیں کر سکتا پھر بھی ایشورارا نے ہماری ویڈیو فلم تیار کی ہے اور تمام گفتگو بھی ریکارڈ کی ہے۔ ہم کچھ ایسی راز داری کی باتیں کر رہے تھے' جن کا تعلق ہمارے خاندانی مسائل سے تھا۔ وہ ایسے مسائل ہیں کہ جنہیں منظر عام پر لایا جائے تو ہم بری طرح بدنام ہو جائیں گے۔''

امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم یوگا جاننے والے پانچ اعلیٰ افسران بہت محتاط اور ریزرو رہتے ہیں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہمارے مشوروں کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں۔ ان سے خفیہ چیمبر میں جو باتیں ہوتی ہیں' انہیں کوئی سن نہیں پاتا مگر ایشورارا نے وہ تمام باتیں

ریکارڈ کر لی ہیں اور ہماری متحرک تصاویر بھی اس کی ارسال کردہ سی ڈی میں موجود ہیں۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جانے والے بھی ایشورارا کی نظروں میں آگئے ہیں۔ ان کی متحرک تصاویر اس سی ڈی میں موجود ہیں۔ سمجھ میں نہیں آرہا ہے، کسی خفیہ کیمرے اور مائیکروفون کے بغیر یہ آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ کیسے ہوگئی؟"

صبح سے شام ہورہی تھی۔ کتنے ہی ممالک کے اکابرین موسس کو کال کررہے تھے۔ اپنی پریشانیاں ظاہر کررہے تھے۔ وہ انہیں تسلیاں دے رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ "ایشورارا نے آتے ہی بڑا زبردست دھماکا کیا ہے۔ آپ ذرا صبر کریں۔ ہمیں پریشانیوں کو ذہن سے نکال کر بہت پُرسکون ہوکر یہ سوچنا ہوگا کہ ہمارے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

تمام اکابرین کو یہ فکر تھی کہ آئندہ بھی یہی سلسلہ چلتا رہا اور ایشورارا ان کی چار دیواری کے اندر پہنچتا رہا تو وہ گھر میں رہ کر بھی ننگے ہوتے رہیں گے۔ کسی کونے میں اپنا کوئی راز چھپا کر نہیں رکھ سکیں گے۔

موسس کی اور ان اکابرین کی سی ڈیز نے تقریباً آدھی دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ امریکا اور یورپ کے تمام ملکوں کے ہر شعبے میں کھلبلی سے پیدا ہوگئی تھی۔ صرف ایشیا محفوظ اور پُرسکون تھا کیونکہ سیارے والوں کی ان سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ انہوں نے جمہوریہ چین کی طرف بھی رخ نہیں کیا تھا۔ فی الحال یورپ اور امریکہ کے تمام ممالک کے اکابرین سے نمٹ رہے تھے۔

موسس نے اس سلسلے میں ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا تھا۔ تمام ممالک کے اکابرین پہلی فلائٹ سے تل ابیب پہنچ گئے۔ اس اجلاس میں پہلے تو یہ سوال اٹھایا گیا کہ ایشورارا ہر ایک گھر میں کیسے پہنچ رہا ہے؟

اس کا جواب صاف اور سیدھا سا تھا کہ سیارے والوں کے پاس ایسی غیر معمولی مشین ہے جو انہیں اپنے مطلوبہ افراد کے گھر کے اندر بھی پہنچا دیتی ہے۔

اس اجلاس میں ایک بہت ہی بوڑھے اور تجربہ کار سائنس دان کو بلایا گیا۔ اس نے کہا۔ "ہماری سائنس اور ٹیکنالوجی اس حد تک جدید ہوئی ہے کہ ہم اپنے فون سے ایک کیمرا منسلک کردیں تو وہ ہماری باتوں کے ساتھ متحرک تصویر بھی دوسری طرف پہنچاتا رہتا ہے۔ بشرطیکہ دوسری طرف بھی فون سے کیمرا منسلک کیا گیا ہو۔ سیارے والے سائنس اور ٹیکنالوجی میں بہت آگے ہیں۔ جس طرح ہم بغیر کسی تار کے کنکشن کے میلوں دور کی آوازیں اپنے فون پر سن لیتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے ایسی مشین ایجاد کی ہے جو کسی خفیہ کیمرے کے بغیر اپنے مطلوبہ افراد تک پہنچا دیتی ہے۔"

پھر اس اجلاس میں یہ سوال کیا گیا کہ ایشورارا ہر گھر کے اندر پہنچ کر، تمام اکابرین کے اہم راز معلوم کرکے انہیں کس حد تک نقصان پہنچا سکتا ہے اور کس طرح خاطر خواہ فائدے حاصل کرسکتا ہے؟

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم کبھی نہیں چاہیں گے کہ ہمارا فوجی راز کسی دوسرے ملک میں پہنچے۔ دوسرے ممالک کے حکمراں بھی یہ نہیں چاہیں گے لیکن ایشورارا ادھر کے راز اُدھر اور اُدھر کے راز ادھر کرنے والا ہے جو کمزوریاں ہمیشہ سے چھپائی جاتی رہی ہیں، انہیں ظاہر کرنے والا ہے اور جب ہماری کمزوریاں ظاہر ہوں گی تو ہم ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے لگیں گے۔ ایک دوسرے کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر بلیک میل کرتے ہوئے اپنے اپنے ملک کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کی کوششیں کریں گے۔"

ایک اعلیٰ شخصیت نے کہا۔ "ہماری سیکیورٹی کے مضبوط انتظامات بے کار ہوچکے ہیں۔ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہمارے گھر کے بچے بچے تک پہنچ رہا ہے۔ ہمارے سیکیورٹی انتظامات کی کمزوریوں کو سمجھ رہا ہے۔ تمام سیکیورٹی گارڈز یوگا کے ماہر نہیں ہوتے۔ وہ کسی کو بھی آلۂ کار بنا کر ہمیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔"

وہاں سب ہی اپنے اپنے طور پر ایسے اندیشے اور خطرات پیش کررہے تھے۔ نیک نامی حاصل کرنے والے اور عزت دار کہلانے والے سیاستداں سب سے زیادہ پریشان تھے۔ ان کے ایسے گھریلو راز ایشورارا تک پہنچ رہے تھے جو انتہائی شرمناک تھے اور ظاہر ہونے پر ان کی نیک نامی خاک میں ملانے والے تھے۔

بلاشبہ ایشورارا نے ان سب کو مسائل کی ایسی دلدل میں پھینک دیا تھا۔ موسس نے کہا۔ "جب مصیبتیں آتی ہیں اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں تو آدمی بدحواس ہوکر سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھتا ہے۔ اگر ہم اپنے ہی مسائل کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہیں گے تو ان مسائل سے نکلنے کا راستہ کبھی نہیں ملے گا۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "اے پیشوائے اعظم! اس وقت ہماری عقل کام نہیں کررہی ہے۔ آپ ہی بچاؤ کا کوئی راستہ دکھائیں؟"

موسس نے کہا۔ "سب سے پہلے تو آپ سب اپنے سیکیورٹی گارڈز تبدیل کردیں۔ کوشش کریں کہ وہ نئے آنے والے گارڈز گونگے، بہرے ہوں۔ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان گونگے، بہروں کے اندر پہنچ کر انہیں آلۂ کار نہیں بنا سکیں گے۔"

ایک نے کہا۔ "فوری طور پر اتنے سارے گونگے بہرے کہاں سے حاصل ہوسکیں گے؟"

"اگر ایسے سیکیورٹی گارڈز حاصل نہ ہوسکے تو آپ سب کم از کم چوبیس گھنٹوں تک اپنے گھر کی چار دیواری میں قیدی بن کر رہنا چاہیے۔ کھڑکی سے بھی باہر نہیں جھانکنا چاہیے۔ میں نے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے جتنے اکابرین پر، ان کی بیویوں اور بچوں پر تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔ وہ یقیناً پوری طرح محفوظ رہیں گے۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ چوبیس گھنٹوں یا زیادہ سے زیادہ اڑتالیس گھنٹوں میں ہم اکابرین احتیاطی تدابیر پر عمل کرکے ایشورارا کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل سکیں گے۔"

ایک نے سوال کیا۔ "کیا آپ اپنی روحانی قوتوں سے اسے شکست نہیں دے سکتے؟"

"میں یہی کوشش کررہا ہوں۔ ہماری دنیا میں اور بھی روحانی علوم سے تعلق رکھنے والے عامل ہیں اور جو پُراسرار علوم میں مہارت رکھتے ہیں، ہمیں ان سب کی خدمات حاصل کرنی ہوں گی۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا وہ کاہنہ ہمارے کام آئے گی؟"

موسس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں... وہ ہمارے بدترین دشمنوں میں سے ہے۔ ہمارے خلاف ایشورارا کا ساتھ دے گی۔ میں روحانی قوتیں رکھنے والوں سے آج ہی رابطہ کروں گا۔ آپ بھی جتنے عامل حضرات اور خطرناک جادوگروں کے نام پتے جانتے ہیں، ان سب کو اپنے اخراجات پر لندن میں طلب کریں۔ ان سے کہا جائے کہ وہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے سیارے والوں کے خلاف ایسا عمل کریں کہ وہ سب اسی زمین میں دفن ہوجائیں اور اپنے سیارے میں واپس نہ جاسکیں۔"

وہ لوگ اس غیر معمولی مشین سے بچاؤ کی تدابیر سوچ رہے تھے۔ انہیں امید تھی، آئندہ چوبیس گھنٹوں یا اڑتالیس گھنٹوں میں وہ ایشورارا کے خلاف کوئی ایسا ٹھوس قدم اٹھائیں گے جس کے نتیجے میں وہ اپنی غیر معمولی مشین کو استعمال کرنا بھول جائے گا۔ اس اجلاس کا اختتام ہونے لگا۔ تب انہیں ایشورارا کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ سب سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

پورے ہال میں اس کا قہقہہ گونج رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں اس اجلاس کی تمام کارروائیاں دیکھتا اور سنتا رہا ہوں۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ چوبیس یا اڑتالیس گھنٹوں میں تم سب میری غیر معمولی مشین سے نجات پالو گے اور مجھے مصائب میں الجھا دو گے۔"

وہ ہنس رہا تھا اور بول رہا تھا۔ "میں نے یہ بھی سنا کہ ہمیں اسی زمین میں دفن کردیا جائے گا۔ سیارے میں واپس نہیں جانے دیا جائے گا۔ میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ یہ ساری باتیں میرے لیے مضحکہ خیز ہیں۔ مجھے تمہاری منصوبہ بندی میں یہ بات پسند نہیں آئی کہ میرے خلاف روحانی قوتیں رکھنے والوں کو اور پُراسرار علوم میں مہارت رکھنے والوں کو استعمال کیا جائے گا۔ تم میں سے کون روحانی عاملوں اور جادوگروں کو لندن شہر میں بلائے گا؟ جو بھی بلانا چاہے گا، اس کی شامت آئے گی۔ میں اپنی مشین کی اسکرین پر تم سب کو دیکھ رہا ہوں۔ آئندہ بھی دیکھتا رہوں گا۔ تم میں سے جو بھی میرے مزاج اور میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرے گا تو اپنے سامنے اپنے بیوی اور بچوں کو تڑپ تڑپ کر مرتا دیکھے گا۔"

اس نے موسس کو مخاطب کیا۔ "اور اے پیشوائے اعظم! تُو کن ہواؤں میں اڑ رہا ہے؟ فوراً اپنے بیٹے کی خبر لے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ... وہ بیچارہ تکلیف سے تڑپ رہا ہے...... تجھے پکار رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی موسس تڑپ گیا۔ اسی لمحے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا بیٹے کے اندر پہنچا۔ وہ زندہ تھا مگر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ایسی حالت میں اس کے خیالات یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ اس پر کیا گزر چکی ہے؟

وہ دماغی طور پر کانفرنس ہال میں حاضر ہوگیا پھر خلا میں تکتے ہوئے چیخ کر بولا۔ "ایشورارا! کیا ہوا ہے میرے بیٹے کے ساتھ....؟ مجھے بتا... ایک باپ کی محبت کا امتحان نہ لے۔ اگر وہ جان سے جائے گا تو میں اس زمین پر تیرا جینا حرام کردوں گا۔"

ایشورارا کی آواز کانفرنس ہال میں گونجنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "چیخ کیوں رہا ہے؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے میری موت کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اب بیٹے کو موت کے منہ میں دیکھ کر تڑپ رہا ہے۔ ویسے فکر نہ کر۔ گولی پسلی میں لگی ہے۔ وہ

آپریشن تھیٹر میں ہے۔ ڈاکٹر گولی نکال چکے ہیں۔ وہ خطرے سے باہر ہے۔"

وہ غصے سے بولا۔ "تم نے میرے بیٹے پر گولی چلائی... کیا اسے مارنا چاہتے تھے؟"

"مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ تیرے بیٹے پر گولی چلاتا۔ ایسے چھوٹے موٹے کام میرے آلۂ کار کر گزرتے ہیں۔"

"ایشورارا! میرے بیٹے سے دشمنی تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔"

"میں اس دنیا میں کوئی سستا سودا کرنے نہیں آیا ہوں۔ نادان نہیں ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہاں کوئی مجھے گلے نہیں لگائے گا۔ سب ہی میرا گلا کاٹنے کی کوششیں کریں گے اور اس کانفرنس ہال میں یہی کوششیں کی جارہی ہیں۔"

"تم کہہ رہے ہو' میرے بیٹے کو جانی نقصان نہیں پہنچا ہے' وہ زندہ رہے گا۔ میں ان تمام اکابرین کی موجودگی میں تم سے پوچھتا ہوں' کیا ہم ایک دوسرے کو زندہ رکھنے کی راہوں پر نہیں چل سکتے؟"

"بے شک...... چل سکتے ہیں۔ اگر میری اطاعت قبول کرلو۔ یورپ اور امریکہ کے تمام اکابرین مجھے اپنا حکمران تسلیم کرلیں' اپنی حکومت کے تمام شعبے راضی خوشی میرے حوالے کردیں اور میں ان تمام شعبوں کے انتظامات سنبھال لوں تو پھر تم سب کی جان و مال کی حفاظت میری ذمے داری ہوگی۔ تم سب عیش و آرام سے زندگی گزارو گے۔"

موسس نے کہا۔ "کیا اس حقیقت کو نہیں سمجھ رہے ہو کہ بابا صاحب کے ادارے کو زیر کیے بغیر تم اس دنیا کے کسی حصے پر حکومت نہیں کر پاؤ گے؟"

"امریکہ اور یورپ کے تمام ممالک پر حکمران بننے کے بعد باقی دنیا میری ہوگی۔ اس کے بعد میں افریقہ اور ایشیا کے مسلمانوں سے نمٹ لوں گا۔"

"ایشورارا! تم میرے سوال کا صحیح جواب نہیں دے رہے ہو۔ افریقہ اور ایشیا میں کروڑوں مسلمان ہیں۔ انہیں ایک طرف رہنے دو۔ میں صرف بابا صاحب کے ادارے کی بات پوچھتا ہوں' کیا تم اسے زیر کرسکتے ہو؟"

"یہ میرے اپنے معاملات ہیں۔ میں تجھ سے بہتر سمجھتا ہوں کہ دنیا کے کس حصے پر پہلے حملہ کرنا چاہیے؟ پہلے کہاں قبضہ جمانا چاہیے؟ اس کے بعد کس سمت پیش قدمی کرنی چاہیے؟"

"ٹھیک ہے۔ یہ تمہارے معاملات ہیں مگر ایک سوال کا جواب دو۔ جس طرح تم اپنی غیر معمولی مشینوں کے ذریعے ہمارے گھروں میں پہنچ جاتے ہو' کیا اسی طرح بابا صاحب کے ادارے میں بھی پہنچ پائے ہو؟"

"نہیں وہاں ہماری سائنس اور ٹیکنالوجی ناکام ہوجاتی ہے لیکن ہم اپنی ذہانت سے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرسکتے ہیں۔ ایسی زبردست چالیں چل سکتے ہیں کہ اس ادارے کے دروازے خود بخود ہمارے لیے کھل جائیں گے۔"

"اگر بابا صاحب کے ادارے میں گھسنے کا کوئی منصوبہ تم نے بنایا ہے تو ہمیں بتاؤ۔ ہم سب مل کر اس منصوبے پر عمل کریں گے۔ متحد ہوکر ان پر حملہ کیا جائے گا تو اس ادارے کی فولادی دیواریں گر جائیں گی۔ وہ ہر طرف سے کھل کر دنیا والوں کے سامنے چلے آئیں گے۔"

ایشورارا نے کہا۔ "ہمارے ذہن میں ایک ہی بات ہے.... لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ روحانیت کا توڑ روحانی قوتوں سے ہی ہوسکتا ہے۔ اسی خیال سے میں نے انڈیا کے جوگی مہاراج سے ملاقات کی تھی۔ وہ روحانیت کے سچے علمبردار ہیں مگر انہوں نے میرا ساتھ دینے سے انکار کردیا۔"

موسس نے کہا۔ "یہ بات مجھے کاہنہ نے بتائی تھی۔ تم نے اس جوگی مہاراج کو ہلاک کردیا تھا۔"

"ہاں ہلاک کرنے سے پہلے یہ معلوم کیا تھا کہ انڈیا میں اور کتنے مہان آتما شکتی جاننے والے موجود ہیں؟ جوگی مہاراج نے تمہارا اور کاہنہ کا نام بھی بتایا تھا۔ میں تم سب کے پاس آتا جاتا رہا ہوں۔ مجھے یقین تھا' تم لوگوں کی روحانی قوتوں کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کو زیر کرسکوں گا لیکن روم کے فادر جوزف بھی جوگی مہاراج کی طرح روحانیت کے سچے علمبردار تھے۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف میرا ساتھ دینے سے انکار کردیا تھا۔"

موسس نے کہا۔ "لیکن میں اور کاہنہ تمہارا ساتھ دینے کے لیے راضی ہوگئے تھے اور میں تو اب بھی راضی ہوں۔"

"مگر افسوس.... میں نے اس عرصے میں یہ اچھی طرح معلوم کرلیا ہے کہ تم اور کاہنہ پراسرار علوم اور کالے عمل کے ذریعے اپنے عقیدت مندوں کو متاثر کرسکتے ہو مگر حقیقتاً روحانیت کے سچے عالم نہیں ہو۔ میری بیٹی اور بیٹے کو ان مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لانے میں تم دونوں ہی ناکام رہے ہو۔"



وہ بولا۔ "عارضی ناکامی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم آئندہ بھی مسلمانوں سے پسپا ہوتے رہیں گے۔"

"تو پھر غالب آکر دکھاؤ۔ میری بیٹی اور بیٹے کو ان کے شکنجے سے نکال لاؤ پھر میں تم سب سے سمجھوتا کروں گا۔ ہمارے درمیان دشمنی نہیں' دوستی ہوگی۔"

تھوڑی دیر تک اسے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ سب ہی ایک دوسرے سے دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔

یشورارا نے کہا۔ "اگر میرے اس منصوبے کے مطابق کام کرو گے تو ہمیں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بہت بڑی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔"

"اپنا منصوبہ بتاؤ' ہم اس پر عمل کریں گے؟"

"تمہاری اس دنیا میں روحانیت کے ایسے بے شمار سچے عالم ہیں جو فادر جوزف کی طرح گوشہ نشین رہتے ہیں۔ ایسے عالموں کو جلد از جلد تلاش کرو۔ انہیں راضی کرو کہ وہ اس ادارے کے خلاف ہمارا ساتھ دیتے رہیں۔ اگر وہ راضی ہوجائیں گے اور ہمیں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کچھ کامیابی حاصل ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں' امریکہ اور یورپ کے تمام اکابرین میرے زیر اثر رہنے کے باوجود آزادی سے حکومت کرتے رہیں گے۔"

کانفرنس ہال میں سب نے اتفاق رائے سے یہ طے کیا کہ ہماری دنیا میں جتنے روحانیت کے عالم ہیں' ان سے فوری رابطہ کیا جائے گا اور ان کی روحانی قوتوں سے کام لیا جائے گا۔

موسس اپنے بیٹے کے لیے پریشان تھا' ایک بار پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہوش میں آگیا تھا۔ وہ ایک بیڈ پر آرام سے سانس لے رہا تھا۔ وہ زخمی بیٹے کی حالت دیکھ کر سوچنے لگا۔ "میں کس قدر بے دست و پا ہوگیا ہوں۔ اپنے ایک بیٹے کی حفاظت نہیں کرپا رہا ہوں۔"

وہ جھنجلا رہا تھا۔ مٹھیاں بھینچ کر سوچ رہا تھا۔ "اس وقت ایشورارا میرے سامنے ہوتا تو میں اپنے بیٹے کے ایک زخم کے بدلے اس کے جسم کو زخموں سے چھلنی کردیتا مگر وہ آسانی سے میرے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

ایسے وقت میں نے اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق اس سے رابطہ کیا۔ اس نے موبائل فون پر میرے نمبر پڑھے۔ اسے یاد نہیں آرہا تھا کہ اس نمبر سے پہلے بھی کسی نے کال کی تھی۔ اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو.. تم کون ہو؟"

میں نے کہا۔ "فرہاد علی تیمور..... جسے تم اپنا دشمن سمجھتے ہو۔ ہماری دنیا بڑی عجیب و غریب ہے۔ یہاں دشمن بھی مسیحا بن جاتے ہیں۔ جو زہر ہمیں مار ڈالتا ہے' وہی زہر دوا بن کر کام آتا ہے۔ اگر بیٹے کا انتقام لینا چاہو تو میں تمہارے کام آسکتا ہوں۔"

وہ ذرا سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ "دشمن تو دشمن ہوتا ہے۔ تم کام آنے کے بعد مجھے کسی گڑھے میں گرا سکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ خود کو اور بیٹے کو ایشورارا کے رحم و کرم پر رکھو۔ تمہاری اوقات یہی ہے۔ میں فون بند کررہا ہوں۔"

وہ جلدی سے بولا۔ "تم کس طرح میرے کام آسکتے ہو؟"

"میں اس کی صرف ایک کمزوری بتاؤں گا۔ تم اس کمزوری سے کھیلنا چاہو گے تو کھیل سکو گے۔"

"اگر واقعی ایسی بات ہے تو میں اسے زندہ سیارے میں واپس جانے نہیں دوں گا۔"

"تم شاید اس کمزوری کو جانتے ہو مگر بھول گئے ہو۔ سیارے سے آنے والے عورتوں کے بھوکے ہوتے ہیں۔ ہماری دنیا کی حسین عورتوں کے دیوانے بن جاتے ہیں۔ تم بلندی پر اڑنے والے پرندوں کو زمین سے اچھل کر پکڑ نہیں سکتے مگر عورتوں کا چارا ڈال کر ان عقابوں کو جال میں پھانس سکتے ہو۔"

"تم بہترین مشورہ دے رہے ہو لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے ہماری دنیا کے کس حصے میں اپنی خفیہ پناہ گاہ بنائی ہے؟"

"یہ بات تو موٹی سی عقل میں بھی آنے والی ہے کہ جہاں مٹھاس ڈالو گے' وہاں چیونٹیاں ضرور آئیں گی۔ ویسے مراکش کے ایک شہر رباط کے انٹیلی جنس والوں تک پہنچو۔ وہاں سے ان سیارے والوں کا سراغ مل سکے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کردیا۔

ایشورارا کا ایک ماتحت مراکش کے سرحدی شہر کی طرف گیا تھا۔ اس نے ایشورارا کی تاکید کے مطابق اس آبادی میں جانے سے پہلے اپنے مخصوص تیز رفتار جوتے اتار کر ایک جھاڑی میں چھپا دیے تھے پھر دوسرے جوتے پہن کر اس سرحدی شہر کے ایک ایسے مکان میں گیا تھا' جہاں نوبیاہتا جوڑا رہتا تھا۔

اس مکان کا مالک بڑے ارمانوں سے ایک حسین عورت کو بیاہ کر لایا تھا لیکن وہ بدنصیب اس کے ساتھ سہاگ

رات نہ منا سکا۔ اس ماتحت نے چھپ کر باری باری ان پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس شخص کو ایک کمرے میں گہری نیند سلانے کے بعد نئی دلہن کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ اس کے پاس جو شخص آرہا ہے، وہی اس کا جیون ساتھی ہے۔

آدھی رات کے بعد پیٹرولنگ پولیس وہاں سے گزر رہی تھی۔ جہاں اس ماتحت نے اپنے جوتے چھپائے تھے۔ ایک پولیس افسر اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر ایک جھاڑی کی طرف گیا تو اسے وہ جوتے نظر آئے۔ اس نے تعجب سے انہیں دیکھا۔ وہ عجیب ساخت کے تھے۔ دونوں جوتوں میں...... ایسے چھوٹے چھوٹے آلات لگے تھے، جو ان پولیس والوں کی سمجھ میں نہیں آئے۔ وہ انہیں لے کر اپنے اعلیٰ افسر کے پاس پہنچے۔ وہ بھی جوتوں کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔

کچھ عرصہ پہلے سن سٹی کے ایک میگزین میں ایک عجوبے کی تصویر شائع ہوئی تھی۔ اس وقت جوجو کی شکل ویسی ہی تھی۔ اس کے متعلق لکھا گیا تھا کہ وہ سیارے سے آنے والی مخلوق ہے پھر دن گزرنے کے ساتھ ساتھ اس مخلوق کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہیں۔ یہ پتا چلا تھا کہ وہ عجوبہ جب اپنے پاؤں جوڑ کر آگے بڑھتا ہے تو پھر بڑی تیز رفتاری سے تیر کی طرح میلوں دور نکل جاتا ہے۔

وہاں کے ایک شکاری کے علاوہ اعلیٰ بی بی اور ایمان علی بھی اس بات کے چشم دید گواہ تھے۔ انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔ اس سلسلے میں سوچا گیا کہ اس عجوبے کے پاؤں میں ایسی کوئی پراسرار قوت ہے یا پھر وہ ایسے جوتے پہنتا ہے جو اسے تیز رفتار بنا دیتے ہیں۔ اب ایک عجیب و غریب ساخت کے جوتے اس پولیس افسر کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے فوراً ہی انہیں رباط کے انٹیلی جنس والوں تک پہنچا دیا۔

وہ ماتحت رات کے پچھلے پہر تک عیش و عشرت میں مگن رہا پھر اس مکان سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا آبادی سے باہر جھاڑی کے قریب پہنچا تو ٹھٹک گیا۔ وہاں جوتے نہیں تھے۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ ”کیا جوتے چرانے والا میری تاک میں یہیں کہیں چھپا ہوا ہے؟“

وہ تیزی سے بھاگتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا سے کہنے لگا۔ ”میں نے اپنے جوتے جھاڑیوں میں چھپائے تھے۔ وہ وہاں سے گم ہو گئے ہیں۔ پتا نہیں کون انہیں اٹھا کر لے گیا ہے؟ میں ہیڈ کوارٹر سے تقریباً ڈھائی سو میل کی دوری پر ہوں۔ مجھے یہاں سے جلدی نکل جانا چاہیے۔ پلیز، میرے لیے فوراً دوسرے جوتے بھیج دیے جائیں۔“

ایک ماتحت اس کے لیے جوتے لے کر آگیا مگر میں نے بات بگاڑ دی تھی۔ موسس کو ان کے پیچھے لگا دیا تھا۔ اس نے تل ابیب کے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے موسس کی مرضی کے مطابق مراکش کے اعلیٰ حاکم سے فون پر رابطہ کیا۔ مراکش کے حاکم نے اپنے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ اس طرح موسس انٹیلی جنس کے اس شعبے تک پہنچ گیا، جہاں وہ جوتے پہنچائے گئے تھے۔

وہ ان جوتوں کی تصاویر اخبارات میں شائع کر کے اپنے بیانات کے ذریعے دنیا والوں کو چونکانا چاہتے تھے لیکن موسس نے انٹیلی جنس کے چند اعلیٰ افسران کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر انہیں اس بات پر قائل کیا کہ ان جوتوں کی تشہیر نہ کی جائے، نہ ہی ان کے سلسلے میں کسی سے کوئی ذکر کیا جائے۔ موسس سیارے والوں کو بے خبر رکھ کر انہیں ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔ خاص طور پر ایشورارا کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

اس نے وہاں کے گورنر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ اپنے چند متعلقہ افسران کو بلا کر حکم یہ دے گا کہ سرحدی شہر میں حسین عورتوں کا ایک میلا لگایا جائے۔ وہاں رنگا رنگ تقریبات کا اہتمام کیا جائے۔ خاص طور پر یہ اعلان کیا جائے کہ اس میلے میں پندرہ برس سے لے کر پچیس برس تک کی لڑکیوں کو اور جوان عورتوں کو آنے کی اجازت دی جائے گی۔ یہ میلا صرف جوانوں کے لیے ہوگا۔ مرد حضرات کے لیے کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ جوان اور بوڑھے سب ہی وہاں آسکیں گے۔

دوسرے ہی دن اس میلے کا اعلان کیا گیا۔ حسین اور پُرشباب عورتوں کے بڑے بڑے رنگین پوسٹر شائع کر کے آس پاس کے تمام علاقوں میں جگہ جگہ چسپاں کیے گئے۔ ٹی وی کے بے شمار چینلز کے ذریعے اس میلے کی پبلسٹی کی گئی۔ کم سے کم لباس میں حسین اور پُرکشش لڑکیوں کو اسکرین پر پیش کیا گیا۔ شیر کا شکار کرنے کے لیے بکری کو باندھا جاتا ہے۔ سیارے والوں کو شکار کرنے کے لیے نوجوان بکریوں کو کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔

ایشورارا اور اس کے تمام ماتحت رنگین پوسٹر دیکھ رہے تھے۔ مختلف چینلز پر تھرکتی ہوئی حسیناؤں کو دیکھ کر للچا رہے تھے۔ وہ ساری حسینائیں اس میلے میں آنے والی تھیں۔ وہ لوگ کسی پہلو سے بھی شبہ نہیں کر سکتے تھے کہ انہیں پھانسنے کے لیے اس میلے کا انعقاد کیا جارہا ہے۔



موسس نے خیال خوانی کے ذریعے بڑی رازداری سے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخاطب کیا اور ان سے کہا: ”یہ سب کچھ سیارے والوں تک پہنچنے کے لیے کیا جارہا ہے۔ لہٰذا تم لوگوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے شام سے آدھی رات تک اس میلے میں رہنا ہوگا۔ وہ میلا تین دنوں تک جاری رہے گا۔ اس عرصے میں سیارے والوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں ڈھونڈ نکالنا ہے۔“

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پوچھا۔ ”انہیں کس طرح پہچانا جاسکے گا؟“

”جو لوگ حسین عورتوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھیں، ان سے راتیں گزارنے کے سلسلے میں سودا کریں۔ ان پر زیادہ توجہ دی جائے۔“

ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ”ہم نے سنا ہے سیارے سے آنے والے سب ہی افراد خیال خوانی جانتے ہیں۔ یقیناً وہ یوگا میں بھی مہارت رکھتے ہوں گے۔ ہم ان کے اندر کیسے پہنچ سکیں گے؟“

موسس نے کہا۔ ”کوئی ان کے اندر جانے کی حماقت نہ کرے۔ وہ جن عورتوں کو پھانس کر لے جائیں گے، ان کے ذریعے انہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہی ان سب کو اپنے زیر اثر لایا جائے گا۔“

پھر اس نے کہا۔ ”ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی کسی نشے کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ نشہ خواہ کتنا ہی کم سے کم اثر کرے ذہنی توانائی پر فرق پڑ جاتا ہے۔ یوگا کی مہارت کمزور پڑ جاتی ہے۔ اگر نشہ کچھ زیادہ ہو جائے تو نہ یوگا کی مہارت رہتی ہے، نہ خیال خوانی کی پرواز کی جاسکتی ہے۔ ایسی حالت میں ٹیلی پیتھی جاننے والے مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں۔“

”بے شک ایسا سب کے ساتھ ہوتا ہے۔“

”ایسا سیارے والوں کے ساتھ ہوتا ہے یا نہیں....؟ ہم ابھی اس کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتے پھر بھی وہ ہماری طرح انسان ہیں۔ ہماری طرح جذبات اور احساسات رکھتے ہیں۔ ان کا اندرونی جسمانی نظام بھی ہماری طرح ہے تو پھر وہ بھی نشے سے متاثر ہوتے ہوں گے۔ نشہ آور چیزوں سے پرہیز کرتے ہوں گے۔“

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ”ہم اس سلسلے میں انہیں آزما سکتے ہیں۔ اس میلے میں آنے والے ہر شخص پر کڑی نظر رکھیں گے، یہ دیکھیں گے کہ کون نشے سے پرہیز کر رہا ہے؟“

موسس نے کہا۔ ”جو پی رہے ہوں گے، وہ شک و شبے

سے بالاتر ہوں گے کیونکہ ہم ان کے چور خیالات پڑھ لیں گے اور جو نہیں پی رہے ہوں' انہیں پینے پلانے کی راہ پر لگانا ہوگا۔''

دو دن اور دو راتوں تک میلے کی زبردست تیاریاں ہوتی رہیں۔ وہاں کی انتظامیہ یہ نہیں جانتی تھی کہ کس مقصد کے لیے میلا لگایا جارہا ہے؟

موسس نے چاروں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاکید کی تھی کہ وہ اپنے اکابرین کو بھی اس سلسلے میں رازدار نہ بنائیں۔ یہ اندیشہ تھا کہ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ان کی کارروائی کو سمجھ سکتا ہے۔ موسس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کچھ بولتا نہیں تھا۔ زبان سے کوئی بات نہیں ہوتی تھی۔ وہ سب ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے منصوبوں پر عمل کررہے تھے۔

میلے کا انتظام کرنے والی انتظامیہ کے اہم عہدے داروں کے دماغوں قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ وہاں سیکیورٹی پولیس بھی تھی۔ جہاں عورتوں کی رنگ رلیاں ہوتی ہیں' وہاں حفاظتی انتظامات بھی کیے جاتے ہیں۔ یہ کوئی نئی یا شبہ میں مبتلا کرنے والی بات نہیں تھی۔ ایشورارا اور اس کے ماتحت بھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ ان کے لیے کیسا جال بچھایا جارہا ہے؟

جب وہ تیسری شام میلا دیکھنے آئے تو وہاں کی رونق دیکھ کر پلکیں جھپکنا بھول گئے۔ ہر جگہ خوبصورت اسٹال سجے ہوئے تھے اور ہر اسٹال پر عورتیں سیلز گرلز کے طور پر دکھائی دے رہی تھیں۔ انڈور گیمز اور نشانہ بازی کے اسٹالز پر بھی عورتیں کھڑی تھیں۔ اپنی طرف بلاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ ''آؤ! نشانہ لگاؤ۔ ادھر دل ٹارگٹ بنا ہوا ہے جو صحیح نشانہ لگائے گا' وہ سیدھا ہمارے دل میں اتر آئے گا۔''

ان کی ادائیں اور بولنے کا انداز ایسا تھا کہ لوگ بے اختیار ان کی طرف کھنچے چلے جارہے تھے۔ مختلف چار دیواریوں میں حسینائیں کھیل تماشے دکھارہی تھیں۔ شراب خانوں اور کلبوں میں رقص کرنے والوں کا ساتھ دینے کے لیے بھی عورتیں موجود تھیں۔ ایسی چار دیواریاں بھی تھیں' جن کے اندر کیبرے ڈانس ہورہا تھا۔ لڑکیاں ناچتے ناچتے اپنا ایک ایک لباس اتار رہی تھیں اور دیکھنے والوں کے جذبات کو بھڑکا رہی تھیں' انہیں دیوانہ بنارہی تھیں۔

یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسے رنگین وسنگین ماحول میں سیارے والوں کا کیا حال ہورہا ہوگا؟ وہ ایک ایک حسن' ایک ایک سراپا... کو دیکھ رہے تھے اور اندر ہی اندر لوٹ پوٹ ہورہے تھے۔ ایشورارا کی طبیعت خراب تھی۔ یہ کہنا چاہیے کہ

اس کی قسمت اچھی تھی۔ وہ پہلی شام اس میلے میں نہ جاسکا۔ وہ میلا ایک ہفتے تک جاری رہنے والا تھا۔ اس نے سوچا تھا' آج نہ سہی ایک دو روز بعد چلا جائے گا۔ تب تک اسکرین پر اس میلے کا منظر دیکھتا رہے گا۔ اس طرح اپنے ماتحتوں کی نگرانی بھی کرتا رہے گا۔

اسکرین پر پھولوں جیسے کھلتے ہوئے چہرے اور چھیتے ہوئے بدن کہہ رہے تھے۔ ''ارے نادان! جوبن کا تماشا دور بیٹھ کر دیکھا نہیں جاتا۔ کیا ایسا گیا گزرا ہے کہ ہمیں آکر چھو بھی نہیں سکتا؟''

حقیقت یہ تھی کہ وہ سیارے سے جو انجکشن لگا کر آیا تھا۔ اس کا اثر اگرچہ زائل ہوگیا تھا۔ وہ ایک عورت کے ساتھ تہ خانے میں تین چار دنوں تک اچھا خاصا وقت گزارتا رہا تھا۔ اس کے بعد اچانک ہی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اس نے ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے اپنے اندر کی کمزوریوں کو سمجھا تو پتا چلا' اس انجکشن کا اثر ہے۔ وہ جنسی توانائی کے پہلو سے تقریباً مفلوج ہوکر رہ گیا تھا۔ تہ خانے میں پڑی ہوئی عورت کے پاس بھی نہیں جاتا تھا۔ بڑی تندہی سے اپنا علاج کررہا تھا۔ ایسی دوائیں کھا رہا تھا' جو اسے جلد از جلد نارمل بناسکتی تھیں۔

وہ مشین کو آف کرکے بیڈ پر لیٹ گیا۔ اس کے ماتحت یکے بعد دیگرے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کررہے تھے اور ضروری ہدایات حاصل کررہے تھے۔ سب ہی ماتحت یہ پریشانی ظاہر کررہے تھے کہ وہ جس عورت کے پاس جاتے ہیں' وہ خوش آمدید کہتے ہوئے شراب کا ایک پیگ پیش کردیتی ہے۔

دوسرے ماتحت نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''ہم پینے سے انکار کرتے ہیں تو کہتی ہیں' آ بھی جاؤ یہ میلا جوانوں کے لیے لگایا گیا ہے۔''

تیسرے ماتحت نے کہا۔ ''ایک حسینہ بہت ہی زبردست ہے۔ میرے ساتھ سیٹ ہونے والی ہے لیکن کہتی ہے' مجھے ایسے جوان پسند نہیں' جن میں جوانی تو ہوتی ہے مگر وہ شرابی اور طوفانی نہیں ہوتے۔''

ایشورارا ان کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ تمام ماتحت اس رنگین میلے میں بھٹکنے اور بہکنے سے باز نہیں آئیں گے۔ اس کی نصیحت بھی کام نہیں کرے گی۔ لہٰذا اس نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ ''ٹھیک ہے استقبالیہ انداز میں ایک پیگ پیش کیا جارہا ہے تو اسے پی لو مگر ایک کے بعد دوسرا نہ پیو۔ اگر کسی کے ساتھ لمبا وقت گزار رہے ہو اور پینا ضروری

ہوگیا ہے تو ٹھہر ٹھہر کر ایسے پیو کہ ہوش میں رہو۔ مدہوشی میں تمہاری زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلے جو انٹیلی جنس والوں کو ہمارے ہیڈکوارٹر کے دروازے پر لے آئے۔“

موسس اور چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس میلے میں خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔ انہوں نے اپنے بارہ عدد آلۂ کار وہاں پہنچائے تھے۔ وہ آلۂ کار مسلح تھے۔ ان کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے میلے میں آزادی سے گھوم پھر رہے تھے۔ جب انہیں حکم دیا جاتا تو وہ فوراً ہی اس کی تعمیل کے لیے دوڑ پڑتے۔

وہ پانچ خیال خوانی کرنے والے میلے میں ان افراد کو ٹٹول رہے تھے جو عورتوں کے پاس آتے تھے اور شراب کا استقبالیہ جام پینے سے انکار کردیتے تھے۔ سیارے والوں کے علاوہ اور بھی ایسے لوگ تھے جو پیتے نہیں تھے۔ شراب کے ساتھ عورت مل رہی ہو‘ تب بھی پینے سے انکار کردیتے تھے۔ ایسے لوگ پہچان میں آجاتے تھے کہ نہ تو وہ یوگا کے ماہر ہیں‘ نہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ سیارے سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ایشورارا کے ماتحت اپنی کسی من پسند حسینہ کو حاصل کرنے کے لیے شراب کا جام وصول کررہے تھے۔ وہ اپنی باتوں اور حرکتوں سے کسی حد تک پہچانے جارہے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان عورتوں کے اندر رہ کر انہیں تنہائی میں لے جارہے تھے۔ وہاں ایسے چھوٹے چھوٹے کوارٹر بنے ہوئے تھے‘ جنہیں کرائے پر حاصل کیا جاسکتا تھا۔

وہ عورتیں خیال خوانی کرنے والوں کے زیر اثر تھیں۔ اپنے طلبگاروں کو ان کوارٹروں میں لے جارہی تھیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مرضی کے مطابق انہیں بہلا پھسلا کر خوب پلا رہی تھیں۔ دو چار پیگ پیتے ہی ان کے دماغوں کے دروازے کھل گئے۔ مختصر سے چور خیالات نے فوراً ہی بتادیا کہ وہ سیارے سے آنے والے عیاش ہیں۔

موسس کا طریق کار ایسا تھا کہ وہ صحیح نتائج تک پہنچ رہا تھا۔ چند گھنٹوں میں ایشورارا کے پندرہ ماتحت نظروں میں آگئے تھے۔ انہیں بڑی رازداری سے ہلاک کردیا گیا۔ یہ یقین ہوچلا تھا کہ آئندہ چند گھنٹوں میں باقی سیارے والے بھی ان کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ آدھی رات گزر گئی تو ایشورارا نے سوچا‘ اب تمام ماتحتوں کو واپس آجانا چاہیے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک کو مخاطب کرنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ وہ چونک کر اٹھ بیٹھا‘ ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ خیال خوانی کی واپس آنے والی لہروں نے بتادیا تھا کہ وہ ماتحت مرچکا ہے۔

اس نے ایک کے بعد دوسرے پھر تیسرے پھر چوتھے ماتحت کے دماغوں میں خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ہر جگہ سے لہریں واپس آتی رہیں اور اسے دماغی دھچکے پہنچاتی رہیں۔ وہ فوراً ہی اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگا۔ آڈیو ویڈیو کیچرنگ مشین کو پیک کرنے لگا، وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کے ماتحتوں کی طرف آنے والی موت نے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ دشمن کسی بھی لمحے میں ہیڈکوارٹر تک پہنچ سکتے ہیں۔

موسس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایشورارا کے ماتحتوں کو قتل کرنے سے پہلے ان کے چور خیالات پڑھے تھے اور پوچھا تھا‘ ایشورارا کہاں ہے؟ انہیں جواب ملا تھا کہ وہ ہیڈکوارٹر میں ہے پھر ان سے پوچھا گیا کہ ہیڈکوارٹر کہاں ہے؟

انہوں نے کہا۔ ”سن سٹی کی اسکوائر کالونی میں بارہویں اسٹریٹ کے موڑ پر ہے۔“

وہ شہر وہاں سے تقریباً پانچ سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ اس سرحدی شہر سے کوئی فلائٹ یا ٹرین سن سٹی کی طرف نہیں جاتی تھی۔ اس نے اپنے چار آلۂ کاروں کو ہائی وے کے راستے سے روانہ کیا۔ خود ان کے اندر موجود رہا۔ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے کے باوجود وہ دو گھنٹے بعد وہاں پہنچے۔

ایشورارا قسمت کا دھنی تھا۔ ان کے پہنچنے سے بہت پہلے ہی وہاں سے نکل چکا تھا۔ اس نے ایک مہنگے ہوٹل میں کمرا لیا تھا۔ اس وقت وہاں بیٹھا اپنی مخصوص مشین کے ذریعہ دیکھ رہا تھا کہ کتنے ماتحت ابھی زندہ ہیں اور کتنے اس دنیا میں آکر گم ہوچکے ہیں؟ جو بھی دشمن تھا‘ اس کے ماتحتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہلاک کررہا تھا۔ اس لیے مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

دو ماتحت اسکرین پر دکھائی دیے۔ اس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”فوراً اس میلے سے نکل بھاگو۔ دشمنوں نے تمہارے کئی ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے۔ وہ تمہیں بھی ڈھونڈ رہے ہوں گے۔“

اس نے اس غیر معمولی مشین پر منظر تبدیل کیا۔ اپنے ہیڈکوارٹر کی خبر لی۔ وہاں چار مسلح افراد دکھائی دے رہے تھے۔ اس عمارت کے مختلف حصوں میں اسے اور اس کے باقی ساتھیوں کو تلاش کررہے تھے۔ ان میں سے ایک نے تہ خانے کا راستہ معلوم کرلیا تھا۔ وہاں انہیں وہ قیدی عورت



دکھائی دی۔ وہ ان اجنبیوں کو دیکھتے ہی روتے ہوئے گڑگڑانے لگی۔ ”ہیلپ می.... فار گاڈ سیک ہیلپ می.... مجھے ایک درندے نے یہاں قید کر رکھا ہے۔“

ایک نے پوچھا۔ ”تمہیں یہاں کس طرح لایا گیا ہے؟“

”میں نہیں جانتی‘ شاید مجھے بے ہوش کیا گیا تھا۔ میں اپنے آپ سے غافل ہوگئی تھی۔ جب آنکھ کھلی تو خود کو یہاں پایا۔ میں باہر کی روشنی نہیں دیکھ سکتی۔ یہ نہیں جانتی کہ کتنے دن اور کتنی راتیں گزر چکی ہیں؟“

اس نے اپنا نام اور گھر کا پتا بتایا۔ وہ اسے تہ خانے سے باہر لے آئے۔ باقی تین افراد مختلف کمروں سے ایشورارا کے ماتحتوں کا سامان اٹھا کر لارہے تھے۔ ان میں چھوٹے بڑے ایسے آلات بھی تھے جو اس دنیا میں کبھی دیکھے نہیں گئے۔ آئندہ یہاں کے سائنس داں ان کی اسٹڈی کرکے بتا سکتے تھے کہ وہ آلات کس کام آتے ہیں اور کس طرح استعمال کیے جاتے ہیں؟

ان چار افراد میں سے تین خاموش تھے۔ گونگے بنے ہوئے تھے۔ چوتھا شخص اس عورت سے بولتا رہا تھا۔ اس لیے ایشورارا اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس شخص نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ ”میں تم تینوں کو ابھی جہنم میں پہنچا کر خودکشی کرلوں گا۔ یہاں کا سامان‘ یہاں کا کوئی راز باہر جانے نہیں دوں گا۔“

ایشورارا نے اس کے ذریعے گولی چلائی۔ موسس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ گولی چلانے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ سے ریوالور کو گرادیا پھر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔ ”فوراً ان ماتحتوں کے دماغوں میں آکر قبضہ جماؤ۔ ایشورارا انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔“

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر پہنچ گئے۔ ایشورارا سمجھ گیا کہ خیال خوانی کے ذریعے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اس نے ہیڈکوارٹر سے فرار ہوتے وقت ایک طاقتور بم وہاں چھپا کر رکھا تھا۔ اس نے اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے اس بم کو اسکرین پر دیکھا پھر مشین کو اس طرح آپریٹ کرنے لگا کہ اس بم کو بلاسٹ کرنے والی ٹائمنگ آن ہوگئی۔

پانچ منٹ کے بعد زبردست دھماکہ ہونے والا تھا۔ اس وقت تک ایشورارا نے انہیں باتوں میں الجھایا۔ اس شخص کے اندر پہنچ چکا تھا‘ اس کے ذریعے کہا۔ ”میں پوچھنا چاہتا ہوں‘ مجھ سے دشمنی کیوں کی جارہی ہے؟ تم لوگ کون ہو؟“


”آپ کے پاس مینڈکوں کی پرورش کے موضوع پر کوئی کتاب ہوگی؟“

موسس نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ”نام سنو گے تو خوف سے لرز جاؤ گے.... میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ تم مسلمانوں کی روحانیت کے خلاف جنگ کرنے آئے ہو۔ اس سے پہلے ہی میں تمہیں نیست و نابود کردوں گا۔“

ایشورارا نے کہا۔ ”میں اپنی گھڑی دیکھ رہا ہوں۔ مجھے نابود کرنے سے پہلے اپنے آلۂ کاروں کو جہنم میں پہنچتے ہوئے دیکھو اور میری گنتی سنو۔ دس، نو، آٹھ، سات، چھ۔ پانچ، چار، تین، دو، ایک...“

گنتی ختم ہوتے ہی ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ اس عمارت کی دیواریں گرنے لگیں۔ آس پاس کی عمارتوں کے لوگوں کو یوں لگا جیسے زلزلہ آگیا ہے۔ اس علاقے کے تمام افراد اپنے اپنے گھروں سے نکل کر بھاگنے لگے۔ موسس اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔ اس کے چاروں ماتحت چشم زدن میں فنا ہوچکے تھے۔

زندگی اور موت کے کھیل میں یہی ہوتا ہے۔ فنا باری باری سب ہی کے حصے میں آتی ہے۔ بقا کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔

صبح ہونے تک ایشورارا نے اپنے ماتحتوں کا حساب کیا۔ بائیس ماتحت موت کے گھاٹ اتارے جاچکے تھے۔ دو اس میلے سے فرار ہوگئے تھے۔ باقی جو چار تھے‘ وہ زن بیزار زنخے تھے۔ انہوں نے میلے کا رخ نہیں کیا تھا۔ اس لیے زندہ بچ گئے تھے۔ ایشورارا کا بہت بڑا نقصان ہوا تھا۔ ایک ہی رات میں اٹھائیس ماتحتوں میں سے بائیس موت کے گھاٹ اتارے جاچکے تھے۔ ایک ہی رات میں اتنا بڑا نقصان کیسے ہوگیا؟ اس بات کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی.... ہائے ری عورت!

میں نے فون کے ذریعے موسس سے پوچھا۔ ”کیوں

....میرا مشورہ کیسا رہا؟''

وہ قائل ہو کر بولا۔ ''بے شک تم نے مجھے رباط کے انٹیلی جنس والوں کے پاس جانے کو کہا۔ وہاں پہنچتے ہی ایشورارا سے انتقام لینے کا راستہ مل گیا۔ اس نے میرے بیٹے کو ایک گولی ماری تھی۔ میں نے جواباً بائیس سیارے والوں کو ایک ہی رات میں ہلاک کر دیا ہے۔''

''میں نے کہا تھا' دشمن بھی کبھی کام آ جاتے ہیں۔ زہر اگرچہ انسان کو مار ڈالتا ہے لیکن وہی زہر دوا بن کر اسے نئی زندگی بھی دیتا ہے۔ پھر کبھی برا وقت آئے تو مجھے یاد کر لینا۔''

میں نے فون بند کر دیا پھر ایشورارا کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔ ''ہیلو.... میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا۔ ''مجھ سے دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔ تم نے مجھے ایک ہی رات میں بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ذرا آہستہ..... گرمی زیادہ ہے تو برف کی سل پر بیٹھ کر بات کرو۔ تمہارے آدمیوں کو میں نے نہیں موسیٰ نے ٹھکانے لگایا ہے۔ تم نے اس کے بیٹے کو ایک گولی ماری تھی۔ اس نے ایک ہی رات میں تمہارے بائیس بندوں کو نگل لیا اور ڈکار بھی نہیں لے رہا ہے۔ میں تو ایسے برے وقت میں تمہارے کام آنے کے لیے آیا ہوں۔''

''نہ میں تمہارا محتاج ہوں' نہ تم جیسے دشمن پر بھروسا کروں گا۔''

''موسیٰ نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا۔ میں نے اسے تمہارے بائیس آدمیوں تک پہنچا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دشمن برے وقت میں کام آ سکتے ہیں۔ میں تمہیں بھی آنے والے ایک برے وقت سے آگاہ کر سکتا ہوں۔ اگر تم نے میری بات نہیں سنی' مجھ پر بھروسا نہیں کیا تو بے خبری میں مارے جاؤ گے۔''

وہ پریشان ہو کر خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''کیا یہ میرے کسی برے وقت کے بارے صحیح اطلاع دے گا؟ کیا مجھے اس پر بھروسا کرنا چاہیے؟''

میں نے کہا۔ ''ایک بات اچھی طرح سمجھ لو' میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ دھوکا اس لیے نہیں دوں گا کہ تم سب کو آپس میں لڑا رہا ہوں۔ آئندہ بھی اس طرح لڑاتا رہوں گا اور تم بابا صاحب کے ادارے کا راستہ بھول جاؤ گے۔ ایسا سچ بولنے والا دشمن کہیں نہیں ملے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ ناگہانی موت تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔ میں رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ اگر لمبی زندگی گزارنے کی خواہش ہو تو مجھے یاد کر لینا... کیا میں تمہیں گڈ بائے کہوں....؟''

وہ جلدی سے بولا۔ ''میں یہ ضرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ مجھ پر ایسا کون سا برا وقت آنے والا ہے' جس سے تم باخبر ہو اور میں بے خبر ہوں؟''

''ہم انسانوں کی یہ بری عادت ہے جب تک زندہ رہتے ہیں' تب تک موت کو بھولے رہتے ہیں۔ تم بھی بھول رہے ہو' تمہاری موت اسی دنیا میں' اسی زمین پر آئے گی۔''

''ہاں' سیارے میں ایک مشین نے بتایا تھا' میری موت اس دنیا میں ایک عورت کے ہاتھوں ہوگی۔ یہاں آنے کے بعد کتنے ہی عالموں اور نجومیوں نے بھی یہی پیش گوئی کی ہے۔ میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ موت تو آنی ہی ہے مگر ایک عورت کے ہاتھوں آئے گی' یہ میرے لیے شرمناک بات ہے۔ میں اس دشمن عورت کے ہوش اڑا دوں گا۔ اسے دن میں تارے دکھا دوں گا اور ہاں۔ یاد آیا.... انڈیا کے جوگی مہاراج اور روم کے فادر جوزف نے شاید مجھے بتایا تھا کہ اس کا نام سونیا ہے اور وہ تمہاری وائف ہے۔''

پھر وہ بڑی ناگواری سے بولا۔ ''کیا تم نے چوڑیاں پہنی ہیں؟ عورتوں کی طرح بابا صاحب کے ادارے میں چھپے بیٹھے ہو اور گھر والی کو میرے ہاتھوں مرنے کے لیے بھیج رہے ہو؟''

''میں نے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہنی ہیں اور نہ ہی چھپ کر بیٹھا ہوں۔ تیری اس آڈیو ویڈیو کیچرنگ مشین کو تباہ کرنے کے لیے جب ادارے سے باہر نکلوں گا' تب تک تُو اس دنیا میں نہیں رہے گا۔ ابھی میں خود نہیں آ رہا ہوں۔ تُو ایک انگلی سے مر سکتا ہے تو تجھے مارنے کے لیے پانچ انگلیوں کا گھونسا بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی لیے میری وائف آ رہی ہے۔ کل پیرس کے وقت کے مطابق صبح نماز کے بعد اس ادارے کا دروازہ کھلے گا اور وہ باہر آئے گی۔ ایسے وقت تُو اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعہ اسے دیکھ سکے گا۔ چاہے تو اس پر حملے بھی کرا سکتا ہے۔''

پھر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''کیا ہوا کہ میری وائف تیری موت بن کر آ رہی ہے۔ یہ بھی تو دیکھ... میں تجھے بہت پہلے ہی خبردار کر رہا ہوں۔ ایسا دوست نما دشمن تجھے کبھی نہیں ملے گا.... کہیں نہیں ملے گا۔'' اور فون بند کر دیا۔

**یہ پر پیچ و سنسنی خیز داستان جاری ہے ،**
**مزید واقعات آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیے**



جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بلیے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

سسپنس کا مقبولِ عام سلسلہ جو تین تہتر ماہ سے جاری ہے

# دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

جو سچ تھا وہ میں نے ایشورارا سے اور برائٹ موسس سے کہہ دیا تھا۔ یہ سچ کاہنہ بھی جانتی تھی اور تمام اکابرین بھی جاننے والے تھے کہ میں ان سب کو آپس میں لڑا رہا ہوں۔ آئندہ وہ کبھی بابا صاحب کے ادارے کا رُخ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیشہ ایک دوسرے سے یونہی کتوں کی طرح لڑتے رہیں گے۔ میں نے کھل کر اپنی حکمتِ عملی بتا دی۔ کوئی کسی کو اپنے



داؤ پیچ نہیں بتاتا، میں نے بتا دیے تھے۔ آیندہ وہ چاہتے تو میری کسی چال میں نہ آتے۔ میری کسی بھی بات میں آکر ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچاتے مگر وہ سب اپنے حالات سے مجبور تھے۔ سب ہی ڈوری سے بندھی ہوئی کٹھ پتلیوں کی طرح ناچنے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے والے تھے۔

سچ بہت زہریلا ہوتا ہے اور یہ زہر پی رہے تھے۔ ان کے آپس کے جھگڑے کبھی ختم نہیں ہوں گے اور نہ ہی ہماری حکمتِ عملی یہ تماشا ختم ہونے دے گی۔

ایشورارا نے موسس کے بیٹے پر حملہ کرایا تھا۔ جواباً موسس نے ایک ہی رات میں اس کے بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ آیندہ ایشورارا کی جوابی کارروائی منظر عام پر آنے والی تھی۔ ایسے وقت میں نے یہ اطلاع دے کر ایشورارا کے دل کو دھڑکا دیا تھا کہ بار بار ہونے والی پیش گوئی کے مطابق اس کی موت بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر آرہی ہے۔

وہ بظاہر خوفزدہ نہیں تھا۔ تاہم موت سے کون نہیں ڈرتا؟ نہ ڈرے تب بھی وہ اپنے وقت پر آکر دبوچ لیتی ہے مگر یہ سوچ کر وہ سبکی محسوس کر رہا تھا کہ ایک عورت کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ ناگواری سے سوچ رہا تھا۔ "کیا میں اتنا گیا گزرا ہوں کہ سونیا کے ہاتھوں مارا جاؤں گا؟"

اس نے سونیا کی اور میرے تمام فیملی ممبرز کی ہسٹری پڑھی تھی۔ تمام بڑے ممالک کے ریکارڈ رومز میں سونیا کی ہسٹری ایک ہی بات کہتی تھی کہ وہ ناقابلِ شکست ہے اور اس نے دنیا کے بڑے بڑے شہ زوروں کو منہ کے بل گرایا ہے۔ انہیں اپاہج بنا کر چھوڑا ہے یا سیدھا جہنم میں پہنچا دیا ہے۔

تمام ممالک کے اکابرین ایک ہی بات کہتے تھے۔ "وہ آسمان سے کڑکنے والی بجلی ہے۔ جہاں گرتی ہے وہاں زندگی کو مفلوج کر دیتی ہے۔"

ایشورارا کو اس کی ہسٹری کے یہ الفاظ اور دیگر اہم باتیں یاد تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عورت ہو یا ایک بچہ کسی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ موت کسی کو بھی وسیلہ بنا کر آسکتی ہے۔ اس وسیلے کو ختم کرنے کی تدبیر کی جانی چاہیے۔

اس نے اپنی کمزوریوں کے حوالے سے سوچا کہ سب ہی کی کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ باپ اگرچہ اولاد سے بہت زیادہ لگاؤ نہیں رکھتے، بس رسمی طور پر اپنے فرائض ادا کرتے ہیں لیکن میں بھی تو اپنی بیٹی اور بیٹے کی محبت میں تڑپتا ہوں۔ ان کی سلامتی کے لیے دن رات پریشان رہتا ہوں۔ سونیا تو ماں ہے کیا وہ اپنے بچوں پر جان نہیں دیتی ہوگی؟ کیا ان بچوں کو اس کی کمزوری نہیں بنایا جاسکتا؟

وہ آنکھیں بند کر کے اس پہلو پر غور کرنے لگا۔ سوچنے لگا کہ سونیا کی سوکن آمنہ کے دو بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ سونیا نے بچپن سے ان کی پرورش کی ہے، ایسی ٹریننگ دی ہے کہ انہیں فولاد بنا دیا ہے۔ وہ سگی ماں کی طرح انہیں چاہتی ہے۔ پارس اور پورس بھی اس پر جان دیتے ہیں پھر اس کی سگی اولاد میں اعلیٰ بی بی عرف عالی اور کبریا بھی ہیں۔ کیا ان بچوں کو اس خطرناک عورت کی کمزوریاں نہیں بنایا جاسکتا ہے؟

وہ آنکھیں بند کیے سوچ رہا تھا۔ اسے یاد آرہا تھا بہت عرصے پہلے سونیا سے ایک انٹرویو کے دوران میں پوچھا گیا تھا۔ "تم اپنے بچوں سے کتنا پیار کرتی ہو...؟"

اس نے جواب دیا تھا۔ "خدا اور رسول ﷺ کے بعد میرے بچے ہی میری کل کائنات ہیں۔"

پھر پوچھا گیا تھا۔ "تمہارے ایک نہیں بے شمار دشمن ہیں۔ وہ تمہارے بچوں کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ انہیں خطرات سے کھیلنے کے لیے آزاد کیوں چھوڑ دیتی ہو؟"

اس نے جواب دیا تھا۔ "میں مرغی کی طرح بچوں کو اپنے پروں میں چھپا کر رکھوں گی تو وہ کب تک محفوظ رہیں گے؟ موت تو ماں کے آنچل میں بھی آجاتی ہے۔"

"پھر بھی ماں اپنے بچوں کو اس راستے پر نہیں جانے دیتی جہاں خطرات زیادہ ہوتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی بھی شہر میں کسی بھی راستے میں حادثات پوچھ کر نہیں ہوتے...... گاڑیاں ٹکراتی ہیں، اندھا دھند فائرنگ ہوتی ہے، بم دھماکے ہوتے ہیں۔ کسی گناہ کے کسی جرم کے بغیر بے گناہ مارے جاتے ہیں۔" وہ سینہ تان کر بولی۔ "میں کمزور ماں نہیں ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ انہیں یا تو طبعی موت آئے گی یا پھر وہ نیک مقصد کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے اپنی جانیں دیں گے۔"

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بڑے اطمینان سے بولی۔ "آخری بات یہ ہے کہ ہمارا ایمان مستحکم ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش اور موت کا ایک وقت مقرر کیا ہے۔ مقررہ وقت سے ایک سیکنڈ پہلے انہیں کوئی مار نہیں سکے گا......"

ایشورارا سر جھکائے سونیا کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس کے متعلق بہت سی باتیں یاد کر رہا تھا۔ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اپنی طرف آنے سے پہلے اس کا راستہ کس طرح بدل سکتا ہے؟ کس طرح اسے ختم کر سکتا ہے؟

میں نے اسے کہا تھا کہ سونیا دوسری صبح فجر کی نماز کے بعد بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکلے گی۔ اس تنہا عورت کے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والا کوئی حربہ نہیں



اس کے باوجود وہ اس کے لیے عذابِ جان بن جائے گی۔ اس کا ذہن اس سوال میں الجھا ہوا تھا۔ "کیا سونیا ادارے سے باہر آنے کے بعد میری غیر معمولی مشین کی اسکرین پر نظر آسکے گی...؟"

اس کی عقل اور اس کا اعتماد کہہ رہا تھا کہ یہ مشین پاتال میں چھپنے والوں کو بھی اسکرین پر لے آتی ہے۔ اسی لیے فرہاد علی اور اپنی بیوی اور بچوں سمیت بابا صاحب کے ادارے میں جا کر چھپ گیا ہے۔ وہ روحانی عمل کے باعث نظر نہیں آرہے لیکن اب تو سونیا اس ادارے سے باہر نکلنے والی ہے۔

وہ اپنی مشین کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ "ان ادارے والوں کی روحانی قوت اس ادارے سے باہر سونیا کو نہیں بچا سکے گی۔ وہ اسکرین پر یقیناً نظر آئے گی۔ میں آسانی سے دیکھ سکوں گا کہ وہ کہاں جارہی ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ اور اس کے ارادے کیا ہیں؟"

اس نے معلوم کیا کہ پیرس میں صبح کی اذان کتنے بجے ہوتی ہے؟ اس وقت کے مطابق سن سٹی کی گھڑیوں میں کیا وقت ہوگا؟ یہ معلوم کرنے کے بعد اس نے اپنی غیر معمولی مشین میں پیرس کی نمازِ فجر کے وقت کے مطابق الارم سیٹ کرلیا۔

اس کے بعد یہ بے چینی رہی کہ آج کا دن اور رات انتظار میں گزرے گی جب سونیا کو ادارے سے باہر آنا ہے تو پھر آج ہی کیوں نہیں نکل آتی؟ کیا کل فجر کے وقت اس ادارے سے نکلنے میں کوئی خاص مصلحت ہے؟

اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ ان کے پُراسرار علوم کے مطابق عمل کرنے کے جو مخصوص اوقات ہوتے ہیں شاید اسی طرح مسلمان بھی شگون کے طور پر اچھی اور بری گھڑی دیکھ کر کسی خاص کام کے لیے کوئی خاص وقت مقرر کرتے ہیں۔ اسی لیے سونیا کل فجر کی نماز کے بعد ہی وہاں سے نکلے گی اور اس وقت تک اس کے انتظار میں ایشورارا کی بے چینی بڑھتی رہے گی۔

اس نے وقت گزارنے کے لیے موسس کی طرف توجہ دی۔ پہلے وہ مجھ پر شبہ کر رہا تھا کہ میں نے ایک ہی رات میں اس کے بائیس ماتحتوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ میں نے اس الزام سے انکار کیا اور صاف کہہ دیا۔ "تم یقین کرو یا نہ کرو اگر میں ایسا کرتا تو ڈنکے کی چوٹ پر کرتا۔ دنیا جانتی ہے اور یہ دیکھتی آرہی ہے کہ ہم دشمنوں پر چھپ کر وار نہیں کرتے۔ اگر کوئی مصلحت ہو یا کوئی مجبوری ہو اور جنگی اصولوں کے مطابق شب خون مارنا لازمی ہو جائے تب ہی ہم ایسا کرتے ہیں مگر بعد میں اقرار کر لیتے ہیں۔"

اس نے پوچھا۔ "تو پھر تم انکار کر رہے ہو؟"

"انکار بھی کر رہا ہوں اور تمہیں نیک مشورہ بھی دے رہا ہوں کہ اپنے اصل دشمن کو پہچانو۔ موسس کا محاسبہ کرو تمہیں حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

میری یہ باتیں ایشورارا کے دماغ میں چبھ رہی تھیں۔ اس نے موسس سے رابطہ کرنے کے بعد پوچھا۔ "کیا بہت خوش ہو رہے ہو؟"

موسس نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے میں ہمیشہ خوش رہتا ہوں۔ بائی داوے تم کس بات کا طعنہ دے رہے ہو؟"

"تم سمجھتے ہو میرے بائیس آدمیوں کو ہلاک کرنے والا قاتل آسانی سے چھپ جائے گا؟ تمہیں یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ میری اس غیر معمولی مشین کی اسکرین پر اس قاتل کی تصویر آچکی ہے۔"

موسس نے کہا۔ "میں جانتا ہوں تمہاری مشین کی اسکرین پر نظر آنے والا فرہاد علی تیمور ہوگا۔"

"نہیں، وہ خود کو بہت بڑا چالباز سمجھ رہا ہے...... اب بھی خود کو چھپا رہا ہے۔ اس نے میرے بائیس آدمیوں کو مار ڈالنے کی بڑی زبردست پلاننگ کی اور اس پلاننگ میں کامیاب بھی رہا پھر اس نے میرے ہیڈ کوارٹر میں آکر فرہاد علی تیمور کی آواز اور لب و لہجے میں مجھے دھوکا دینا چاہا۔"

موسس نے ذرا پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرہاد علی تیمور نے وہ واردات نہیں کی ہے؟"

"نہیں، میں اپنی غیر معمولی مشین کے سامنے بیٹھا اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ اس کمینے چالباز کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہماری مشین کیسی حیرت انگیز کارکردگی دکھاتی ہے۔ ہمارا مخالف پلاسٹک سرجری کے ذریعے میک اپ میں چھپ جائے یا آواز اور لہجہ بدل کر بولے تب بھی اس کی اصلیت اسکرین پر نظر آجاتی ہے اور اس وقت یہ تیرا چہرہ دکھا رہی ہے۔"

موسس ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ چوری پکڑی گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ ڈھٹائی سے کہنے لگا۔ "یہ تو کیا بکواس کر رہا ہے؟ کیا ثابت کر سکتا ہے کہ میں نے تیرے ساتھ ایسی بدترین دشمنی کی ہے؟"

"ابھی تو میں اپنی اس مشین پر تجھے دیکھ رہا ہوں۔ میں نے تیرے بیٹے کو قتل کرانے کی کوشش کی تھی۔ وہ مرتے مرتے بچ گیا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ میں اس کی جان نہ لوں اور اسے زندگی کی سانسیں خیرات کی طور پر دیتا رہوں تو سچ اگل دے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "تو نے میرے بیٹے کو زندگی اور موت کے درمیان پہنچا دیا تھا۔ آپریشن کے ذریعے اس کے جسم سے گولی نکالی گئی۔ آیندہ یہ نہیں چاہوں گا کہ اسے کوئی نقصان پہنچے۔"

''دشمنی تو شروع ہو چکی ہے۔ میں نے تیرے بیٹے کو موت کے منہ میں پہنچانا چاہا، تو نے میرے بائیس آدمیوں کو... ہلاک کر دیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ میں تجھے اور تیرے بیٹے کو معاف کر دوں گا؟''

وہ بے بسی سے بولا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تو آج نہیں تو کل میرے بیٹے کو ہلاک کر دے گا لیکن یہ سوچ اس کے بعد کیا ہوگا....؟ پھر میری کوئی کمزوری تیرے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ میں پھر کبھی تیرے دباؤ میں نہیں آؤں گا۔ تیرے خلاف کھل کر ایسے جوابی حملے کروں گا کہ تجھے بچاؤ کے لیے.... سیارے جانے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ دکھائی نہیں دے گا۔''

''میں ایسا نادان نہیں ہوں...... تیرے بیٹے کو تیری کمزوری بنا کر زندہ رکھوں گا۔ جب ضرورت ہوگی تو اسے زندگی اور موت کے درمیان لٹکا دیا کروں گا۔ تجھے بہت جلد معلوم ہونے والا ہے کہ میں ....... چشم زدن میں کس طرح تم لوگوں کی شہ رگ تک پہنچنے والا ہوں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''تو ایسا ڈھیٹ ہے کہ میری مشین سچ بول رہی ہے اور تو اسے جھٹلا رہا ہے۔ آخری بار کہتا ہوں کہ ابھی اقرار کر لے کہ تُو نے ایک ہی رات میں مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اعتراف نہیں کرے گا تو میں تیرے بیٹے کو ہلاک نہیں کروں گا۔ بس اسے اپاہج بنا دوں گا۔''

موسس اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس غیر معمولی مشین کے آگے اس کا جھوٹ نہیں چلے گا۔ اپنے بیٹے کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا اس سے بولا۔ ''ٹھیک ہے میں اعتراف کر رہا ہوں۔ جب فریقین کے درمیان جنگ ہوتی ہے تو دونوں طرف سے جائز اور ناجائز حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ تُو نے میرے بیٹے کو گولی ماری جواباً میں نے تجھے اتنا بڑا نقصان پہنچایا، جس کے متعلق تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ جنگ کے دوران میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچایا جاتا ہے لیکن جب سمجھوتے کا وقت آتا ہے تو یہی دشمنی کسی حد تک دوستی میں بدل جاتی ہے۔''

''ہمارے درمیان دوستی کبھی نہیں ہوگی۔ تم اور تمہارے تمام اکابرین پوری دنیا پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ کوئی حکمران دوسرے کی حکمرانی کو برداشت نہیں کرتا۔ ہم بھی ایک دوسرے کو برداشت نہیں کریں گے لیکن حالات سے مجبور ہو کر سمجھوتا کرتے رہیں گے۔''

''بے شک، ہم سب کے سامنے بابا صاحب کا ادارہ ایک فولادی دیوار ہے۔ ہم متحد ہوئے بغیر اس دیوار کو گرا نہیں سکیں گے۔ آئندہ یہ سمجھوتا کرنا ہوگا کہ جب تک ہم اپنا مقصد پورا نہ کر لیں یعنی مسلمانوں کو مفلوج بنا کر بے دست و پا نہ کر دیں اس وقت تک ہم آپس میں کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور ایک دوسرے سے کبھی نہیں لڑیں گے۔''

ایشورارا چپ رہا پھر بولا۔ ''میرے بائیس آدمیوں کی ہلاکت معمولی نہیں ہے۔ دی گریٹ ایشورارا اس کا جواب طلب کر رہا ہے۔ مجھے اسے جواب دینا ہوگا کہ جوابی کارروائی کے طور پر تم سب کو نقصان پہنچانے والا ہوں۔ اگر میں نے تمہیں منہ توڑ جواب نہ دیا تو وہ مجھے واپس بلا لے گا۔''

''اپنے گریٹ ایشورارا کو سمجھاؤ کہ آئندہ متحد ہو کر کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے ایک نقصان کو بھولنا ہی ہوگا۔''

''یہ کوئی معمولی نقصان نہیں ہے۔ تمہارے بائیس اہم بندوں کو مارنے کے بعد ہی دی گریٹ ایشورارا تم لوگوں سے سمجھوتا کرے گا۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''تمہیں پہلے ہی اپنے گریٹ ایشورارا کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔ خوامخواہ اتنی دیر سے صلح صفائی اور سمجھوتے کی بات کر رہے ہو۔''

''اس لیے کر رہا ہوں کہ جواباً تمہارے بائیس آدمیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہی دوستی اور اتحاد قائم ہوگا ورنہ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم تمہارے سہارے دنیا پر حکومت کرنے نہیں آئے ہیں اور نہ ہی ہم تمہارے مقابلے پر کسی پہلو سے کمزور ہیں۔''

''اتنی لمبی باتیں نہ کرو۔ بس آخری بار یہ بتا دو، کیا واقعی تم ہمارے بائیس اہم افراد کو ختم کرو گے؟''

''ہاں، آج رات سے ہی یہ کارروائی شروع ہوگی۔ ابھی تو میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔''

اس نے رابطہ ختم کیا لیکن مشین کی اسکرین پر موسس کو دیکھتا رہا۔ جب وہ آرام کرنے کے لیے جاتا تھا تو اس کا خاص ماتحت بگولا مشین کو آپریٹ کرتا تھا اور دیکھتا رہتا تھا کہ مطلوبہ افراد کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ اس کا خاص ماتحت بگولا مشین کے سامنے بیٹھ کر موسس کو دیکھنے لگا۔ اب سے پہلے تمام اکابرین کی میٹنگ تل ابیب میں ہوئی تھی۔ وہ تمام اکابرین اسی شہر میں موجود تھے۔ موسس نے ان سب کو فوری طور پر کانفرنس ہال میں طلب کیا۔ وہ سب آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ گئے۔

موسس نے ان سے کہا۔ ''ایک بہت بری خبر ہے اور ایک بہت بڑی خوشخبری بھی ہے۔''



کانفرنس ہال میں تمام اکابرین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ ''یہ بری خبر کوئی نئی نہیں ہے۔ اس سے پہلے جو میٹنگ تھی، اس میں ہم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہمارے گھروں میں گھس کر بڑی بڑی وارداتیں کرے گا اور ہمارے اہم اکابرین کو ہلاک کرنا چاہے گا۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہاں، اس سلسلے میں ہم نے اپنے طور پر حفاظتی اقدامات کیے ہیں۔ ہم نے طے کیا ہے کہ ہمارے بیوی بچے کئی دنوں تک گھر سے باہر نہیں نکلیں گے اور نہ ہی باہر سے کسی کو گھر میں آنے دیں گے۔ تمام سیکیورٹی گارڈز تبدیل کر دیے گئے ہیں جو نئے آئے ہیں ...... وہ سب گونگے بہرے ہیں۔''

دوسرے تمام اکابرین نے بھی کہا کہ وہ سب اپنے اپنے طور پر حفاظتی انتظامات کر چکے ہیں۔ تب موسس نے کہا۔ ''آپ سب کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ میں نے اور چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایک ہی رات میں سیارے کے بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ایشورارا کو بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے۔''

وہ سب حیرانی اور بے یقینی سے اس کا منہ دیکھنے لگے۔ وہ مسکراتے ہوئے بڑے فخر سے بولا۔ ''میں نے اور ان چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بڑی رازداری سے ایسا کیا ہے۔ آپ مراکش میں رباط کی انٹیلی جنس والوں سے رابطہ کر کے دریافت کر سکتے ہیں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''میں نے آج صبح کا اخبار پڑھا ہے۔ اس میں لکھا تھا کہ مراکش کے ایک سرحدی شہر میں حسینوں کا میلا لگایا گیا تھا۔ وہاں پہلی رات ہی بائیس افراد ہلاک ہوئے ہیں.... کیا ہلاک ہونے والے سیارے کے لوگ تھے؟''

''بے شک وہی لوگ تھے۔''

موسس انہیں تفصیل سے بتانے لگا کہ کس طرح اس نے اور چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مراکش کے اعلیٰ افسران کو اپنے زیرِ اثر رکھا تھا اور ان کے ذریعے حسینوں کا میلا منعقد کرایا تھا پھر وہاں ان حسینوں کے ذریعے سیارے کے بائیس افراد کو ٹریپ کرنے کے بعد ہلاک کر دیا گیا تھا۔

فوج کے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''بے شک آپ نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے لیکن ہماری متحدہ تنظیم کے اصولوں کے مطابق آپ نے ہم سے مشورہ نہیں کیا۔ ایسا قدم اٹھانے سے پہلے ہمیں اعتماد میں نہیں لیا۔''

''سوری..... اگر میں آپ لوگوں سے مشورہ کرتا تو اُدھر ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین پر ہمیں دیکھتا رہتا اور ہمارے منصوبوں کو سمجھتے ہی ہوشیار ہو جاتا۔ اپنے کسی ماتحت کو حسینوں کے اس میلے میں جانے کی اجازت نہ دیتا پھر ہم اتنی بڑی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔''

فوج کے دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''آپ درست فرماتے ہیں۔ کبھی کبھی کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے پرائے سے بھی بات چھپانی پڑتی ہے۔ ایشورارا ہمارے اندر گھس کر ساری باتیں معلوم کر لیتا ہے۔ آپ نے یہ بہت اچھا کیا کہ اتنی رازداری سے اس کے بائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر دیا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''بہت خوب... پیشوائے اعظم...! جو کام پوری فوج نہ کر پاتی، وہ آپ نے کر دکھایا ہے۔''

وہ بولا۔ ''وہ سب عورتوں کے دیوانے ہیں۔ میں نے ان کی فطری کمزوری سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے لیکن اب ان کی طرف سے بڑے ہی تباہ کن حملے ہوں گے۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ایسا تو جنگ میں ہوتا ہی ہے۔ شکست کھانے والی فوج پیچھے ہٹ جاتی ہے پھر واپس

پلٹ کر بڑے ہی وحشیانہ انداز میں حملے کرتی ہے۔ ہم سب پہلے سے ہی محتاط ہیں اب اور زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔“

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ”یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ سن سٹی شہر میں تھے۔ انہوں نے اپنے راز کو ہم سے چھپانے کے لیے اس ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دیا ہے۔ سیارے والے یہیں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں اب ان کی تعداد کتنی ہو گئی ہے؟ ہم چاہیں تو پھر ایک بار ان کی خفیہ پناہ گاہ تلاش کر سکتے ہیں۔“

موسس بھی یہی چاہتا تھا لیکن یہ جانتا تھا کہ اس وقت ایشورارا انہیں اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہا ہوگا اور ان کی تمام باتیں سن رہا ہوگا۔ اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ”نہیں، آپ سب میری ہدایت پر عمل کریں اور ایشورارا کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ وہ جہاں بھی ہیں انہیں چھپنے دیا جائے۔ ان کا تعاقب نہ کیا جائے۔ ہم اپنی طرف سے اسے یقین دلانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ہمارا رویہ دوستانہ ہے اور آیندہ بھی دوستانہ رہے گا۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ”کیا ہم صرف اپنی ہی حفاظت کرتے رہیں گے اور اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے؟“

”فی الحال ہم ایسا کچھ نہیں کریں گے۔ پلیز آپ میری ہدایات پر عمل کریں۔ ایشورارا کو دوست بنانے کی راہ پر چلیں۔ اس سے دشمنی ہرگز نہ کریں۔ فی الحال آپ سب اپنے اپنے ملک واپس جائیں اور اپنے گھروں تک محدود ہو جائیں۔“

ایشورارا اپنے بیڈ پر آ کر لیٹ گیا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ آدھی رات تک بھرپور نیند لے۔

کانفرنس کے اختتام پر تمام اکابرین وہاں سے چلے گئے تھے۔ موسس اپنے بنگلے میں آ گیا تھا۔ اس کے چہرے سے کچھ پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

وہ ایشورارا کو یہ تاثر دے رہا تھا کہ اس وقت سونے کی کوشش کر رہا ہے۔ جبکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کر رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ ”انٹرپول، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے تمام آفیسرز کو الرٹ کر دو اور ان سے کہو کہ شمالی افریقہ کے تمام ممالک کی بندرگاہوں اور ایرپورٹ پر نظر رکھیں۔ جو سیارے والے بچ گئے ہیں، وہ سب افریقہ سے نکل کر دوسرے ملکوں کی طرف جائیں گے اور نئی پناہ گاہیں بنائیں گے۔“

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ”ان کے پاس حیرت انگیز جوتے ہیں۔ وہ ان کے ذریعے سیکڑوں میل کا فاصلہ گھنٹوں میں طے کر لیتے ہیں۔“

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ”جب ان کو ایسی سہولتیں حاصل ہیں تو پھر وہ کیوں بحری جہاز یا ہوائی جہاز کے ذریعے ایک ملک سے دوسرے جائیں گے؟“

اس نے کہا۔ ”جب ان کے راستے میں کوئی دریا یا سمندر آئے گا تب وہ مجبور ہو جائیں گے۔ انہیں کسی بندرگاہ یا ایرپورٹ کی طرف جانا ہی ہوگا۔“

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ”افریقہ کے چاروں طرف سمندر ہے۔ ہاں، شمال مشرق میں نہر سوئز ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا سمندری راستہ ہے۔ وہ مغربی یا مشرقی ممالک تک جانے کے لیے اس چھوٹے سے آبی راستے کو... بہ آسانی عبور کر سکتے ہیں۔ اسٹیمر، اسپیڈ بوٹ یا ہیلی کاپٹر کے ذریعے اردن، عمان یا اسرائیل کے کسی علاقے تک پہنچ سکتے ہیں۔“

موسس نے کہا۔ ”بے شک، مصر کا وہ ساحلی علاقہ بہت اہم ہے۔ انٹرپول، سی آئی اے اور ایف بی آئی سے کہا جائے کہ وہ اس علاقے پر کڑی نظر رکھیں۔“

اگر ایشورارا اپنا ہیڈ کوارٹر تباہ نہ کرتا تو وہاں سیارے سے لائی ہوئی چھوٹی بڑی بہت سی مشینیں تھیں۔ جنہیں اس کے ماتحت اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ضرورت کے وقت انہیں استعمال کرتے تھے۔ ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے باعث وہ چیزیں موسس اور اس کے جاسوسوں کے ہاتھ نہیں لگیں۔

ایشورارا ابن غازی شہر میں آ گیا تھا۔ اس کے صرف چھ ماتحت زندہ بچے تھے۔ بگولا اس کا دست راست تھا۔ اس کے ساتھ رہا کرتا تھا مگر وہ دونوں احتیاط ایک دوسرے سے ذرا دور دور رہتے تھے۔ اس نے باقی ماتحتوں کو بھی سمجھایا تھا کہ وہ... فی الحال افریقہ سے باہر نہ جائیں۔ کسی ایرپورٹ یا بندرگاہ کا رخ نہ کریں۔

اس کے پانچوں ماتحت افریقہ کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے تھے۔ اگرچہ ہزاروں میل دور ہو گئے تھے تاہم غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھے جا سکتے تھے اور ہر لمحہ ان سے رابطہ بھی کیا جا سکتا تھا۔

محفوظ رہنے اور محتاط رہنے کی تدابیر طرح طرح سے کی جاتی ہیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تقدیر کتنی دور سے اور کس طرح کی چالیں چل رہی ہے۔ جن کے نتیجے میں دنیا کے ایک سرے کا رہنے والا دوسرے سرے کے رہنے والے سے بطور



انتقام کہا جاتا ہے یا دوست بن کر گلے لگ جاتا ہے۔

کاہنہ پر مندر میں جان لیوا حملہ ہوا تھا۔ تب سے وہ محتاط ہو گئی تھی۔ اس نے وہ مندر ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ کسی ایسی جگہ جا کر رہنا چاہتی تھی جہاں اس کا کوئی بھی دشمن پہنچ نہ پائے۔ وہ بہت دور جا کر جنوبی افریقہ کے انتہائی ساحلی شہر کیپ ٹاؤن میں آ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایشورارا کے بائیس آدمی مارے جائیں گے اور وہ سب حالات سے مجبور ہو کر ادھر ادھر بکھر جائیں گے پھر ان میں سے کچھ لوگ پناہ لینے کے لیے جنوبی افریقہ کی طرف آئیں گے۔ ایشورارا کا ایک ماتحت رنداوا اور گوداوا حالات کے بہاؤ میں بہتے ہوئے کیپ ٹاؤن پہنچ گئے تھے۔ آیندہ ان کا اور کاہنہ کا ٹکراؤ ہو سکتا تھا۔ ان میں سے کسی کی شامت بھی آ سکتی تھی۔

فی الحال ایشورارا کی الجھنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ ایک ہی رات میں بائیس ماتحتوں کی ہلاکت پر دی گریٹ ایشورارا بابا اس پر لعن طعن کی۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ دنیا کے تمام انٹیلی جنس والے انہیں پورے افریقہ میں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔ وہ چاہتا تھا کہ مشرق بعید کے کسی ملک میں چلا جائے۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ اس نے وہاں خفیہ پناہ گاہ بنا رکھی ہے۔

سب سے بڑی الجھن یہ تھی کہ پیش گوئیوں کے مطابق اس کی موت کا وقت قریب آ رہا تھا۔ قریب آنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ دو چار دن میں مرنے والا تھا۔ اسے امید تھی کہ دو چار ماہ وہ ضرور جیے گا اور اگر احتیاطی تدابیر پر کامیابی سے عمل کرتا رہا تو سال بھر سے بھی زیادہ جی سکتا ہے۔ فی الحال بابا صاحب کے ادارے سے جو موت باہر آ رہی تھی، اسے روکنے کی تدبیر کرنی تھی۔ وہ انتظار کر رہا تھا کہ کب دن گزرے گا؟ کب رات آئے گی اور پھر دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد وہ اسکرین پر دیکھی جا سکے گی؟

وقت کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔ وہ مشین کو آن کر کے مختلف اکابرین کو باری باری دیکھنے لگا پھر وہ لندن کے ایک حاکم کے پاس آ کر رک گیا۔ اسے اسکرین پر دیکھنے لگا۔

اس حاکم کے جوان بیٹے کی شادی ہو رہی تھی۔ ایک بہت بڑے میرج ہال کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ وہاں شادی کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ یہ اتنی بڑی خوشی تھی کہ اس نے دنیا کے تمام بڑے ممالک کے اکابرین کو اپنی خوشیوں میں شریک ہونے کی دعوت دی تھی لیکن ان سب کے حالات ایسے تھے کہ کوئی کسی کی خوشی میں شریک ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

ایک امریکی حاکم نے فون کے ذریعے کہا۔ ”ہم آپ کی خوشیوں کو اپنی خوشیاں سمجھتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ہمیں اپنی گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ دو چار دنوں تک دیکھیں گے کہ دشمن ہمارے خلاف کیا کرنا چاہتا ہے؟ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ محتاط رہیں۔ مجھے افسوس ہے، ہم آپ کی اس خوشی میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔“

جرمنی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ہم آپ کو بھی مشورہ دیتے ہیں کہ شادی کی خوشیاں اپنی فیملی کو منانے دیں لیکن آپ اپنے بنگلے سے باہر نہ نکلیں۔ خوشیاں تو بار بار پلٹ کر آتی ہیں لیکن موت آتی ہے تو خالی ہاتھ واپس نہیں جاتی...... اپنے ساتھ ہی لے جاتی ہے۔ ان حالات میں دانشمندی یہی ہوگی کہ آپ صبر و تحمل سے اپنے گھر کی چار دیواری میں رہیں۔“

دوسرے اکابرین نے بھی اسے یہی مشورہ دیا۔ ”جب دشمن قابو میں آ جائے گا اور حالات سازگار ہوں گے تو آپ دوبارہ ایسی خوشیاں منا سکیں گے۔ ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ آپ دل پر جبر کریں اور اپنے بیٹے کی اس خوشی میں شریک ہونے کے لیے میرج ہال کی طرف نہ جائیں۔ آیندہ خوشیاں منانے کے لیے زندہ رہنا ضروری ہے۔“

ایشورارا اس حاکم کی بیوی بچوں تک بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ اس نے ان کے ذریعے دوسروں کو آلۂ کار بنایا۔ وہاں انٹیلی جنس والے بھی تھے اور آرمی کے جوان بھی سیکیورٹی گارڈز کے طور پر موجود تھے۔ اس نے دو آرمی افسران کو اپنا معمول اور تابع دار بنایا۔ وہ دونوں آرمی کے ہیڈ کوارٹر کی طرف گئے۔ واپسی پر دو عدد بم ان کے لباس میں چھپے ہوئے تھے۔ چونکہ وہ آرمی افسران تھے، اس لیے میرج ہال میں کسی نے انہیں چیک نہیں کیا۔

اس میرج ہال میں ناچنے گانے اور خوشیاں منانے والے یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سیکیورٹی گارڈ کے ذریعے انہیں موت ملے گی۔ یکے بعد دیگرے دو بم دھماکے ہوئے اور میرج ہال کھنڈر بن گیا۔ بہت کم افراد کو بھاگ کر جان بچانے کا موقع ملا۔ جو بچ گئے تھے وہ بھی بری طرح زخمی ہوئے تھے۔ وہاں دور دور تک لاشیں ہی لاشیں دکھائی دے رہی تھیں۔

لندن شہر میں یہ خبر پھیلی تو جیسے قیامت سے پہلے ہی قیامت آ گئی۔ سب ہی دہشت زدہ ہو گئے۔ پریس اور میڈیا والے دستور کے مطابق سوچے سمجھے بغیر مسلمانوں کو الزام دینے لگے کہ ایسی ہلاکت خیز واردات مسلمانوں نے ہی کی ہے۔ موسس اور دوسرے تمام اکابرین اصل مجرم کو سمجھ رہے تھے۔

انہیں اس واردات کی خبر ملی تو وہ سب ہی سکتے میں رہ گئے۔ موسس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کر رہے تھے کہ یو کے کے اکابرین کو کس حد تک نقصان پہنچا ہے؟

پتا چلا کہ وہ اعلیٰ حاکم مارا گیا ہے جس کے بیٹے کی شادی ہو رہی تھی۔ وہ میرج ہال میں جانا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کے رشتے داروں نے کہا۔ ”بیٹے کی خوشیوں میں شریک ہونا چاہیے اور یہ تو مقدر کی بات ہوتی ہے جب تک موت نہ آئے، اس وقت تک کوئی نہیں مرتا۔“

یہی مشورہ اس اعلیٰ حاکم کو لے ڈوبا۔ اس کے ساتھ اس کا پورا خاندان بھی فنا ہو گیا۔ دوسرے اکابرین کی بیویاں اور بچے بھی اس شادی میں شریک تھے، وہ سب بھی مارے گئے تھے۔ یو کے اکابرین کو اتنا زبردست نقصان پہنچا تھا کہ وہ برسوں ماتم کرتے رہتے تب بھی ان کے صدمات کم نہ ہوتے۔

تمام اکابرین غم اور غصے سے لرز رہے تھے۔ وہ ایشورارا کو غصہ نہیں دکھا سکتے تھے۔ صرف اپنے صدمات کا اظہار کر سکتے تھے۔ اس سے التجا کر سکتے تھے کہ آئندہ وہ ایسی غیر انسانی واردارت نہ کرے۔ بے گناہوں کو موت کے گھاٹ نہ اتارے۔

وہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ سب ہی فون پر اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر یہی جواب مل رہا تھا کہ فون عارضی طور پر بند ہے، تھوڑی دیر بعد دوبارہ رابطہ کیا جائے۔

ایشورارا نے جان بوجھ کر فون کو بند کر رکھا تھا۔ وہ رابطہ نہ کر کے ان کو اور زیادہ تڑپانا چاہتا تھا۔ موسس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا تب بھی اس نے سانس روک لی۔ موسس بار بار اس کے اندر جانے کی کوشش کرتا رہا اور ناکام ہوتا رہا۔

سب پر ایسی دہشت طاری تھی کہ کوئی اپنے بنگلے سے باہر نہیں نکل رہا تھا۔ فون کے ذریعے موسس سے رابطہ کیا جا رہا تھا۔ یہی پریشانیاں بیان کی جا رہی تھیں کہ ایشورارا سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ اگر اس سے بات کرنے کا موقع نہ ملا، اس سے التجا نہ کی گئی تو وہ پھر کوئی دوسرا ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچائے گا۔ ایشورارا فون کو آف کر کے دماغ کے دروازے بند کر کے انہیں اور زیادہ خوف زدہ کر رہا تھا۔

میں اپنی فیملی کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں آرام سے بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ ہم سب لطف اندوز ہو رہے تھے جیسے کسی ویڈیو چینل پر دلچسپ پروگرام دیکھ رہے ہوں۔ اگرچہ لندن میں بے گناہ افراد مارے گئے تھے۔ اس کے لیے ہم صرف افسوس کر سکتے تھے اور یہی سوچ سکتے تھے کہ وہ آپس کی لڑائیوں میں ایک دوسرے کو بھاری جانی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ آیندہ بھی پتا نہیں وہ کس طرح اپنے اپنے پیروں پر کلہاڑیاں مارنے والے ہیں۔

ہم چاہتے تھے کہ وہ دونوں فریق آپس میں اسی طرح لڑتے رہیں اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے رہیں۔ ایشورارا نے اپنے بائیس ماتحتوں کے بدلے انہیں کچھ زیادہ ہی نقصان پہنچا دیا تھا۔ میں تو جیسے شطرنج کی بساط کے سامنے بیٹھا چالیں چل رہا تھا۔ اب اگلی چال کا تقاضا یہ تھا کہ ایشورارا کو کچھ نقصان پہنچے۔

اس مقصد کے لیے میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ایشورارا اور اس کے آدمی کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ میں اعلیٰ حضرت سے پوچھ نہیں سکتا تھا۔ آمنہ مجھے بتانے والی نہیں تھی اور میری پوتی انوشے نے بھی زبان بند رکھی تھی۔ وہ ان معاملات میں جب ضروری سمجھتے تب ہی مجھے کوئی اشارہ دیتے۔ بہر حال مجھے اپنے طور پر ہی چال چلنی تھی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے کاہنہ کے پاس پہنچا۔ پتا چلا کہ وہ جنوبی افریقہ کے ساحلی شہر کیپ ٹاؤن میں ہے اور پوری طرح مطمئن ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن اس کا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکے گا۔ صرف ایشورارا کی طرف سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے اسے کہیں بھی دیکھ سکتا ہے۔

پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتی تھی کہ وہ دیکھ کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ کیونکہ وہ میری بیٹی کی ماں بننے والی ہے۔ لہٰذا میں اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ ”تھینک یو فرہاد! تم نے پہلی بار مجھے خود ہی یاد کیا ہے۔ کیا میرے لیے دل میں اتنی جگہ نکل آئی ہے کہ میں یاد آنے لگی ہوں؟“

”میں محبت سے نہیں بلکہ ضرورت کے تحت رابطہ کیا ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ جب تک ایشورارا اور تمام اکابرین کے خلاف میرا ساتھ دیتی رہو گی۔ میں بھی تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا۔ میں ابھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ایشورارا اور اس کے تمام ماتحت کہاں چھپے ہوئے ہیں؟“

”میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔“

اس نے مجھ سے رابطہ ختم کیا پھر فون پر ایشورارا کے نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی کہ فون عارضی طور پر بند ہے۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ رابطہ کیا جائے۔ میں کاہنہ کے اندر رہ کر یہ سن رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کرنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ کاہنہ نے والی کوششیں کیں لیکن وہ کوئی بات سنتا ہی نہیں تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا۔

اس نے فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ”وہ بہت ہی پُراسرار بن رہا ہے۔ اس نے فون بند کر دیا ہے۔ مجھے اپنے اندر آنے سے روک رہا ہے۔“

میں نے پوچھا۔ ”ایسے میں تم کیا کرو گی؟“

”اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے معلوم کروں گی کہ وہ اور اس کے ماتحت کہاں ہیں؟“

میں نے کہا۔ ”میں نہیں جانتا کہ تم کیسے معلوم کرو گی۔ فی الحال یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کے دو چار ماتحتوں کو جہنم میں پہنچا دو۔“

”میں تمہیں خوش کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔“

”ایسا کرنے کے دوران میں کوئی رکاوٹ پیش آئے تو مجھے فون پر مخاطب کرنا۔ میں تمہاری مشکل آسان کرنے کی کوشش کروں گا۔“

میں نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ وہ فوراً ہی ایک موم بتی جلا کر اس کے سامنے بیٹھ گئی اور مطلوبہ افراد کو ڈھونڈ نکالنے کے منتر پڑھنے لگی۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ مجھے اس کے پُراسرار علوم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو ان سب کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کر کے اپنا کام نکالنا چاہتا تھا۔

ایک گھنٹے کے بعد میں نے پوچھا۔ ”کیا کر رہی ہو؟“

وہ خوش ہو کر بولی۔ ”اس بار میں نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ تم ہماری پریت آتما کو نہیں جانتے ہو۔ وہ زندگی میں ایک یا دو بار کام آنے کے لیے آتی ہے پھر لاکھ بلاؤ تو نہیں آتی۔“

میں نے ناگواری سے کہا۔ ”میں نے تمہاری اس پریت آتما کا کمال دیکھا ہے جس نے تمہیں سرخ دھاگا باندھنے کو دیا تھا۔ اگر میں تمہارے کام نہ آتا تو وہ سرخ دھاگا بھی ایشورارا کے قاتلوں سے تمہیں نہ بچاتا۔ تم مجھے اتنا بتاؤ کیا ایشورارا اور اس کے ماتحتوں کا سراغ مل گیا؟“

”ہاں، ایسے تین ماتحتوں کا سراغ ملا ہے جو میرے قریب ہی ہیں۔ میں اس وقت کیپ ٹاؤن میں ہوں۔ اس کے دو ماتحتوں کے نام رنداوا اور کونداوا ہیں۔ وہ دونوں اسی شہر میں موجود ہیں۔ اس شہر سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ وہاں ایشورارا کے ایک ماتحت بے تابا نے رہائش اختیار کی ہے۔“

میں نے کہا۔ ”تم فون پر یہ باتیں کر رہی ہو۔ ہو سکتا ہے اس وقت ایشورارا اپنی مشین کی اسکرین پر تمہیں دیکھ رہا ہو۔ اس طرح اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کے خلاف کس طرح سازشیں ہو رہی ہیں۔“

وہ بولی۔ ”ہاں، یہ میری مجبوری ہے۔ میں اسے اسکرین پر دیکھنے سے روک نہیں سکوں گی۔ وہ ہماری باتیں سن رہا ہو گا۔“

”اگر وہ سن رہا ہو گا تو یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو بچا لے گا۔ ہاں اگر وہ غافل ہے تو فون بند کر دو۔ کوشش کرو کہ ان تینوں تک پہنچ کر انہیں اپاہج بنا دو۔ ان کے دماغ سے معلومات حاصل کرو کہ ان کے باقی ساتھی کہاں ہیں؟ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے یہی کوشش کر رہا ہوں۔ اب فون پر بات نہ کرنا۔“

میں چاہتا تھا کہ واردات کاہنہ کرے اور الزام موسس اور اکابرین پر آئے۔ ایشورارا ان ہی کے خلاف اقدامات کرتا رہے۔ یہ بعد میں پتا چلا کہ ایشورارا ہماری حرکتوں سے بے خبر تھا۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ اس نے سوچا، کم از کم چھ گھنٹے تک گہری نیند سونا چاہیے۔ صبح سونیا بابا صاحب کے ادارے سے نکلنے والی ہے۔ اس سے پہلے مجھے نہا دھو کر فریش ہو جانا چاہیے۔ تاکہ تازہ دم ہو کر اسکرین پر اسے دیکھتے ہوئے اس کے خلاف کچھ کر سکوں گا۔

وہ اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا تھا۔ میں اور کاہنہ اپنے اپنے طور پر ان تین ماتحتوں کو تلاش کرنے لگے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ عورتوں کے رسیا ہیں۔ یقیناً ایسی جگہ پائے جائیں گے جہاں حسین عورتیں ہوتی ہیں۔ ان کے متعلق ہمارا یہ خیال غلط تھا۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ بگولا، بے تانہ، رنداوا اور کونداوا زنخے ہیں اور عورتوں سے قطعی دلچسپی نہیں رکھتے ہیں۔

ہم نے کیپ ٹاؤن کے چھوٹے بڑے ہوٹلوں کے اسٹاف تک پہنچ کر معلوم کیا کہ آج کل میں کتنے مسافر، سیاح اور بزنس مین ان ہوٹلوں میں آئے ہیں؟ ہم ان اسٹاف کے ذریعے ہوٹلوں کے رجسٹر چیک کرتے رہے جن پر شبہ ہوتا رہا انہیں آلۂ کاروں کے ذریعے دور سے تاڑتے رہے۔ چونکہ وہ عورتوں سے کتراتے تھے لہٰذا ان سے دور رہنے کے لیے ہوٹل میں رہائش اختیار کی تھی۔

میں بیک وقت دو آلۂ کاروں کے ذریعے انہیں تلاش کر رہا تھا۔ میں نے ایک آلۂ کار کے ذریعے ایسے شخص کو دیکھا جو شراب سے پرہیز کر رہا تھا۔ سگریٹ بھی نہیں پیتا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی عورت بھی نہیں تھی۔

میں نے فون کے ذریعے کاہنہ سے کہا۔ ”میں تم سے جو کہہ رہا ہوں۔ اس کے جواب میں کچھ نہ کہنا اگر ایشورارا تمہیں دیکھ رہا ہوگا تو تمہاری باتوں سے ہمارے معاملات کو سمجھ نہیں پائے گا۔“

اس نے کہا۔ ”او کے، میں کچھ نہیں بولوں گی۔“

”ابھی تمہیں سمجھایا ہے کہ میری بات کے جواب میں کچھ نہ کہو اور تم کہہ رہی ہو۔“

وہ شرمندہ ہو کر بولی۔ ”سوری۔“

”تم پھر جواباً سوری کہہ رہی ہو۔ کیا کچھ نہ کچھ کہنا ضروری ہے؟“

اس بار وہ چپ رہی۔ میں نے کہا۔ ”اپنے شہر کے ٹاؤن ہوٹل میں جاؤ۔ وہاں ڈائننگ ہال میں ایک شخص بیٹھا ہے۔ اس نے بلیو جینز پر سرخ جرسی پہنی ہوئی ہے۔ وہ شراب نہیں پیتا ہے۔ تمباکو نوشی سے پرہیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کوئی عورت بھی نہیں ہے۔ اپنے پرس میں ایک پستول لے جاؤ۔ اگر وہ مطلوبہ شخص ہوا تو اسے زخمی کر کے ہم اس کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔ بس یہاں سے فوراً نکلو۔“

میں پھر اس ہوٹل میں اپنے آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا۔ ہم جس شخص کو تاڑ رہے تھے، اس کے پاس ایک اور شخص آ کر بیٹھ گیا تھا۔ انہوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ عموماً کھانے سے پہلے ڈرنک لی جاتی ہے۔ وہاں کے لوگ ایک پیگ پینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد کھانا شروع کرتے ہیں لیکن ان دونوں نے چکن سوپ منگوایا اور اسے ٹھہر ٹھہر کر پی رہے تھے۔

جب کاہنہ وہاں پہنچی تو وہ سوپ پی چکے تھے۔ اب ان کے سامنے کھانے کی ڈشیں رکھی جا رہی تھیں۔ میں کاہنہ کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے بلیو جینز اور سرخ جرسی والے کو دیکھ لیا تھا۔ سوچ رہی تھی۔ ”فرہاد نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ شخص تنہا بیٹھا ہے لیکن اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے۔“

میں نے کاہنہ کی سوچ میں کہا۔ ”شاید یہ اس کا ساتھی ہے۔ اگر ایک رنداوا ہے تو دوسرا کونداوا ہوگا۔“

وہاں پیشہ ور عورتیں کسی گاہک کے ساتھ رات گزارنے کے لیے وزیٹر لابی میں بیٹھی رہتی تھیں۔ مول تول کرنے کے بعد کسی کے ساتھ بھی چلی جاتی تھیں۔ کاہنہ نے وہاں ایک حسین عورت کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ان اجنبیوں کے پاس لے آئی۔ اس حسینہ نے ان دونوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟“

ان میں سے ایک نے ناگواری سے دیکھ کر کہا۔ ”سوری، ہم ضروری باتیں کر رہے ہیں۔ ابھی کسی کی مداخلت پسند نہیں کریں گے۔“

اس حسینہ نے کہا۔ ”کوئی بات نہیں۔ میں ذرا دور بیٹھ کر انتظار کروں گی، جب باتیں ختم ہو جائیں تو مجھے رات گزارنے کے لیے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔ میری ایک بہت خوب صورت سہیلی ہے۔ وہ بھی تمہاری نائٹ پارٹنر بن سکتی ہے۔“

ان میں سے ایک نے کہا۔ ”ہم کہہ چکے ہیں، ہمیں عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پلیز یہاں سے جاؤ۔“

وہ حسینہ ناگواری سے اونہہ کہہ کر چلی گئی۔ کاہنہ سوچ میں پڑ گئی۔ ”یہ تو عورتوں کے رسیا نہیں ہیں۔ کیا یہ سمجھ لوں کہ یہ سیارے سے نہیں آئے ہیں؟“

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ”نہیں، ہو سکتا ہے کہ اپنے بائیس ساتھیوں کے ہلاکت کے بعد یہ لوگ محتاط ہو گئے ہوں۔ اب عارضی طور پر عورتوں سے کترا رہے ہوں؟“

وہ قائل ہو کر سوچنے لگی۔ ”ہاں، ایسا ہو سکتا ہے۔ ان دونوں کے اندر کسی بھی طرح پہنچ کر یہ حقیقت معلوم کرنی ہوگی۔“

جب وہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو ہوٹل سے باہر نکل کر لان میں ٹہلنے لگے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد اپنے کمرے کی طرف واپس گئے۔ کاہنہ ان کے ساتھ لفٹ کے اندر آ گئی تھی۔ جب وہ ساتویں فلور پر لفٹ سے باہر آئے تو وہ بھی باہر آ گئی۔ ان دونوں کے پیچھے کافی فاصلہ رکھ کر آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ انہوں نے ایک کمرے کے سامنے آ کر چابی سے دروازے کو کھولا پھر اندر جا کر اسے بند کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت اس نے ایک زور کی لات دروازے پر ماری، وہ دونوں لڑکھڑا کر پیچھے ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے اس نے ریوالور نکال کر انہیں نشانے پر رکھ لیا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ ایک لمحے کی بھی دیر کرے۔ ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس نے دو بار ٹریگر دبا کر گولیاں چلائیں۔ دونوں کو زخمی کیا پھر تیزی سے کمرے کے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ ان میں سے ایک کے اندر پہنچی میں دوسرے کے اندر پہنچ گیا پھر پہنچتے ہی معلوم ہو گیا کہ ان میں سے ایک رنداوا تھا اور دوسرا کونداوا۔

ان کے خیالات نے بتایا کہ ایشورارا افریقہ کے ساحلی شمالی شہر بن غازی میں ہے۔ اس کے ساتھ اس کا خاص ماتحت بگولا ہے۔ باقی دو ماتحت مصر کے شہر قاہرہ میں ہیں۔

میں نے سوال کیا۔ ”کیا ایشورارا سے تمہارا رابطہ رہتا ہے؟“

اس نے جواب دیا۔ ”اس سے برابر رابطہ رہتا ہے لیکن وہ تین گھنٹے پہلے یہ کہہ کر سو گیا ہے کہ چھ گھنٹے تک اپنی نیند پوری کرے گا پھر بیدار ہونے کے بعد ہم سے رابطہ کرے گا۔“

مجھے اطمینان ہوا کہ وہ اپنی غیر معمولی مشین کے اسکرین پر ہمیں نہیں دیکھ رہا ہے۔ میں نے رنداوا کی زبان سے کاہنہ کو مخاطب کیا۔ ”میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اس وقت وہ اپنی مشین کی اسکرین پر تمہیں نہیں دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا اپنا پستول یہاں پھینک کر چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اس کی نظروں میں آؤ۔ اسے تم پر کسی طرح کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔“

وہ بولی۔ ”میں چلی جاؤں گی لیکن ان دونوں کا کیا ہوگا؟“

”ان کی فکر نہ کرو۔ میں یہاں موجود ہوں۔ ان سے نمٹ لوں گا۔“

وہ بولی۔ ”کونداوا کے خیالات کہہ رہے ہیں کہ ان کا ساتھی بے تانہ بھی ایک آدھ گھنٹے میں یہاں پہنچنے والا ہے۔“

”تو پھر تمہیں اس کا انتظار کرنے کے لیے اس کمرے میں رہنا ہوگا۔ تم کونداوا کو باتھ روم میں لے جاؤ اور اسے ختم کر دو۔“

اس نے کونداوا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ زخمی تھا، گھسیٹتا ہوا باتھ روم کے اندر گیا تو کاہنہ نے اسے گولی مار دی پھر باہر آ کر باتھ روم کے دروازے کو بند کر دیا۔

رنداوا میری مرضی کے مطابق فرش پر گھسیٹتا ہوا باتھ روم کے دروازے پر آ کر رک گیا۔ میں نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ بے تانہ سے کس طرح خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتا ہے؟

اس کے خیالات نے بتایا کہ ہم ایک دوسرے کو اس کی آواز اور لب و لہجے سے پہچان کر اپنے اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں۔

میں نے کہا۔ ”۔۔۔ اپنی کی آواز اور لب و لہجہ سناؤ؟“

وہ میری مرضی کے مطابق کچھ بولنے لگا۔ میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو اختیار کیا پھر بے تانہ کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچا تو اس نے پوچھا۔ ”کیا بات ہے رنداوا؟“

میں نے کہا۔ ”ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ ابھی کہاں ہو؟ یہاں کیوں نہیں پہنچے؟“

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ”میرے لیے بڑے بے چین ہو۔ میں یہاں پہنچ چکا ہوں۔ ہوٹل میں داخل ہو گیا ہوں، اب تمہارے کمرے کی طرف آ رہا ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”کمرے کا دروازہ کھلا ہے، دستک دیے بغیر اندر چلے آؤ۔“

پھر میں نے رنداوا کے ذریعے کاہنہ سے کہا۔ ”ان کا ساتھی بے تانہ ابھی دروازہ کھول کر اندر آنے والا ہے۔ تم دیوار کی آڑ میں چھپی رہو۔ جیسے ہی وہ اندر آئے، ایک لمحے کی بھی دیر کیے بغیر اسے گولی مار دینا۔“

میں نے رنداوا کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اگر بے تانہ کسی کام کی وجہ سے اس کے اندر آتا تو اس کی دماغی کمزوری کو محسوس نہ کرتا اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہوتا کہ وہ زخمی حالت میں وہاں پڑا ہے۔

تقریباً بیس منٹ گزرنے کے بعد دروازے کے باہر دستک سنائی دی۔ وہ دروازہ کھول کر بولتا ہوا اندر آ رہا تھا۔ ”ہائے رنداوا! کہاں ہو تم؟“

پھر وہ باتھ روم کے دروازے کے پاس اسے زخمی حالت میں دیکھ کر ایک دم سے چونک گیا۔ اسی لمحے میں کاہنہ نے اسے گولی مار دی پھر اس نے رنداوا کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا اسے بھی ختم کر دوں؟“

میں نے کہا۔ ”ان کے سامان میں کچھ ایسے چھوٹے بڑے آلات ہیں جو ہماری دنیا میں پائے نہیں جاتے۔ اگر تمہارے پاس ہوں گے تو وہ غیر معمولی مشین اسے تمہارے پاس پہنچا دے گی۔ وہ اسکرین پر تمہیں دیکھتے ہی سمجھ جائے گا کہ ان تینوں کی موت کی ذمے دار تم ہو لہٰذا اسے گولی مارو اور یہاں سے کوئی چیز اٹھائے بغیر چپ چاپ چلی آؤ۔“

اس نے رنداوا کو بھی ختم کر دیا۔ طبعی موت ہمیشہ اپنے وقت پر آتی ہے لیکن کوئی وقت سے پہلے مرنا چاہے تو اپنی حرکتوں سے اپنے اعمال سے موت کو دعوت دے یا اسے للکارے تو پھر وہ وقت سے پہلے بھی چلی آتی ہے۔ سیارے والوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ وقت سے پہلے مرنے کے لیے زمین پر چلے آئے تھے۔

ٹھیک چار بجے ایشورارا کی آنکھ کھلی۔ بگولا نے بھی جاگنے کا وہی وقت مقرر کیا تھا۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اگرچہ ایشورارا اس سے دور ایک ہوٹل کے کمرے میں تھا لیکن خیال خوانی کے ذریعے وہ اپنے آقا کی خبر رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی جاگتا تھا اور اس کے ساتھ ہی سوتا تھا۔

ایشورارا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر مشین کے سامنے بیٹھ گیا۔ پیرس کے وقت کے مطابق ایک گھنٹے بعد فجر کی اذان ہونے والی تھی۔ اس نے مشین کو آن کیا پھر اس کے ذریعے پیرس کے وقت کے مطابق اطمینان حاصل کیا کہ وہ ایک گھنٹا پہلے بیدار ہو چکا ہے۔ اب یہ ایک گھنٹا وہ اپنے ماتحتوں کی خیریت معلوم کرتے ہوئے گزار سکتا تھا۔

اس نے سب سے پہلے اپنے دست راست بگولا کو اسکرین پر دیکھا۔ اس نے کہا۔ "یس باس! میں جاگ رہا ہوں اور پوری طرح خیریت سے ہوں۔"

اس نے ان دو ماتحتوں کو بھی اسکرین پر دیکھا جو قاہرہ میں تھے۔ اس وقت وہ دونوں گہری نیند سو رہے تھے۔ ان سے کوئی ضروری کام نہیں تھا۔ کوئی ضرورت ہوتی تو انہیں جگاتا پھر اس نے رنداوا کے نمبر پنچ کیے۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی ایشورارا پر چند ساعت کے لیے سکتہ طاری ہو گیا۔

وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں مردہ پڑا تھا، اس کے قریب ہی بے تابہ کی لاش دکھائی دے رہی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ کر اسکرین پر انہیں دیکھ رہا تھا۔ کسی شک وشبے کے بغیر یہ بات اس کے دماغ میں چیخ رہی تھی کہ اکابرین نے اپنے بیوی بچوں اور رشتے داروں کی ہلاکت کا انتقام لیا ہے۔

اس نے کونداوا کے نمبر پنچ کیے تو وہ باتھ روم کے اندر دکھائی دیا۔ یہ بھی پتا چلا کہ وہ تینوں لاشیں ایک ہی کمرے میں ہیں۔ رنداوا اور کونداوا نے کیپ ٹاؤن پہنچ کر اسے اطلاع دی تھی کہ وہ ٹاؤن ہوٹل کے ایک کمرے میں بخیریت ہیں اور بے تابہ نے اطلاع دی تھی کہ وہ کیپ ٹاؤن سے سو کلو میٹر دور ایک چھوٹے سے قصبے میں ہے۔

ایشورارا بڑی حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ دشمنوں کو ان کا ٹھکانا کیسے معلوم ہوا؟ وہ اپنے دست راست بگولا کو اسکرین پر دیکھتے ہوئے بولا۔ "ہمارے ساتھ بہت برا ہو رہا ہے۔ دشمنوں نے کونداوا، رنداوا اور بے تابہ کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہوٹل کے ایک کمرے میں ان تینوں کی لاشیں پڑی ہیں۔"

وہ بولا۔ "باس....! یہ تو بہت ہی بری خبر ہے۔ ہم اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے چھپے ہوئے دشمنوں تک پہنچ جاتے ہیں لیکن دنیا والوں کے پاس ایسے کیا ذرائع ہیں جنہیں استعمال کر کے وہ جنوبی افریقہ کے ساحلی شہر میں ہمارے ساتھیوں تک پہنچ گئے تھے؟"

ایشورارا اپنا سر سہلاتے ہوئے بولا۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ اس مشین کے ذریعے ہر شخص کو اپنا غلام بنا کر بڑی آسانی سے یہاں اپنی حکومت قائم کر لوں گا لیکن یہ عملی تجربہ سمجھا رہا ہے کہ دنیا والے تر نوالہ نہیں ہیں۔ میں انہیں آسانی سے نگل نہیں سکوں گا۔"

"اے آقا...! تیرے علاوہ ہم اٹھائیس ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ جن میں سے بائیس ایک رات میں مارے گئے اور دوسری رات میں تین کو ہلاک کیا گیا، اس طرح اب صرف تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تیری خدمت کے لیے رہ گئے ہیں۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچنے لگا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ ابھی موسس سے اور ان اکابرین سے انتقام لینا شروع کر دے۔ لیکن پیرس کے وقت مطابق فجر کی نماز میں صرف آدھا گھنٹا رہ گیا تھا۔ اس کے بعد سونیا اسکرین پر نظر آنے والی تھی۔ وہ اپنے اندر سے غصے، جوش اور جنون کم کرنے لگا۔ خود کو سمجھانے لگا کہ صبر اور تحمل سے کام کر لینا چاہیے۔ یہ دشمن مجھ سے بچ کر کہاں جائیں گے؟ میں سونیا سے نمٹنے کے بعد ان کے بھی ہوش اڑا دوں گا۔

میں نے یورپ کے اکابرین میں سے ایک کو فون کے ذریعے مخاطب کیا اور کہا۔ "تمہارا موسس واقعی ایک پہنچا ہوا پیشوائے اعظم ہے۔ بڑے پراسرار علوم جانتا ہے۔ اِدھر ایشورارا نے لندن کے اکابرین کو بہت زبردست نقصان پہنچایا۔ اس نے دولہا اور دلہن کے ساتھ فیملی کے بے شمار افراد کو خوامخواہ مار ڈالا مگر موسس نے بھی انتقام لینے میں دیر نہیں کی ہے۔ آپ جانتے ہیں اس نے کیا کیا ہے؟"

اس اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "ہم نہیں جانتے کہ پیشوائے اعظم نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "اس نے بڑی راز داری سے انتقام لیا ہے۔ ایشورارا کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے جنوبی افریقہ کے ساحلی شہر کیپ ٹاؤن میں تھے۔ موسس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان تینوں کو ہلاک کر دیا ہے۔"

اس اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "صرف تین بندوں کے مرنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہم تو چاہتے ہیں کہ سیارے سے آنے والے سب ہی مارے جائیں۔"

"موت تو کسی کی بھی لازمی ہو گئی ہے۔ کبھی تمہارے بندے مارے جاتے ہیں اور کبھی اس کے بندے... مگر یہ تو سوچو کہ اب تین بندوں کی ہلاکت کے بعد ایشورارا کس طرح انتقام لے گا؟ اب شاید تم لوگوں کے بیوی بچوں کی باری ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "اوہ گاڈ! پیشوائے اعظم کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بات اور بگڑتی چلی جائے گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ تم لوگوں نے ہمارے خلاف کیسی متحدہ تنظیم بنائی ہے؟ یہ کیسے پیشوائے اعظم کو اپنا رہنما بنایا ہے؟ جو تم میں سے کسی کو اہمیت نہیں دیتا، کوئی مشورہ نہیں لیتا اور اپنی من مانی کرتا ہے۔ اگر وہ اس کے بائیس آدمیوں کو ہلاک نہ کرتا تو لندن میں اکابرین کے اتنے رشتے دار بے موت نہ مارے جاتے۔ اس ایک غلطی کے بعد اس نے یہ دوسری غلطی کی ہے۔ ایشورارا اپنے تین بندوں کا انتقام کیسے لے گا؟ اس کے بارے میں تم سب سر جوڑ کر سوچتے رہو۔"

یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔ اس وقت صبح ہونے والی تھی۔ میں نے اس اعلیٰ عہدیدار کو نیند سے جگا کر موسس کے خلاف بھڑکایا تھا۔ اب جو نتیجہ سامنے آنے والا تھا۔ وہ بھی قابل دید ہوگا۔ بالآخر پیرس میں فجر کی نماز ہو چکی ہے لہٰذا اب سونیا کی طرف آنا چاہیے۔

وہ اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق رات نو بجے سے ایک بجے تک سوتی رہی پھر وہ حجرے میں آگئی، اعلیٰ حضرت عبادت میں مصروف تھے۔ وہ تہجد کی نماز ادا کرنے لگے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد انہوں نے سر گھما کر اسے دیکھ کر کہا۔ "اللہ تعالیٰ نے عبادت اور ریاضت کے ذریعے ہمیں شر سے محفوظ رہنے کی راہیں دکھائی ہیں۔ آج سے تم ایسی ہی محفوظ راہوں پر چلو گی۔ میں نے تم پر عمل کیا ہے۔ تمہاری سونگھنے کی غیر معمولی حس پوری طرح سے واپس آ چکی ہے۔ تم ہزاروں میل کے فاصلے سے بھی دشمن کی بو سونگھ لیا کرو گی۔"

اسے اطمینان حاصل ہوا۔ اس نے کہا۔ "میں یہی چاہتی تھی، انشاء اللہ آیندہ ایشورارا تک پہنچنا آسان ہوگا۔"

"اس سے کبھی تمہارا سامنا نہیں ہوا۔ تم اس کے بدن کی مہک کو نہیں پہچانتی ہو۔ میں نے اس کی مخصوص مہک کو تمہاری قوت شامہ تک پہنچا دیا ہے۔"

اس نے دل ہی دل میں کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ میرے لیے راہیں ہموار ہو رہی ہیں۔"

انہوں نے کہا۔ "ایک اہم بات یہ ہے کہ تم جب تک پاک صاف رہو گی، سیارے والے تمہیں نہ تو اپنے روبرو اور نہ مشین کے ذریعے دیکھ پائیں گے۔ تم ان کے لیے نادیدہ ہو جاؤ گی لیکن دنیا والوں کو نظر آتی رہو گی۔"

پھر انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "یاد رکھو! تم دعا ہی کے سائے میں محفوظ ہو گی۔ لہٰذا ہر حال میں پاکیزگی لازمی ہے۔"

وہ ان کی باتوں کو توجہ سے سنتی رہی جب فجر کی اذان ہوئی تو اس نے نماز ادا کی پھر اعلیٰ حضرت کی دعائیں لے کر حجرے سے باہر آ گئی۔

ایشورارا اپنی مشین کے سامنے بیٹھا تھا۔ اسکرین پر ٹائم سیٹ کیا ہوا تھا۔ جب اسے الارم سنائی دیا تو اس نے کی بورڈ کے ذریعے اسکرین پر سونیا کے نمبر پنچ کیے۔ اس کے ساتھ ہی بابا صاحب کے ادارے کا وہ حصہ دکھائی دیا۔ جہاں بڑا سا آہنی گیٹ تھا۔ وہ اس گیٹ کو تکنے لگا۔ انتظار کرنے لگا..... تھوڑی دیر بعد وہ آہنی گیٹ آہستہ آہستہ کھلنے لگا پھر دروازے کے پیچھے بہت ہی قیمتی کار دکھائی دی۔ وہ کار آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باہر آ کر رک گئی۔

ایشورارا نے مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے کار ڈرائیو کرنے والی ہستی کو دیکھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نوجوان عورت بیٹھی ہوئی تھی مگر وہ سونیا نہیں تھی۔ اس نے سوچا۔ "کیا یہ سونیا ہے؟ اپنا چہرہ اور شخصیت بدل کر ادارے سے باہر آئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ باہر آ کر کیوں رک گئی ہے؟"

تھوڑی دیر بعد کھلے ہوئے دروازے پر میں اسے نظر آیا۔ میں نے سونیا کا ہاتھ محبت سے تھام رکھا تھا لیکن وہ ایشورارا کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ جب اس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے دروازے کے باہر قدم رکھتے وقت ذرا بلند آواز سے "بسم اللہ" کہا تو اس کی آواز ایشورارا کو سنائی دی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا لیکن جسے دیکھنا چاہتا تھا، وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کی آواز سن کر پتا چلا کہ میں نے سونیا کا ہاتھ تھام رکھا ہے اور اس کے ساتھ ادارے سے باہر نکل کر کار کی طرف آ رہا ہوں۔

میں نے کار کے قریب آ کر سونیا سے پوچھا۔ "کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تمہارا شکار کس سمت میں ہے؟"

وہ چاروں طرف گھوم کر بو سونگھنے لگی پھر ایک جگہ رک کر بولی۔ "وہ یہاں سے جنوبی سمت میں ہے۔"

ایشورارا اسے ایک نظر دیکھنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔ اپنی کرسی پر بار بار پہلو بدل رہا تھا۔ یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے مشین کی اسکرین میں گھس جائے گا۔ یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ اس کی آواز تو سنائی دے رہی ہے مگر وہ دکھائی نہیں دے رہی ہے۔

میں نے سونیا سے کہا۔ "تم کہہ رہی ہو کہ وہ جنوبی سمت میں ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ سسلی، اٹلی یا یونان میں ہے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "نہیں، وہ وہاں سے بھی آگے سمندر کے اس پار افریقہ کے شمالی علاقے میں کہیں ہے۔"

یہ سنتے ہی ایشورارا کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ میں اور سونیا اگر اسے شکار کہہ رہے تھے تو وہ شکار واقعی افریقہ کے ایک شمالی شہر بن غازی میں موجود تھا۔ وہ بے چین نظروں سے مجھے اسکرین پر دیکھ رہا تھا کیونکہ صرف میں ہی اسے نظر آ سکتا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی، کیا سونیا کے پاس بھی ایسا کوئی آلہ ہے جو دشمنوں کی نشاندہی کرتا ہے؟ اگر اس نے ایسا کوئی آلہ اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھا ہے تو وہ مجھے اس وقت تک دکھائی نہیں دے گا جب تک کہ وہ خود نظر نہیں

آئے گی۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے ان علاقوں میں جانے والی کسی فلائٹ میں سیٹ او کے کراتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم کس ملک میں جانا پسند کرو گی؟''

اس نے کہا۔ ''مراکش، لیبیا یا مصر میں سے کسی ایک ملک کے لیے سیٹ او کے کراؤ۔ وہاں جا کر مجھے پتا چل جائے گا کہ وہ کس سمت میں ہے اور مجھے کس طرح اس کی شہ رگ تک پہنچنا ہے؟''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''دشمن کو مارنے کے لیے اپنے ساتھ ہتھیار لے جاتے ہیں مگر تم یہ گلاب کا پھول لے جا رہی ہو، میں اسے سونگھنا چاہتا ہوں۔''

میں نے ہاتھ بڑھا کر اس سے پھول لیا۔ تو وہ پھول اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے ہاتھ میں آگیا' تب وہ ایشورارا کو اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ ''اعلیٰ حضرت کے حجرے کے پاس گلاب کا ایک پودا ہے۔ وہاں یہ پھول کھلا تھا۔ اسے میں ساتھ لے جا رہی ہوں۔ یہ بہت خوبصورت ہے۔''

میں نے پھول کو سونگھتے ہوئے کہا۔ ''پھول کی عمر کم ہوتی ہے۔ صبح کو کھلتا ہے اور شام تک مرجھا جاتا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''کوئی ضروری نہیں ہے، صبح کھلنے والے پھول شام کو بھی تازہ رہتے ہیں۔ آدھی رات کے بعد بھی نہیں مرجھاتے۔ جانتے ہو یہ پھول میں اپنے ساتھ کیوں لے جا رہی ہوں؟''

''ہاں، بتاؤ۔ کیوں لے جا رہی ہو؟''

''جب تک یہ پھول تازہ رہے گا، میرا شکار بھی صحیح سلامت رہے گا۔ جیسے جیسے یہ مرجھاتا جائے گا' ویسے ہی ویسے مجھے اس شکار کے قریب پہنچاتا جائے گا پھر جب یہ مرجھائے گا تو اس شکار کی زندگی بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔''

وہ تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر گلاب کے پھول کو دیکھ رہا تھا۔ جو اس وقت میرے ہاتھ میں تھا پھر میں نے اسے سونیا کے حوالے کیا۔ جب اس نے پھول کو تھام لیا تو وہ اسکرین سے غایب ہو گیا۔ ایشورارا کا سر چکرا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا اس پھول کے مرجھانے تک وہی ہوگا جیسا سونیا کہہ رہی ہے؟

وہ مجھے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا۔ ''اب تم جاؤ، میں خیال خوانی کے ذریعے تم سے رابطہ رکھوں گا۔''

پھر میں نے دروازہ بند کر دیا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔

ایشورارا نے کار ڈرائیو کرنے والی اس جوان عورت کو اپنی مشین میں فکس کیا تا کہ اس کے ذریعے سونیا پر نظر رکھے کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ اور کیا وہ واقعی افریقہ کے کسی شمالی ملک میں پہنچنے والی ہے؟

وہ فی الحال موسس اور اکابرین سے انتقام لینا بھول گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا' ایک عورت مقابلے پر آئے گی تو اس سے بہ آسانی نمٹ لیا جائے گا لیکن جس انداز میں وہ بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکلی تھی اور جس طرح اعتماد سے کہہ رہی تھی کہ وہ اس کے قریب پہنچنے والی ہے۔ اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لوہے کا چنا ہے، اسے چبانے کے خیال سے ہی دانت ٹوٹتے دکھائی دے رہے تھے۔

کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ اس کی پچھلی سیٹ خالی نظر آ رہی تھی لیکن اسے سونیا کی آواز سنائی دی۔ اس نے کار ڈرائیو کرنے والی جوان عورت کو مخاطب کیا۔ ''خالدہ! ابھی فرہاد نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ہے کہ اس نے تین مختلف فلائیٹس میں میرے لیے سیٹ ریزرو کرائی ہے۔ ایک فلائیٹ مراکش کے شہر رباط جائے گی، دوسری لیبیا کے شہر بن غازی اور تیسری مصر کے شہر قاہرہ جانے والی ہے۔ تم مجھے مشورہ دو کہ پہلے کہاں جانا چاہیے؟''

وہ سونیا کی یہ بات سن کر پریشان ہو گیا کہ وہ بن غازی بھی آ سکتی ہے۔ وہ اس کی تمام مصروفیات کو اسکرین پر دیکھنے کے بعد خود ہی اس شہر کو چھوڑنے والا تھا۔

خالدہ نے کہا۔ ''میڈم! میں بھلا کیا مشورہ دے سکتی ہوں؟ آپ بہتر سمجھتی ہیں۔ مجھ سے مشورہ دینے میں غلطی ہو سکتی ہے۔''

''کوئی بات نہیں۔ غلط مشورہ دو گی تب بھی میں اس پر عمل کروں گی۔ جہاں کہو گی، اسی طرف جاؤں گی۔''

ایشورارا اسی لمحے خالدہ کے اندر پہنچ گیا، اس کی سوچ اور لہجے میں بولا۔ ''میڈم کو قاہرہ جانا چاہیے۔''

خالدہ نے اپنی سوچ میں کہا۔ ''ہاں، قاہرہ کے لیے سیٹ ہو چکی ہے لیکن وہ خاصا دور ہے۔ میڈم خواہ مخواہ لمبے سفر سے تھک جائیں گی... انہیں تو بن غازی جانا چاہیے۔''

وہ فوراً ہی بولا۔ ''بن غازی نہیں.... مراکش کے شہر رباط جانا چاہیے۔ ان کا دشمن وہیں کہیں ہوگا''

خالدہ کی سوچ نے کہا۔ ''رباط بھی خاصا دور ہے۔ بن غازی قریب ہے۔''

ایشورارا نے اس کی سوچ میں کہا۔ ”مجھے یہ اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ میڈم مجھ سے مشورہ لے رہی ہیں۔ اس لیے صحیح مشورہ دینا چاہیے، وہ بن غازی جا کر خوامخواہ اپنا وقت ضائع کریں گی۔ انہیں قاہرہ یا رباط جانا چاہیے۔“

کار کی پچھلی خالی سیٹ سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ اس نے خالدہ سے پوچھا۔ ”تم خاموش کیوں ہو؟ مجھے کوئی مشورہ کیوں نہیں دے رہی ہو؟“

خالدہ نے کہا۔ ”میڈم! آپ کی پلاننگ کامیاب رہی ہے۔ ایشورارا ہماری باتیں سن رہا تھا۔ ابھی میرے اندر موجود ہے اور چاہتا ہے کہ میں آپ کو بن غازی جانے کا مشورہ نہ دوں۔“

خالدہ نے یہ کہتے ہی سانس روکی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر جھنجلا گیا۔ اکثر لوگ پڑھا ہوا سبق بھول جاتے ہیں، اس نے سونیا کی پوری ہسٹری پڑھی تھی۔ جگہ جگہ یہ لکھا تھا کہ وہ کس قدر مکّار ہے۔ شاید وہ یہ بات بھول گیا تھا۔ اب ذاتی تجربے سے سمجھ میں آ رہا تھا کہ اس مکّار عورت نے خود اس کی زبان سے اگلوایا ہے کہ وہ بن غازی میں موجود ہے۔

وہ پھر خالدہ کے اندر پہنچنا چاہتا تھا مگر اس نے سانس روک لی۔ اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ اس نے جھنجلا کر مشین کا مائیک آن کرتے ہوئے کہا۔ ”تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ میرے آگے تمہاری مکّاری دھری کی دھری رہ جائے گی۔ تم یہاں تک کبھی پہنچ نہیں پاؤ گی۔ ابھی جہاں ہو، وہیں تمہیں موت آ سکتی ہے۔ اپنی خیریت چاہتی ہو تو بابا صاحب کے ادارے میں واپس چلی جاؤ۔“

خالدہ نے کہا۔ ”میڈم! مجھے کچھ آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔“

سونیا نے کہا۔ ”کیا تمہیں ایسا نہیں لگتا کہ کوئی کتا بھونک رہا ہے؟“

”جی ہاں، پتا نہیں کون سی زبان بول رہا ہے؟ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔“

”جب زبان سمجھ میں نہ آئے تو وہ بھونکنے جیسی لگتی ہے۔ میں یہ کھڑکی کھول رہی ہوں۔ آواز باہر نکل جایا کرے گی۔“

ایشورارا نے اسکرین پر دیکھا۔ پچھلی سیٹ کی کھڑکی کا شیشہ نیچے اتر رہا تھا۔ اُدھر کی کھڑکی کھل گئی تھی۔ وہ غصے سے بولا۔ ”مجھے کتا کہہ رہی ہو تو یہ بھی دیکھ لینا کہ یہ کتا کس طرح کاٹنے والا ہے؟ سانپ کے کاٹے کی طرح میرے کاٹے کا بھی کوئی منتر نہیں ہے۔ اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی جہنم پہنچ جاؤ گی۔“

پچھلی سیٹ سے سونیا کی آواز سنائی دی۔ ”تھینکس گاڈ! اب کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ کیوں خالدہ کیا تمہیں کچھ سنائی دے رہا ہے؟“

”بالکل نہیں۔ بے چارا بھونکتے بھونکتے کھڑکی سے باہر نکل گیا ہے۔“

وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ ”جھوٹ بول رہی ہو، مکّاری دکھا رہی ہو۔ میری آواز سنائی دے رہی ہے۔ میری یہ مشین کہہ رہی کہ آواز وہاں تک پہنچ رہی ہے۔“

خالدہ نے اپنی طرف کی کھڑکی کھولتے ہوئے کہا۔ ”میڈم! ایک مکھی کی بھنبھناہٹ سی سنائی دے رہی تھی۔ اس لیے میں نے اِدھر کی بھی کھڑکی کھول دی ہے۔“

سونیا نے کہا۔ ”اسے زیادہ نہ تپاؤ، وہ اپنی مشین سے سر پھوڑ لے گا۔“

وہ سختی سے ہونٹوں کو بھینچ کر اسکرین پر خالدہ کو دیکھ رہا تھا۔ ہاں جسے دیکھنے کی حسرت تھی، وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ یہ بھی سونیا کی مکّاری ہے۔ وہ مجھے غصہ دلا رہی ہے، بھڑکا رہی ہے۔ کسی اور پہلو سے سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔

وہ کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اپنے دل میں یہ مصمم ارادہ کرنے لگا کہ اب سونیا کی باتوں میں نہیں الجھے گا۔ سب سے پہلے اسے یہ سوچنا چاہیے کہ سونیا کو پیرس سے باہر نکلنے کا موقع ہی نہ دیا جائے۔ وہیں اسے ختم کر دیا جائے۔ اس نے اکابرین میں سے فرانس کے ایک عہدے دار کے نمبر پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔

اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ پیرس، لندن اور فرینکفرٹ کی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران اپنے بہت ہی تجربہ کار عملے کے ساتھ بن غازی جا رہے ہیں۔ وہاں کی انٹیلی جنس والوں نے اطلاع دی ہے کہ ہوٹل شبینہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جا رہا ہے جس پر شبہ ہے کہ وہ سیارے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے پوری طرح نگرانی میں رکھا گیا ہے۔

یورپ کی انٹیلی جنس والوں نے کہا تھا کہ اسے نگرانی میں رکھا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ اس کے اور کتنے ساتھی شہر میں موجود ہیں؟ ہم وہاں جلد ہی پہنچ رہے ہیں۔

فرینکفرٹ، پیرس اور لندن کی انٹیلی جنس کے چار اعلیٰ افسران اپنے چار چار جاسوسوں کے ساتھ اسی فلائٹ سے بن غازی جانے والے تھے۔ جس میں سونیا کی سیٹ او کے کرائی گئی تھی۔

یہ معلوم ہوتے ہی ایشورارا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ اچانک



معلوم ہوا تھا کہ انٹیلی جنس والے اس کے دست راست بگولا کی دور ہی دور سے نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ ہوٹل شبینہ میں تھا۔ ان کی نظروں میں آ گیا تھا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فوراً ہی مشین کو آف کیا۔ سفری بیگ میں اپنا ضروری سامان رکھا پھر بیگ کو اور مشین کو اٹھا کر وہاں سے جاتے ہوئے بگولا کو مخاطب کیا۔

وہ بولا۔ ”یس باس! میں حاضر ہوں۔“

”تم گدھے ہو۔ اپنے آس پاس کے لوگوں سے بے خبر رہتے ہو۔ اس وقت انٹیلی جنس والے تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ تم فرار ہونے کے لیے جہاں بھی جاؤ گے، وہ تمہارا تعاقب کریں گے۔ مختلف ذرائع سے تم پر نظر رکھیں گے۔“

اس نے کہا۔ ”میرے آقا! تُو میری فکر نہ کر۔ میں یہاں سے بہت دور نکل جاؤں گا۔ کوئی میرا پیچھا نہیں کر سکے گا۔“

بگولا کے لیے فرار کا ایک ہی راستہ تھا۔ اس نے اپنا سفری بیگ اٹھایا۔ اپنے غیر معمولی جوتے پہنے پھر ہوٹل کے پچھلے دروازے سے باہر نکل آیا۔ وہ جانتا تھا کہ جاسوس اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ جب وہ دونوں پاؤں جوڑ کر آگے بڑھا تو اچانک ہی تیز رفتاری سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ جو لوگ اپنی گاڑیوں میں اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کی، اس کے پیچھے دوڑے لیکن وہ تنگ گلیوں میں اپنی گاڑیاں نہیں لے جا سکتے تھے جبکہ وہ تیز رفتار گاڑی کی طرح گزرتا جا رہا تھا۔ جہاں سے گزر رہا تھا، وہاں کے لوگ شدید حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اسے گزرنے کا راستہ دے رہے تھے۔ اس طرح وہ پندرہ منٹ کے اندر اس شہر سے باہر نکل گیا پھر وہاں سے ایک سمت جانے لگا۔ تمام تعاقب کرنے والے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔

ایشورارا ابھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس شہر سے باہر جا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان کے سفری بیگ بالکل ایک جیسے ہیں۔ اگر انٹیلی جنس والے اس کے ساتھ بھی وہی بیگ دیکھیں گے جو بگولا کے ساتھ دیکھ چکے ہیں تو اس پر بھی شبہ کریں گے پھر اس کا بھی پیچھا کریں گے۔

اس نے ٹیکسی میں سفر کرنے کے دوران میں خیال خوانی کا سلسلہ جاری رکھا۔ پہلے یہ اطمینان کیا کہ بگولا بخیریت اس شہر سے دور جا چکا ہے پھر اس نے پیرس کے اعلیٰ عہدیدار کے ذریعے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی جو بن غازی آنے کے لیے پیرس کے ایرپورٹ پہنچے ہوئے تھے۔

وہ ٹیکسی میں مشین کو اوپن نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح خالدہ کے ذریعے سونیا کے بارے میں مزید معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ایک بار خالدہ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔

اس نے انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر رہ کر ایرپورٹ میں دور دور تک دیکھا۔ ایک جگہ اسے خالدہ نظر آ گئی لیکن وہ اب تنہا تھی۔ وزیٹر لابی میں کھڑی اُدھر دیکھ رہی تھی جدھر سونیا بورڈنگ کارڈ لینے گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب سونیا تنہا رہے گی اور وہ اسے دیکھ نہیں پائے گا۔

ابھی وہ کئی گھنٹوں تک اس مشین کو استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ شہر سے باہر بہت دور اس نے ٹیکسی رکوائی، کرایہ ادا کر کے ٹیکسی والے کو رخصت کیا پھر کھڑے ہو کر دونوں پاؤں جوڑے اور تیز رفتاری سے ایک سمت جانے لگا۔ وہ بن غازی شہر سے نکل آیا تھا۔ اب اس ملک لیبیا سے بھی نکل کر آگے ’چاڈ‘ کی طرف جا رہا تھا۔ اس سے آگے بھی جا سکتا تھا۔ جب تک اسے کہیں محفوظ پناہ گاہ نہ ملتی، اسے دلی اطمینان نہ ہوتا۔ اس وقت تک وہ کہیں قیام کرنا نہیں چاہتا تھا اور جب تک کہیں آرام سے قیام نہ کرتا، اس وقت تک مشین کو آپریٹ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے سونیا اور خالدہ کی جو باتیں سنی تھیں۔ اس سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب سونیا بن غازی کی طرف ہی آئے گی۔ اسی فلائٹ میں تین ملکوں کے انٹیلی جنس والے بھی سفر کرنے والے تھے۔

وہ وقفے وقفے سے ان انٹیلی جنس والوں کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔ وہ جس جہاز میں سوار ہوئے تھے۔ وہ اب پرواز کر رہا تھا۔ اس نے انٹیلی جنس کے ایک افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سیٹ سے اٹھایا پھر اس کے ذریعے آگے پیچھے دور تک دیکھنے لگا۔ یہ اندازہ کرنے لگا کہ کتنی عورتیں ایسی ہیں جو تنہا سفر کر رہی ہیں؟ ان تنہا عورتوں میں سے ایک سونیا ہو سکتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ سب ہی اپنے شوہر، باپ یا بھائی کے ساتھ سفر کر رہی ہیں۔ صرف ایک عورت تنہا پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے عرب عورتوں کی طرح عبا پہنی ہوئی تھی اور سر پر اسکارف باندھا ہوا تھا۔

ایشورارا نے افسر کے ذریعے اس عورت کو مخاطب کیا تو پتا چلا کہ وہ گونگی ہے۔ اسے یقین نہیں آیا، اس نے یہی سمجھا کہ سونیا مکّاری دکھا رہی ہے۔ کسی کو اپنی آواز نہیں سنا رہی ہے۔ یہ نہیں چاہتی ہے کہ ایشورارا اس کی آواز سن سکے۔

وہ تیز رفتاری سے فاصلے طے کرتا ہوا لیبیا کی سرحد سے گزر کر ”چاڈ“ کے علاقے میں پہنچا، وہ کسی چھوٹی سی بستی یا کسی چھوٹے سے ٹاؤن میں جا کر لوگوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ کسی بڑے شہر میں جاتا تو وہاں بھیڑ میں کھو جاتا۔ کوئی اس کی

طرف توجہ نہ دیتا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کسی بڑے شہر میں پہنچنے کے بعد وہ اپنا بیگ کہیں پھینک دے گا۔ اپنا تمام ضروری سامان کسی نئے بیگ میں رکھ لے گا۔ آئندہ کسی کو بھی کسی طرح کا شبہ نہیں کرنے دے گا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اس ملک میں بڑا شہر کس سمت میں ہے؟ اور اسے کتنی دیر تک ایسی ہی تیز رفتاری سے سفر کرنا ہوگا؟ وہ ایسی معلومات اس مشین کے ذریعے ہی حاصل کرسکتا تھا اور حالات ایسے تھے کہ اسے مشین کو آپریٹ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

وہ ایک گھنے درخت کے سائے میں آکر رک گیا۔ دن کے دس بج رہے تھے۔ وہ تیز دھوپ اور شدید گرمی کے باعث پسینے میں نہا رہا تھا۔ گھنے درخت کے سائے میں ٹھنڈی ہوا تھی۔ وہاں ذرا دم لے کر خیال خوانی کے ذریعے ادھورا کام مکمل کرنا چاہتا تھا۔ وہ مشین بہت ہی بھاری قوت کی بیٹری کے ذریعے چلتی تھی لیکن وہ اپنے آس پاس کے ماحول سے غافل نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس نے تیز رفتاری سے گزرتے وقت کتنے ہی جنگلی درندوں کو دیکھا تھا، ایسی جگہ خیال خوانی کرتے ہوئے دماغی طور سے غیر حاضر رہنا مناسب نہیں تھا۔

اس نے بگولا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ”تم کہاں ہو؟ خیریت سے ہو؟“

”یس باس...! میں مصر میں پہنچ گیا ہوں اور اسکندریہ کی طرف جارہا ہوں۔“

اس نے کہا۔ ”کسی ایک مناسب جگہ رک جاؤ۔ ابھی تمہیں خیال خوانی کرنی ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے میرے دماغ میں پہنچو۔“

وہ دماغی طور سے حاضر ہوگیا۔ چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھنے لگا۔ کہیں دور سے شیر کے ڈھاڑنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے دونوں پیروں کو جوڑا پھر تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بگولا نے اس کے اندر آکر کہا۔ ”میں حاضر ہوں میرے آقا!“

وہ ایک جگہ رک کر بولا۔ ”میں تمہیں انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے ذریعے ہوائی جہاز کے پائلٹ تک پہنچنے کی کوشش کرو پھر اس کے ذریعے کو پائلٹ کے اندر بھی پہنچو۔ اس کے بعد میرے پاس آؤ۔“

اس نے بگولا کو انٹیلی جنس کے اس اعلیٰ افسر کے پاس پہنچا دیا جو دوسرے ملکوں کے افسران کے ساتھ ہوائی جہاز میں سفر کر رہا تھا۔ اسے اس عورت کے متعلق بھی بتایا جو جہاز کی آخری قطار میں بیٹھی تھی۔ اس نے کہا۔ ”یہ فرہاد علی تیمور کی وائف سونیا ہوسکتی ہے۔ یہ میری جانی دشمن ہے اور مجھے قتل کرنے کے لیے بن غازی پہنچنا چاہتی ہے۔ اس سے پہلے ہی اسے تمام دشمنوں کے ساتھ موت کی پستیوں میں گرا دینا ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے پھر دونوں پاؤں جوڑے اور تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔ ایک دریا کے کنارے چھوٹی سی بستی تھی۔ اس بستی سے ذرا دور ہرے بھرے درختوں کے جھنڈ میں ایک خوبصورت سا کاٹیج بنا ہوا تھا۔ اس نے کاٹیج کے قریب چھپ کر دیکھا۔ وہاں دو بوڑھے میاں بیوی تھے۔ ان کی باتیں سن کر معلوم ہوا کہ وہ دوائیں تیار کرنے کے لیے اس جنگل سے بڑی قیمتی جڑی بوٹیاں حاصل کرتے ہیں۔

وہ تھک گیا تھا۔ اس کاٹیج کو عارضی پناہ گاہ بنا کر آرام کرسکتا تھا اور اپنا بہت سا کام بھی نمٹا سکتا تھا۔ اس نے بوڑھے میاں بیوی کے دماغوں پر قبضہ جمالیا۔ ان پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے کے بعد انہیں آدھے گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سلا دیا پھر چپ چاپ اس کاٹیج میں داخل ہوکر وہاں چھپ گیا تاکہ بستی کے لوگ اسے دیکھ نہ پائیں۔

ایسے وقت بگولا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”میں نے پائلٹ اور کو پائلٹ کے دماغوں میں جگہ بنالی ہے۔“

وہ بگولا کے اندر آکر پائلٹ اور کو پائلٹ کے اندر پہنچ گیا پھر ان دونوں نے ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر جہاز کی پرواز میں خرابی پیدا کی۔ وہ بڑی تیزی سے نیچے جانے لگا۔ مسافر چیخنے چلانے لگے، انٹیلی جنس کے جاسوس دوڑتے ہوئے پائلٹ کیبن کی طرف آئے مگر زیادہ وقت نہیں تھا۔ جہاز اتنی تیزی سے نیچے آکر گرا کہ اس کا انجام دیکھنے کے لیے وہ دونوں وہاں نہ رہ سکے۔ ان کی سوچ کی لہریں مردہ دماغوں سے باہر نکل آئیں۔

اس نے بگولا سے کہا۔ ”میں نے ایک جگہ عارضی پناہ حاصل کی ہے۔ اب میں اس مشین کے ذریعے دشمنوں کی خبر لوں گا۔ تم اپنا خیال رکھو۔ تمہارا وہ سفری بیگ اور وہ غیر معمولی جوتے تمہاری پہچان بن سکتے ہیں۔ لہٰذا انسانی آبادی میں پہنچنے سے پہلے جوتے چھپا دیا کرو اور سفری بیگ کو جلا ڈالو۔ اپنا ضروری سامان کسی دوسرے بیگ میں رکھو۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔“

وہ بوڑھے میاں بیوی ایک کمرے میں تنویمی نیند پوری کر رہے تھے۔ وہ دوسرے کمرے میں آکر اپنے سامنے مشین رکھ کر آرام سے بیٹھ گیا پھر اسے آن کرنے کے بعد آپریٹ کرنے لگا۔ اس کی اسکرین روشن ہوگئی۔ اس نے سب سے پہلے سونیا کے نمبر پنچ کیے۔ اسے امید تھی کہ وہ اس جہاز کے ساتھ



... ہو چکی ہے پھر بھی مشین کے ذریعے یقین کرنا چاہتا تھا۔

اسے اسکرین پر ایک ٹیکسی دکھائی دے رہی تھی۔ ڈرائیور ٹیکسی چلا رہا تھا مگر اگلی اور پچھلی سیٹیں خالی تھیں۔ پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا ایک گلاب کا پھول کہہ رہا تھا۔ ”حسرت ان پھولوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے...“

سونیا نے کہا تھا کہ جب تک وہ پھول کھلا رہے گا، اس وقت ایشورارا خیر خیریت سے رہے گا۔ جب وہ مرجھانے لگے گا تو اس کی شامت آجائے گی۔ وہ صبح سات بجے بن غازی سے فرار ہوا تھا۔ بڑی تیز رفتاری سے سیکڑوں میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد دن کے بارہ بجے اس کاٹیج میں پہنچا تھا۔ اس ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا گلاب کا پھول ابھی تر و تازہ تھا۔ اس پھول کی موجودگی کہہ رہی تھی کہ اس کے پاس ہی سونیا بیٹھی ہوئی ہے۔

پھول تو نہیں مرجھایا، ہاں مگر وہ خود مایوسی سے مرجھا گیا۔ ایسے وقت سونیا کی آواز سنائی دی۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔ ”گاڑی یہیں روک دو۔“

ڈرائیور نے سڑک کے کنارے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ ”آپ تو پرل ہوٹل جانا چاہتی تھیں؟“

اس کی آواز سنائی دی۔ ”میں کسی ہوٹل میں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھتی۔ یہ لو پچاس ڈالر۔“

ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کے ہاتھ میں پچاس ڈالر آگئے پھر وہ پھول سیٹ سے اچانک ہی غائب ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سونیا نے اسے اٹھالیا ہے۔ ایشورارا دیکھ رہا تھا پچھلی سیٹ کا ایک دروازہ کھل گیا تھا پھر چند سیکنڈ بعد وہ بھی زوردار آواز کے ساتھ بند ہوگیا۔

ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے چلا گیا تو اسکرین بالکل سادہ ہوگئی۔ اب اس مشین کے پاس سونیا تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ نہیں تھا۔ پہلے وہ ایک پھول کے ذریعے اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی پھر ڈرائیور کے ذریعے پتا چلا کہ وہ پچھلی سیٹ پر ہے۔ جب وہ ٹیکسی کا کرایہ ادا کرکے اس سے اتری تو ایک وسیلہ ختم ہوگیا اور جب ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرکے وہاں سے چلا گیا تو دوسرا وسیلہ بھی ختم ہوگیا۔ آئندہ جب تک کوئی اس سے بات نہ کرتا اور اس کے پاس پہنچنے کا وسیلہ نہ بنتا تب تک وہ مشین اسے ڈھونڈ نہ پاتی۔

کیسی عجیب دشمنی تھی؟ اس نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا اور نہ ہی یہ سوچا تھا کہ موت اس طرح بھی آنکھ مچولی کھیلتی ہے۔ اس نے ڈرائیور کی باتیں سنی تھیں۔ وہ فوراً ہی اس کے لب و لہجہ کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق گاڑی کو ایک یوٹرن دیا پھر واپس اُدھر جانے لگا جدھر سونیا کو چھوڑ کر آیا تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر گاڑی سے نکل کر دور تک اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

وہ بیچارہ اس کی مرضی کے مطابق وہاں کے بازار میں اور مختلف گلیوں میں تیز رفتاری سے چلتا رہا۔ اسے ڈھونڈتا رہا۔ اس دوران میں اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ رباط شہر ہے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آگئی کہ سونیا نے بن غازی جانے والی فلائٹ چھوڑ دی تھی اور دوسری فلائٹ کے ذریعے رباط آگئی تھی۔ وہ اس ڈرائیور کے ذریعے اسے ڈھونڈ نہ سکا۔ تھک ہار کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔

وہ بوڑھے میاں بیوی نیند سے بیدار ہوگئے تھے۔ ان کے ذہنوں میں یہ نقش ہوگیا تھا کہ ان کے گھر ایک مہمان آیا ہوا ہے۔ وہ ان کا ایک شناسا ہے جو وہاں کچھ روز رہنے کے بعد چلا جائے گا۔

دونوں میاں بیوی نے اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا پھر بیوی اس کے لیے کھانا تیار کرنے لگی اور وہ بوڑھا جڑی بوٹیوں کی تلاش میں وہاں کے مقامی باشندوں کے ساتھ کہیں چلا گیا۔ ایشورارا نے اپنے سفری بیگ کو جلا دیا۔ اس بوڑھی خاتون سے دوسرا بیگ لے کر اپنا تمام سامان اس میں رکھ لیا۔ ان غیر معمولی جوتوں کو بھی اس بیگ میں چھپا دیا۔ اس حد تک اطمینان حاصل ہوا کہ وہ اس ویرانے میں آرام سے کسی اندیشے کے بغیر کچھ روز تک رہ سکتا ہے۔

ویسے صرف اس پہلو سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ وہ جگہ محفوظ ہے لیکن سونیا دو دھاری تلوار کی طرح سر پر لٹک رہی تھی۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ اس دشمن عورت سے کتنی دور ہے؟ اور آئندہ اور کتنی دور جاسکتا ہے؟

اس نے مشین کے ذریعے افریقہ کا نقشہ دیکھا اور یہ معلوم کیا کہ وہ اس وقت افریقہ کے کس حصے میں ہے اور رباط شہر سے کتنے فاصلے پر ہے؟

پتا چلا کہ وہ لیبیا سے نکلنے کے بعد چاڈ کے کچھ حصے سے گزرتا ہوا الجیریا پہنچا تھا پھر وہاں سے فاصلے طے کرتا ہوا الجیریا کے سرحدی علاقے کے قریب پہنچا ہوا ہے۔ رباط وہاں سے صرف بارہ سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

وہ پریشان ہوکر اسکرین پر لکھے ہوئے رباط شہر کے نام کو تکنے لگا۔ وہ سونیا اور انٹیلی جنس والوں سے دور بھاگنے کے لیے جنوبی افریقہ کے دور افتادہ کسی علاقے میں جانا چاہتا تھا لیکن بھٹک گیا تھا۔ سفر کے دوران میں سمت بدل گئی تھی اور وہ سیدھا

مراکش کے قریب پہنچ گیا تھا۔ تمام انٹیلی جنس والے تو مارے گئے تھے لیکن وہ اپنی موت بن کر آنے والی کو مار نہ سکا تھا۔ جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔ اسی طرح وہ سونیا کی طرف کھنچا چلا آیا تھا۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ”میری سلامتی اسی میں ہے کہ جلد از جلد کسی بڑے شہر میں پہنچ کر ہوائی جہاز کے ذریعے افریقہ چھوڑ دوں اور کسی دوسرے براعظم میں چلا جاؤں۔“

اسکرین پر افریقہ کا نقشہ بتا رہا تھا کہ اس وقت وہ دریا کے کنارے والے جس کاٹیج میں موجود ہے۔ وہاں سے دریا پار کرنے کے بعد جو قریبی شہر ہے وہ سن سٹی ہے۔ یعنی وہ گھوم پھر کر پھر اس شہر میں پہنچنے والا تھا جہاں سے اس کی تباہی شروع ہوئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ ”یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میرے پچیس ساتھی مارے گئے۔ مجھے ان دشمنوں سے انتقام لینے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ سونیا ایسے پُراسرار انداز میں میرا تعاقب کر رہی ہے کہ میں اس سے دور بھاگنے کے باوجود پلٹ کر اس کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ میری سلامتی اسی میں ہے کہ میں جلد از جلد سے یورپ امریکہ یا ایشیا کی طرف چلا جاؤں۔“

وہ سن سٹی یا قریب کے کسی اور شہر کی طرف جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ الجیریا میں ایسا کون سا شہر ہے جہاں فضائی سروس موجود ہے اور اسے وہاں سے جانے کے لیے چند گھنٹوں میں کوئی فلائٹ مل سکتی ہے؟

اس نے جس بوڑھے میاں بیوی کے کاٹیج میں پناہ لی تھی۔ اس بوڑھے شخص کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ بوڑھا جرمنی کی ایک بہت بڑی دوا ساز کمپنی کا ماہر نباتات ہے۔ دوا ساز کمپنی کے لیے جڑی بوٹیاں فراہم کرتا ہے۔ اس کے پاس ہر پندرہ بیس دن میں ایک ہیلی کاپٹر آتا ہے یا وہ فون کر کے کہتا ہے کہ ہیلی کاپٹر وہاں پہنچایا جائے تاکہ جڑی بوٹیوں کا ذخیرہ یہاں سے بھیجا جا سکے۔

ایشورارا خوش ہو گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے بہ آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکتا تھا۔ پتا چلا کہ اس جرمن دوا ساز کمپنی کا ایک برانچ آفس قاہرہ میں ہے۔ وہاں سے ہیلی کاپٹر آتا ہے پھر واپس وہیں جاتا ہے۔ اس نے بوڑھے ماہر نباتات کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق فون کے ذریعے دوا ساز کمپنی کے متعلقہ افسر سے بولا۔ ”یہاں جڑی بوٹیوں کا اچھا خاصا ذخیرہ ہو گیا ہے، میں چاہتا ہوں، ابھی ایک ہیلی کاپٹر بھیجا جائے۔ یہاں میرا ایک مہمان بیمار ہے۔ میں اسے بھی قاہرہ پہنچانا چاہتا ہوں۔“

وہاں سے جواب ملا کہ ہیلی کاپٹر سہ پہر تین بجے تک وہاں پہنچ جائے گا۔

اسے ذرا اطمینان حاصل ہوا۔ اس وقت دو بجنے والے تھے۔ ایک گھنٹے بعد وہ یہاں سے پرواز کرتے ہوئے شام چھ بجے تک قاہرہ پہنچ سکتا تھا۔ اس نے پچھلی رات سے اب تک فون بند رکھا تھا۔ جب سے لندن کے میرج ہال میں اکابرین کے بے شمار رشتے داروں کو ہلاک کیا تھا۔ تب سے وہ فون کے ذریعے اور خیال خوانی کے ذریعے موسس سے اور دوسرے اکابرین سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔

پھر پچھلی رات اس کے تین ماتحت رنداوا، کونداوا اور بے تابہ مارے گئے تھے۔ وہ فون آن کر کے ان دشمنوں کو غصہ دکھا سکتا تھا۔ ان کے خلاف جوابی کارروائی کی دھمکیاں دے سکتا تھا لیکن سونیا کے معاملے میں ایسا الجھا تھا کہ اس الجھن سے نجات نہیں مل رہی تھی۔ اب ذرا آسودگی ملی تھی۔ یہ اطمینان ہو رہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے بعد وہاں سے قاہرہ پہنچ جائے گا پھر قاہرہ سے جتنی جلدی ممکن ہوگا، کسی دوسرے براعظم میں چلا جائے گا۔

اس نے فون کے ذریعے موسس کو مخاطب کر کے کہا۔ ”تم اپنے کمینے پن سے باز نہیں آئے۔ پچھلی رات تم نے میرے تین ماتحتوں کو مار ڈالا۔“

وہ بولا۔ ”ایشورارا! تُو ہمیں خوامخواہ الزام نہ دے۔ تیرے ان تین بندوں کو ہم نے نہیں فرہاد نے مارا ہے۔“

”اس سے پہلے بھی تُو نے میرے بائیس آدمیوں کی ہلاکت پر فرہاد کو الزام دیا تھا۔ بعد میں اس الزام کو تسلیم کر لیا تھا۔ بہتر ہے کہ مجھ سے بحث نہ کر، جھگڑا ہمارے درمیان ہو رہا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ فرہاد خاموش تماشائی ہے پھر یہ کہ میں تجھ سے تیرے جرم کا اقرار کرانا نہیں چاہتا بس ایک بات جاننا ہوں کہ اس کے بدلے تیرے اور کتنے آدمیوں کو ہلاک کرنا ہے؟“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”دیکھ ایشورارا! تُو نے لندن میں بے شمار بے گناہ افراد کو ہلاک کیا ہے پھر یورپ کی انٹیلی جنس کے بارہ افسران جو بن غازی کی طرف جا رہے تھے۔ تُو نے ان کے ہوائی جہاز کو بھی تباہ کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ کتنے ہی بے گناہ مسافر مارے گئے ہیں۔ تُو معصوم اور بے گناہ شہریوں کو کیوں ہلاک کر رہا ہے؟“

”میں تیرے کسی سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔ بس یہ کہنے کے لیے فون کیا ہے کہ آج کسی بھی وقت یورپ اور امریکہ کے اکابرین میں سے بے شمار مارے جائیں گے۔ میں ایسی موت ہوں کہ مجھ سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ تو انہیں بچا سکتا ہے تو بچا لے۔“

اس نے جلدی سے کہا۔ ”پلیز فون بند نہ کرنا۔ میری ایک بات سن لے۔ ہم سے سمجھوتا کر لے۔ تُو جتنی شرائط منوائے گا ہم مان لیں گے۔ اپنے سامنے جھکنے کو کہے گا ہم جھک جائیں گے۔ تیرے مطیع اور فرمانبردار بن جائیں گے۔ تجھے اپنا حکمران تسلیم کر لیں گے۔“

”میں ضرور اپنی شرائط منواؤں گا اور تم لوگوں پر حکومت کروں گا لیکن اپنے تین خاص ماتحتوں کی موت کا انتقام لینے کے بعد ... بس اب اس فون پر چند گھنٹوں کے بعد رابطہ ہوگا۔“

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ گھڑی دیکھی ٹھیک دو بجے تھے۔ وہ سوچنے لگا، کیا ایک گھنٹے کے اندر انتقامی کارروائی کر سکے گا؟ کیا قاہرہ پہنچ کر ایسی کارروائی کرنی چاہیے؟

عقل نے سمجھایا۔ ”پہلے سونیا کی خبر لی جائے۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ ایسا نہ ہو کہ اچانک ہی موت بن کر سامنے چلی آئے؟ پھر سامنے آئے گی تب بھی نظر نہیں آئے گی۔ پتا نہیں اس پر کیسا جادو کیا گیا ہے کہ ہماری حیرت انگیز مشین بھی اس کے سامنے ناکارہ ہو گئی ہے؟“

اس نے مشین میں سونیا کے نمبر پنچ کیے۔ اسکرین روشن ہوئی۔ دوسرے ہی لمحے پھر گلاب کا پھول دکھائی دیا۔ وہ پھول فلائنگ کمپنی کے ایک آفس کے کاؤنٹر پر رکھا ہوا تھا اور کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا ہوا ایک شخص اپنے سامنے کھڑی سونیا سے کہہ رہا تھا۔ ”میڈم ...! جہاز اور ہیلی کاپٹر اپنے وقت پر یہاں سے پرواز ہوتے ہیں۔ ایک ہیلی کاپٹر میں آپ کی سیٹ او کے ہو چکی ہے۔ وہ ایک گھنٹے بعد پرواز کرے گا۔“

سونیا کی آواز سنائی دی۔ ”نو پرابلم ...... میں یہاں قریبی مارکیٹ میں جا کر شاپنگ کروں گی۔ میرا وقت گزر جائے گا۔ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ یہاں آؤں گی تو پرواز کا وقت ہو چکا ہوگا۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی گلاب کا پھول بھی کاؤنٹر سے غائب ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سونیا نے اسے اٹھا لیا تھا۔ وہ کاؤنٹر مین مشین میں فکس ہو چکا تھا۔ اس لیے دکھائی دے رہا تھا۔ وہ یا وہاں سے شاید جا چکی تھی۔ ایشورارا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے کہاں جا رہی ہے؟

کاؤنٹر مین کی سوچ نے کہا۔ ”میڈم نے ایک ٹو سیٹر ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کیا ہے۔ وہ الجیریا کے ساحلی علاقے میں [illegible]اتی ہیں۔“

اس کے خیالات پڑھتے ہی ایشورارا ایک بار پھر حیرانی سے اچھل پڑا۔ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا کہ سونیا کس طرح اس کا سراغ لگا لیتی ہے؟ وہ صحیح سمت کا تعین کرتی ہوئی ادھر آنے والی تھی۔ یہ اگرچہ پریشانی کی بات تھی۔ تاہم یہ اطمینان بھی تھا کہ اس سے پہلے ہی وہ یہاں آنے والے ہیلی کاپٹر کے ذریعے قاہرہ پہنچ جائے گا۔

ایشورارا اس شخص کے اندر پہنچا جو قاہرہ سے ہیلی کاپٹر لے کر آ رہا تھا۔ پتا چلا کہ وہ آدھے گھنٹے کے اندر پہنچنے والا ہے۔ وہ اس آدھے گھنٹے میں سونیا کے خلاف بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس کاؤنٹر مین کے ذریعے دوسروں کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ اس طرح اسے فلائنگ کمپنی کے ایک سیکیورٹی افسر کے اندر جگہ مل گئی۔ وہ اسے وہاں کی ایک قریبی مارکیٹ میں لے گیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہاں جو جوان عورت ہاتھ میں گلاب کا پھول لیے ہوئے ہوگی۔ اس کے متعلق وہ بتائے گا کہ وہ مارکیٹ میں کہاں ہے؟ اور کیا کر رہی ہے؟

وہ اس سیکیورٹی افسر کے ذریعے سونیا کو بڑی آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا۔ اسے مارکیٹ کی طرف لے جانا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی سونیا کاؤنٹر کی طرف آ گئی۔ چونکہ اس سیکیورٹی افسر کا تعلق ایشورارا کے شیطانی ارادے سے ہو گیا تھا۔ اس لیے سونیا اسے بھی نظر نہیں آئی۔ کاؤنٹر مین نے اس آفیسر سے کہا۔ ”تم جس میڈم کے بارے میں پوچھ رہے تھے وہ یہی ہیں۔“

اس کاؤنٹر مین نے سونیا کی طرف اشارہ کیا۔ سیکیورٹی افسر نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم کس کی بات کر رہے ہو؟ وہاں تو کوئی نہیں ہے۔“

ایشورارا اب تک خیال خوانی کے ذریعے اس سیکیورٹی افسر کے اندر تھا۔ اس نے فوراً ہی مشین میں سونیا کے نمبر فیڈ کیے۔ اسے وہ کاؤنٹر مین اور وہ سیکیورٹی افسر دکھائی دینے لگے لیکن سونیا نظر نہیں آ رہی تھی۔ کاؤنٹر مین کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ اس کے سامنے ہی کاؤنٹر کے دوسرے طرف کھڑی ہے۔

پھر اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”تم نے جو ہیلی کاپٹر سے متعلق کاغذات دیے تھے وہ میں یہیں بھول گئی ہوں۔“

کاؤنٹر مین نے کہا۔ ”جی ہاں، وہ کاغذات میں نے سنبھال کے رکھے ہیں۔“

سیکیورٹی افسر شدید حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ ”مجھے کسی عورت کی آواز سنائی دے رہی ہے لیکن وہ نظر نہیں آ رہی ہے۔“

کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا ہوا شخص وہاں سے نکل کر سونیا کے قریب آیا پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ ”کیا تم اندھے ہو گئے

ہو۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور یہ تمہیں نظر نہیں آرہی ہیں۔"

سیکیورٹی افسر نے ایشورارا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "بس اسی طرح اس کا ہاتھ پکڑے رہنا۔ تم اسے نہ چھوڑنا۔"

یہ کہتے ہوئے اس افسر نے ہولسٹر سے اپنا ریوالور نکالا پھر سونیا کی طرف نشانہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تمہارے برابر کھڑی ہوئی ہے ناں....؟"

کاؤنٹر مین نے گھبرا کر کہا۔ "یہ تم کیا کررہے ہو؟ اس میڈم کو گولی کیوں مارنا چاہتے ہو؟"

آفیسر نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ اس بات کی تصدیق کرو۔ یہ بالکل تمہارے برابر کھڑی ہوئی ہے یا نہیں؟"

وہ بولا۔ "ہاں، یہ بالکل میرے ساتھ لگی کھڑی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سیکیورٹی افسر نے ٹریگر کو دبایا...... ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی، سونیا اس وقت تک بیٹھ گئی تھی۔ گولی پیچھے کھڑے ایک شخص کو لگی۔ اس نے اچھل کر آفیسر کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوگیا۔ اس نے دوسری کک اس کے ہاتھ پر ماری۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ فائرنگ کی آواز سن کر کتنے ہی لوگ وہاں چلے آئے تھے۔ سیکیورٹی گارڈز نے اپنے افسر کو گرفت میں لے کر پوچھا۔ "یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ کیوں خوامخواہ ان میڈم کو گولی مارنا چاہتے تھے؟ وہ دیکھیں آپ نے کسی دوسرے کو مار ڈالا ہے۔ یو آر انڈر اریسٹ..."

ایشورارا بڑی بے بسی سے اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہاں تمام لوگوں کو وہ نظر آرہی تھی مگر اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے جسے آلۂ کار بنایا تھا، وہ بھی اس کی طرح اندھا ہوگیا تھا۔ اس کے اندھے پن سے فائدہ اٹھا کر سونیا نے اس کی پٹائی کی تھی اور اسے قانون کے شکنجے میں پہنچادیا تھا۔

وہ فی الحال کسی اور کو آلۂ کار بنا کر پھر اس پر حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ محتاط رہنا اور بچنا جانتی تھی۔ اس کے متعلق بڑی سنجیدگی سے غور کرنا تھا کہ اسے کس طرح ٹریپ کرکے ہلاک کیا جاسکتا ہے؟

ویسے بھی کافی وقت گزر گیا تھا۔ قاہرہ سے آنے والے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے کاٹیج سے باہر نکل کر دیکھا تو ایک ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرتا ہوا کھلے میدان میں آرہا تھا اور وہاں اترنے والا تھا۔ وہ بوڑھی خاتون کا شکریہ ادا کرکے اپنے سفری بیگ کو اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا میدان میں آیا۔ ایک چھوٹی سی گاڑی کے پچھلے حصے میں طرح طرح کی ڈھیر ساری جڑی بوٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ انہیں اٹھا کر اس ہیلی کاپٹر میں رکھا جارہا تھا۔ اس ماہر نباتات نے ہیلی کاپٹر میں آنے والوں سے ایشورارا کا تعارف کرایا۔ ان سے کہا۔ "یہ میرے مہمان ہیں۔ کچھ بیمار ہیں۔ قاہرہ جا کر اپنا علاج کرانا چاہتے ہیں۔ پلیز، انہیں اپنے ساتھ لے جائیں۔"

اس طرح اس نے سفر کی سہولت حاصل کی اور بہ آسانی قاہرہ پہنچ گیا۔ سونیا نے ہیلی کاپٹر کی بکنگ کینسل کرادی۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ کاؤنٹر مین وغیرہ کے ذریعے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ تک بھی پہنچے گا پھر اس کے ذریعے پرواز کے دوران اسے نقصان پہنچانا چاہے گا۔

یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ ایشورارا بہت زیادہ خطرہ محسوس کررہا ہے۔ اسے مشین کے ذریعے معلوم ہوچکا ہے کہ وہ اس کی طرف آرہی ہے۔ یقیناً وہ جگہ بدل چکا ہوگا۔

وہ تھوڑی دیر بعد فلائنگ کمپنی کی عمارت سے باہر آئی پھر کھلی فضا میں سر اٹھا کر کچھ سونگھنے لگی۔ پتا چلا کہ اب وہ الجیریا کے سرحدی علاقے میں نہیں ہے۔ وہاں سے دوسری سمت جارہا ہے۔

وہ ایک جگہ آرام سے بیٹھ گئی۔ یہ معلوم ہورہا تھا کہ وہ افریقہ کے شمال کی طرف جارہا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد معلوم ہوا کہ اس کا رخ شمال مشرق کی طرف ہوگیا ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اس کی مخصوص بو ایک جگہ ٹھہر گئی۔ وہ افریقہ کے مشرقی شمالی حصے میں پہنچ چکا تھا۔ قاہرہ، اسکندریہ یا ان کے آس پاس کے کسی علاقے میں تھا بہرحال مصر کی حدود میں ہی۔

اس نے رباط انٹرنیشنل ایئرپورٹ پہنچ کر قاہرہ جانے کے لیے ایک سیٹ او کے کرائی۔ دو گھنٹے بعد وہ فلائیٹ وہاں سے روانہ ہونے والی تھی۔ اس بار اس نے طے کرلیا کہ پھول کو اپنے پاس ہی رکھے گی۔ اسے ہاتھ سے نہیں چھوڑے گی۔ نہ ہی ایشورارا کو یہ معلوم ہونے دے گی کہ اب وہ کہاں ہے؟ اور اسی طرح چپ چاپ اس کے پیچھے قاہرہ پہنچ جائے گی۔

ایشورارا نے قاہرہ کے ایک ہوٹل میں پہنچتے ہی کمرے کو اندر سے بند کیا پھر سونیا کو اسکرین پر تلاش کرنے لگا۔ اسکرین سادہ تھی۔ اس کی انگلیاں کی بورڈ پر چلنے لگیں۔ تحریر ابھرنے لگی۔ وہ مشین سے کہہ رہا تھا۔ "سونیا کو تلاش کیا جائے۔ وہ نظر نہ آئے۔ کوئی بات نہیں لیکن جس ماحول میں ہے، اس ماحول کو اسکرین پر پیش کیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد اسکرین پر جواب موصول ہوا "یہ ممکن نہیں ہے۔ جب تک وہ کسی سے بات نہیں کرے گی، کسی کو اپنا وسیلہ نہیں بنائے گی۔ تب تک اس کا اور اس کے ماحول کا سراغ نہیں لگایا جاسکے گا۔"



وہ تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ یہ تو دیکھ ہی چکا تھا کہ وہ جہاں جاتا تھا، سونیا وہاں کا سراغ لگا لیتی تھی۔ وہ اس غیر معمولی مشین سے زیادہ عجیب و غریب تھی۔ مشین اسے ڈھونڈ نہیں پارہی تھی۔ اس کے برعکس وہ اس کا صحیح ٹھکانا معلوم کرلیتی تھی۔

یہی سوال ہر بار اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا، کیا اب بھی اسے معلوم ہوگا کہ اس کا شکار قاہرہ پہنچا ہوا ہے؟ یقیناً اسے معلوم ہوگا۔ اس کے پیچھے روحانی قوتیں ہیں جو اسے درست منزل تک پہنچاتی رہتی ہیں۔

کمیونیکیشن مشین سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ دی گریٹ ایشورارا اسے مخاطب کررہا تھا۔ اس نے اسے آپریٹ کیا۔ تو اسکرین پر اس کی تحریر ابھرنے لگی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "تو کہاں ہے؟ پچھلے پندرہ گھنٹوں سے لاتعلق ہے۔ تجھے اپنے کام کی رپورٹ دینی چاہیے۔"

اس نے تحریری جواب دیا۔ "مجھے یہاں کے معاملات نے بری طرح الجھا دیا ہے۔ تجھے رپورٹ دی تھی کہ ہمارے دس آدمی ایک ہی رات میں مارے گئے ہیں۔ میں نے بھرپور انتقام لیا تھا۔ یورپ کے اکابرین کے بے شمار رشتے داروں کو ہلاک کیا تھا۔ انہوں نے بڑی تیزی سے جوابی کارروائی کی۔ دوسری رات میرے تین اہم ماتحت رندا وا، کونداوا اور بے تابہ کو ہلاک کردیا۔"

دی گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "اس حساب سے ہمارے دس آدمی مارے گئے ہیں۔ صرف تین ماتحت تیرے پاس رہ گئے ہیں۔ میں نے تاکید کی تھی، زمین پر پہنچ کر اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے ایسی دہشت پیدا کرنا ہے، جس کے نتیجے میں وہ لوگ خود کو بے دست و پا محسوس کرنے لگیں پھر وہ رفتہ رفتہ تمہارے آگے جھکنے لگیں گے۔

لیکن تُو نے وہاں پہنچ کر قتل عام شروع کردیا ہے۔ اس طرح وہ صدمہ برداشت کریں گے پھر صدمے کو بھول جائیں گے۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق وہ بھی جوابی کارروائی کریں گے اور کررہے ہیں۔ ہمارے پچیس آدمیوں کو مار چکے ہیں۔ ان کے بعد تیری باری بھی آسکتی ہے۔"

ایشورارا نے تحریری جواب بھیجا۔ "ابھی میں یہی کہنے والا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے والے اب تک ہمارے معاملے میں خاموش تھے لیکن انہوں نے سونیا کو میری ہلاکت کے لیے بھیجا ہے۔ پتا نہیں اس میں کیسی غیر معمولی قوت ہے کہ وہ اندھی ہوگئی ہے؟ مشین کے ذریعے بھی دکھائی نہیں دیتی۔ میں جہاں جاتا ہوں اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ میں کس شہر میں یا کس علاقے میں ہوں؟ میں کسی محفوظ پناہ گاہ کی تلاش میں صبح چھ بجے سے بھٹک رہا ہوں۔ لیبیا سے فرار ہوکر الجیریا تک گیا پھر پتا چلا کہ وہ وہاں پہنچنے والی ہے۔ وہاں سے پلٹ کر اب مصر کے شہر قاہرہ میں پہنچا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جلد ہی یہاں پہنچنے والی ہے۔"

"تیری موت ایک عورت کے ہاتھوں ہوگی۔ یہ تو ہم جانتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ تُو ایک عورت سے خوفزدہ ہوکر اس کے آگے آگے بھاگتا پھرے۔ تُو مرد ہے۔ تیرے پاس غیر معمولی آلات ہیں، ہتھیار ہیں۔ تُو پلٹ کر اس پر حملہ کرسکتا ہے۔ کسی بھی عورت کے ہاتھوں مارے جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سونیا ہی تجھے ہلاک کرے گی۔ کوئی دوسری عورت بھی تیری موت کا سبب بن سکتی ہے پھر سونیا سے خوفزدہ کیوں ہے؟ پلٹ کر اس پر حملہ کر۔ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے تجھ پر پہلا حملہ ہورہا ہے۔ اس کا منہ توڑ جواب دے۔"

"ٹھیک ہے، اب میں اس کا سامنا کروں گا۔ وہ مقابلے پر آئے گی تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

دی گریٹ ایشورارا کا حکم سن کر اس کے اندر حوصلہ پیدا ہوا، اس نے فیصلہ کرلیا کہ اب قاہرہ سے کہیں نہیں جائے گا۔ جو موت بن کر آرہی ہے اب اس کی موت بن کر دکھائے گا۔

دی گریٹ ایشورارا کا حکم سننے کے بعد اس کا مزاج بدل گیا تھا۔ دل سے خوف نکل گیا اُس نے یہ طے کرلیا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا لیکن اب ایک عورت سے خوفزدہ ہوکر نہیں رہے گا۔

اس نے ایک بار پھر مشین کو آن کیا۔ سونیا کو تلاش کرنے لگا۔ اگرچہ اس سے خوفزدہ نہیں تھا لیکن دشمن سے غافل بھی نہیں رہنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کیا قاہرہ پہنچ چکی ہے؟

وہ اسکرین پر نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے کوئی پروا نہیں کی۔ اب وہ موسس اور اکابرین سے نمٹنا چاہتا تھا۔ انہیں اسکرین پر دیکھنے لگا۔ وہ ایک دوسرے سے فون پر گفتگو کررہے تھے۔ موسس طویل گفتگو خیال خوانی کے ذریعے کیا کرتا تھا۔ اس وقت وہ امریکی فوج کے پانچ اعلیٰ افسران سے گفتگو کررہا تھا جو یوگا کے ماہر تھے۔ وہ اپنے اندر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ موسس کو پیشوائے اعظم کہتے تھے مگر اسے بھی یہی کہتے تھے کہ وہ فون کے ذریعے گفتگو کرے یا پھر کسی کو آلۂ کار بنا کر ان سے باتیں کیا کرے۔

اس وقت یہ موضوع زیرِ بحث تھا کہ ایشورارا نے طویل خاموشی کیوں اختیار کی ہے۔ اس نے اپنا فون بند کیوں کر رکھا

ہے اور اپنے دماغ میں کسی کو آنے کی اجازت کیوں نہیں دے رہا ہے؟
فوج کا ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا۔ "انٹر پول، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے جاسوس اسے تلاش کررہے ہیں۔ جلد ہی اس کا پتا معلوم کرکے فوراً اسے گرفتار کرلیں پھر تو ساری مصیبتوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔"
دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم وہ غیر معمولی مشین چھین کر اسے ہلاک کردیں گے۔ اگر اس میں ذرا سی بھی عقل ہے تو ایسا وقت آنے سے پہلے اسے ہم سے بات کرنی چاہیے۔ کسی بھی طرح کا سمجھوتا کرنا چاہیے۔"
موسس نے کہا۔ "اس کے روّیے سے پتا چلتا ہے کہ وہ فی الحال سمجھوتا کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا پلڑا بھاری ہے۔ وہ پے در پے ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔"
ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم نے ایک رات میں اس کے بائیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ اس نے جواباً لندن میں اکابرین کے بے شمار رشتے داروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔"
فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اے پیشوائے اعظم! ہم آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں لیکن آپ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی رازداری سے استعمال کررہے ہیں۔ ہمیں بھی اس کی خبر نہیں ہونے دیتے۔ آپ نے دوسری رات ایشورارا کے تین آدمیوں کو کیپ ٹاؤن کے ایک ہوٹل میں قتل کردیا۔ آپ کا یہ عمل جنگی حکمت عملی کے خلاف تھا۔ آپ کو کم از کم ہم سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔"
موسس نے جھنجلا کر کہا۔ "میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، میں نے ان تین آدمیوں کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ آپ کے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی قسم کھا کر یہی کہیں گے کہ ہم پر جھوٹا الزام لگایا جارہا ہے۔"
ایک افسر نے کہا۔ "بے شک، آپ پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ فرہاد علی تیمور نے ان تینوں کو ہلاک کیا ہے۔ ان کی ہلاکت کا الزام ہمارے سر تھوپ رہا ہے لیکن یہ کیسے ثابت کیا جائے گا کہ ہم بے گناہ ہیں اور فرہاد نے یہ واردات کی ہے؟"
ایک اور فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "پیشوائے اعظم.....! آپ ہماری بات کا برا نہ مانیں۔ ہمیں بھی آپ کی بات پر بھروسا نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی آپ ہمارے اعتماد کو توڑ چکے ہیں۔ ہمیں تاریکی میں رکھ آپ نے اس کے بائیس آدمیوں کو ہلاک کیا۔ آپ چاہتے تو ہم پانچ یوگا جاننے والے افسران کو بھی رازدار بنا سکتے تھے لیکن آپ نے نہ تو ایسا پہلے کیا اور نہ ہی بعد میں......"
ایک اور افسر نے کہا۔ "ہم سیدھی سی بات کرتے ہیں۔ فرہاد ہم پر الزام نہیں لگا رہا ہے بلکہ آپ فرہاد کے سر الزام تھوپ رہے ہیں۔ صرف ایشورارا کو ہی نہیں ہمیں بھی بیوقوف بنانا چاہتے ہیں۔"
موسس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ تم لوگوں کا بھروسا مجھ پر سے اٹھ چکا ہے۔"
"کیوں نہیں اٹھے گا؟ ہمارے لوگ مارے جارہے ہیں اور ہم خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ یورپ کی انٹیلی جنس کے بارہ افسران اور بہت ہی اہم تجربہ کار جاسوس ایک فلائیٹ کے ذریعے بن غازی کی طرف جارہے تھے۔ وہ جہاز کسی وجہ کے بغیر نیچے گر کر تباہ ہوگیا۔ صاف ظاہر ہے کہ ایشورارا انتقام لے رہا ہے۔ پتا نہیں اس کے بعد ہم اکابرین میں سے کس کی باری آئے گی؟ بہتر ہے، آپ کسی بھی طرح ایشورارا سے رابطہ کریں۔ اس سے سمجھوتے کی بات کریں۔ آپ تو آرام سے بیٹھے ہیں لیکن ہم اکابرین کو ہر طرف موت ہی موت نظر آرہی ہے۔ موت سے پہلے یہ اندیشہ بے موت مار رہا ہے کہ پتا نہیں ہم میں سے اب کس کی باری آئے گی؟"
ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اب آپ جائیں۔ ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔ پلیز آپ کسی بھی طرح اس سے رابطہ کریں۔"
انہوں نے فون کا رابطہ ختم کردیا۔ وہ پانچوں یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران بہت محتاط رہتے تھے۔ کسی سے فون پر بات کرتے وقت بھی اپنے کمرے میں کسی کو آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ موسس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد ایک اعلیٰ افسر نے انٹرکام کے ذریعے سیکیورٹی آفیسر سے کہا۔ "ہمیں کافی کی طلب ہے۔ کچھ اسنیکس کے ساتھ کافی لے آؤ۔"
ان کے وسیع و عریض کمرے میں صرف سیکیورٹی افسر ہی کسی کام سے آتا جاتا تھا۔ کسی اور کو وہاں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایشورارا نے انٹرکام کے ذریعے سیکیورٹی افسر کی آواز سنی۔ اس نے کہا۔ "یس سر! میں ابھی آپ کی مطلوبہ کافی اور اسنیکس لے کر حاضر ہوتا ہوں۔"
ایشورارا اس سیکیورٹی افسر کے اندر پہنچ گیا۔ اُدھر پانچوں اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے باتیں کررہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "ہم نے پیشوائے اعظم کو کھری کھری سنائی ہے۔ وہ غصے سے تلملا رہا ہوگا۔"
دوسرے افسر نے کہا۔ "ہمیں اس کی پروا نہیں ہے۔ خوامخواہ ڈینگیں مارتا ہے کہ روحانی علوم جانتا ہے۔ روحانی قوتوں کا حامل ہے لیکن آج تک اس نے کسی روحانی قوت کا اظہار نہیں کیا۔ کم از کم میں تو اسے پیشوائے اعظم نہیں مانتا۔"
دوسرے افسر نے کہا۔ "ہمیں ابھی تمام اکابرین کو اطلاع دینی چاہیے کہ موسس سے ہماری کیا گفتگو ہوئی ہے۔ ہم اس پر قطعی بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ اس بات سے وہ ناراض ہوکر آیندہ ہمارے خلاف زہر اگل سکتا ہے۔ متحدہ تنظیم کے تمام اکابرین اسے اپنا پیشوائے اعظم مانتے ہیں۔ وہ ہمارے خلاف بہت کچھ کرسکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام اکابرین اس کی طرف سے محتاط رہیں۔"
وہ یہ باتیں کمپیوٹر میں فیڈ کرنے کے بعد اسے دوسرے اکابرین تک پہنچانے لگے۔ ایسے وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے دروازے کے پاس لگے ہوئے ایک چھوٹے سے مانیٹر کی طرف دیکھا۔ وہاں سیکیورٹی افسر کافی اور اسنیکس کی ٹرے اٹھائے ہوئے دکھائی دے رہا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے دروازے کو کھول دیا۔ وہ ٹرے اٹھائے اندر آیا تو دروازہ بند ہوگیا۔ اس نے ایک بڑی سی میز پر ٹرے کو رکھا پھر ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔
ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اب باہر جاؤ، ضرورت ہوگی تو بلالیا جائے گا۔"
وہ اچانک ہی مسکرایا پھر اپنی شرٹ کے گریبان کو پھاڑتے ہوئے بولا۔ "اب میں باہر نہیں جاسکتا۔ اوپر سے آپ سب کا بلاوا آیا ہے۔"
پھٹے ہوئے گریبان سے اس کے سینے پر بندھا ہوا بم دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سب حیرت اور خوف سے اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ ایک نے ڈپٹ کر پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟"
سیکیورٹی افسر نے اس بم کو ایک ہاتھ سے تھام کر کہا۔ "میں ایک چھوٹا سا بٹن دباؤں گا پھر ہم دھماکا بھی نہیں سن سکیں گے۔ یہ دنیا ہمارے لیے مرجائے گی یا شاید دنیا کے لیے ہم مرچکے ہوں گے۔"
ایک اعلیٰ افسر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "جسٹ آ منٹ۔ دیکھو بٹن نہ دبانا۔ ہم سے بات کرو۔ کیا تم ایشورارا ہو؟"
"ہاں، میں ایشورارا ہوں۔ یہ دیکھو کہ موت نے تمہارے سیکیورٹی افسر کے ساتھ تم پانچوں کو کس طرح گھیر لیا ہے؟ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مجھ سے نہیں بچا سکے گی۔ موت تمہاری ہوچکی ہے۔"
ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "نہیں ایشورارا! ہم تو تیرے آگے جھکنا چاہتے ہیں۔ تجھے اپنا حکمران بنانا چاہتے ہیں۔ ایک بار ہم سے سمجھوتا کرکے دیکھ۔ ہم اپنی بیوی بچوں کی قسم کھا کر کہتے ہیں، تجھے ہم سے دھوکا نہیں ملے گا۔ ہم سب طاقت کے آگے جھکتے ہیں۔ تیرے آگے بھی جھکتے رہیں گے۔"
دوسرے افسر نے کہا۔ "اس بند کمرے میں ہمارے اور تیرے درمیان جو معاملات طے ہوں گے، ہم اسی پر عمل کریں گے۔ تُو بہت جلد یہاں کا حکمران بن جائے گا۔ پوری دنیا پر حکومت کرے گا۔"
ایشورارا بولا۔ "میں یہی چاہتا ہوں آیندہ کسی خون خرابے کے بغیر ہم سیارے والوں کی حکومت یہاں قائم ہوجائے۔ میں تم پانچوں سے سمجھوتا کروں گا۔ ابھی تمہاری زندگی سے نہیں کھیلوں گا۔ آیندہ تم سب کو آزماتا رہوں گا۔"
"تم جس طرح بھی ہمیں آزماؤ، ہم تمہیں مایوس نہیں کریں گے۔ کبھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔"
"تو پھر فون کے ذریعے یہ احکامات جاری کرو کہ آدھے گھنٹے کے اندر افریقہ سے تمام انٹرپول، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے سراغ رسانوں کو ہٹا لیا جائے گا۔ وہاں ایک بھی جاسوس میرے خلاف کام کرنے کے لیے موجود نہیں رہے گا۔"
"ہم ابھی احکامات جاری کرتے ہیں۔ آدھے گھنٹے کے اندر وہاں جتنے بھی جاسوس ہیں، وہ کسی بھی فلائیٹ کے ذریعے واپس آئیں گے۔"
"میں اپنی اس غیر معمولی مشین کے ذریعے تم سب کو برابر دیکھتا رہوں گا۔ یہ اچھی طرح یاد رکھنا میں نے جس طرح ابھی تم پانچوں کو ٹریپ کیا ہے، اسی طرح پھر کسی وقت تمہیں اپنے شکنجے میں لے سکتا ہوں۔ اس وقت تمہیں معافی نہیں ملے گی۔ صرف موت ملے گی۔"
"ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں تم سے دشمنی کرنا گویا اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے اور ہم ایسی حماقت کبھی نہیں کریں گے۔"
سیکیورٹی افسر نے اس بم کے بٹن سے اپنی اُنگلی ہٹالی۔ ایشورارا نے کہا۔ "دیکھو! میں تم پر بھروسا کررہا ہوں۔ سمجھوتا کررہا ہوں۔ اس بم کو یہاں سے کھول سکتے ہو اور اسے بے ضرر بنا سکتے ہو۔"
وہ پانچوں دوڑتے ہوئے اس سیکیورٹی افسر کے پاس آئے پھر انہوں نے اس کے سینے پر بندھے ہوئے بم کو کھول کر اسے ناکارہ بنا دیا۔ اس کے بعد اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "تھینک یو ایشورارا! تم نے ہماری جان بچائی ہے۔ ہم پر بھروسا کیا ہے۔ ہم تمہیں دھوکا نہیں دیں گے۔ ابھی فون کے ذریعے احکامات جاری کرتے ہیں۔ افریقہ کے تمام ملکوں سے جاسوسوں کو واپس بلا لیا جائے گا۔"
وہ پانچوں اسی وقت وہاں بیٹھ گئے اور اپنے اپنے فون

کے ذریعے مختلف ممالک کے سربراہوں سے کہنے لگے کہ ایشورارا سے بہت کامیاب سمجھوتا ہوا ہے۔ اس کی تفصیل بعد میں بتائی جائے گی۔ پہلے انٹرپول، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے تمام جاسوسوں کو واپس بلالیا جائے۔

ایشورارا آرام سے بیٹھا اسکرین پر ان سب کی مصروفیات دیکھ رہا تھا۔ وہ لوگ واقعی اس کی مرضی اور اپنے وعدے کے مطابق عمل کررہے تھے۔ تمام اکابرین کو سمجھا رہے تھے کہ موسس کی غلطیوں کے باعث ایشورارا ہمارا دشمن بن گیا تھا۔ ہم سب کی سلامتی اسی میں ہے کہ اسے اپنا حکمران تسلیم کرلیں ورنہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس کی انتقامی کارروائیوں سے بچا نہیں سکے گی۔

دوسرے افسر نے کہا۔ ''موسس اب تک ہمیں دھوکا دیتا آرہا ہے۔ نہ اس کے پاس روحانی علم ہے' نہ روحانی قوت ہے۔ وہ سمجھتا ہے' ایشورارا کے آدمیوں کو ہلاک کرکے اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کردے گا لیکن پیشوائے اعظم جنگی حکمت عملی کو نہیں سمجھتا ہے۔ یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ اس کے پچیس آدمیوں کے بدلے ہمارے کتنے بے گناہ افراد مارے گئے ہیں اور آیندہ بھی مارے جائیں گے۔ کیا پیشوائے اعظم اس قسم انتقامی کارروائیوں سے آپ سب کو بچا سکے گا؟''

ایک اور اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے کہا۔ ''آپ سب کو سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کے لیے ایک گھنٹے کا وقت دیا جاتا ہے۔ آپ میں سے جو اس سے سمجھوتا نہیں کرے گا۔ اسے اپنا حکمران تسلیم نہیں کرے گا' وہ اپنی تباہی کا خود ذمے دار ہوگا۔ ہم پانچ یوگا جاننے والے افسران اور ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ایشورارا کے آگے جھک رہے ہیں۔ اسے اپنا حکمران تسلیم کررہے ہیں۔ باقی ایک گھنٹے کے بعد آپ سب کا فیصلہ سنا جائے گا۔''

ایشورارا نے موسس سے رابطہ کیا۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ اس نے کہا۔ ''موسس! میں نے پانچ یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران اور چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنالیا ہے۔ دوسرے اکابرین بھی تجھ سے بدظن ہورہے ہیں۔ تیری متحدہ تنظیم کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''نہیں، یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ میں انہیں تیرے آگے جھکنے نہیں دوں گا۔''

ایشورارا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''سب ہی کو اپنی زندگی پیاری ہوتی ہے۔ وہ سب اپنی سلامتی کی خاطر تیری کوئی بات نہیں مانیں گے۔ ہاں شاید تو خیال خوانی کے ذریعے انہیں کنٹرول کرسکتا ہے۔ میرے آگے جھکنے سے روک سکتا ہے لیکن میں تجھے ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ جا پہلے اپنے بیٹے کی خبر لے۔''

وہ پریشان ہوکر بولا۔ ''تو کیا کرنا چاہتا ہے؟''

''پوچھتا کیا ہے؟ تیرا بیٹا اپنے بیڈروم میں ہے۔ تجھ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ جا کر دیکھ لے۔''

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ..... بیڈروم میں آیا تو اسی وقت وہ چیخ مار کر تڑپتا ہوا بیڈ سے نیچے گر پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر یوں پھڑپھڑانے لگا جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر خشکی پر پھینک دیا گیا ہے۔

موسس فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو تھپکنے لگا۔ آرام پہنچانے لگا۔ وہ چیخ چیخ کر کہتا جارہا تھا۔ ''ایشورارا...! میرے بیٹے سے دشمنی نہ کر، یہ دشمنی تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔''

''جب تیری انتقامی کارروائی مہنگی پڑے گی تب سوچوں گا۔ ابھی تو اپنے بیٹے کی فکر کر۔''

وہ اپنے بیٹے کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر ایشورارا کو وہاں سے بھگانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ بیٹے کے حلق سے آخری چیخ نکلی پھر وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔ دیدے پھٹ گئے تھے۔ اس کا دم نکل چکا تھا۔

ایشورارا نے کہا۔ ''جا، اب بیٹے کا ماتم کر۔ بعد میں دنیا دیکھے گی کہ تو کیا کرتا ہے اور میں کیا کرتا ہوں؟''

موسس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنے بیٹے کی لاش سے لپٹ کر روتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے تمام اکابرین کو اپنے بیٹے کی موت کی اطلاع دی۔ اسے امید تھی کہ وہ سب اس سے ہمدردی کریں گے لیکن اس کی امیدوں پر پانی پھرنے لگا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس جا کر ماتمی انداز میں کہہ رہا تھا۔ ''ہائے میرا بیٹا مارا گیا ہے۔ اس ظالم ایشورارا نے اسے مار ڈالا ہے۔ آیندہ ہم اسے منہ توڑ جواب دیں گے۔''

اس کے جواب میں اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''ابھی تو اس نے تمہارا منہ توڑا ہے۔ اب تمہارے پاس ہارنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اس لیے تم اس سے دشمنی جاری رکھو گے لیکن ہمارے پاس ہارنے کے لیے ہماری جان ہے۔ ہمارے بیوی بچوں کی جانیں ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے بے شمار اکابرین کو دن رات دھڑکا لگا رہتا ہے کہ پتا نہیں وہ اب کس کی جان لینے والا ہے؟''

موسس نے کہا۔ ''آیندہ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ہم نے تمہاری روحانی قوتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ تم ڈھول کا پول ہو۔ آج تک تم ہمیں دلاسے دیتے رہے ہو لیکن اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے۔ ہمارے بے شمار بے گناہ لوگ مارے گئے ہیں۔ آئندہ ہماری باری ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم ہمیں اس کی انتقامی کارروائی سے بچا سکو گے؟“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”ہم سب کے دروازوں پر موت دستک دے رہی ہے۔ کسی وقت بھی وہ دروازہ توڑ کر اندر آسکتی ہے۔ تم ہمیشہ کی طرح جھوٹے وعدے کرتے رہو گے مگر تحفظ فراہم نہیں کر سکو گے اور ہم بے موت مارے جائیں گے۔“

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ”تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ تمہاری قائم کی ہوئی متحدہ تنظیم ختم ہو چکی ہے۔ ہم سب نے فیصلہ کیا ہے کہ ایشورارا کے آگے جھکیں گے۔ اس کی بات مانیں گے۔ اس سے ہر طرح کا سمجھوتا کریں گے اور اسے اپنا حکمران تسلیم کرلیں گے ہر حال میں زندہ سلامت رہیں گے۔ اپنی بیوی بچوں کو زندگی سے بھرپور قہقہے لگاتے ہوئے اور لائف انجوائے کرتے ہوئے دیکھتے رہیں گے۔“

ایک ملک کے اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”یہ طے ہو چکا ہے کہ ہم اپنی دنیا ہار چکے ہیں۔ اپنی بہتری اور سلامتی کی خاطر اس دنیا کو سیارے والوں کے حوالے کر رہے ہیں۔“

اکابرین میں سے ایک اور عہدیدار نے کہا۔ ”اس طرح ہمیں دوسرے فائدے بھی حاصل ہوں گے۔ ہمیں سیارے والوں کی ترقی، سائنس اور ٹیکنالوجی معلوم ہوگی۔ ہم ان کی مدد سے مسلمانوں کی روحانی قوتوں کو پسپا کر سکیں گے اور بابا صاحب کے ادارے کی دیواریں گرا سکیں گے۔“

ایشورارا مشین کے سامنے بیٹھا اسکرین پر ان سب کو باری باری دیکھ رہا تھا۔ سب کے خیالات سن رہا تھا۔ خوش ہو رہا تھا کہ گریٹ ایشورارا کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے کسی خون خرابے کے بغیر جلد ہی پوری دنیا پر حکومت کرنے والا ہے۔

اس دوران میں وہ سونیا سے غافل نہیں تھا۔ کئی بار اسکرین پر اسے دیکھنے کی کوششیں کر چکا تھا اور ناکام رہا تھا۔

آخر وہ رباط کی فلائنگ کمپنی کے اس کاؤنٹر مین کے پاس پہنچا جہاں اس نے ایک آلۂ کار کے ذریعے سونیا پر حملہ کیا تھا اور ناکام ہوا تھا۔ اس کاؤنٹر مین کی سوچ نے بتایا کہ سونیا نے ہیلی کاپٹر کی بکنگ کینسل کرادی ہے۔

اس حد تک اطمینان ہوا کہ سونیا نے وہاں سے کوئی ہیلی کاپٹر استعمال نہیں کیا تھا۔ اس فلائنگ کمپنی کے آفس سے نکل کر کہیں چلی گئی تھی۔ اب وہ کہاں گئی تھی؟ یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ اگر وہ قاہرہ پہنچ جاتی تو ضرور اس کی شہ رگ تک بھی پہنچنے کی کوشش کرتی لیکن......

بابا صاحب کے ادارے سے باہر آتے وقت سونیا کے ہاتھ میں گلاب کا پھول تھا اور اس نے کہا تھا کہ اس پھول کے مرجھانے سے پہلے وہ ایشورارا تک پہنچ جائے گی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ”وہ پھول صبح کی طرح تروتازہ نہیں ہوگا۔ رفتہ رفتہ مرجھا رہا ہوگا۔ چند گھنٹوں کے بعد وہ بالکل ہی مرجھا جائے گا۔ اتنی دیر میں سونیا اس تک نہ پہنچی تو پھر شاید کبھی پہنچ نہیں پائے گی۔“

جن لمحات میں یہ سوچ رہا تھا۔ ٹھیک ان ہی لمحات میں سونیا ایک مسئلے سے دوچار ہو رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے اسے کہا تھا۔ ”یاد رکھو! تم روحانیت کے سائے میں رہا کرو گی۔ جب تک پاک صاف رہو گی، تب تک نادیدہ رہو گی۔ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے تمہیں دیکھ نہیں پائے گا۔ لہٰذا نادیدہ رہنے کی شرط ہے پاکیزگی......“

سونیا اگرچہ قاہرہ پہنچ گئی تھی لیکن ایشورارا سے ابھی کترا رہی تھی کیونکہ وہ ایسے حالات سے دوچار ہو رہی تھی جو ایشورارا کے لیے موافق تھے۔ اب وہ اسے مشین کے ذریعے بھی دیکھ سکتا تھا اور اس کے روبرو بھی اندھا نہ رہتا۔ وہ غیر معمولی مشین اس کی مصروفیات کی ایک ایک بات بتا سکتی تھی۔ ابھی وہ کچھ سوچ کر اپنے طور پر پیش قدمی نہیں کر رہی تھی۔ اسے انتظار تھا کہ وہ مشین کی اسکرین پر اسے دیکھے اور خوش ہو کر اسے چیلنج کرے پھر اس پر حملہ کرنے کی حماقت کرے۔

ایشورارا بار بار اسکرین پر اسے تلاش کرتے کرتے بیزار ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا پھر کسی وقت اسے ڈھونڈے گا۔ فی الحال تمام اکابرین پر نظر رکھنی تھی۔ یہ دیکھنا اور سمجھنا لازمی تھا کہ وہ اس کی مرضی کے مطابق اور اپنے وعدے کے مطابق عمل کر رہے ہیں یا نہیں؟

اس نے موسس کے بیٹے کو ہلاک کر کے اسے بہت بڑا صدمہ پہنچایا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی اس کے خلاف انتقامی کارروائی کرے گا۔

وہ رات گزر گئی۔ دوسرے دن بھی سونیا نہیں آئی۔ وہ پھول اب مرجھا چکا ہوگا۔ وہ تشویش میں مبتلا ہو گیا کہ جان کی دشمن بن کر آنے والی آخر کہاں رہ گئی ہے؟ اس نے پچھلی رات سے اسکرین پر اسے تلاش نہیں کیا تھا۔ اب سوچا اسے دیکھنا چاہیے۔ شاید اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے۔

وہ سونیا کو دیکھنا چاہتا تھا پھر خیال آیا کہ پہلے موسس کی خبر لینی چاہیے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بیٹے کی تدفین کے ...ہو اس کے خلاف زبردست کارروائی کرے گا۔

اس نے موسس کے نمبر پنچ کیے۔ وہ اس وقت قبرستان ... بیٹے کی تدفین ہو چکی تھی۔ تدفین میں بے شمار افراد اس ... میں شریک ہونے آئے تھے۔ اس کے بیٹے کے لیے ... رنج و غم کا اظہار کر رہے تھے۔

اس نے کہا۔ ”آپ تمام حضرات میرے غم میں برابر ... شریک ہیں۔ فی الحال میں چاہتا ہوں، مجھے تنہا چھوڑ دیا ... میں بیٹے کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر کچھ پڑھنا چاہتا ... اس کے لیے تنہائی ضروری ہے۔“

وہ سب ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔ وہ قبر کے ... بیٹھ کر زیر لب کچھ پڑھتا رہا۔ جب تمام احباب اور ... اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اس نے موبائل ... کر میرا نمبر ملایا۔

... نے موبائل کی اسکرین پر اس کے نمبر پڑھے پھر ... فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ”ہیلو مسٹر ... کیا میں بہت یاد آرہا ہوں؟“

وہ بولا۔ ”پلیز، طنزیہ باتیں نہ کرنا۔ میں نے جوان بیٹے ... کا صدمہ اٹھایا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”او...... سوری۔ میرے بھی جوان بیٹے ... مجھے سچ مچ افسوس ہوا ہے۔ میں جاننا چاہوں گا کہ اس کی ... کیسے ہوئی؟“

وہ بتانے لگا کہ کس طرح ایشورارا نے اس کے بیٹے ... کو ہلاک کیا ہے۔ میں نے کہا۔ ”یہ سوچو کہ تمہارا بے گناہ بیٹا ... مارا گیا ہے؟ دوسرے بے گناہ افراد بھی کیوں مارے جا ... رہے ہیں؟ تم نے بھی اس کے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ... ہلاک کیا ہے۔“

وہ بولا۔ ”پچیس نہیں۔ بائیس... باقی تین کو تم نے ہلاک ... کیا ہے۔“

”چلو، یہی سہی۔ یہ تو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تم ... آپس میں لڑاتا رہوں گا۔ بابا صاحب کے ادارے کی ... بھی آنے کا موقع نہیں دوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری ... پالیسی توقع سے زیادہ کامیاب رہی ہے۔“

”ایشورارا نے یوگا جاننے والے پانچ امریکی آرمی ... افسروں کو اور ان کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا مطیع اور ... فرماں بردار بنالیا ہے۔ دوسرے تمام اکابرین بھی اس کے آگے ... جھک گئے ہیں۔ یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ہماری یہ دنیا سیارے ... والوں کے حوالے کر دیں گے۔ ایشورارا کو یہاں کا حکمران ... تسلیم کر لیں گے۔“

”یہ دنیا کسی کے باپ کی نہیں ہے۔ کوئی اسے اپنی جاگیر سمجھ کر کسی کے حوالے نہیں کر سکتا۔“

”کیا تم انہیں ایسا کرنے سے روک سکو گے؟“

”میں کیوں بتاؤں کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟ تم اپنا دکھڑا رونے آئے ہو، اس لیے اپنی بات کرو۔“

”میری بات یہ ہے کہ میں التجا کرنے آیا ہوں۔ ایشورارا کو مار بھگانے کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے مدد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”تعجب ہے ہمارے ادارے کو تباہ اور برباد کردینے کے لیے تم نے متحدہ تنظیم بنائی۔ ہمارے خلاف دن رات منصوبے بناتے رہے۔ اب ہم سے ہی مدد مانگنے آئے ہو؟“

”میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔ یورپ اور امریکہ کے تمام اکابرین ایشورارا کے زیر اثر آ چکے ہیں۔ اگر سیارے والوں نے یہاں اپنی حکومت قائم کرلی تو تم تمام مسلمان بھی جلد ہی ان کے زیر اثر آ جاؤ گے۔ تنہا ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ میں چاہتا ہوں، ان کی حکومت قائم ہونے سے پہلے ایشورارا پر ایسا حملہ کیا جائے کہ دی گریٹ ایشورارا ہماری دنیا کی طرف آنا بھول جائے۔ تم ان پر فتح حاصل کرو گے تو تمام اکابرین کی گردنیں تمہارے آگے شرم سے جھک جائیں گی۔“

”یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ بے شرموں کو شرم کبھی نہیں آتی۔ ان کی گردنیں بظاہر جھکتی ہیں مگر ان کے دل سچائی کی طرف مائل نہیں ہوتے۔“

وہ بولا۔ ”تم درست کہتے ہو لیکن میں نے ایشورارا کو چیلنج کیا ہے۔ اپنے بیٹے کا انتقام اس سے لوں گا۔ اسے یہاں سے مار بھگاؤں گا۔ فار گاڈ سیک... میں تمہارے خدا اور تمہارے آخری رسول کا واسطہ دیتا ہوں۔ اپنے مرنے والے جوان بیٹے کا واسطہ دیتا ہوں، میری مدد کرو۔ کچھ ایسا کرو کہ ایشورارا ہماری دنیا میں بے دست و پا ہو جائے یا ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے۔“

”تم نے مجھے میرے خدا اور آخری رسول کا واسطہ دیا ہے۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر تمہارا چیلنج پورا ہوگا۔ جاؤ اور منحرف ہونے والے تمام اکابرین کو یہ خوشخبری سناؤ کہ تم نے مسلمانوں کی مدد حاصل کی ہے۔ جس کے نتیجے میں کل دن کا سورج نکلنے سے پہلے ایشورارا خاک میں مل جائے گا۔“

ایشورارا اسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذریعے میری باتیں بھی سن رہا تھا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر قہقہہ لگایا تو اس کے قہقہے موسس کے آس پاس قبرستان میں گونجنے لگے۔ وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”وہ کم بخت ہمیں اپنی غیر

معمولی مشین کے ذریعے دیکھ رہا ہے۔"
ایشورارا نے کہا۔ "ہاں، میں دیکھ بھی رہا ہوں۔ تمہاری تمام باتیں سن بھی رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور کچھ زیادہ ہی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ وہ اپنی وائف کو میرے پیچھے لگا کر سمجھتا ہے' مجھے موت آجائے گی۔ اس نے تجھ سے وعدہ کیا ہے' چوبیس گھنٹے کے اندر مجھے خاک میں ملا دے گا۔ یہ چوبیس گھنٹے تو بہت ہوتے ہیں۔ میں چند گھنٹوں کے اندر ہی بابا صاحب کے ادارے میں سونیا کی لاش پارسل کروں گا۔"

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ میں سونیا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ گزشتہ روز ایشورارا تک پہنچنے والی تھی پھر اب اتنی دیر کیوں لگا رہی ہے؟ میں اس انتظار میں تھا کہ وہ خود ہی اپنی کامیابی کے سلسلے میں خوشخبری سنائے گی لیکن اس کی طرف سے خاموشی تھی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ "کہاں ہو تم....؟"

وہ ایک کرسی پر بیٹھی جرابیں اور جوتے پہن رہی تھی۔ "میں قاہرہ میں ہوں۔"

"تم تو پھول کے مرجھانے سے پہلے ایشورارا تک پہنچنے والی تھیں؟"

"انسان جو سوچتا ہے ہمیشہ وہی نہیں ہو جاتا ایشورارا کی موت کا جو وقت مقرر ہے، وہ اسی وقت مرے گا۔ کچھ وجوہات کی بنا پر اب وہ مجھے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ سکے گا پھر جب سامنا ہوگا تب بھی میں اس کے لیے نادیدہ نہیں رہوں گی۔ اسے نظر آتی رہوں گی۔"

"ایشورارا کہاں ہے؟"

"وہ بھی قاہرہ میں ہے۔ جب تک وہ مشین کے ذریعے مجھے نہ دیکھے تب تک میں کچھ آرام کر لینا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر آرام کرنا چاہیے۔ یہ جرابیں اور جوتے پہن کر کہاں جا رہی ہو؟"

"میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کچھ ہونے والا ہے۔ لہٰذا مستعد رہنا چاہتی ہوں۔"

میں اسے ایشورارا اور موسس وغیرہ کے حالات بتانے لگا۔ وہ تمام باتیں سننے کے بعد بولی۔ "تم نے چیلنج کیا ہے۔ چوبیس گھنٹے کے اندر اسے خاک میں ملایا جائے گا۔ اب تو وہ بدک گیا ہوگا۔ وہ تو جانتا ہی ہے کہ میں اس کی موت کا ذریعے بننے والی ہوں لہٰذا وہ آئندہ چند لمحوں میں مجھے اسکرین پر دیکھنے ہی والا ہے۔ تب ہی میری چھٹی حس مجھے ہوشیار کر رہی تھی۔"

"میں وہاں کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارے ساتھ رہ سکتا ہوں۔"

"نہیں فرہاد! ایشورارا، موسس اور تمام اکابرین کے لیے پہاڑ ہوگا۔ میرے سامنے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تمہاری ضرورت ہوگی تو میں ضرور تمہیں آواز دوں گی۔ فی الحال میری فکر نہ کرو۔"

ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ سونیا نے پوچھا۔ "کون ہے....؟"

باہر سے آواز سنائی دی۔ "مسٹر...! میں جواد خیری ہوں۔"

سونیا نے جہاں قیام کیا تھا۔ اس مالک مکان کے جوان بیٹے کا نام جواد خیری تھا۔ سونیا نے اس سے کہا۔ "اندر آجاؤ، دروازہ کھلا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اب میں جا رہا ہوں جب بھی ضرورت ہو مجھ سے فوراً رابطہ کرنا۔ میں انتظار کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں جواد خیری کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنی کوئی مہم سر کرتے وقت میری مدد بھی نہیں لیتی تھی۔ اس وقت بھی یہی چاہتی تھی کہ میں اسے تنہا چھوڑ دوں۔ میں نے بظاہر اسے تنہا چھوڑ دیا لیکن اس نوجوان جواد خیری کے اندر پہنچ گیا تاکہ اس کے ذریعے اپنی جانِ حیات کی نگرانی کرتا رہوں۔

سونیا نے اسے پچاس ہزار ڈالرز دیے تھے تاکہ وہ انہیں مقامی کرنسی میں تبدیل کرکے لے آئے۔ جواد خیری نے کمرے میں آکر بیگ میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ مقامی کرنسی میں آپ کے پچاس ہزار ڈالرز ہیں۔ انہیں گن لیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "جواد! میں انسان کو اس کے چہرے سے پہچان لیتی ہوں۔ تم بہت ہی نیک اور دیانت دار ہو۔ ان نوٹوں کو گننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آدھی رقم لے جا رہی ہوں۔ آدھی تمہارے پاس امانت کے طور پر رہے گی۔"

"آپ کہیں جا رہی ہیں؟"

"ہاں، ذرا قاہرہ کی سیر کروں گی پھر رات کو ڈنر کے بعد واپس آؤں گی۔"

ایشورارا کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ میں نے چوبیس گھنٹے کا الٹی میٹم دیا ہے۔ اس کے مطابق یقیناً سونیا اب تب میں اس پر حملہ کرنے والی ہے۔ اس نے مشین کو آن کیا پھر سونیا کے نمبر پنچ کیے تو حیرانی اور بے یقینی سے اسکرین پر اسے دیکھنے لگا۔

حیرانی اس بات کی تھی کہ وہ نادیدہ ہستی اپنا دیدار کرا رہی تھی۔ اسے یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس وقت وہ جواد خیری سے باتیں کر رہی تھی۔ اپنے سامنے رکھی ہوئی آدھی رقم اسے امانت کے طور پر رکھنے کو دے رہی تھی۔ اسے کہہ رہی تھی کہ قاہرہ شہر میں گھومنے پھرنے جا رہی ہے پھر رات کو ڈنر کے بعد واپس آئے گی۔

ایشورارا جواد خیری کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگا کہ وہ اپنے پاس کوئی ہتھیار رکھتا ہے یا نہیں؟

جواد کی سوچ نے کہا۔ "ہاں، میرے لباس کے اندر ایک چھوٹا سا پستول ہے۔"

جواد کی یہ سوچ پڑھ کر میں چونک گیا۔ فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آگئی کہ میرے علاوہ بھی کوئی اس کے اندر موجود ہے اور یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھی جا سکتی تھی کہ وہ ایشورارا ہی ہوگا۔

اس نے اپنی دانست میں جواد کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا پھر اس کے لباس سے پستول نکال کر سونیا کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "ہائے سونیا...! مجھے خاک میں ملانے آئی ہو۔ رباط میں تو ایک بار بچ گئیں۔ اس بار کیسے بچو گی؟"

میں پوری طرح مستعد تھا۔ جواد کو فائر کرنے کا موقع نہ دیتا۔ سونیا پستول کے سامنے تن کر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "دیکھو! میں کس طرح اپنی موت کو مار کر اپنا بچاؤ کر رہا ہوں؟ تو اپنی موت سے کیسے بچے گی؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "ایشورارا! تُو بالکل گدھا ہے۔ اپنے آلۂ کار کے پستول کو استعمال کرنے سے پہلے یہ تو دیکھ لیتا کہ وہ بھرا ہوا ہے یا نہیں؟ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ اپنے آس پاس رہنے والوں کو ہتھیار رکھنے کی اجازت دوں تاکہ تو انہیں اپنا آلۂ کار بنا لے۔ جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔ میں نے اس بیچارے کی لاعلمی میں اس کے پستول سے تمام گولیاں نکال لی تھیں۔ یقین نہ ہو تو چیک کر لے یا پھر فائر کر۔ تجھے یقین ہو جائے گا کہ میں موت سے بچنا جانتی ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے ایسے اعتماد سے بول رہی تھی کہ میں بھی دھوکا کھا گیا۔ میں نے بھی یہی سوچا کہ اب یہ ٹریگر دبائے گا اس پستول کو آزمائے گا تو میں اسے آزمانے دوں گا۔ یہ تو بالکل خالی ہے۔

میری طرح ایشورارا بھی الجھ گیا تھا۔ اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔ "کیا یہ پستول واقعی خالی ہے؟ سونیا بڑے اعتماد اور بڑے اطمینان سے بیٹھی ہوئی ہے۔ اسے موت کا ڈر نہیں ہے۔ ابھی میں اس پر فائر کروں گا۔ دیکھوں گا، کیا ہوتا ہے؟"

ہونا کیا تھا؟ سونیا تو دشمنوں کی نفسیات سے کھیلنے کی عادی تھی۔ اس نے بس ذرا دیر کے لیے اسے الجھایا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ اس پستول کو آلۂ کار کے ذریعے آزماتا، اس نے اچانک ہی اپنی جگہ سے اچھل کر پستول پر ایک کک ماری۔ وہ اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں بلند ہوا اور جب واپس نیچے کی طرف آیا تو سونیا نے اچھل کر اسے کیچ کر لیا۔ اس کے بعد پھر اطمینان سے اپنی کرسی پر آکر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "یہ خالی نہیں ہے، بھرا ہوا ہے۔"

میں نے جواد کے ذریعے اسے بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔ "اری او مکار! یہ ہم سب ہی جانتے ہیں کہ مکاری میں تیرا کوئی ثانی نہیں ہے۔"

وہ پستول کو خالی کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "جواد! تم نہیں جانتے میرا ایک دشمن ہے۔ اس نے ابھی تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ تمہارے ذریعے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنا چاہتا تھا۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تم نے مجھے سسٹر کہا ہے۔ میں تمہیں واقعی اپنا بھائی سمجھتی ہوں۔"

پھر اس نے کہا۔ "اور ایشورارا! میں پچھلی رات ہی یہاں آگئی تھی لیکن ذرا آرام کر رہی تھی۔ تجھے بھی آرام کرنے کا موقع دے رہی تھی مگر تو جلد ہی مرنا چاہتا ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں؟ چل اب میرا راستہ روک، میں دریائے نیل کے ساحلی علاقے میں آرہی ہوں۔ جہاں تو ہوٹل کے ایک کمرے میں موجود ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جواد خیری کو خالی پستول دیتے ہوئے بولی۔ "اسے اپنے پاس رکھو۔ کسی طرح کی فکر نہ کرو۔ یہاں جو کچھ ہو چکا ہے اس کا ذکر باہر کسی نہ کرنا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "مسٹر! ابھی آپ کہاں جا رہی ہیں؟ میں نہیں جانتا، آپ کے معاملات کیا ہیں؟ لیکن ایسا لگتا ہے کہ آپ خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ فکر نہ کرو۔ میں ابھی جا رہی ہوں۔ یہ وعدہ کرتی ہوں کہ واپس آکر آج رات کا کھانا تمہارے ساتھ کھاؤں گی۔"

وہ اس کے شانے کو تھپک کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اُدھر ایشورارا یہ سن کر گھبرا گیا تھا کہ سونیا کو اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم ہے۔ اب تک وہ جان بوجھ کر اس سے انجان بن رہی تھی۔ دوسرے لفظوں میں اس نے سوئی ہوئی شیرنی کو جگایا ہے تو اس کے حملوں سے بچنے کی تدبیر بھی کرنی ہوگی۔

فی الوقت یہی تدبیر سمجھ میں آئی کہ فوراً ہی وہ جگہ چھوڑ دی جائے۔ وہاں سے ذرا دور جا کر کہیں چھپ کر دیکھا جائے کہ سونیا ٹھیک اسی جگہ پہنچتی ہے یا نہیں؟

وہ اپنا ضروری سامان بیگ میں رکھ کر اس ساحلی ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اس نے ایک رینٹیڈ کار لے رکھی تھی۔ اس کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کی حدود سے نکل کر ایک شاہراہ سے گزرنے لگا۔ ذرا دور آگے جا کر ایک چھوٹی سی سڑک پر مڑ گیا۔

وہاں اس نے گاڑی روک دی۔ یہ دیکھنا ضروری تھا کہ سونیا اب کہاں ہے؟ اور اس ہوٹل کی طرف آرہی ہے یا نہیں؟

اس نے بیگ سے مشین کو نکال کر آن کیا پھر سونیا کے نمبر پنچ کیے دوسرے ہی لمحے میں وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی ایک بھری پُری شاہراہ سے گزر رہی تھی۔ اس وقت پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسی کی طرف آرہی ہے یا کسی دوسری طرف جارہی ہے؟ یہ بات ذہن میں تھی کہ وہ براہ راست اس سے مقابلہ نہیں کرے گا۔ اب سے پہلے دوبارنا کام ہو کر دیکھ چکا تھا۔ وہ بڑی مکاری سے خود کو بچا لیتی تھی۔ اس پر تو صرف آلۂ کاروں کے ذریعے حملے کرنا مناسب تھا۔ کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی آلۂ کار کے ذریعے کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔

اس نے تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ وہ دریائے نیل کی ساحلی سڑک پر آگئی تھی۔ اس کا رخ اسی ہوٹل کی طرف تھا۔ جہاں سے وہ ابھی نکل کر آیا تھا۔ وہ بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ اس ہوٹل کے سامنے پہنچ گئی۔ اسے احاطے کے اندر جانا چاہیے تھا لیکن اس نے کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ اس ہوٹل کی طرف دیکھ کر یوں گہری گہری سانسیں لینے لگی جیسے کوئی درندہ اپنے شکار کی بو سونگھ رہا ہو۔

وہ سر گھما کر دائیں بائیں دیکھ رہی تھی پھر اس نے ونڈ اسکرین کے پار بُو سونگھتے ہوئے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے آگے جانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایشورارا بری طرح بوکھلا گیا۔ وہ شاہراہ کو چھوڑ کر اسی چھوٹی سی سڑک پر گاڑی موڑ رہی تھی۔ جہاں وہ دو کلو میٹر آگے پہنچا ہوا تھا اور وہیں رک کر مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا۔

اس نے فوراً ہی کار اسٹارٹ کی پھر کبھی اسکرین کی طرف اور کبھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا ہوا ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ مشین اس کے ساتھ والی سیٹ پر رکھی ہوئی تھی۔

اسکرین پر صاف نظر آرہا تھا کہ سونیا اسی سڑک پر اس کے پیچھے تیز رفتاری سے چلی آرہی ہے پھر اس نے اسی جگہ اپنی کار روکی، جہاں وہ تھوڑی دیر پہلے رکا ہوا تھا۔ وہ لمحہ بہ لمحہ پریشانیوں میں اضافہ کر رہی تھی۔ بُو سونگھنے کے بعد کار کو اسٹارٹ کر کے اسی کی سمت میں آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ اپنی کار کی رفتار بڑھا رہا تھا۔ حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ ”کیا وہ شکاری کتوں کی طرح مطلوبہ افراد کی بُو سونگھ لیتی ہے؟ یہی بات ہے.... یہ اسی طرح بُو سونگھتی ہوئی میرے پیچھے آرہی ہے۔ مجھے کسی طرح بھی اس سے پیچھا چھڑانے کی تدبیر کرنی ہوگی۔ کسی نہ کسی طرح اسے ڈاج دے کر ہی میں اس پر حملہ کر سکوں گا۔“

وہ تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ایک ہاتھ سے بریف کیس کو تھام کر دوسرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالتے ہوئے ڈرائیو کرتے رہنا سراسر حماقت ہے۔ بڑے اعتماد سے ڈرائیو کرنے کے باوجود حادثہ پیش آسکتا ہے۔

وہ آگے جا کر دوسری شاہراہ پر پہنچ گیا تھا۔ وہاں زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ اس نے اسکرین پر اسے دیکھا۔ وہ بھی اسی شاہراہ پر آگئی تھی اور وہاں رکنے کے بعد پھر بُو سونگھنے کے بعد اسی طرف مڑ گئی تھی جس طرف وہ جارہا تھا۔ وہ جھنجلا گیا کہ یہ کیسی بلا پیچھے پڑ گئی ہے؟ اگر اسی طرح کار ڈرائیو کرتا رہا اور چھوٹی موٹی سڑکوں سے گزرتا رہا تو وہ بھی مسلسل پیچھے آتی رہے گی۔ اس طرح وہ اسے ڈاج نہیں دے سکے گا۔

اس نے ایک ہاتھ سے بریف کیس کو بند کیا پھر ایک رہائشی علاقے کے قریب کار روک دی۔ اپنا بیگ اور مشین اٹھا کر کار سے باہر آگیا۔ دونوں پاؤں جوڑے اور تیر کی رفتار سے رہائشی آبادی میں گھستا چلا گیا۔ وہاں تنگ راستے اور تنگ گلیاں تھیں۔ سونیا کار میں بیٹھ کر اس کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اس کی کار کے پاس آکر رک گئی تھی۔ دروازہ کھول کر باہر آنے کے بعد اس کی بُو سونگھ رہی تھی۔

یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ قاہرہ کے جنوب مغرب کی سمت جارہا ہے لیکن آگے رہائشی علاقوں کے پُر پیچ راستے اور تنگ گلیاں تھیں، وہ کار میں بیٹھ کر اس کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی۔ گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے چھوٹے بڑے راستوں سے گزرنے لگی۔ ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد ہی وہ قاہرہ کے جنوب مغرب کی سمت اُدھر پہنچ سکتی تھی جدھر سے اس کی بُو اسے پکار رہی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے تک کار ڈرائیو کرتے رہنے کے بعد وہ قاہرہ کے باہر ایک مضافاتی علاقے میں پہنچ گئی۔ وہاں اس نے کار سے باہر نکل کر اس کی بو سونگھی۔ پتا چلا کہ وہ جنوب مغرب کی سمت تیزی سے چلا جارہا ہے۔ آگے کھیت ہی کھیت تھے۔ اونچے نیچے پہاڑی علاقے تھے۔ صرف ایک راستہ ہائی وے کے طور پر آگے جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ پتا نہیں وہ کس شہر یا کس علاقے کی طرف جارہا ہوگا؟ لیکن وہ ایسے راستے اختیار کر رہا تھا کہ سونیا کار میں بیٹھ کر اس کا تعاقب نہ کر سکے۔



اس نے ایک فیول اسٹیشن میں کار کی ٹنکی فل کی۔ ایک بڑے سے پلاسٹک کین میں پیٹرول بھروا کر اسے بھی کار میں رکھوا لیا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ ابھی وہ بھاگتا رہے گا اور اپنے پیچھے اسے بھگاتا رہے گا مگر تھک ہار کر اس کے مقابلے پر ضرور آئے گا۔ لہٰذا آرام سے اس کا تعاقب کیا جائے۔ کوئی جلدی نہیں ہے۔ آیندہ شاید چند گھنٹوں کا کھیل رہ گیا ہے۔

☆☆☆

کاہنہ کیپ ٹاؤن میں تھی۔ اچانک ہی بیمار پڑ گئی تھی۔ وہ اپنے ہزاروں برس پرانے مندر میں رہنے کی عادی تھی۔ وہ مندر اس کے لیے ماں کی گود کی طرح تھا جہاں وہ تحفظ اور سکون محسوس کرتی تھی۔ کبھی کسی ملک میں ضروری کام سے جاتی تو جلد ہی وہیں لوٹ آتی تھی۔ بیمار ہوتی تو اپنا علاج اسی مندر میں کرتی تھی۔ جہاں برسوں پرانی جڑی بوٹیوں سے بنائی ہوئی دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان دواؤں کی ایک خوراک اس کی بیماری دور کر دیتی تھی۔

وہ اس مندر سے ہزاروں میل دور تھی۔ وہاں ایشورارا اس پر قاتلانہ حملہ کر چکا تھا۔ موسس بھی یہی سمجھتا تھا کہ کاہنہ کو اسی مندر میں گھیر کر ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ وہ دشمنوں کے عزائم کو سمجھ رہی تھی۔ اس لیے وہاں واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہ اپنے پیٹ کے کسی حصے میں تکلیف محسوس کرتی تھی۔ درد کی ٹیسیں اٹھتی تھیں پھر جلد ہی آرام بھی آجاتا تھا۔ کبھی کبھی یوں لگتا تھا جیسے زچگی سے پہلے کا درد ہونے لگا ہے۔

جب کہ ایسا کچھ نہیں تھا۔ ابھی تو دو یا تین ماہ کا حمل تھا۔ مرض کچھ اور تھا۔ جس کی وہ تشخیص نہیں کر سکتی تھی۔ کسی لیڈی ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اس نے ایک تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا پھر کہا۔ ”تم سمجھ رہی ہو کہ تمہارے پیٹ میں کوئی خرابی ہے۔ جب کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا تعلق حمل سے بھی نہیں ہے۔ تمہارے گردے میں کوئی نقص ہے۔ ایکسرے رپورٹ کے بعد معلوم ہوگا کہ کیا خرابی ہے؟“

ایکسرے رپورٹ نے بتایا کہ بائیں طرف کے گردے میں پتھری ہوگئی ہے۔ جسے آپریشن کے بعد ہی نکالا جا سکتا ہے۔

یہ رپورٹ سن کر وہ اور پریشان ہوگئی۔ کسی طرح کے بھی آپریشن سے گزرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ بے ہوش رہتی۔ جب ہوش میں آتی تو فوراً ہی دماغی توانائی بحال نہ ہوتی۔ پتا نہیں کتنے گھنٹوں کے بعد وہ سانس روکنے اور خیال خوانی کرنے کے قابل ہوتی۔ اس دوران میں کوئی بھی دشمن اس پر حملہ کر سکتا تھا۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ”ڈاکٹر! میں آپریشن نہیں کرانا چاہتی۔ آپ دواؤں کے ذریعے گردے سے پتھری نکالنے کی کوشش کریں۔ میں نے سنا ہے کہ آپریشن کے بغیر بھی گردے سے پتھریاں نکل جاتی ہیں؟“

ڈاکٹر نے کہا۔ ”وہ ایک لمبا پروسس ہوگا۔ پتھریاں رفتہ رفتہ نکل سکیں گی۔ کئی ماہ کا عرصہ لگے گا۔ تمہاری زچگی کا وقت آجائے گا۔ ایسے وقت گردے کی تکلیف جان لیوا ثابت ہوگی۔ ایک نارمل زچگی کے لیے تمہیں پوری طرح صحت مند رہنا چاہیے۔“

وہ سر پکڑ کر سوچنے لگی۔ ”کیا کروں.؟ ڈاکٹر درست کہتی ہے زچگی نارمل ہونی چاہیے۔ ہونے والی بچی کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ ابھی جو مسئلہ ہے وہ ایک معمولی آپریشن کے بعد دور ہو سکتا ہے۔“

وہ اپنے حالات پر غور کرنے لگی۔ جب کبھی گردے کی تکلیف بڑھتی تھی تو وہ عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہتی تھی۔ ایسے وقت اس نے آزمائش کے طور پر خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈمی کاہنہ کے اندر پہنچنا چاہا تھا اور ناکام رہی تھی مگر ایسا عارضی طور پر ہوتا تھا۔ بعد میں وہ خیال خوانی کے قابل ہو جاتی تھی۔

لیکن آپریشن کا مرحلہ ایسا تھا کہ وہ کم از کم بارہ یا چوبیس گھنٹے تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہتی۔ ایسے وقت کوئی حفاظتی تدبیر اختیار کی جا سکتی تھی۔ پہلی حفاظتی تدبیر یہ تھی کہ وہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے اپنے اطراف حصار باندھ لیتی۔ کسی دشمن کو اپنے قریب نہ آنے دیتی لیکن ایسا کوئی عمل اس وقت تک مستحکم رہتا، جب تک وہ دماغی طور سے مستحکم رہتی۔ دماغی اور جسمانی کمزوری کے باعث اس کا باندھا ہوا حصار کمزور پڑ سکتا تھا۔

اس نے پریشان ہو کر فون کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ اپنے مسائل بیان کرنے لگی۔ میں نے اس کی تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ ”اکثر لوگ اپنی موت کو بھول جاتے ہیں۔ یوں زندگی گزارتے ہیں جیسے موت کبھی ان کے قریب نہیں آئے گی۔ تم بھی ان لوگوں میں سے ہو مگر یہ بات یاد رکھو کہ موت کسی لمحے میں بھی آسکتی ہے پھر تمہیں کتنے ہی اندیشوں سے نجات مل جائے گی۔ کاتبِ تقدیر نے تمہارے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے اسی کے مطابق تمہیں زندگی گزارنی ہے۔ ایک دن موت کو گلے لگانا ہی ہے۔“

”میری کتابِ مقدر میں لکھا ہوا ہے کہ میں ابھی زندہ رہوں گی۔ ایک بیٹی کی ماں بنوں گی۔“

''ہزاروں برس پہلے اس کتاب مقدر کو تمہارے بزرگوں میں سے کسی نے لکھا تھا۔ میں اُسے نہیں مانتا۔ اس کتاب کی لکھی ہوئی چند پیش گوئیاں درست ثابت ہوئی ہیں لیکن ساری پیش گوئیاں ہر بار درست نہیں ہوں گی۔ موجودہ زمانے اور تمہارے موجودہ حالات کے مطابق تبدیلیاں آ سکتی ہیں۔''

''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں ایک بیٹی کو جنم دینے سے پہلے بھی مر سکتی ہوں؟''

''کچھ بھی ہو سکتا ہے جو ہم نہیں سوچتے وہ ہو جاتا ہے۔ بے شک حفاظتی تدابیر لازمی ہوتی ہے۔ تم مجھے بتاؤ کہ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''میں چاہتی ہوں' آپریشن کے وقت خیال خوانی کے ذریعے تم میرے اندر موجود رہو اور کسی بھی دشمن کو مجھ پر حاوی نہ ہونے دو۔''

''یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ جب بھی تمہارا آپریشن ہوگا، اس وقت میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر موجود رہوں گا۔''

اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ ''میرا آپریشن کتنی جلدی ہو سکتا ہے؟''

وہ بولی۔ ''آپ ہماری مطلوبہ رقم ابھی جمع کرا دیں۔ کل صبح آپریشن ہو جائے گا۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے میں نے سن لیا ہے۔ میں کل صبح آپریشن کے وقت تمہارے اندر موجود رہوں گا۔''

''تم کب تک میرے پاس رہو گے؟ آپریشن کے بعد میں گھنٹے دو گھنٹے تک بے ہوش رہوں گی۔ اس کے بعد بھی ہوش آئے گا تو پتا نہیں دس گھنٹوں یا بیس گھنٹوں کے بعد دماغی توانائی بحال ہوگی۔ اس سے پہلے نہ تو میں سانس روک سکوں گی اور نہ ہی خیال خوانی کر سکوں گی اور نہ ہی کسی دشمن کو اپنے اندر آنے سے روک سکوں گی۔''

''ہاں، یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کیونکہ میں بھی دس بیس گھنٹے تک مسلسل تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ میری اپنی مصروفیات بھی ہیں۔ مجھے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا پڑتا ہے۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک تمہاری دماغی توانائی بحال نہ ہو میں وقفے وقفے سے کبھی ایک گھنٹے کبھی آدھے گھنٹے بعد تمہارے اندر آ کر تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں۔''

''چلو یہی سہی۔ تم آتے جاتے رہو گے تو مجھے حوصلہ ملتا رہے گا۔''

اسے تو حوصلہ کرنا ہی تھا۔ اگر آپریشن نہ کراتی تو آگے جا کر زچگی کے وقت بڑے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا۔ دوسرے دن اس کا آپریشن بخیر و خوبی ہو گیا۔ میں ایسے وقت اس کے پاس موجود رہا۔ دشمنوں کے حالات کہہ رہے تھے کہ وہ اپنے اپنے مسائل میں بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ فی الحال کوئی بھی کاہنہ کی طرف توجہ نہیں دے گا۔

میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میری کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ میں نے ایک گھنٹے بعد اس کی خبر لی۔ وہ ہوش میں آ گئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی ہو؟''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''اوہ... فرہاد! یہ تم ہو... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تمہاری طرح کوئی دوسرا بھی میرے اندر آ سکتا ہے۔''

''تمہارا آپریشن کامیاب رہا ہے۔ تم بیماری سے تو بچ گئی ہو مگر دشمنوں کی ہیبت سے مر جاؤ گی۔ میں چوبیس گھنٹے تمہارا پہرے دار بن کر نہیں رہ سکتا۔ تمہاری تقدیر اچھی ہے۔ تمام دشمن اپنے معاملات میں بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ ابھی تمہاری طرف کوئی توجہ نہیں دے گا۔ آرام سے پڑی رہو۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔''

''پلیز فرہاد...! ایک گھنٹے میں میری جان چلی جائے گی۔ میں سچ مچ ہیبت سے مر جاؤں گی۔ پلیز دس پندرہ منٹ میں آ جاؤ۔''

میں نے اس کی تسلی کے لیے پندرہ منٹ میں آ کر کہا۔ ''میری اور بھی مصروفیات ہیں۔ میں ذرا دیر سے آؤں گا مگر آؤں گا ضرور۔''

میں نے اس کا جواب نہیں سنا۔ فوراً وہاں سے چلا آیا۔ میں سونیا کے لیے متجسس تھا۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس کی خاموشی کہہ رہی تھی کہ وہ ابھی ایشورارا تک پہنچ نہیں پائی ہے اور وہ ایسی ضدی تھی کہ اپنے معاملے میں مجھے بھی مداخلت سے روک رہی تھی۔

میں نے ایک بار خیال خوانی کے ذریعہ اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ ''میں خیریت سے ہوں۔ جلد ہی کوئی اچھی خبر سناؤں گی۔ اب جاؤ...''

یہ تو ہم نے بارہا آزمایا ہے کہ جو ہم سوچتے ہیں' وہ نہیں ہوتا اور جو نہیں سوچتے' وہ ہو جاتا ہے۔ اُدھر برائٹ موسس اور اکابرین بہت پریشان تھے۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ دھمکیاں دے رہا تھا کہ ایشورارا اگلے لمحے نہ جانے ان میں سے کتنوں کی موت بننے والا ہے۔ نہ ہی فون سے اور نہ ہی خیال خوانی کے ذریعہ اس سے رابطہ ہو رہا تھا۔





ان حالات میں موسس نے سوچا۔ ''بس ایک کاہنہ ہی [ایسی ہے] جس کے ذریعہ ایشورارا سے بات ہو سکتی ہے۔ اسے [کسی] طرح سمجھا کر اس کے ذریعہ اس دشمن سے بات کی جا سکتی ہے۔''

اس خیال سے وہ کاہنہ کے اندر آیا تو کسی رکاوٹ کے [بغیر] اس کے اندر جگہ مل گئی۔ اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ ایک [آپریشن] کے بعد بہت کمزور ہو گئی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے اس [کے] چور خیالات پڑھنے لگا۔ یہ بھید معلوم ہونے لگا کہ اس نے [فرہاد کو خوش] کرنے کے لیے ایشورارا کے تین خاص ماتحتوں کو ہوٹل [کیپ] ٹاؤن میں قتل کیا ہے۔

وہ بڑے آرام سے اس کے چور خیالات پڑھتا رہا پھر [اس] نے مخاطب کیا تو موسس کی آواز اور لب و لہجہ سنتے ہی وہ [گھبر]اہٹ سے چیخ پڑی۔ ''تم... تم... نہیں، نہیں۔ تم میرے اندر [نہیں] آ سکتے۔ چلے جاؤ یہاں سے... فرہاد! تم کہاں ہو؟ اسے [یہاں] سے بھگاؤ... فرہاد!... فرہاد...!''

''خوامخواہ چیخ رہی ہو۔ تمہاری سوچ نے بتایا ہے کہ وہ [ابھی] دس منٹ پہلے یہاں سے گیا ہے۔ اتنی جلدی نہیں آئے [گا۔]''

وہ گڑگڑانے لگی۔ ''پلیز مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ میری [جان] نہ لو۔ مجھے اپنی کنیز بنا لو۔ میں ساری زندگی تمہارے [قد]موں میں رہوں گی۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''کیا فرہاد کے قدموں میں نہیں [ر]ہو گی؟''

''جو مجھے زندگی دے گا' میں اسی کی داسی بن کر [ر]ہوں گی۔''

''فرہاد کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کی ہونے والی بیٹی کی [ما]ں میری داسی بن جائے۔ میں خوامخواہ اس سے دشمنی مول لینا [نہیں] چاہوں گا۔''

''ہم دونوں پُراسرار علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ [ہما]را کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

''میں تمہارے چور خیالات اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ [بد]لتے ہوئے حالات کے مطابق مرد بدلنے والی عورت [ہو اور یہ] بھی معلوم کر چکا ہوں کہ فرہاد ہمیں ایشورارا سے لڑاتے [رہنے] کے لیے تمہیں استعمال کرتا رہے گا۔ تم نے اسے خوش [کرنے] کے لیے ایشورارا کے تین ماتحتوں کو مار ڈالا۔ قاتل تم ہو [اور وہ] ہمیں قاتل سمجھ کر ہمارے بے شمار اکابرین کو موت کے [گھاٹ] اُتار رہا ہے۔''

''میں نے مجبور ہو کر اس کا ساتھ...''

وہ گرج کر بولا۔ ''بکواس مت کر... تجھ جیسی چڑیل کو زندہ چھوڑنا بہت بڑی حماقت ہوگی۔ تجھے ختم کرنے کا اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔''

یہ کہتے ہی موسس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں مارتی ہوئی بڑے سے بیڈ پر اِدھر سے اُدھر پھڑ پھڑانے لگی۔ اسپتال کے کتنے ہی لوگ دوڑے چلے آئے۔ اسے سنبھالنے لگے۔ لیڈی ڈاکٹر اس کی تکلیف کو سمجھنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت موسس نے پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔

آپریشن کے باعث وہ پہلے ہی بہت کمزور ہو چکی تھی۔ دوسرے ذہنی جھٹکے کو برداشت نہ کر سکی۔ اس پر پہلے تو سکتہ طاری ہوا۔ وہ ہولے ہولے لرزتی رہی۔ اس کی جان اٹکی ہوئی تھی۔ دم نہیں نکل رہا تھا۔ موسس نے آخری جھٹکا دیا تو یکلخت وہ تڑپ کر ٹھنڈی پڑ گئی۔ ہزاروں برس سے زندہ رہنے کا ڈھونگ رچانے والی کاہناؤں کی نوٹنکی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

☆☆☆

ایشورارا تقریباً دو گھنٹے تک گھنے جنگلوں سے گزرتا رہا۔ اس کی رفتار سُست ہو گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ سونیا جنگل کے ناہموار راستوں پر گاڑی ڈرائیو نہیں کر سکے گی۔ وہ بہت سُست رفتاری سے تعاقب کرے گی۔

اس کا خیال غلط نہیں تھا۔ جنگل کے کچے ناہموار راستے پر گاڑی چلانے میں بڑی دشواریاں پیش آ رہی تھیں مگر اُسے دشواریوں سے کھیلنے میں مزہ آتا تھا۔ وہ اس یقین کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی کہ آگے جا کر کہیں نہ کہیں اُسے دبوچ لے گی۔

وہ آگے جاتے جاتے رک گیا۔ اسے پتا نہیں چل رہا تھا کہ کدھر جا رہا ہے؟ اب مشین کو استعمال کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ بہت دیر ہو چکی تھی۔ سونیا کے بارے میں معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اس کے پیچھے آ رہی ہے یا اس نے مایوس ہو کر پیچھا کرنا چھوڑ دیا ہے؟

مشین کے ذریعہ یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا کہ وہ مصر کے کس حصے میں ہے۔ اسے آگے جانے کے لیے سمتوں کا تعین کرنا تھا۔ وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر مشین کو آن کرنے کے بعد سب سے پہلے یہ معلوم کرنے لگا کہ وہ اس ملک کے کس علاقے میں ہے؟ بڑی دیر سے جنگل میں کیوں بھٹک رہا ہے؟ اس جنگل سے نکل کیوں نہیں پا رہا ہے؟

مشین نے بتایا کہ جب تک وہ سیدھا ایک سمت میں نہیں جائے گا' اس جنگل سے نکل نہیں پائے گا۔ سمتیں بدلنے

کے باعث وہ وہاں کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہا ہے۔ اس نے سر اُٹھا کر ایک سمت دیکھا اور یہ طے کیا کہ اب سیدھا اسی طرف جائے گا۔ آگے بڑھنے کے دوران میں کسی طرف نہیں مُڑے گا۔

پھر اس نے سونیا کے نمبر پنچ کیے۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ دکھائی دی۔ وہ اپنی گاڑی میں نہیں تھی۔ اسی جنگل میں دبے قدموں بڑھتی چلی آرہی تھی۔ اس نے تیزی سے کی بورڈ پر اُنگلیاں چلائیں۔ اسکرین پر اس کا سوال اُبھرنے لگا۔ ”سونیا مجھ سے کتنے فاصلے پر ہے؟“

چند سیکنڈ کے بعد اسکرین پر جواب اُبھرا۔ ”تم سے پچاس گز کے فاصلے پر ہے۔“

وہ اچانک ٹھٹک گیا۔ اپنے لباس سے ریوالور نکالتے ہوئے دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ اس نے مشین کو گھاس پر کھلا چھوڑ دیا۔ اسے بند نہیں کیا کیونکہ اس کی اسکرین پر سونیا کو دیکھ سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس سمت سے آرہی ہے؟

یہ سمجھنا بہت مشکل تھا کہ وہ کس سمت میں ہے؟ وہاں ایک جیسے گھنے درخت تھے۔ اونچی اور گھنی جھاڑیاں تھیں۔ وہ آگے پیچھے دائیں بائیں کہیں سے آرہی ہوگی۔ صحیح سمت معلوم کرنے کے لیے تحریر کے ذریعہ مشین سے پوچھنا ضروری تھا۔ اگر وہ گھاس پر بیٹھ کر مشین کو آپریٹ کرتا تو اتنی دیر میں وہ بلا سر پر پہنچ جاتی۔ اس وقت اتنا ہی غنیمت تھا کہ وہ اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔

اچانک ایک جھاڑی میں سرسراہٹ سی ہوئی۔ اس نے اُدھر کا رخ کرکے تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ چار گولیاں ضائع ہوئیں۔ اُدھر کچھ نہیں تھا۔ اس نے سر گھما کر اسکرین کی طرف دیکھا۔ سونیا گھاس پر اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگ رہی تھی۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر فائر کرنے لگا۔

ریوالور میں گولیاں کتنی ہوتی ہیں۔ وہ خالی ہوگیا۔ اب اسے دوبارہ لوڈ کرنے کا وقت نہیں مل سکتا تھا پھر بھی اس نے پھرتی دکھانی چاہی۔ اسے لوڈ کرنے لگا مگر وہ کڑکتی ہوئی بجلی کی طرح پھرتیلا نہیں ہوسکتا تھا۔ یکبارگی یوں لگا جیسے آسمان سے بلا نازل ہوئی ہو۔ ایک فلائنگ کِک اس کے سینے پر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر ذرا پیچھے گیا۔ دوسری کِک ہاتھ پر پڑی۔ ریوالور اس کی گرفت سے نکل کر پاس والی گھنی جھاڑی میں چلا گیا۔ یہ شاک پہنچا کہ وہ نہتا ہوگیا ہے۔

مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق حملے کرنے لگا اور جواباً مار کھانے لگا۔ ذرا سی دیر میں چکرا کر رہ گیا۔ عقل نے سمجھایا، وہاں سے بھاگ کر ہی جان بچا سکتا ہے مگر سونیا نے اسے بھاگنے نہیں دیا۔ ایسی کِک اور ایسے کراٹے کے ہاتھ دکھائے کہ وہ بے دم سا ہوکر اوندھے منہ گر پڑا۔

سونیا نے اس کی مشین کے پاس آکر پہلے اس سے منسلک رہنے والے منی بم کو اس سے الگ کیا۔ اسے مٹھی میں دبا کر ایشورارا کے پاس آئی۔ وہ زمین سے اُٹھنے کی کوشش کررہا تھا۔ اس نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔ اس منی بم کو اس کی جیب میں ڈال دیا پھر اسے ایک لات مار کر کہا۔ ”جا، میں تجھے زندہ چھوڑتی ہوں مگر تیری یہ غیر معمولی مشین لے جارہی ہوں۔“

اس نے مشین کے پاس آکر اسے بند کیا پھر اسے اُٹھا کر وہاں سے جانے لگی۔ ایشورارا نے پیچھے سے للکارا۔ ”اے، میدان مارنے والی...! تُو کیا سمجھتی ہے، تجھے مارنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا ہے؟ میں ہوں موت... تیری موت...“

وہ پلٹ کر حقارت سے بولی۔ ”تجھ میں اُٹھنے کی سکت نہیں ہے اور میری موت بننے کا دعویٰ کررہا ہے۔ میرے پیچھے آسکتا ہے تو آ... میں سیارے کی سب سے اہم غیر معمولی مشین لے جارہی ہوں۔“

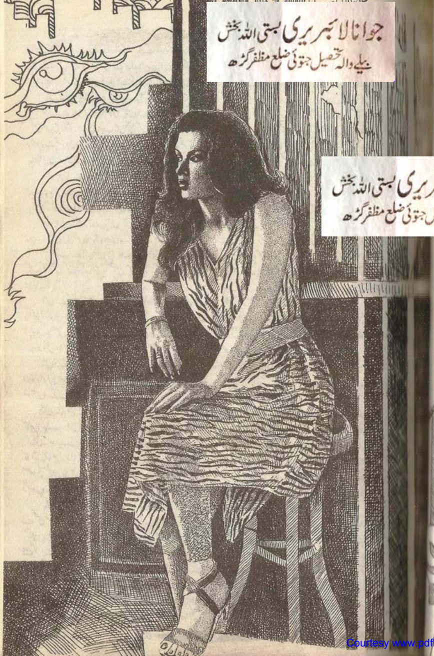
وہ بُری طرح زخمی ہوگیا تھا۔ ہانپتے ہوئے بولا۔ ”ہم نے یہاں اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دی۔ ایک چھوٹی سی مشین، ایک چھوٹا سا آلہ بھی کسی کو لے جانے نہیں دیا۔ تُو بھی اس مشین کو نہیں لے جاسکے گی۔“

وہ طنزیہ انداز میں مسکراتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ ایشورارا نے اپنے بیگ میں سے ایک ریموٹ کنٹرول کو نکالا۔ سونیا اس پورٹیبل مشین کو اُٹھائے ہوئے تھی۔ قدم قدم دور ہوتی جارہی تھی۔ اس نے ریموٹ کنٹرول کے ایک بٹن پر اُنگلی رکھتے ہوئے کہا۔ ”کاتبِ تقدیر سے بھی لکھنے میں غلطی ہوجاتی ہے۔ اس نے تیرے ہاتھوں میری موت نہیں، میرے ہاتھوں تیری موت لکھی ہے۔ جا دفع ہوجا...“

یہ کہتے ہی اس نے بٹن کو دبایا۔ اس سے منسلک بم غیر معمولی مشین سے نکل کر ایشورارا کی جیب میں پہنچا ہوا تھا۔ پلک جھپکنے سے پہلے ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ سونیا نے پلٹ کر دیکھا۔ پیش گوئی پوری ہوچکی تھی۔ اس کے وجود کے چیتھڑے اُڑ گئے تھے۔

اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلیو... وہ موت کا پانسہ پلٹنے والی اس پورٹیبل مشین کو اُٹھائے سینہ تانے جنگل کے سینے کو روندتی جارہی تھی۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے





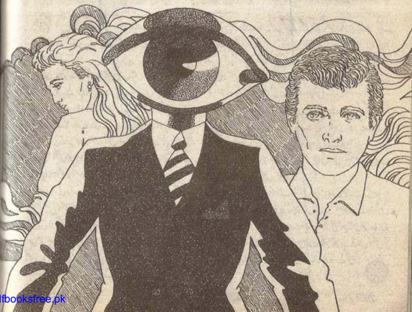
جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

سسپنس کا مقبول عالم سلسلہ جو تین سو چوہتر ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں، رنگینیوں اور تحیّر
کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی
جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست
کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں
چاہتا، جھانک لیتا اور یہی اُس کا مہلک ترین ہتھیار
تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسمِ ہوش رُبا جسے قارئین
کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور
ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے
خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور
بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ
حریفوں سے برسرِ پیکار رہے۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ



سونیا نے سب سے پہلے مجھے خوشخبری سنائی کہ سیارے والوں کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ ایشورارا کے مقدر کا لکھا پورا ہو چکا ہے۔ اس نے کہا۔ ''میں نے براہِ راست اسے ہلاک نہیں کیا ہے...... مگر ہاں، اس کی ہلاکت کی وجہ بن گئی ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ کیسے......؟''

اس نے بتایا کہ غیر معمولی مشین سے منسلک رہنے والا بم کس طرح ایشورارا کی جیب میں پہنچ گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے سونیا کو ہلاک کر رہا ہے مگر بدقسمتی سے اس نے اپنے ہی ہاتھوں سے خود کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔

پھر سونیا نے کہا۔ ''وہ آڈیو اور ویڈیو کیپچرنگ مشین میرے پاس ہے۔ بولو کیا ارادہ ہے؟''

''میں آرہا ہوں، کہاں ملو گی۔''

وہ بولی۔ ''میرے پاس قاہرہ کی ایک رینٹیڈ کار ہے۔ واپس اسی شہر جارہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے میں کل صبح تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔ تب تک کوشش کرنا کہ اس مشین کا آپریٹنگ سسٹم معلوم ہوجائے۔''

اس نے کہا۔ ''قاہرہ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہر ڈاکٹر آفندی ہیں۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے سے ڈپلومہ حاصل کیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ مشین کے سلسلے میں ان سے مدد مل جائے۔''

میں نے کہا۔ ''ایک بات اور یاد رکھو۔ دشمنوں کو ابھی ایشورارا کی موت کی خبر نہیں ملنی چاہیے۔ میں آرہا ہوں پھر ہم سوچیں گے کہ آئندہ کیا کرنا ہے؟''

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دوسرے دن کے لیے قاہرہ جانے والی ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ او کے کرائی۔ سونیا نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ ایک تو ایشورارا کا قصہ تمام کر دیا تھا۔ دوسری کامیابی یہ تھی کہ اس نے غیر معمولی مشین حاصل کرلی تھی۔ اس مشین کے ذریعے آئندہ ہم دشمنوں کے خلاف بڑے تماشے کر سکتے تھے۔

کچھ سیارے والے ابھی ہماری زمین پر باقی تھے۔ ان سے بھی نمٹنا ضروری تھا۔ ایشورارا کو ہلاک کرنا اور غیر معمولی مشین پر قبضہ جمالینا...... یہ ہم دنیا والوں کی ایسی کامیابی تھی جسے گریٹ ایشورارا برداشت کرنے والا نہیں تھا۔ آئندہ جلد ہی اس کی طرف سے خطرناک ردعمل ظاہر ہوسکتا تھا۔ اس کے لیے ہم ذہنی طور پر تیار تھے۔

اتنی بڑی کامیابی حاصل کرنے کے بعد کاہنہ کو بھلایا نہیں جاسکتا تھا۔ میں دو گھنٹے پہلے اس کے پاس تھا۔ وہ بالکل خیریت سے تھی۔ دور دور تک ایسے آثار نہیں تھے کہ کوئی دشمن اس کی طرف توجہ دے کر اسے نقصان پہنچاتا۔ میں اسے تسلیاں دے کر چلا آیا تھا۔

اب خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو بے حد افسوس ہوا میری سوچ کی لہروں نے واپس آکر اس کی موت کی تصدیق کردی۔ یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ اس کی طبعی موت نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ آپریشن کے بعد اس کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ وہ بالکل نارمل تھی۔ دوسرے دن اسے اسپتال سے چھٹی ملنے والی تھی۔ اسے کس نے ہلاک کیا ہے؟ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔

میں نے اس اسپتال کی لیڈی ڈاکٹر کے خیالات پڑھے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ ''پتا نہیں اسے اچانک کیا ہوگیا تھا؟ ہم سب اس کی چیخیں سن کر کمرے میں پہنچے تو وہ بیڈ پر بُری طرح تڑپ رہی تھی۔ اس کی اندرونی تکلیف سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ میں اسے انجکشن دے کر سلانا چاہتی تھی لیکن وہ پھر ایک بار تکلیف کی شدت سے ایک ذرا تڑپ کر ٹھنڈی پڑ گئی۔ میرے کچھ سمجھنے اور علاج کرنے سے پہلے ہی اس کا دم نکل گیا۔''

اب بات واضح ہوگئی کہ کسی دشمن نے اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کیے تھے۔ وہ دشمن کون ہوسکتا تھا؟ ایشورارا یا موسس کے علاوہ اس کا کوئی مخالف نہیں تھا۔ ایشورارا کو اس وقت سونیا دوڑا رہی تھی، اسے اپنی جان کی فکر تھی...... وہ کاہنہ کی جان کیا لیتا؟ حالات کہہ رہے تھے کہ پیشوائے اعظم نے اسے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

کسی بھی انسان کی موت پر جس حد تک افسوس کرنا چاہیے اتنا افسوس میں نے بھی کیا۔ مجھے اس سے کوئی دلی لگاؤ نہیں تھا۔ یہ پیشگوئی بھی غلط ہوئی کہ وہ میری ایک بیٹی کو جنم دے گی۔ پیشگوئی صرف اس مرحلے تک درست رہی کہ وہ میری زوجہ بننے کے بعد ماں بننے والی تھی پھر اس کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ آئندہ اس کے قاتل کی زندگی بھی وفا کرنے والی نہیں تھی۔

میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''ہیلو مسٹر موسس! تم سب کی طرف سے بڑی خاموشی ہے۔ ایشورارا نے تم لوگوں کو اچھی طرح دہشت زدہ کر رکھا ہے۔''

وہ بولا۔ ''میں دہشت زدہ نہیں ہوں۔ تم تو جانتے ہی ہو' میں نے تم سے مدد مانگی ہے اور تم نے وعدہ کیا ہے کہ میرے بیٹے کا انتقام لو گے اور ایشورارا کو ختم کردو گے یا اسے ہماری دنیا سے بھگا دو گے۔''



''ہاں، میں نے وعدہ تو کیا ہے مگر تم لوگوں کا کوئی دین ایمان نہیں ہے۔ ان اکابرین نے اپنی آزادی اور غیرت بیچ کر غلامی مول لے کر بہت مہنگا سودا کیا ہے۔''

''میں اس سودے بازی میں شامل نہیں ہوں۔ یہ بتاؤ' مجھے کیوں یاد کیا ہے؟''

''تمہارا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کس بات کا شکریہ......؟''

''تم نے کاہنہ جیسی بلا سے میرا پیچھا چھڑایا ہے۔''

وہ چونک گیا پھر سنبھل کر بولا۔ ''یہ...... یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے اس سے تمہارا پیچھا چھڑایا ہے؟ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''یہی کہ جو کام میں کرنا چاہتا تھا، وہ تم نے کر دیا۔ وہ میرے لیے مصیبت بن گئی تھی۔ تم نے مجھے اس مصیبت سے نجات دلائی ہے۔''

وہ جھجکتے ہوئے بولا۔ ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟ وہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی تھی...... پھر کیوں اسے...''

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ ''اسی لیے اسے ختم کرنا چاہتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ایک چڑیل میری کسی اولاد کو جنم دے۔ اس سلسلے میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ وہ میرے ہاتھوں نہیں کسی اور کے ہاتھوں ماری جائے گی اور دیکھ لو کہ وہ تمہارے ہاتھوں ماری گئی ہے۔''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''چلو انجانے میں ہی سہی میں تمہارے کام آگیا۔''

''اس کے بدلے میں تمہارے کام آؤں گا۔ تمہاری بھی الجھنیں، پریشانیاں اور مسائل ہیں...... ان سب سے تمہیں نجات دلاؤں گا۔''

''یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ کسی کو تمام مسائل سے نجات دلا دے۔''

''تم بھول رہے ہو، ہمارے آلۂ کار ایسا آسانی سے کر سکتے ہیں۔''

وہ چونک کر بولا۔ ''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''وہی جو سمجھ رہے ہو۔ میرا کوئی بھی آلۂ کار کسی بھی وقت' کہیں بھی تمہیں گولی سے اڑا دے گا۔ تمہیں تمام مسائل سے نجات مل جائے گی۔''

''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''اگر یہ بکواس نہ کرتا تو تم کبھی کاہنہ کے قاتل ہونے کا اقرار نہ کرتے۔'' میں نے شدید نفرت سے کہا۔ ''لعنت ہے تم جیسے کم ظرف' کتنے کمینے ہو۔ مجھ سے مدد مانگنے آئے تھے۔ ایشورارا سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ جب میری طرف سے یقین ہوگیا کہ میں تمہارا انتقام ایشورارا سے لوں گا۔ اسے اس دنیا سے بھگا دوں گا تو تم نے میرے ہی گھر پر حملہ کیا۔ میری ہونے والی بیٹی کو مار ڈالا۔ تمہارے ہر عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی اپنے باپ کے بھی نہیں ہوتے۔''

وہ ڈھٹائی سے بولا۔ ''تم مجھ سے جرم کا اعتراف کرا کے میرا کیا بگاڑ لو گے؟''

''ابھی کچھ نہیں بتاؤں گا۔ بس یہ مشورہ دے کر جارہا ہوں کہ ان لمحات کے بعد میرا کوئی بھی آلۂ کار تمہیں کہیں بھی گولی مار سکتا ہے۔ اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا۔''

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ سونیا قاہرہ کے جس مکان میں ٹھہری تھی۔ اس مالک مکان کے بیٹے کا نام جواد خیری تھا۔ سونیا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آج رات کا کھانا اس کے ساتھ کھائے گی۔ جب وہ قاہرہ پہنچی تو رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ جواد خیری نے اسے دیکھتے ہی خوش ہو کر کہا۔ ''خدا کا شکر ہے سسٹر! میں تمہارے لیے بہت فکرمند تھا۔''

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئی بولی۔ ''میرے لیے کیوں فکرمند تھے؟''

''کسی نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر آپ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ جب سے سوچ رہا ہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا یا کوئی جادوگر ہوگا۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''فکر نہ کرو۔ تمہاری یہ بہن کمزور نہیں ہے۔ وہ آئندہ کبھی دشمنی کرنے نہیں آئے گا، تم جا کر تیار ہوجاؤ۔ ہم ابھی کسی ساحلی ہوٹل میں ڈنر کریں گے۔''

وہ چلا گیا۔ سونیا نے شاور لے کر لباس تبدیل کیا پھر فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ''میں اعلیٰ حضرت سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

ہم میں سے کوئی بھی فون یا خیال خوانی کے ذریعے جناب علی اسد اللہ تبریزی کو براہِ راست مخاطب نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ادارے کے انچارج کے علم میں یہ بات رہتی تھی کہ کس وقت ان سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال رابطہ ہوگیا۔

سونیا نے کہا۔ ''ایشورارا اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ اس کی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین میرے پاس ہے۔ میں اس کے تمام فنکشن کو سمجھنا چاہتی ہوں۔ کسی غلطی کے بغیر اسے آپریٹ کرنا چاہتی ہوں۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''کیا ڈاکٹر آفندی کی رہنمائی چاہتی ہو؟''

"جی اعلیٰ حضرت! یہی چاہتی ہوں۔"

"ڈاکٹر آفندی کا پتا اور فون نمبر ذہن نشین کرو۔ فجر کی نماز کے بعد ان کے پاس جاؤ۔ وہ مشین کے سلسلے میں تمہیں گائیڈ کریں گے۔"

"شکریہ اعلیٰ حضرت!"

انہوں نے ڈاکٹر آفندی کا پتا اور فون نمبر بتا کر رابطہ ختم کردیا۔ جواد نے دروازے پر دستک دی تو سونیا نے کہا۔ "دروازہ کھلا ہے، آجاؤ۔"

اس نے اندر آکر پوچھا۔ "آپ تیار ہوگئیں؟"

وہ جرابیں اور جوتے پہنتے ہوئے بولی۔ "تیار ہوں، ابھی چلتے ہیں۔"

اس نے پوچھا۔ "مسٹر! یہ مردوں کی طرح فوجی بوٹ کیوں پہنتی ہو؟"

"مجبوری ہے۔ ان کے بغیر دشمن راضی نہیں ہوتے۔"

وہ ہنسنے لگا پھر بریف کیس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرے پاس بھی بالکل ایسا ہی بریف کیس ہے۔ وہ بھی میرون کلر کا ہے۔"

سونیا نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس بریف کیس کو دیکھا۔ ذہن میں یہ بات آئی کہ ایشورارا کے باقی آدمی قاہرہ میں ہوسکتے ہیں۔ میرے پاس اس کا بریف کیس دیکھ کر ضرور مجھ پر حملہ کریں گے۔ اتنی اہم غیر معمولی مشین کو چھین لینا چاہیں گے۔ کیوں نہ جواد کے بریف کیس کے ذریعے انہیں شکار کیا جائے؟

اس نے جواد سے کہا۔ "اپنا بریف کیس لا کر دکھاؤ۔ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ فوراً ہی اپنا بریف کیس لے آیا۔ سونیا نے اسے ہاتھوں میں لے کر اچھی طرح دیکھا۔ ایشورارا کے بریف کیس سے موازنہ کیا، ان دونوں میں ایک ذرا سا فرق تھا...... مگر دور سے ایک جیسے دکھائی دیتے تھے۔

اس نے جواد سے کہا۔ "اسے خالی کرو پھر اس میں چھوٹے چھوٹے پتھر بھر کر لے آؤ۔ میرے بریف کیس کی طرح اسے بھاری ہونا چاہیے۔"

اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ بریف کیس میں پتھر ڈال کر لے آیا پھر وہ دونوں باہر آکر رینٹیڈ کار میں بیٹھ گئے۔ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔ "تم گائیڈ کرو ہم کہاں جا کر مزے دار کھانا کھا سکتے ہیں؟"

"ایک ساحلی ریستوران لذیذ کھانوں کے لیے بہت مشہور ہے۔ میں وہیں لے چلتا ہوں مگر تمہارے ارادے کچھ خطرناک لگتے ہیں؟ یہ فوجی بوٹ اور بریف کیس میں بھرے ہوئے پتھر..... سمجھ میں نہیں آتا کہ تم دشمنوں کو پتھر مار کر کیسے بھگاؤ گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اگر کوئی دشمن ہتھے چڑھے گا تو تماشا دکھاؤں گی۔"

ایسے وقت میں نے اس کے پاس آکر پوچھا۔ "کیا ہو رہا ہے؟"

"جواد خیری کے ساتھ ڈنر کے لیے جارہی ہوں۔ کل مشین کے سلسلے میں ڈاکٹر آفندی سے ملاقات ہوگی۔ تم سناؤ کب آرہے ہو؟"

"کل دن کے گیارہ بجے کی فلائٹ سے قاہرہ پہنچوں گا۔ ہم نہیں جانتے کہ ایشورارا کے کتنے آدمی ہماری دنیا میں رہ گئے ہیں؟ اور وہ کن ممالک میں ہیں؟"

"ایک اندازہ ہے کہ اس کے دو چار آدمی قاہرہ میں ہوں گے۔ ان کے آگے چارہ ڈالنے کی کوشش کررہی ہوں۔"

اس نے بتایا کہ جواد سے بریف کیس لے کر کس طرح ایشورارا کے آدمیوں کو اپنے پیچھے لگا سکتی ہے۔ میں نے کہا۔ "تم خوامخواہ خطرہ مول لیتی ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے' اس کا کوئی آدمی اسے ایشورارا کا بریف کیس سمجھ کر تمہارے قریب نہ آئے۔ تمہیں دور سے ہی گولی مارے اور بریف کیس لے جائے۔"

وہ بولی۔ "اتنی سی عقل مجھ میں ہے، یہ بریف کیس بالکل ویسا ہی نہیں ہے۔ شبہ ہوتا ہے کہ یہ ایشورارا کا ہوسکتا ہے۔ کوئی بھی دشمن پہلے شبہ دور کرے گا۔ جب یقین ہوگا' تب ہی مجھ پر حملہ کرے گا۔"

"اچھی بات ہے، میں جواد کے اندر آتا جاتا رہوں گا۔ ابھی جارہا ہوں۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ "ایشورارا کے کسی ماتحت سے سامنا ہوجائے گا۔ تو اس کے ذریعے سیارے کے دوسرے لوگوں کا سراغ لگایا جائے گا۔ سونیا ایک نقلی بریف کیس کے ذریعے شکار کھیلنے نکلی ہے۔ ضروری نہیں کہ شکار دام میں آجائے۔ ہوسکتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی قاہرہ میں نہ ہو۔ ہوسکتا تھا کہ وہ افریقہ سے نکل کسی دوسرے براعظم میں چلے گئے ہوں؟

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر سونیا کے پاس آکر بولا۔ "اس بریف کیس کو پھینکو۔ خوامخواہ کسی دشمن کو اپنی طرف آنے کی دعوت نہ دو۔"

"تم دوسری بار میرے طریقۂ کار کی مخالفت کررہے ہو۔ تم اندیشوں میں کیوں مبتلا ہوگئے؟ اگر تمہاری چھٹی حس روکنا چاہتی ہے تو میں رک جاؤں گی۔"

"چھٹی حس والی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے پاس اب ایک غیر معمولی مشین ہے۔ ہم اس کے ذریعے تمام مطلوبہ افراد تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"کل صبح میں ڈاکٹر آفندی سے مشین آپریٹ کرنا سیکھ لوں گی۔ اس کے بعد یہ ممکن ہوگا۔"

"تو پھر یہ معاملہ کل پر ڈال دو۔ انہیں ٹریپ کرنے کی ایسی جلدی کیا ہے؟"

"جلدی ہے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کیا ہوگا۔ انہیں معلوم ہوچکا ہوگا کہ ان کا باس اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ ہمیں سمجھنا چاہیے' اب وہ کیا کررہے ہوں گے؟"

"تم کیا سوچ رہی ہو؟ اور کیا سمجھ رہی ہو؟"

"انہوں نے فوراً ہی گریٹ ایشورارا کو اطلاع دی ہوگی۔ یہ غیر معمولی مشین اس مرنے والے ایشورارا سے زیادہ اہم ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ گریٹ ایشورارا کے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے اور کیسی مشینیں ہیں؟ جن کے ذریعے وہ ہمارے قبضے میں رہنے والی مشین کا سراغ لگا رہا ہوگا۔"

وہ بولتے بولتے چونک گئی۔ کار کی رفتار دھیمی کر کے ایک یوٹرن لیتی ہوئی واپس جانے لگی۔

میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ بولی۔ "کچھ نہیں، میں اس مشین کو گھر پر چھوڑنا نہیں چاہتی۔"

اس نے جواد کے مکان کے سامنے گاڑی روکی۔ وہ مکان کے جس گوشے میں رہتی تھی۔ ادھر ایک کمرے کی کھڑکی روشن نظر آرہی تھی جب کہ وہ کمرے کی لائٹ بجھا کر گئی تھی۔

اس نے جواد سے کہا۔ "تم یہیں بیٹھو' میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ کار سے نکل کر دبے قدموں چلتی ہوئی اس کمرے کے دروازے پر آئی۔ وہ اسے لاک کر کے گئی تھی مگر ہینڈل پر ذرا سا دباؤ ڈالتے ہی وہ کھل گیا۔ اسی وقت اندر موجود دو افراد باہر آنے کے لیے دروزاہ کھولنا چاہتے تھے۔ وہ خود ہی کھلا تو دونوں چونکے۔ بجلی جیسی تیزی دکھانے والی نے ایک پل کی تاخیر نہیں کی۔ دروازے پر زور کی لات ماری۔ وہ دونوں اس سے ٹکرا کر لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہوئے...... پھر انہیں جوابی حملے کے لیے آگے بڑھنے کی مہلت نہیں ملی۔ اس نے انہیں لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا۔

وہ بدحواس ہوگئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس بلا سے پالا پڑا ہے؟ وہ ایک ساعت کے لیے کہیں ٹھہرتی نہیں تھی۔ کبھی اس پر کبھی اس پر پھرتی سے جھپٹ رہی تھی۔ ان کی آنکھیں اس پر ٹھہر نہیں رہی تھیں۔ وہ بوکھلاہٹ میں اپنا بچاؤ بھی نہیں کرپارہے تھے۔

وہ بلا کی حساس تھی۔ ان سے لڑنے کے دوران سمجھ گئی تھی کہ وہاں کوئی تیسرا بھی موجود ہے۔ وہ بریف کیس اٹھائے دوسرے دروازے سے نکلنا چاہتا تھا لیکن عجلت میں مقفل دروازہ نہیں کھل رہا تھا۔ تب اس نے ریوالور نکال کر سونیا پر گولی چلائی۔ اس نے ایک دشمن کو کھینچ کر اپنے آگے کیا۔ موت اس کے حصے میں چلی گئی۔

وہ دوسرا فائر کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی سونیا کے پیچھے سے ایک گولی چلی تو ریوالور والا اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ سونیا نے پلٹ کر دیکھا۔ جواد پستول لیے دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے کہا۔ "یہ تیسرا زندہ ہے مگر زخمی ہے۔ اسے ہلاک نہ کرو۔ بریف کیس لے کر یہاں سے جاؤ۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

وہ غیر معمولی مشین والا بریف کیس اٹھا کر جواد سے بولی۔ "تم پولیس کو انفارم کرو کہ تین ڈاکو گھر میں گھس آئے تھے۔ اس وقت وہ ایک کمرے میں مردہ پڑے ہیں۔"

وہ بولا۔ "مسٹر! پولیس والے مجھے مرڈر کیس میں پھانسنا چاہیں گے۔"

اس نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "اپنی بہن پر بھروسا کرو۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام معاملات سنبھال لیں گے۔"

وہ اس کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔ تیسرا شخص زخمی حالت میں فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے اس کی آواز سنی تھی۔ اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ ایشورارا کا دستِ راست بگولا ہے۔

اس نے دو گھنٹے پہلے خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کرنا چاہا تھا مگر اس کی سوچ کی لہروں نے بار بار واپس آکر اس کی موت کا یقین دلا دیا۔ یہ یقین کرنے کے بعد زمین پر اس کا کوئی سرپرست، کوئی راہنما نہیں رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔

ہماری دنیا میں جتنے سیارے والے آئے تھے۔ ان سب

کے پاس ایک چھوٹی سی کمیونیکیشن مشین رہتی تھی۔ تا کہ اہم ضرورت کے وقت گریٹ ایشورارا سے بھی رابطہ کر سکیں۔ بگولا نے اس مشین کے ذریعے اسے اطلاع دی۔ اس نے سب سے پہلے یہی سوال کیا۔ ”ہماری آڈیو ویڈیو کیچرنگ مشین کہاں ہے....؟“

اس نے تحریری جواب دیا۔ ”ایشورارا اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اس کی موت جہاں بھی ہوئی ہے، وہ مشین وہیں ہو گی۔“

گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”اس نے آخری بار مجھ سے کہا تھا کہ فرہاد علی تیمور کی وائف سونیا موت بن کر اس کی طرف آرہی ہے۔ معلوم کرو... کیا سونیا وہ مشین لے گئی ہے؟“

بگولا نے کہا۔ ”سونیا کی صورت ہم نے آج تک نہیں دیکھی۔ وہ کیسی ہے؟ کہاں ہے؟ اسے ٹریس کرنا ممکن نہیں ہے۔ اے گریٹ ایشورارا! تُو اپنی ذاتی آڈیو ویڈیو کیچرنگ مشین سے سونیا اور ہماری گمشدہ مشین تک پہنچ سکتا ہے۔“

”میں زمین کی کشش سے دور رہ کر اپنی مشین استعمال نہیں کرسکوں گا۔ سونیا کو اپنی مشین کے ذریعے ڈھونڈنے کے لیے مجھے زمین پر آنا ہوگا۔ میرا انتظار کرو، میں جلد ہی رابطہ کروں گا۔“

گریٹ ایشورارا کہاں رہتا ہے؟ کس طرح زندگی گزارتا ہے؟ یہ سیارے والے بھی نہیں جانتے تھے۔ جو ایشورارا مر چکا تھا، وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ گریٹ ایشورارا ہر تین ماہ بعد اگلے تین ماہ کے لیے کہاں چلا جاتا ہے؟

یہ بھید بعد میں کھلنے والا تھا کہ وہ ہر تین ماہ بعد... تین ماہ کے لیے ہماری دنیا میں آکر دن رات گزارتا تھا۔ یہاں اس نے برسوں کی محنت کے بعد زیرِ زمین لیبارٹری قائم کی تھی۔ رفتہ رفتہ سیارے کی تمام اہم اور غیر معمولی مشینیں اس زیرِ زمین لیبارٹری میں پہنچا رہا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ بہت جلد دنیا کے تمام ممالک کو تمام قوموں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لے گا اور یہاں اپنی ایک مضبوط حکومت قائم کر سکے گا۔

اس وقت بھی وہ اپنی زیرِ زمین لیبارٹری میں تھا۔ اس نے اپنی باتوں سے بگولا کو یہی سمجھایا کہ سیارے میں ہے، لہٰذا بعد میں رابطہ کرے گا۔ اس کا نائب ایشورارا مارا گیا تھا اور مشین گم ہو گئی تھی۔ یہ بات اس کے لیے تشویش ناک تھی۔ اس نے فوراً ہی اپنی غیر معمولی مشین کو آن کیا پھر اس میں سونیا کی تصویر پیش کی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اسکرین پر نظر آنے لگی۔

صرف وہی نہیں اس کے پاس رکھی ہوئی وہ غیر معمولی پورٹیبل مشین بھی دکھائی دے رہی تھی۔ جواد خیری اپنا بریف کیس لا کر اسے دکھا رہا تھا۔ وہ جواد سے کہہ رہی تھی۔ ”اسے خالی کرو پھر اس میں چھوٹے چھوٹے پتھر بھر کر لے آؤ۔“

سونیا سیارے کے دوسرے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے اپنے ساتھ نقلی بریف کیس لے جا رہی تھی۔ اصل بریف کیس کو اس کمرے میں ایک صوفے کے پیچھے رکھ دیا تھا۔ گریٹ ایشورارا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے بگولا سے کہا۔ ”ابھی اپنے دونوں ساتھیوں کو لے کر قاہرہ کی پرانی بستی میں جاؤ۔ میں وہاں ایک مکان تک تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔ اس مکان کے ایک کمرے میں ہماری غیر معمولی مشین رکھی ہوئی ہے۔ کسی کی نظروں میں آئے بغیر اسے چپ چاپ اٹھا کر لے آؤ۔“

بگولا اس کے حکم کے مطابق اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں گیا تھا۔ گریٹ ایشورارا ان لمحات میں سونیا کو نظر انداز کر کے اپنی مشین پر ماتحتوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مشین کو پانے کے لیے اضطراب میں مبتلا تھا۔ ایسے وقت سونیا کو نظر انداز کرنا مہنگا پڑا۔ اس نے عین وقت پر وہاں پہنچ کر ان تینوں کا بُرا حشر کیا تھا۔ دو مارے گئے تھے۔ بگولا ابھی زندہ تھا، وہ ایک ذرا زخمی ہونے کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔

اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ اس کے اور گریٹ ایشورارا کے درمیان کس طرح رابطہ ہوا تھا؟ اور وہ تینوں اسی کے حکم پر سونیا کے کمرے میں وہ مشین چرانے پہنچے تھے۔

تب میں نے بگولا کی زبان سے کہا۔ ”ہیلو گریٹ ایشورارا...! تم نے اپنی مشین کے ذریعے سونیا کے پاس رکھی ہوئی مشین کا سراغ لگالیا۔ تمہاری اس حرکت سے ظاہر ہو چکا ہے کہ تم ہماری دنیا میں کہیں موجود ہو۔ چلو اچھا ہے اب جو ہمارے پاس مشین ہے، اس کے ذریعے ہم تمہارا سراغ لگالیں گے۔“

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں بگولا کے ذریعے اور بہت کچھ معلوم کروں۔ لہٰذا اس نے بگولا کے اندر زلزلے پیدا کیے۔ مسلسل دو تین جھٹکے دیے۔ وہ اسی وقت تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

جواد کے گھر میں تین لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ پولیس والے آگئے تھے۔ میں نے الپا، عالی اور کبریا سے کہا۔ ”جواد کے اندر موجود رہو۔ اسے قانون کے شکنجے میں نہ آنے



دو۔ اس نے تمہاری مما کا بہت ساتھ دیا ہے۔ اس پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دینا۔“

سونیا کوئی دوسری پناہ گاہ بنانے جا رہی تھی۔ میں نے اسے گریٹ ایشورارا کے متعلق بتایا پھر پوچھا۔ ”کیا ہمیں یقین نہیں کرنا چاہیے کہ اس نے ایسی ہی ایک مشین کے ذریعے تمہاری رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا؟ اور جو مشین تم اپنے ساتھ لے جا رہی ہو، اس مشین کے ساتھ وہ تمہیں ان لمحات میں بھی دیکھ رہا ہے؟“

اس نے فوراً ہی اپنی کار سڑک کے کنارے روک دی اور پریشان ہو کر بولی۔ ”یہ تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ گریٹ ایشورارا اپنی ذاتی مشین کے ذریعے مجھے دیکھ رہا ہوگا۔ بلکہ دیکھ رہا ہے۔ میں جہاں بھی جاؤں گی وہ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے مجھ پر حملے کراتا رہے گا۔“

”ہاں وہ تمہیں کہیں بھی سکون سے رہنے نہیں دے گا۔“

”کیا ہم اسے اپنی مشین کے ذریعے دیکھ سکیں گے؟“ پھر اس نے خود ہی جواباً کہا۔ ”ہاں، میں بھی اس کا سراغ لگا سکتی ہوں مگر مشین کو آپریٹ کرنے کے لیے صبح تک انتظار کرنا ہوگا۔ فجر کی نماز کے بعد ڈاکٹر آفندی سے ملاقات ہوگی۔“

”کیا ڈاکٹر آفندی سے ابھی ملاقات نہیں کی جاسکتی؟“

”اعلیٰ حضرت نے صبح ہماری ملاقات کا وقت مقرر کیا ہے۔ اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔ ہم صبح تک اس نئے دشمن سے نمٹتے رہیں گے۔“

”فرض کرو کہ ہم اس غیر معمولی مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا تک پہنچ نہ پائے پھر کیا ہوگا؟“

”پھر تو ایک ہی راستہ رہ جائے گا، مجھے جلد سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں جا کر پناہ لینی ہوگی۔ ورنہ وہ دن رات اپنی مشین کی اسکرین پر مجھے دیکھتا رہے گا اور میرے لیے مصیبت بنتا رہے گا۔“

میں نے کہا۔ ”وہ ہمارے ادارے تک تمہیں پہنچنے نہیں دے گا۔ جس راستے سے بھی یہاں آنا چاہو گی، وہاں تمہاری زندگی کے لیے خطرہ بنتا رہے گا۔ پچھلی بار تم پیرس سے تل ابیب آنا چاہتی تھیں تو کیا ہوا تھا؟“

”ہاں، میری چھٹی حِس نے راستہ بدل دیا۔ ایشورارا نے بن غازی جانے والی فلائٹ کو تباہ کر دیا تھا۔ آئندہ گریٹ ایشورارا ابھی یہی کر سکتا ہے۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بڑے ہی جان لیوا مراحل سے گزرنے والی ہو۔ کار سے، ٹرین سے، ہوائی جہاز یا بحری جہاز سے بابا صاحب کے ادارے تک نہیں آسکو گی۔ وہ اسی براعظم افریقہ میں تمہیں دوڑاتا رہے گا۔“

”تم بھی کل کسی فلائٹ سے یہاں آنا چاہتے ہو۔ اپنی خیر مناؤ۔ بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہ نکلو۔“

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ ”عارضی طور پر پناہ لینا یا کہیں چھپ جانا ایک طرح کی جنگی حکمتِ عملی ہے لیکن ہمیشہ منہ چھپاتے رہنا بزدلی ہے۔ ایک طرح کا اعترافِ شکست ہے۔“

”دوسرے پہلو سے بھی سوچو دشمن کو شکست دینے والا ہتھیار نہ ہو تو اس سے مقابلہ کرنا سراسر حماقت ہے۔ جب تک یہ غیر معمولی مشین گریٹ ایشورارا کے خلاف کام نہیں آئے گی۔ تب تک تم ادارے سے باہر نہیں نکلو گے۔“

”دعا کرو کہ وہ مشین کام آئے۔ ورنہ میں تمہیں کھلے میدان میں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ ہر حال میں کل تمہارے پاس پہنچوں گا۔“

سونیا نے چونک کر کہا۔ ”چپ ہو جاؤ۔ میں تم سے باتیں کرتے کرتے ذرا غافل ہو گئی تھی۔ اس شاہراہ پر آگے پیچھے چار گاڑیاں مجھے گھیرنا چاہتی ہیں۔“

میں نے اس کے ذریعے توجہ سے دیکھا۔ دو گاڑیاں اس کے دائیں بائیں تھیں۔ وہ اس سے آگے نکل کر اس کا راستہ روکنا چاہتی تھیں۔ باقی دو گاڑیاں پیچھے پیچھے چلی آرہی تھیں۔ آگے ایک چوراہا تھا۔ وہاں سے وہ کسی بھی راستے پر مڑ سکتی تھی۔ اس نے اچانک ہی اسٹیئرنگ کو گھما کر دائیں طرف والی گاڑی کو ٹکر ماری۔ اس کی اس حرکت سے چوراہے پر کتنی ہی گاڑیاں متاثر ہوئیں۔ تمام گاڑیوں کے بریک چیخنے لگے۔ کچھ رکنے لگیں۔ کچھ ٹکرانے لگیں۔ کچھ دائیں بائیں گھوم کر راستہ بدلنے لگیں۔

وہ اچانک کیا کر گزرتی ہے؟ کیسے نفسیاتی حملے کرتی ہے؟ یہ دشمن سمجھ نہیں پاتے۔ تمام تعاقب کرنے والے خود کو حادثے سے بچانے کی کوشش میں لگ گئے۔ گریٹ ایشورارا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ان چار آلۂ کاروں کے ذریعہ سونیا کو گھیرنا اور اس سے غیر معمولی مشین کو چھین لینا چاہتے تھے مگر اس حادثے نے ذرا دیر کے لیے انہیں بدحواس کر دیا تھا۔

جب ہوش ٹھکانے آئے تو دیر ہو چکی تھی۔ چڑیا پُھر ہو چکی تھی۔ دشمنوں نے کار کے پاس آکر دیکھا وہ سونیا کے وجود سے خالی تھی۔ وہاں وہ مشین بھی نہیں تھی۔ وہ اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بھیڑ میں ہوتی تب بھی دکھائی نہ دیتی۔

زیرِ زمین لیبارٹری میں بیٹھا ہوا گریٹ ایشورارا اپنی مشین پر سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی اسے اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنی مشین اٹھائے ایک بہت بڑے شاپنگ پلازہ میں داخل ہو رہی تھی۔

تمام خیال خوانی کرنے والے پھر اپنے آلۂ کاروں کے اندر پہنچ گئے۔ انہیں اس چوراہے سے دوڑاتے ہوئے شاپنگ پلازہ کی طرف لے جانے لگے۔ سونیا دکانوں اور گاہکوں کے درمیان سے گزرتی دکھائی دے رہی تھی پھر وہ ایک بہت بڑے کلاتھ مرچنٹ کی دکان میں گھس گئی۔ اس دکان میں مختلف کپڑوں کے تھان رکھے ہوئے تھے۔ اس کے دوسرے پورشن میں ریڈی میڈ ملبوسات دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اپنے آلۂ کاروں سے کہہ رہے تھے۔ ''وہ ایک بہت بڑی کپڑوں کی دکان میں پہنچی ہوئی ہے۔ وہ دکان کہاں ہے؟ تلاش کرو۔ اسے وہاں سے نکلنے نہ دو۔''

کپڑوں کی کئی دکانیں شاپنگ سینٹر کے مختلف حصوں میں تھیں۔ آلۂ کاروں کو بتایا گیا کہ اس دکان پر 'الجاہد کلاتھ مرچنٹ' کا سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔ وہ سب تمام دکانوں کے سائن بورڈ پڑھتے ہوئے گزر رہے تھے۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''وہ چند آلۂ کار ہوں گے۔ چلو آؤ ان سے نمٹ لیتے ہیں۔''

وہ ریڈی میڈ ملبوسات کے درمیان کھڑی ایک زرد رنگ کے لباس کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ ہماری بیٹی عالی نے کہا تھا 'سیارے والے یلو کلر بلائنڈ ہیں۔ انہیں زرد رنگ نظر نہیں آتا ہے۔ عالی اور ایمان علی نے اس کا تجربہ کیا تھا۔ زرد رنگ کا لباس، جرابیں، جوتے اور سر سے گردن تک زرد نقاب پہن کر جوجو کا سامنا کیا تھا۔ وہ انہیں دیکھ نہیں پایا تھا۔

عالی کا یہ بیان یاد آیا تو سونیا فوراً ہی اس زرد رنگ کے لباس کو ہینگر سے نکال کر ایک کیبن میں چلی گئی۔ گریٹ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسکرین پر اسے دیکھ رہے تھے، وہ کیبن کے اندر دروازہ بند کرنے کے بعد اپنے لباس کے اوپر ہی اس زرد رنگ کے لباس کو پہن رہی تھی۔

پھر عجیب تماشا ہوا ان سب نے دیکھا کہ سونیا ایک ہینگر سے کچھ نکال کر لے گئی ہے۔ انہیں زرد رنگ دکھائی نہیں دیا تھا۔ اس لیے ہینگر کا وہ لباس بھی نظر نہیں آیا۔ جب اس نے عبا پہنی تو وہ چونک گئے۔ اب وہ گردن سے ٹخنوں تک دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے سر پر اسکارف اوڑھ کر چہرے پر نقاب ڈالی تو چہرہ گم ہو گیا۔ کلائی تک ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے جوتے دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے دستانے پہن لیے، یوں اس کے دونوں ہاتھ بھی گم ہو گئے۔

گریٹ ایشورارا نے سر گھما کر ماتحتوں سے کہا۔ ''فوراً اپنے آلۂ کاروں کو وہاں پہنچاؤ۔ ابھی وہ کیبن کے اندر ہے، ہمیں نظر نہیں آ رہی ہے مگر دوسروں کو نظر آ رہی ہوگی۔''

وہ تمام ماتحت سونیا جو گم ہوتے دیکھ کر حیرت سے خیال خوانی کرنا بھول گئے تھے، فوراً ہی اپنے آلۂ کاروں کے اندر پہنچ گئے۔ اب اسکرین پر سونیا کے جوتے اور وہ پورٹیبل مشین دکھائی دے رہی تھی پھر وہ مشین بھی غائب ہو گئی۔ بات سمجھنے کی تھی۔ اس نے مشین کو عبا کے اندر چھپا لیا تھا۔

سونیا نے کیبن سے باہر آ کر ایک ہزار روپے مقامی کرنسی میں ادا کیے پھر وہاں سے جانے لگی۔ وہ تمام آلۂ کار دوڑتے ہوئے الجاہد کلاتھ مرچنٹ کی دکان پر پہنچے۔ اسکرین پر سونیا کے جوتے دکھائی دے رہے تھے۔ چونکہ وہ جوتے فرش پر آگے بڑھ رہے تھے۔ اس لیے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ شاپنگ سینٹر کے کس حصے سے گزر رہی ہے؟

پھر وہ کسی دکان پر رک کر کچھ خریدنے لگی۔ وہ سب تجسس میں تھے۔ اپنے آلۂ کاروں سے کہہ رہے تھے۔ ''اسے ڈھونڈو۔ اسے پہچاننا آسان ہوگا۔ وہ زرد رنگ کے لباس میں ہے۔''

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ سونیا کسی دکان کے کاؤنٹر کے پاس تھی۔ اپنے جوتے اتار رہی تھی۔ اس کے ننگے پاؤں کہہ رہے تھے۔ ''دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھو، میں ابھی اسی شاپنگ سینٹر میں ہوں، جلدی آؤ...''

آنے والے دیر کریں تو کیا کیا جائے؟ اس نے زرد رنگ کی جرابیں پہنیں...... تو سر سے پاؤں تک اس کا وجود گم ہو گیا۔ میں نے خوش ہو کر نعرہ لگایا۔ ''میری جان...! تم نے تو گریٹ ایشورارا کے بھی ہوش اڑا دیے۔ میں تم سے جتنی بھی محبت اور عقیدت کا اظہار کروں کم ہے۔''

واقعی گریٹ ایشورارا کے ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یوں مکھن کے بال کی طرح صاف نکل جائے گی۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے آلۂ کاروں سے کہہ رہے تھے۔ ''کسی ایسی عورت کو پکڑو۔ جو سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس اور نقاب میں چھپی ہوئی ہے۔ وہ ابھی اسی شاپنگ سینٹر میں ہوگی۔ اسے دور نکل جانے [illegible] دو۔''

[illegible] سے کھیلنے والی کو موقع نہ دینے کی کوشش کی جا [illegible] پورے شاپنگ پلازہ کے اندر اور باہر کوئی زرد رنگ [illegible] والی نظر نہیں آئی۔ گریٹ ایشورارا اسکرین پر نظریں [illegible] تھا۔ ایک امید تھی' شاید سونیا کسی وجہ سے وہ لباس [illegible] یا اس سے کوئی بھول چوک ہو جائے اور وہ نظر [illegible] آدھی رات گزر گئی...... وہ نظر نہیں آئی۔

گریٹ ایشورارا فکر مند ہو گیا تھا۔ فکر یہ تھی کہ سونیا کسی [illegible] کامیابی سے اپنی مشین کو آپریٹ کرے گی تو اسے زیرِ [illegible] لیبارٹری میں دیکھ لے گی...... جو راز دنیا والوں سے [illegible] چھپا ہوا ہے، وہ ظاہر ہو جائے گا۔ اس نے برسوں کی [illegible] زیرِ زمین سیٹ اپ قائم کیا تھا۔ وہ صرف ایک [illegible] کے ہاتھوں تباہ ہو سکتا تھا...... اور وہ ایسی تباہی [illegible] کرنے والا نہیں تھا۔

اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو وہاں سے [illegible] کا حکم دیا۔

[illegible] سر جھکا کر چلے گئے۔ اس کے پاس ایک فیوچر ٹیلنگ [illegible] تھی۔ وہ یہ بتاتی تھی کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ وہ [illegible] ہونی کو انہونی بنانے کی راہ بھی بتاتی تھی کہ راہ [illegible] پر چلو گے تو اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ راہ نمبر دو پر [illegible] نتائج مختلف ہوں گے۔

اس نے جوجو کو اور اپنے نائب ایشورارا کو دنیا میں بھیجنے [illegible] فیوچر ٹیلنگ مشین سے مشورے کیے تھے۔ مشین نے [illegible] ذریعے کہا تھا' تم سائنسی علوم اور تجربات میں دنیا [illegible] پچاس برس آگے ہو۔ وہاں کے طاقتور حکمران [illegible] غیر معمولی مشینوں کے آگے مات کھائیں گے۔ ایک [illegible] اپنا حکمران تسلیم کریں گے۔

[illegible] سے پوچھا گیا تھا۔ ''یہ بتاؤ کہ ناکامی کے [illegible] کتنے ہیں؟''

[illegible] جواب ملا تھا۔ ''کامیابی کے زیرِ سایہ ناکامی چلتی رہتی [illegible] ذراسی غلطی کامیاب ہونے والوں کو ناکام بنا دیتی [illegible] کا راستہ یہ ہے کہ سائنس دانوں کو روحانیت سے [illegible] چاہیے۔ روحانیت کے مدارج سے گزرنے [illegible] سمجھوتا کرنا چاہیے یا ان سے دور دور رہنا [illegible] انہیں چیلنج کرنا نقصان دہ ثابت ہوگا۔''

گریٹ ایشورارا نے نائب ایشورارا اور جوجو کو تاکید کی [illegible] صاحب کی طرف کبھی نہ دیکھیں۔ اس ادارے [illegible] رکھنے والے کسی مسلمان کو بھی چیلنج نہ کریں مگر بدقسمتی سے جوجو نے دنیا میں آتے ہی پہلا حملہ مجھ پر کیا۔ اس کا ذکر پچھلے ابواب میں ہو چکا ہے۔ ان کی مشین نے جو پیشگوئی کی تھی، اس کے مطابق انہوں نے ہم سے ٹکرانے کی غلطی کی تھی۔ جوجو اور نائب ایشورارا اپنے اٹھائیس ماتحتوں کے ساتھ مارے گئے تھے۔ ان کی ایک غیر معمولی مشین ہمارے ہاتھ لگ چکی تھی۔

ایک بار پھر گریٹ ایشورارا نے اس فیوچر ٹیلنگ مشین کو آپریٹ کیا۔ تحریر کے ذریعے اپنے موجودہ حالات بیان کیے۔ سونیا کا ذکر بھی کیا پھر پوچھا۔ ''کیا میں اپنی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو اس عورت سے لے سکوں گا؟ کیا میں اس عورت کو موت کے گھاٹ اتار سکوں گا؟''

اس نے سونیا کی ریکارڈ کی ہوئی فائل دیکھ کر اس کی تاریخ پیدائش اور اس کے مکمل کوائف بیان کیے۔ تھوڑی دیر بعد مشین نے کہا۔ ''سونیا کو ہلاک نہیں کر سکو گے۔ وہ ایک لمبی عمر جیے گی اور طبعی موت مرے گی.... مشین بھی واپس نہیں لے سکو گے کیونکہ تمہیں اپنی سلامتی کے لیے چند گھنٹوں میں اس دنیا سے جانا ہوگا۔ کچھ عرصے تک سیارے میں رہنا ہوگا۔''

اس نے پوچھا۔ ''مجھے اس دنیا سے کیوں جانا ہوگا؟''

تحریری جواب اسکرین پر ابھرا۔ ''تمہارے مقتول ایشورارا کی مشین میں تمہارا کوڈ نمبر محفوظ کیا گیا ہے۔ سونیا اس کے ذریعے اسکرین پر تمہیں دیکھے گی۔ تم زیرِ زمین لیبارٹری میں نظر آؤ گے۔ اس طرح تمہارے ساتھ اس خفیہ لیبارٹری کا بھی سراغ انہیں مل جائے گا۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا وہ ہماری اس پیچیدہ مشین کو آپریٹ کر سکے گی؟''

''کر سکے گی.... ایک سائنسداں کے تعاون سے تمہارے کئی راز معلوم کرنے والی ہے۔''

وہ ہارے ہوئے سپاہی کی طرح مایوس ہو گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا میں سیارے سے واپس آ کر کامیابی حاصل کر سکوں گا؟''

''جب تک وہ مشین مسلمانوں کے پاس رہے گی، تمہاری نشاندہی کرتی رہے گی۔ سیارے میں رہ کر مشین کو حاصل کرنے کے کامیاب منصوبے بنا سکتے ہو اور اپنے خاص ماتحتوں کے ذریعے ان منصوبوں پر عمل کر سکتے ہو۔''

اس نے اپنے خاص ماتحتوں اور انتہائی قابل سائنسدانوں کو بلا کر کہا۔ ''جو مشین میں نے چھپے ہوئے دشمنوں کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے بنائی تھی۔ اب اسی مشین کے ذریعے دشمن مجھے ڈھونڈ نکالیں گے۔ مجھے کچھ عرصے کے لیے

سیارے میں جا کر رہنا ہوگا۔ میں وہاں سے تم سب کو گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

ایک سائنسداں نے پوچھا۔"کیا اس آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو تو یہاں سے اپنے ساتھ لے جائے گا؟"

اس نے کہا۔"اگرچہ یہ مشین سیارے میں کام نہیں آئے گی۔ میں وہاں سے سونیا کو اور غیر معمولی مشین کو دیکھ نہیں سکوں گا لیکن یہ میرے لیے بہت اہم ہے۔ میں اس مشین کو اور فیوچر ٹیلنگ مشین کو ساتھ لے جاؤں گا۔"

اس نے تمام ماتحتوں سے کہا۔"بڑی رازداری سے خیال خوانی کرتے رہو۔ کبھی خود کو دشمنوں پر ظاہر نہ کرو۔ ہماری غیر معمولی مشین کو کسی بھی طرح حاصل کرنے کے لیے ہر تدبیر پر عمل کرنا۔"

گریٹ ایشورارا کا ایک ذاتی فلائنگ ساسر تھا۔ وہ اس میں سوار ہو کر رخصت ہوتے ہوئے بولا۔"یاد رکھو! ہماری کامیابی صرف اسی میں ہے کہ وہ مشین سونیا سے چھین لی جائے۔ تب ہی میں اس دنیا میں واپس آسکوں گا۔"

وہ اپنی سلامتی کے لیے عارضی طور پر سیارے کی طرف چلا گیا۔

☆☆☆

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ گریٹ ایشورارا اچانک ہی اپنی سلامتی کے لیے سیارے میں چلا جائے گا۔ ہمارے ذہن میں یہی بات تھی کہ وہ اپنی مشین کے سامنے بیٹھا سونیا کو اسکرین پر دیکھنے کی تدبیریں کررہا ہوگا۔

وہ اسی زرد رنگ کے لباس میں تھی۔ یہ کہا نہیں جاسکتا تھا کہ کب تک اس زرد رنگ کو ڈھال بنایا جاسکے گا؟

میں نے کہا۔"کل صبح دیکھیں گے ڈاکٹر آفندی سے کس حد تک تعاون حاصل ہوگا؟ اگر ہم اس مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا کو دیکھ سکیں گے تو یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔"

"بے شک، میں تو زرد رنگ میں چھپی ہوں..... مگر اسے دنیا میں چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ وہ سیارے کی طرف بھاگے گا یا ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

"کامیابیاں آسانی سے حاصل نہیں ہوتیں۔ ایشورارا کو ہلاک کرنے کے بعد خیال تھا کہ سیارے والوں کا زور ٹوٹ گیا ہے لیکن اچانک ہی گریٹ ایشورارا تمہاری جان کے پیچھے پڑ گیا۔ ہمیں ان کے طاقت کا پوری طرح علم نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ آئندہ کتنی صلاحتیں اور وسیع ذرائع استعمال کریں گے؟"

"ہاں، یہ سوچا جاسکتا ہے کہ ایشورارا کے بعد گر ایشورارا آیا ہے۔ اس کے بعد سیارے کا کوئی اور حکمرا آسکتا ہے۔"

"بہتر یہ ہوگا کہ تم وہ مشین لے کر بابا صاحب ادارے میں چلی آؤ۔ زرد رنگ کے لباس میں رہ کر یہاں آ گی تو نہ وہ تمہیں اسکرین پر دیکھ سکے گا اور نہ تمہیں کوئی نقصا پہنچا سکے گا۔"

"یہی مناسب رہے گا۔ میرے لیے کل کسی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کرلو۔ پھر جواد خیری کی خبر لو۔"

میں نے پہلے جواد کی خبر لی۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی۔ الپا، عالی اور کبریا اس کے اندر رہ کر اسے مرڈر کیس کی الجھنوں سے نکال چکے تھے۔ میں نے سونیا کے لیے دوسرے دن کی ایک فلائٹ میں سیٹ او کے کرالی...... پھر ایک آلۂ کار کے ذریعے اس ٹکٹ کو سونیا تک پہنچا دیا۔

وہ آئندہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے تک اسی زرد رنگ کے لباس میں رہنے والی تھی۔ فی الحال یہ اطمینان تھا کہ گریٹ ایشورارا اب اس پر حملے نہیں کرا سکے گا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر سونا چاہتی تھی۔ میں بھی چند گھنٹوں کے لیے سوگیا۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو میں نے پورس سے کہا۔"ایک بُری خبر ہے۔ اسے تم ہی اپنی زبان سے ماؤرا کو سنا سکتے ہو۔"

میں نے اسے بتایا کہ سونیا نے ایشورارا کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا ہے۔ باپ کی موت سے بیٹی کو بہت صدمہ گا مگر ہر خوشی کی طرح ہر صدمہ بھی دائمی نہیں ہوتا۔ ماؤرا بھی رفتہ رفتہ ایک عاقبت نا اندیش باپ کو بھول سکتی تھی۔ میں نے اپنی پوتی الوشے کو مخاطب کیا۔

وہ بولی۔"اسلام وعلیکم گرینڈ پا! میں نے دیدار علی کو بری خبر سنا دی ہے۔ وہ بیچارہ غم زدہ ہے۔ آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

میں سونیا کے پاس آگیا۔ وہ ڈاکٹر آفندی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر اس آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کی اسٹڈی کررہا تھا۔

اس مشین کو سمجھنے میں ذرا دیر لگ رہی تھی مگر وہ اس کے ایک ایک فنکشن کو اچھی طرح سمجھتی جارہی تھی۔ اس کی اسکرین پر اب تک جتنے مطلوب افراد کو دیکھا گیا تھا اور آئندہ جنہیں دیکھا جاسکتا تھا' ان سب کے کوڈ نمبر اور تصویریں اس میں محفوظ تھیں۔ سونیا نے مردہ ایشورارا اور اس کے تمام ماتحتوں کے کوڈ نمبروں اور تصویروں کو اس مشین سے

دیا۔ ان کی اب ضرورت نہیں رہی تھی۔
اس نے ڈاکٹر آفندی سے کہا۔ ”فی الحال ہمارے لیے گریٹ ایشورارا اہم ہے، اسے سرچ کیا جائے۔“
وہ مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ سونیا توجہ سے دیکھ اور سمجھ رہی تھی۔ دو منٹ کے بعد ہی گریٹ ایشورارا کی تصویر اور اس کے کوڈ نمبرز دکھائی دیے۔ وہ بولا۔ ”یہی گریٹ ایشورارا ہے۔“
”میں اسے متحرک دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس طرح معلوم ہوگا' یہ ابھی کہاں ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟“
ڈاکٹر آفندی نے کہا۔ ”میں گائیڈ کر رہا ہوں' تم آپریٹ کرو۔“
سونیا نے ان کی رہنمائی میں کی بورڈ کے ذریعے گریٹ ایشورارا کے کوڈ نمبرز پنچ کیے پھر انتظار کیا۔ اسکرین روشن تھی مگر وہ متحرک دکھائی نہیں دے رہا تھا، اس کی ساکت تصویر نظر آرہی تھی۔
ڈاکٹر آفندی نے کہا۔ ”مشین سے پوچھو کہ وہ کہاں ہے؟“
سونیا کی انگلیاں کی بورڈ پر چلنے لگیں۔ اسکرین پر سوال ابھرنے لگا۔ ”دی گریٹ ایشورارا کہاں ہے؟“
چند سیکنڈ کے بعد تحریری جواب ابھرا۔ ”وہ ٹارگٹ زون میں نہیں ہے۔ کہیں جا چکا ہے۔“
سونیا کو یقین نہیں آیا کہ کل رات اس پر جان لیوا حملے کرنے والا اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ”کیا وہ مر چکا ہے؟“
جواب موصول ہوا۔ ”زندہ ہے.. جب اس دنیا میں نہیں ہے تو سیارے میں ہوگا۔“
میں نے سونیا سے کہا۔ ”سیارے والوں سے رابطہ کرنے کی ایک چھوٹی سی کمیونیکیشن مشین میرے پاس ہے۔ میں نے اسے کاہنہ سے حاصل کیا تھا۔ ابھی معلوم کرتا ہوں کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟“
میں نے اس مشین کو نکالا اسے آن کیا پھر تحریری سوال ارسال کیا۔ ”ہیلو دی گریٹ ایشورارا! آر یو آن دی لائن؟“
دوسری سے پوچھا گیا۔ ”کون ہو تم....؟“
میں نے جواب دیا۔ ”میں سونیا ہوں۔“
وہ غصے سے تحریر کے ذریعے گالیاں دینے لگا۔ میں نے مشین بند کر دی۔ سونیا کے پاس آکر کہا۔ ”وہ زندہ ہے اور یقیناً سیارے سے ہی بول رہا تھا۔“
وہ بولی۔ ”اس نے خطرہ محسوس کر لیا ہوگا کہ ہم اس مشین سے اس کو اور اس کی خفیہ پناہ گاہ کو دیکھ لیں گے۔ اسی اچانک یہاں سے چلا گیا ہے۔“
”یہی بات ہے۔ یہ بتاؤ تم نے مشین کو آپریٹ کرنا لیا ہے؟“
”ہاں، اچھی خاصی معلومات حاصل کر چکی ہوں۔ سمجھنے میں دقت ہوگی تو بابا صاحب کے ادارے سائنسدانوں سے راہنمائی حاصل ہو جائے گی۔ میں بجے کی فلائٹ سے آرہی ہوں۔“
ہمیں یہ اطمینان ہوا کہ وہ کچھ عرصے تک یہاں آئے گا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر غسل کیا پھر کرنے کے بعد فون کے ذریعے موسس سے رابطہ کیا۔ موسس...! سانس لے رہے ہو ناں...؟“
وہ بولا۔ ”پچھلی بار تم نے چیلنج کیا تھا کہ تمہارا کوئی آلۂ کار مجھے کسی وقت بھی گولی مار سکتا ہے پھر تم نے مشورہ تھا کہ مجھے اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے میں تو ہوشیار ہوں۔ جان ہتھیلی پر لیے اپنے معاملات مصروف ہوں مگر تمہارے کسی آلۂ کار کی طرف سے کوئی نہیں آرہی ہے؟“
میں نے کہا۔ ”نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تمہاری زندگی کے اکاؤنٹ میں کچھ سانسیں باقی ہیں۔“
”کیا مجھ تک پہنچنے میں دشواریاں پیش آرہی ہیں؟“
”میں نے تمام دشواریاں دور کرنے کے بعد ہی تمہیں چیلنج کیا تھا۔ تمہارے بنگلے کے اندر اور باہر تمہاری عبادت گاہ میں اور اکابرین کے کانفرنس ہال میں جتنے مسلح گارڈز ہیں ان میں سے پندرہ گارڈز کو آلۂ کار بنا چکا ہوں لیکن تمہیں جینے کے لیے آج کا دن دے رہا ہوں۔ جانتے ہو کیوں....؟“
اس نے پوچھا۔ ”کیوں....؟“
”تم ایشورارا سے اپنے بیٹے کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ تمام اکابرین نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ وہ ایشورارا کے غلام بننے کو راضی ہو گئے ہیں۔ تم ان اکابرین کو شرمندہ کرنا چاہتے تھے اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ تم ایسا کرو گے۔“
اس نے پوچھا۔ ”کیا میری موت سے پہلے ایسا ممکن ہے؟“
”ممکن ہے' تمہاری مراد بر آئی ہے۔ سونیا نے ایشورارا کو اور اس کے تمام سیارے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔“
وہ شدید حیرانی اور بے یقینی سے بولا۔ ”نہیں...!“
میں نے پوچھا۔ ”کیا یقین نہیں آرہا ہے؟“



”ہم نے تمام بڑے ممالک کے اتحاد سے تنظیم بنائی مگر ایشورارا نے اس مضبوط تنظیم کا شیرازہ بکھیر دیا۔ ہم اپنے اسرارِ علوم سے بھی اسے زیر نہ کر سکے اور تم کہتے ہو کہ صرف ایک عورت نے اسے تمام سیارے والوں کے ساتھ مار ڈالا ہے؟ انہیں ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دیا ہے۔ اس بات کو کوئی یقین نہیں کرے گا۔“
”یقین ہو جائے گا۔ تم چاہو تو اکابرین کو یہ ناقابلِ یقین خوشخبری سنا سکتے ہو۔ میں پھر کسی وقت آؤں گا۔“
میں نے فون بند کر دیا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ایشورارا کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس نے دو تین بار کوشش کی اور ناکام ہوتا رہا پھر بھی دل نہیں مان رہا تھا اور ایک طرح کی خوشی بھی حاصل ہو رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ میری بات درست ہو جائے۔ ایشورارا فنا ہو جائے۔
اس کے ذہن میں بات آئی۔ ”اکابرین کو اس کی موت کی خبر سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر فرہاد نے درست کہا ہے تو میری واہ واہ ہوگی کہ میں مسلمانوں کے ذریعے ہی سہی مگر ان سب کو ایشورارا کے عذاب سے نجات دلا چکا ہوں۔ اگر ایشورارا زندہ ہوگا تو اپنی موت کی خبر کو جھوٹ ثابت کرنے کے لیے اکابرین سے رابطہ کرے گا۔ یوں فرہاد کے سچ اور جھوٹ کا پتا چل جائے گا۔“
اس نے تمام اکابرین سے فون کے اور خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ ان سے کہا۔ ”میری حکمتِ عملی کے باعث ایشورارا جہنم میں پہنچ گیا ہے۔ یقین نہ ہو تو اسے پکارو۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملے گا۔“
اس نے امریکن آرمی کے پانچ یوگا جاننے افسران سے کہا۔ ”تم سب نے جس ایشورارا کی غلامی قبول کی تھی۔ وہ میری تدبیر سے مر چکا ہے۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ خیال خوانی کے ذریعے اس کی موت کی تصدیق کریں۔ ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔“
امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے باری باری ایشورارا کے اندر گئے مگر سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ دنیا کے تمام بڑے ممالک کے اکابرین فون کے ذریعے رابطہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔ اس نے تو اپنی زندگی میں ہی فون کا رابطہ ختم کر دیا تھا۔ کسی سے خیال خوانی کے ذریعے بھی نہیں بولتا تھا پھر مرنے کے بعد بھلا کیسے بولتا؟
موسس نے اکابرین سے کہا۔ ”وہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہم میں سے کسی نہ کسی کو دیکھتا رہتا ہے۔ اس نے پچھلی رات سے اب تک کسی کو نہ مشین کی اسکرین پر دیکھا ہے اور نہ ہی کسی سے کوئی بات کی ہے۔“
اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ”شاید وہ کسی معاملے میں الجھا ہوا ہے۔ اسی لیے فی الحال ہمیں نظر انداز کر رہا ہے۔“
موسس نے کہا۔ ”اس کا کوئی معاملہ پیچیدہ نہیں رہا ہے۔ تم سب نے اس کے آگے جھک کر تمام معاملات کو آسان بنا دیا تھا۔ میں اسے چیلنج کرتا ہوں کہ وہ زندہ ہے تو ہم میں سے کسی سے بات کرے۔ میں اسے گالیاں دے کر کہتا ہوں کہ ابھی وہ آئے اور مجھے نقصان پہنچائے۔ میں اسے طیش دلانے کے لیے اس پر تھوک رہا ہوں۔“
موسس کے ایسے نفرت انگیز چیلنج کو سن کر تمام اکابرین سہم گئے۔ یہ یقین سے سوچنے لگے کہ اب ایشورارا اس پیشوائے اعظم سے بری طرح پیش آئے گا اور اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالے گا مگر دیر تک انتظار کرنے کے بعد بھی ایشورارا نے نہ تو موسس سے انتقام لیا اور نہ ہی کسی سے رابطہ کر کے اپنی آواز سنائی۔ تب انہیں یقین ہوا کہ ان پر عذاب کی طرح نازل ہونے والا واقعی مر چکا ہے۔
وہ ایک دوسرے کو فون کر کے مشورہ کرنے لگے' کیا ہمیں اپنے گھروں سے نکلنا چاہیے؟ موجودہ حالات میں پیشوائے اعظم کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ کیا ہمیں تل ابیب جا کر اس سے معافی مانگنی چاہیے؟
وہ سب موسس سے رابطہ کر کے معافی مانگنے لگے۔ اس نے کہا۔ ”میں نے اپنی دنیا کو سیارے والوں سے محفوظ رکھنے کے لیے جان کی بازی لگا دی ہے۔ میں نے فرہاد علی تیمور سے کہا تھا کہ وہ ہمارے عیسائی اور یہودی اکابرین کو ایشورارا کی غلامی سے نجات دلائے گا تو اس کے عوض میں اپنی جان کی قربانی پیش کر دوں گا۔“
ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ”آپ کی جان لے کر فرہاد کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ وہ ہمیں دشمن سمجھتا ہے۔ ہمیں ایشورارا سے نجات کیوں دلا رہا ہے؟“
”وہ تم لوگوں کا نہیں میرا دشمن ہے کیونکہ میں نے تم سب کو مسلمانوں کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا تھا۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کے لیے ایک مضبوط متحدہ تنظیم بنائی تھی۔ کیا اس طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ میرا بدترین دشمن بن گیا ہے؟“
یہ بات ماننے والی تھی۔ سب ہی تسلیم کرنے لگے۔ اس نے کہا۔ ”میں نے فرہاد سے التجا کی کہ مجھے ہلاک کرنا چاہتے

ہوتو نیک مقصد کے لیے میری جان لو۔ اپنی اس دنیا کو پہلے سیارے والوں سے نجات دلاؤ۔"

فوج کے ایک افسر نے پوچھا۔ "کیا فرہاد نے ایشورارا کو ہلاک کیا ہے؟ اور وہ بھی ہماری خاطر؟"

موسس نے کہا۔ "ہاں، ہماری خاطر... کیونکہ اس کو اور بابا صاحب کے ادارے کو سیارے والوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ بہر حال آج شام تک یا رات کو کسی وقت فرہاد میری موت کا سبب بنے گا اور میں تم سب کی خاطر ہنسی خوشی جان دینے والا ہوں۔"

وہ یہودی پیشوائے اعظم بڑا ہی ڈرامہ باز تھا۔ یہ جانتا تھا کہ جب ہم نے سیارے والوں کو زندہ نہیں چھوڑا ہے تو اسے بھی جینے نہیں دیں گے۔ لہٰذا وہ ساری دنیا کی بہتری کا حوالہ دے کر اپنی ہونے والی حرام موت کو ایک عظیم قربانی کا نام دے رہا تھا۔ سب ہی اس کی قربانی سے متاثر ہو رہے تھے۔ اس کی واہ واہ کر رہے تھے۔ اس کے قصیدے پڑھ رہے تھے اور یہ عہد کر رہے تھے کہ مجھ سے اس کی جان بخشی کرائیں گے۔

پھر سب ہی مجھ سے اور بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کرنے لگے۔ انچارج نے کہا۔ "آپ تمام اکابرین کسی ایک ملک میں پہنچ کر یکجا ہو جائیں۔ کل صبح دس بجے وہاں کسی کانفرنس ہال میں مسٹر فرہاد آپ سے گفتگو کریں گے۔"

ان اکابرین نے یہ طے کیا کہ سب ہی تل ابیب جائیں گے پھر ایک بار موسس کو پیشوائے اعظم تسلیم کریں گے اور اس کی عظیم قربانی کے معترف ہو کر اسے خراجِ تحسین پیش کریں گے۔

☆☆☆

دی گریٹ ایشورارا اپنے سیارے کی لیبارٹری میں تھا۔ اس لیبارٹری کی دیواریں، کھڑکیاں، دروازے اور روشن دان سب ہی کلرڈ شیشے کے تھے۔ اندر کی کوئی چیز باہر سے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس کی دیواریں اور چھتیں فولاد نما شیشے کی تھیں۔ بندوق کی گولیاں بھی ان میں سوراخ نہیں کر سکتی تھیں۔ اس طرح وہ اپنے سیارے والوں کی نظروں سے چھپ کر رہتا تھا۔

کوئی سمجھ نہیں پاتا تھا' وہ کون ہے؟ کب وہاں آتا ہے؟ اور کب چلا جاتا ہے؟ اس نے وہاں کے ایک ایک فرد کو اعلیٰ تعلیم یافتہ بنایا تھا۔ سب ہی کو سائنس اور نت نئی ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنے کے مواقع دیے تھے۔ سب ہی اسے نادیدہ ان داتا یا بھگوان مان کر اس کی پوجا کرتے تھے۔

وہ ایک کرسی پر سر پکڑے بیٹھا تھا۔ اس نے ایسی ایسی حیرت انگیز مشینیں ایجاد کی تھیں۔ سیارے کے لوگوں کو خوشحال بنانے کے لیے ایسا کامیاب معاشرتی نظام قائم کیا تھا اور اب تک اتنی کامیابیاں حاصل کی تھیں کہ ناکامی کیا ہوتی ہے؟ بھول گیا تھا۔ سونیا نے پہلی بار یہ جھٹکا لگایا تو وہ سر پکڑے بیٹھا تھا۔

ایسے شخص کو ناکام نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جس کے پاس فیوچر ٹیلنگ مشین تھی جو واضح طور سے بتا دیتی تھی کہ آئندہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ صرف اتنا ہی نہیں وہ مشورے بھی دیتی کہ اسے کن حالات میں کیا کرنا چاہیے؟ وہ راہیں بھی دکھاتی تھی کہ اس راہ پر نہیں اس راہ پر چلنا چاہیے پھر بھی وہ ایک عورت سے مات کھا کر چلا آیا تھا۔

دراصل وہ سونیا سے اس مشین کو چھین لینے کے لیے پاگل سا ہو گیا تھا۔ ایسی غیر معمولی مشین کو دنیا والوں کے پاس چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اسی عجلت میں اس نے فیوچر ٹیلنگ مشین سے مشورہ نہیں کیا تھا۔ اس نے ایک عورت سے اسے چھین لینا آسان سمجھا تھا پھر یہ معلوم ہوا تھا کہ سونیا اسے ایک کمرے میں لاک کر کے گئی ہے۔ اس نے سوچا۔ "اس کے واپس آنے سے بہت پہلے ہی اس کے ماتحت مشین کو لے آئیں گے اور کسی بھی طرح کی رکاوٹ پیدا نہیں ہو گی۔"

یہ عجلت اسے مہنگی پڑی دنیا چھوڑ کر سیارے میں واپس آنا پڑا تھا۔ آئندہ دنیا میں واپس کیسے جائے گا؟ جب بھی جائے گا، سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ لے گی۔ کیا وہ اس کی مشین سے کسی طرح چھپ کر رہ سکے گا؟

ان سوالات کے دو ہی جوابات تھے۔ ایک تو یہ کہ سونیا سے ہر قیمت پر وہ مشین چھین لی جائے۔ دوسرا جواب یہ تھا کہ اس مشین کے حصول تک اپنے کسی ذہین اور فطین نائب کو یہاں سے بھیجے جو ایشورارا کی طرح غلطیاں نہ کرے۔

اس کے پاس ایسے ذہین اور سیاسی عملی تجربات رکھنے والے ماتحتوں کی فہرست تھی جو دنیا میں جا کر سیاسی حکمتِ عملی سے وہاں اپنی حکومت قائم کر سکتے تھے اور سونیا سے اس مشین کو واپس لے سکتے تھے۔ یہ دوسرا راستہ محفوظ تھا۔ وہ سیارے میں آرام سے رہ کر اپنے نائب کے ذریعے زمین پر طرح طرح کے ہنگامے برپا کر سکتا تھا۔ اس مشین کو حاصل کرنے تک دنیا والوں کا سکون برباد کر سکتا تھا۔

وہ ایک مشین کے ذریعے ان تجربہ کار سائنسدانوں کی فائلیں پڑھنے لگا۔ جنہوں نے اس کی رہنمائی میں طرح طرح کی غیر معمولی مشینیں ایجاد کی تھیں۔ ان سب کی کارکردگی اور کارنامے اس کے پیش نظر تھے۔ وہ کل دس افراد تھے اور سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ گریٹ ایشورارا نے ان میں سے ایک انتخاب کیا پھر آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین میں اس کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ پلک جھپکتے ہی وہ اسکرین پر نظر آنے لگا۔

وہ اسی لیبارٹری کے ایک حصے میں ایک مشین کے سامنے بیٹھا اس کی اسٹڈی کر رہا تھا۔ کتنے ہی پرزے سامنے بکھرے پڑے تھے۔ وہ انہیں مشین میں اسمبل کر رہا تھا۔ گریٹ ایشورارا نے اسے مخاطب کیا۔ "ویل، ذاکرارا...! کیا ہو رہا ہے؟"

ذاکرارا فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر بولا۔ "اے عظیم بندہ پرور! میں نے ایک چھوٹا سا نیا کام کیا ہے۔ اجازت ہو تو بیان کروں؟"

"اجازت ہے، تو ضرور کسی اہم کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا۔"

"تو ہمارا ان داتا بھی ہے اور معلم بھی... ہم نے تیری مہربانیوں سے سائنسی علوم حاصل کیے ہیں۔ جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے، یہ وہ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین ہے جسے تو ادھورا چھوڑ کر گیا تھا۔ میں نے اسے مکمل کر کے ایک اضافہ کیا ہے۔"

"بہت خوب...... اس اضافے کی نوعیت کیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "ہم نے اب تک ایسی تین مشینیں تیار کی ہیں۔ ایک اس ایشورارا کے پاس تھی جو مر چکا ہے۔ دوسری تیرے پاس ہے اور تیسری یہ سامنے رکھی ہوئی ہے۔ ہر مشین میں ان کی تصویریں اور کوڈ نمبرز فیڈ کیے جاتے ہیں۔ ہم انہیں اسکرین پر متحرک دیکھتے ہیں۔ ضرورت نہ ہو تو انہیں اسکرین سے ہی نہیں مشین سے بھی ہمیشہ کے لیے مٹا دیتے ہیں۔"

"تو کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا ہے؟"

"نئی بات یہ ہے کہ میری اس مشین کے ذریعے تو مقتول ایشورارا کے مشین میں فیڈ کی ہوئی تمام معلومات کو مٹا سکتا ہے۔ اس مشین میں تیری جو تصویر اور فون نمبرز اور دیگر معلومات ہیں۔ وہ سب مٹ جائیں گی۔"

گریٹ ایشورارا خوشی سے اچھل پڑا۔ "شاباش...! میرے ہونہار شاگرد...! تو نے میری ایسی مشکل آسان کی ہے جسے دور کرنا ممکن نہیں تھا۔ تو نے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔ میں پھر دنیا میں جا کر اس غیر معمولی مشین کو حاصل کر سکوں گا۔"

سونیا کے متعلق فیوچر ٹیلنگ مشین نے کہا تھا کہ کوئی اسے ہلاک نہیں کر سکے گا۔ وہ طبعی موت مرے گی۔ گریٹ ایشورارا نے سوچتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں، میں اسے ہلاک نہیں کر سکوں گا لیکن اسے ایسے نقصانات ایسے صدمات پہنچاتا رہوں گا کہ وہ میرے قدموں میں جھکنے پر مجبور ہو جائے گی۔"

وہ لیبارٹری کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ذاکرارا کے پاس آیا پھر اس کی مکمل کی ہوئی مشین کے پاس بیٹھ کر اسے آپریٹ کرنے لگا۔ اس نے اپنی لائی ہوئی مشین کو بھی آن رکھا۔ اس میں مقتول ایشورارا اور مقتول اٹھائیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے تصویریں اور فون نمبرز تھے۔ انہیں ذاکرارا کی مشین کے ذریعے ڈیلیٹ کیا تو ان مرنے والوں کا ریکارڈ اس کی اپنی مشین سے مٹ گیا۔

اب سے پہلے ایک مشین کے ذریعے دوسری مشین کی معلومات کو مٹانے کا سسٹم نہیں تھا۔ اس نئی تکنیک نے گریٹ ایشورارا کے لیے ہماری دنیا میں آنے کے راستے پھر سے کھول دیے تھے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر ذاکرارا کے شانے تھپک کر بولا۔ "تم نے میری ساری مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر پھر اس دنیا میں واپس جاؤں گا۔"

اس نے پھر ہماری طرف آنے کا عزم کیا لیکن آخری فیصلہ کرنے سے پہلے فیوچر ٹیلنگ مشین سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ وہ اپنی اس مشین کو آن کر کے آپریٹ کرنے لگا۔ تحریر کے ذریعے اس سے باتیں ہونے لگیں۔

پہلے اس نے اپنے موجود حالات بتائے کہ وہ سیارے میں آ گیا ہے۔ اس کے ایک شاگرد نے دوبارہ دنیا میں جانے کا راستہ کھول دیا ہے۔ وہ وہاں پہنچتے ہی سونیا کے پاس رکھی ہوئی مشین سے اپنی تصویریں، کوڈ نمبرز اور اپنی تمام شناخت مٹا دے گا پھر وہ اسے ٹریس نہیں کر سکے گی۔ اپنی مشین کی اسکرین پر اسے کبھی نہیں دیکھ سکے گی۔

پھر اس نے مشین سے پوچھا۔ "کیا مجھے اس دنیا میں واپس جانا چاہیے؟"

اسے مختصر سا تحریری جواب ملا۔ "نہیں...!"

اس نے پوچھا۔ "مجھے کیوں نہیں جانا چاہیے؟"

جواب ملا۔ "تم اپنے شاگرد ذاکرارا کی مشین کو سونیا کے خلاف استعمال نہیں کر سکو گے۔"

"کیا ذاکرارا کی مشین کی کارکردگی میں کوئی کمی یا خرابی رہ گئی ہے؟"

"نہیں، مقدر کی خرابی ہے۔ جب تم دنیا میں جا کر ذاکرارا کی مشین کو استعمال کرو گے تو اس کا کوئی فنکشن بابا صاحب کے ادارے کے اندر نہیں پہنچ پائے گا۔ سونیا اپنی

مشین کے ساتھ اس ادارے کے اندر پہنچ گئی ہے۔"
گریٹ ایشورارا مایوس ہوکر اسکرین پر ابھری ہوئی تحریر کو پڑھ رہا تھا۔ وہ مشین کہہ رہی تھی۔ "اس کے برعکس اس ادارے کے اندر بیٹھی ہوئی سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر تمہیں دیکھ لے گی۔ تمہارے ذریعے زیرِ زمین خفیہ لیبارٹری کا سراغ لگا لے گی۔ تمہیں دنیا میں کہیں بھاگنے ...... کہیں پناہ لینے نہیں دے گی۔"

ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ خوشی سے اچھل رہا تھا...... خوش ہو رہا تھا کہ ذاکرارا نے اس کی ساری مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ اب معلوم ہو رہا تھا کہ سونیا نے بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لے کر مشکلیں اور بڑھا دی ہیں۔ آئندہ وہ کسی بھی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کے ذریعے دکھائی نہیں دے گی۔ اس کے برعکس اسے دیکھتی رہے گی۔ بہ الفاظ دیگر اسے اپنی دنیا میں قدم رکھنے نہیں دے گی۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے سوال کیا۔ "کیا میں اپنے ایک ذہین شاگرد ذاکرارا کو اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیج سکتا ہوں؟ کیا اس نائب کی پشت پر رہ کر ساری دنیا کو تسخیر کر سکتا ہوں؟"

مشین سے جواب ابھرا۔ "ذہانت، حاضر دماغی اور حکمتِ عملی سے کام لیا جائے گا تو کامیابی ہوگی۔"

"کیا سونیا اور دیگر روحانی علوم جاننے والے رکاوٹیں پیدا کریں گے؟"

"تمہیں پہلے بھی مشورہ دیا گیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے اور روحانی علوم جاننے والوں سے کترا کر ان مسلمانوں سے دور رہ کر کامیابی حاصل کر سکتے ہو۔ پوری دنیا پر نہ سہی...... دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر اپنی حکومت قائم کر سکتے ہو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ مسلمان ہمیں اپنی دنیا پر حکومت نہیں کرنے دیں گے۔"

"مسلمان دنیا کو اور دنیا کی ہر چیز کو اپنی نہیں خدا کی ملکیت کہتے ہیں۔ اس ملکیت کو جو بھی راستی اور ایمانداری سے سنبھالنا چاہے، اس پر اعتراض نہیں کرتے۔ تم ان کے دین کے خلاف محاذ آرائی نہیں کرو گے تو وہ تمہاری قدر کریں گے۔ ایک بات یاد رکھو کہ وہ خدا کے سوا کسی کی حکمرانی قبول نہیں کریں گے۔"

"پھر بات کیسے بنے گی؟"

"مسلمان دنیا کے جتنے ممالک ہیں۔ وہاں حاکم بننے کی بات نہ کرو۔ اس طرح تمہیں پوری روٹی نہ سہی آدھی روٹی کھانے کو ملے گی۔ آدھی دنیا پر حکومت کر سکو گے۔"

"کیا مجھے بابا صاحب کے کو صلح کا پیغام بھیجنا چاہیے؟"

مشین نے جواب دیا۔ "اب تک تمہاری جنگ یک طرفہ رہی ہے۔ انہوں نے لڑائی نہیں کی۔ دوسرے لفظوں میں تمہیں کوئی اہمیت نہیں دی۔ وہ صرف دینِ اسلام کو ماننے والوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ باقی مذاہب اور قوموں سے دنیاوی اور رسمی تعلقات رکھتے ہیں۔"

گریٹ ایشورارا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ "میرے ذہن میں ایک زبردست آئیڈیا ہے اگر ہم ان کا دین قبول کر لیں تو کیا ان کی حمایت اور دوستی حاصل ہو جائے گی؟"

"سیارے والوں کا کوئی خدا، کوئی مذہب نہیں ہے۔ اگر مسلمانوں کا مذہب قبول کرو گے تو بابا صاحب کے ادارے والے آگے بڑھ کر خوش آمدید کہیں گے اور تم سب کو گلے لگائیں گے۔"

"تو پھر یہ طے ہے کہ ہم ان کے ہی دینی ہتھیار سے انہیں مغلوب کر سکیں گے۔"

مشین نے جواب دیا۔ "سیاسی چالبازیاں عارضی طور پر کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہیں پھر یہ کہ روحانیت کے حامل دلوں کے بھید جان لیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم مسلمان نہیں کھوٹے سکے بن کر آئے ہو۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "ہمارے پاس ایسی مشین ہے جو کسی کا بھی برین واش کر کے اس کی شخصیت بدل دیتی ہے۔ ہم اس کے ذریعے اپنے پچیس کافروں کو سچا مسلمان بنا سکتے ہیں۔ روحانیت کے حامل ہمارے ماتحتوں کے دلوں اور دماغوں کی گہرائیوں میں اتر کر بھی یہی دیکھیں گے کہ وہ سچے مسلمان ہیں کیونکہ سچ مچ ان کے ذہن تبدیل ہو چکے ہوں گے اور وہ واقعی دل سے مسلمان بن چکے ہوں گے۔"

"ایسی بات ہے تو بابا صاحب کے ادارے سے تمہارے تعلقات مستحکم رہیں گے۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "اس طرح ہمارے ان پچیس ماتحتوں کو بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے اور وہاں رہ کر بہت سی معلومات حاصل کرنے کے مواقع ملتے رہیں گے۔ وہاں کے راز ہمیں معلوم ہوتے رہیں گے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارے وہ پچیس مسلمان وہاں کا کوئی راز تم تک نہیں پہنچائیں گے۔ کیونکہ وہ سچے دیانتدار ہوں گے۔ اپنے دین کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔"

وہ بولا۔ "میں تم سے مشورے لے رہا ہوں۔ میرے ذہن میں یہ بات ہے کہ جب میرے پچیس ماتحت اس ادارے کے تمام راز اور تمام کمزوریاں معلوم کر لیں گے تو میں ان سب کی شخصیتیں پھر سے تبدیل کروں گا۔ وہ پھر ایک بار مسلمان سے کافر ہو کر تمام راز مجھ تک پہنچائیں گے۔" وہ بڑے جوش اور جذبے سے بول رہا تھا۔ "اس کے بعد وہ پچیس افراد دوبارہ سچے مسلمان بن کر ان مسلمانوں سے گھل مل جائیں گے۔ یہ سب کچھ اتنی رازداری سے ہوگا کہ کسی بھی روحانیت کے حامل کو خبر نہیں ہوگی کہ درپردہ کیا ہو چکا ہے؟"

مشین نے کہا۔ "تدبیر واقعی زبردست ہے۔ جب تک وہ دل اور دماغ کی گہرائیوں سے سچے مسلمان بن کر رہیں گے تب تک ان پر کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جا سکے گا۔ خیال خوانی کے ذریعے اور روحانی علوم کے ذریعے بھی یہ ثابت ہوتا رہے گا کہ وہ سب سچے اور ایماندار ہیں۔"

"کیا یہ تیری پیشگوئی ہے کہ اس طریقۂ کار سے مجھے کامیابی حاصل ہوگی؟"

"کامیابی ہوگی بشرطیکہ تجھ سے اور مسلمان بننے والے ماتحتوں سے کوئی غلطی نہ ہو۔"

"غلطیاں کیا ہو سکتی ہیں؟"

"ستاروں کی چالیں اور مقدر کا لکھا بھی بدل جاتا ہے۔ انسانوں کے درمیان ایک دوسرے کے عمل اور ردِعمل سے ایک دوسرے کے حالات اور مزاج بدلتے ہیں۔ ایسی تبدیلیوں کے دوران میں کسی نہ کسی سے کوئی نہ کوئی غلطی ہوتی ہی ہے۔ غلطیاں نہ ہوں تو دنیا میں عجیب و غریب تماشے نہ ہوں۔"

اس نے مشین کو آف کر دیا۔ بے شک غلطیاں سب ہی سے ہوتی ہیں۔ سنبھلنے کی صلاحیتیں رکھنے والے ہی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس نے طے کر لیا کہ اپنے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شخصیت تبدیل کر کے انہیں دنیا میں مسلمانوں کے پاس بھیجے گا' جہاں وہ سچے دل و دماغ سے اسلام قبول کریں گے۔ اس کا ذہین و فطین شاگرد ذاکرارا ابھی اس دنیا میں رہ کر آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کے ذریعے ان سب کی نگرانی کرتا رہے گا۔

تدبیر واقعی زبردست تھی۔ ذاکرارا اپنے ان پچیس ماتحتوں سے خیال خوانی کے ذریعے کبھی رابطہ نہ کرتا۔ مشین کی اسکرین پر بڑی رازداری سے ان کی نگرانی کرتا رہتا اور تمام اہم رپورٹ سیارے میں گریٹ ایشورارا تک پہنچاتا رہتا۔ فی الحال یہ طریقۂ کار بڑی حد تک کامیابی کا یقین دلا رہا تھا۔

سونیا بابا صاحب کے ادارے میں آ گئی۔ اس نے آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو ادارے کے سائنسدانوں کے حوالے کر دیا۔ ہمارے سائنسدان اس کے آلات اور مختلف پرزوں کو اور ان کی کارکردگی کو اچھی طرح سمجھ کر ویسی ہی دوسری مشینیں تیار کر سکتے تھے۔ ایشورارا حرام موت مرتے مرتے ہمیں ایک انمول اور غیر معمولی مشین دے گیا تھا۔

اُدھر تل ابیب میں امریکی اور یورپ کے تمام اکابرین آ چکے تھے۔ دن کے دس بجے وہ سب کانفرنس ہال میں مجھ سے باتیں کرنے والے تھے۔ انہیں ایشورارا کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ موسس نے انہیں یقین دلایا تھا کہ اس نے جان کی قربانی پیش کر کے ان سب کو ایشورارا کے عذاب سے اور اس کی غلامی سے نجات دلائی ہے۔ کانفرنس ہال میں سب ہی اس پیشوائے اعظم سے محبت اور عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "میں تم سب کی سلامتی اور آزادی کے لیے جدوجہد کرتا رہا۔ میں نے سیارے کے پچیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا مگر تم لوگوں نے میری قدر نہیں کی۔ مجھے الزام دیا کہ میں نے ایشورارا کو تمہارا جانی دشمن بنا دیا ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "آپ نے ہماری بہتری کے لیے انہیں ہلاک کیا مگر اس نے ہمارے بے شمار بے گناہ رشتے داروں کو مار ڈالا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ سے بدظن ہو گئے تھے۔"

موسس نے کہا۔ "دشمنوں کو موت دینے اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے جان و مال کی قربانیاں دینی ہی پڑتی ہیں۔ آپ لوگ ایسے وقت میری قدر کر رہے ہیں جب میری زندگی کی چند سانسیں باقی رہ گئی ہیں۔ فرہاد ابھی آئے گا' آپ سے باتیں کرے گا پھر مجھے قتل کر کے چلا جائے گا۔"

یہ سن کر سب ہی تڑپ گئے۔ بڑے دکھ سے اور دل کی گہرائیوں سے کہنے لگے کہ اسے مرنے نہیں دیں گے۔ مجھ سے اس کی زندگی کی بھیک مانگیں گے تو میں انکار نہیں کروں گا۔ میں وہاں ایک آلۂ کار کے اندر موجود تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔

میں نے کہا۔ "میں تمہارے پیشوائے اعظم کو کیوں معاف کروں؟ اس نے ہمارے خلاف بہت بڑا جرم کیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کے لیے ایک تحریک چلائی اور تم تمام اکابرین کو ایک پلیٹ فارم پر لے آیا۔ ہمیں کچلنے کے لیے متحدہ تنظیم بنائی۔ کیا ہم ایسے بدترین

دشمن کو معاف کردیں گے.....؟ ہرگز نہیں...“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”یہاں ہم سب متحدہ تنظیم کے ارکان بیٹھے ہیں اور سیکڑوں اکابرین اپنے اپنے ملک میں ہیں۔ ہم سب نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف سازشیں کیں۔ کیا تم ہم سب کو بھی مار ڈالو گے؟“

میں نے کہا۔ ”بے شک بدترین جان لیوا دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ تم سب ہم سے دشمنی کی سزا پاؤ گے مگر آہستہ آہستہ آرام آرام سے... ہمیں جلدی نہیں ہے۔ جلدی ہوتی تو میں خیال خوانی کے ذریعے بڑی رازداری سے اس ہال میں بھاری قوت کا بم نصب کراتا پھر تم سب ایک ہی دھماکے سے جہنم میں پہنچ جاتے۔“

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”بے شک، تم ہمارے خلاف بہت کچھ کرسکتے ہو۔ ہم نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کی۔ یہ ہماری بہت بڑی غلطی تھی۔ پتا نہیں دوسرے اکابرین کیا کہیں گے؟ میں سب کے سامنے کہتا ہوں کہ اپنے کیے پر نادم ہوں۔ تم سے معافی مانگتا ہوں۔“

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ”میری طرح تمام اکابرین کو جناب علی اسد اللہ تبریزی سے معافی مانگنی چاہیے۔“

میں نے کہا۔ ”مجھ سے اور اعلیٰ حضرت سے معافی نہ مانگی جائے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ جو لوگ شرم اور غیرت کو کچل کر سیارے والوں کے غلام بن سکتے ہیں۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے جھوٹی ندامت کا اظہار کرکے معافی بھی مانگ سکتے ہیں۔“

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ٹھیک ہے ہم بے شرم اور بے غیرت ہیں۔ ہم نے تمہارے خلاف سازشیں کیں۔ تم کیا کرو گے؟ کیا ساری دنیا میں خود کو بدنام کرنے کے لیے یہاں قتل عام کرو گے؟ ہماری بیویوں اور بچوں کو مار ڈالو گے؟ جو کام ایشورارا سے ادھورا رہ گیا ہے، اسے تم پورا کرو گے؟“

میں نے کہا۔ ”ہم قصائی ہوتے تو ابھی چیل کوّے تمہاری بوٹیاں کھا رہے ہوتے۔ میں تو یہ کہنے آیا ہوں کہ دنیا کو اپنے باپ کی جاگیر نہ سمجھو کہ جسے چاہا اس کے حوالے کیا اور اس کے غلام بن گئے۔ ہم نے ایشورارا اور اس کے باقی آدمیوں کو ختم کیا۔ تم سب کو غلامی، خوف و دہشت سے نجات دلائی۔ ہمارا شکریہ ادا نہیں کرتے نہ کرو مگر ذرا دیر کے لیے شرم سے سر تو جھکا لو۔“

”تمہیں بھی شرم آنی چاہیے۔ تم ایک معزز پیشوائے اعظم کو ہلاک کرنا چاہتے ہو۔“

میں نے کہا۔ ”یہ معزز نہیں ہے جھوٹا اور فریبی ہے۔ یہ تم لوگوں کی خاطر میرے ہاتھوں جان نہیں دے گا بلکہ میری ہونے والی بیٹی کو قتل کرنے کے جرم میں سزائے موت پائے گا۔ تم سب بڑے طاقتور ممالک کے اکابرین کہلاتے ہو۔ اپنی طاقت کے ذریعے اسے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔“

موسس نے کہا۔ ”مجھے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ تم اپنے ادارے کے مضبوط قلعے میں ہو لیکن میں تمہارے ہاتھوں نہیں مروں گا۔“

اس نے اپنے لباس میں سے ایک شیشی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ زود اثر زہر ہے۔ اس سے پہلے کہ تم کسی کے ذریعے گولی چلاؤ..... مجھے نشانہ بناؤ، میں خود ہی اس دنیا سے جا رہا ہوں۔“

یہ کہتے ہی اس نے شیشی کو کھول کر منہ سے لگالیا۔ تمام حاضرین اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ جو اس کے قریب تھے، وہ آگے بڑھ کر اسے روکنا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے ہی زہر اس کے حلق سے اتر چکا تھا۔ وہ چکرا کر گر پڑا تھا۔

مسلح گارڈز نے اسے اٹھا کر ایک بڑی سی میز پر لٹا دیا۔ میں اس کی آخری سانسوں میں اس کے اندر پہنچ کر بولا۔ ”تم مذہبی پیشوا ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ خودکشی حرام ہے۔ تم نے.....“

میں پوری بات نہ کہہ سکا۔ اچانک ہی میری سوچ کی لہریں باہر نکل آئیں۔ اس کا دم نکل چکا تھا۔ اکابرین حیران و پریشان تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پُراسرار قوتیں رکھنے والا پیشوا یوں اچانک ہی موت کو گلے لگالے گا۔ سب ہی اس کے متعلق کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے اور اپنے رنج و غم کا اظہار کررہے تھے۔

ایسے میں موسس کے جاننے والے دس ایسے عقیدت مند وہاں آئے جو اس کے شاگرد تھے اور دن رات اس کی عبادت گاہ میں رہا کرتے تھے۔ وہ دس افراد اپنے ساتھ ایک تابوت لائے تھے۔ ایک شاگرد نے ایک کاغذ فوج کے اعلیٰ افسر کو دیتے ہوئے کہا۔ ”یہ ہمارے پیشوائے اعظم کی آخری وصیت اور آخری خواہش ہے۔ آپ اسے بلند آواز میں پڑھ کر حاضرین کو سنا دیں۔“

وہ اعلیٰ افسر کاغذ کو کھول کر بلند آواز سے پڑھنے لگا۔ مرنے والے نے لکھا تھا۔ ”میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر یہ لکھ رہا ہوں، کل صبح دس بجے کانفرنس ہال میں تمام اکابرین کے سامنے خودکشی کروں گا۔ میں نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی، فرہاد علی تیمور سے بھی مات نہیں کھاؤں گا۔

میں بہت پہلے ہی اپنے مقدر کا لکھا پڑھ چکا تھا۔ میری موت خودکشی کے نتیجے میں ہونے والی ہے اور جب ایسا ہو جائے تو میری لاش کو میرے دس شاگردوں کے حوالے کر دیا جائے۔ میرے شاگرد دس دن تک اپنے پاس میری لاش رکھیں گے۔ مجھ سے سیکھے ہوئے منتر پڑھیں گے۔ تمام دن تمام رات بھوکا پیاسا رہ کر مجھ پر عمل کریں گے۔

جب تک یہ تمام شاگرد عمل کرتے رہیں، تب تک کوئی ان کے قریب نہ آئے پھر اس تمام عمل کے بعد آپ ایک کرشمہ دیکھیں گے۔ میں اپنے تابوت میں اٹھ کر بیٹھ جاؤں گا۔ مجھے نئی زندگی ملے گی۔“

یہ سن کر سب ہی نے حیرت اور مسرت کا اظہار کیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے بے یقینی سے پوچھا۔ ”کیا واقعی ایسا ہوگا؟ کوئی مرنے کے بعد کبھی زندگی نہیں پاتا.....“

کسی نے کہا۔ ”پیشوائے اعظم کوئی عام آدمی نہیں تھے۔ وہ روحانیت کے حامل تھے، پُراسرار علوم جانتے تھے۔ ان کے لیے ناممکن کو ممکن کر دکھانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔“

فوج کا ایک اعلیٰ افسر اس وصیت کو پڑھ رہا تھا۔ موسس نے لکھا تھا۔ ”میں نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی۔ تمام اکابرین اس بات کے گواہ رہیں گے کہ فرہاد کو شکست دے کر ایک بار واپس آنے کے لیے جا رہا ہوں۔ وہ حسرت زدہ فرہاد آئندہ میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ پائے گا۔

میں تمام اکابرین کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی متحدہ تنظیم کو سے منظم اور مضبوط کریں۔ ہمارے دشمن سیارے والے یہ مسلمان ہیں۔ ہم اپنے اتحاد سے انہیں کچل کر رکھ دیں گے۔

آج سے دس دن کے بعد مجھے ایک نئی زندگی ملے گی مگر میں کسی کو نظر نہیں آؤں گا۔ آپ حضرات صرف میری آواز اور میری ہدایات سن سکیں گے۔

اب آپ دس دنوں تک انتظار کریں اور میرے شاگردوں کو میری لاش لے جانے دیں۔ ہم پھر ملیں گے۔“

اعلیٰ افسر نے اس تحریر کو پڑھنے کے بعد تمام حاضرین کو دیکھا۔ انہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اس وصیت پر عمل کیا جائے۔ ان دس شاگردوں نے ان کی اجازت سے لاش کو تابوت میں رکھا پھر اسے لے گئے۔ میں نے پھر اس مردہ کے اندر پہنچنا چاہا اور ناکام رہا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ واقعی وہ مر چکا تھا۔

یہ ہمارا ایمان ہے کہ ہم مرنے کے بعد روزِ قیامت اٹھائے جائیں گے۔ کوئی مرنے والا معجزاتی زندگی پاکر دنیا میں کبھی واپس نہیں آتا۔ کالا علم جاننے والے بعض اوقات ایسے تماشے اس طرح دکھاتے ہیں کہ حقیقتاً وہ مرتے نہیں ہیں۔ اپنی موت کے مقررہ دن سے پہلے کالے علم کے ذریعے اپنی سانسوں کی بندش کرتے ہیں اور خود کو مردہ ظاہر کرتے ہیں۔

ہماری دنیا میں ایسے تماشے دیکھے گئے ہیں۔ پُراسرار علم جاننے والے چند گھنٹوں کے لیے اپنے دل کی دھڑکنوں کو ساکت اور دماغ کو سُن کردیتے ہیں۔ ان کا وہ خاص علم چند گھنٹوں کے بعد ان کی سانسوں کو بحال کردیتا ہے۔ یوں دوبارہ زندہ ہونے کا دعویٰ کرکے وہ تماشائیوں کو حیران کردیتے ہیں۔

موسس نے بھی یہی کیا تھا۔ وہ پچھلی رات پُراسرار علم کے ذریعے خود پر عمل کرتا رہا تھا۔ ایک عامل بن کر خود کو معمول اور تابعدار بنا کر یہ بندش کرتا رہا تھا کہ اس کا دل اور اس کے پھیپھڑے تقریباً چھ گھنٹوں تک اپنی روٹین کے مطابق کام نہیں کریں گے۔ بالکل ساکت رہیں گے پھر سانس کی بحالی کا جو وقت مقرر کیا گیا ہے...... ٹھیک اسی وقت سے دل خون پمپ کرے گا۔ پھیپھڑے سانسوں کی آمد و رفت جاری کریں گے اور دماغ سکتے سے نکل آئے گا۔

مجھے شبہ تھا کہ وہ مکاری دکھا رہا ہے۔ اپنے پُراسرار علم کے ذریعے اکابرین اور اپنے عقیدت مندوں کو متاثر کرنے والا ہے۔ میں نے ہر آدھے اور ایک گھنٹے بعد اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی۔ ہر بار سوچ کی لہروں نے واپس آکر یہی سمجھایا کہ وہ مر چکا ہے۔

میں نے کسی حد تک یقین کرلیا۔ یہ سوچا کہ آئندہ کسی دن اس کے اندر جاؤں گا یا پھر دس دن کے بعد اس کی خبر لوں گا۔ اگر واقعی اسے دوسری زندگی ملے گی تو ثابت ہوجائے گا کہ وہ کالے عمل کے ذریعے یہ تماشا دکھا رہا ہے۔

سونیا مجھ سے کہتی تھی۔ ”اس کم بخت کے پاس جاتے رہو۔ ان گیارہ دنوں میں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ واقعی دوبارہ زندہ ہوگا یا نہیں؟“

میں نے دوسرے تیسرے دن اس کی خبر لی اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی...... ہر بار یہی ثابت ہوتا رہا کہ وہ مر چکا ہے۔ اسے دعوے کے مطابق گیارہویں دن زندہ ہونا چاہیے تھا۔ اس روز بھی میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ مجھے یاد آیا کہ اس نے کانفرنس ہال میں آخری بار کہا تھا۔ ”تمام اکابرین اس بات کے گواہ رہیں گے کہ فرہاد کو

شکست دے کر پھر ایک بار واپس آنے کے لیے جا رہا ہوں۔ وہ حسرت زدہ فرہاد آئندہ میرے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائے گا۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اگر زندہ ہو چکا ہے تو اپنی شخصیت اور اپنا لب ولہجہ بدل چکا ہے۔ شاید گمنام رہ کر ہمارے خلاف سازشیں کرتا رہے گا۔ گیارہویں دن کی شام کو میں نے دو چار اکابرین کے اندر جا کر چپ چاپ ان کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ زندگی کی طرف لوٹ آیا ہے۔ اس نے ان اکابرین سے رابطہ کیا تھا اور ایک نئی زندگی حاصل کرنے کی خوش خبری انہیں سنائی تھی۔

ایک اعلیٰ حاکم کی سوچ نے کہا۔ "اس کی آواز، لب و لہجہ بدل گیا ہے۔ میں اسے پیشوائے اعظم تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ اس نے بے نیازی سے کہا کہ نہ تسلیم کرو۔ میں متحدہ تنظیم کے استحکام اور بابا صاحب کی تباہی کے لیے جو کچھ کرتا رہوں گا۔ اس کے پیش نظر جلد ہی مان لو گے کہ میں ہی تمہارا پیشوائے اعظم برائٹ موسس ہوں۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "آپ ہمارے پیشوائے اعظم کے منصوبوں کے مطابق عمل کرتے رہیں گے۔ ہمارا بھرپور ساتھ دیتے رہیں گے تو ہم ضرور آپ کو اپنا رہنما اور پیشوا تسلیم کریں گے۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے اس سے پوچھا۔ "آپ ہم اکابرین سے چھپ رہے ہیں۔ کیا فرہاد اور روحانیت کے علوم جاننے والوں سے بھی چھپ سکیں گے؟"

وہ بڑے فخر سے بولا۔ "میں نے ایک ایسی نئی زندگی حاصل کی ہے کہ روحانیت کا کوئی عامل اور آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین بنانے والے بھی مجھے ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "وہ بہت بڑا دعویٰ کر رہا ہے۔ کیا ہم اپنی غیر معمولی مشین سے اسے ڈھونڈ پائیں گے؟ ہمیں اپنی مشین کو آزمانا چاہیے۔"

وہ مشین ادارے کے سائنسی شعبے میں تھی۔ ہمارے سائنسداں دس پندرہ دن تک اس پر کام کرتے رہے پھر انہوں نے وہ مشین سونیا کے حوالے کر دی۔ وہ اسے آسانی سے آپریٹ کرنے لگی تھی۔ کوئی دشواری پیش آتی تو ہمارے سائنسداں اسے گائیڈ کر دیتے تھے۔

اس نے سب سے پہلے گریٹ ایشورارا کے نمبر پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر نہ متحرک دکھائی دیا۔ نہ اس کی آواز سنائی دی۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ ہماری اس دنیا میں نہیں ہے۔ پتا نہیں سیارے سے کب واپس آئے گا؟ اس کے کسی نائب اور ماتحت کی تصویر اور کوڈ نمبر نہیں تھے۔ ابھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کوئی ہماری دنیا میں موجود ہے یا نہیں؟

برائٹ موسس نے کانفرنس ہال میں خودکشی کرنے سے پہلے خود پر ایسا عمل کیا تھا جس کے نتیجے میں وہ روحانیت کے کسی عامل کو یا جادو ٹونا کرنے والوں کو دکھائی نہ دیتا۔ جب سونیا نے اپنی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین سے دیکھنا چاہا تو واقعی اس کے پُراسرار علم نے مہارت دکھائی، وہ اسکرین پر نظر نہیں آیا۔

یہ موسس کی بہت بڑی کامیابی تھی مگر ناکامی بھی تھی۔ اسکرین پر وہ تو نظر نہیں آیا لیکن جہاں اس وقت تھا، وہ مکان دکھائی دے رہا تھا۔ دراصل اس نے صرف اپنے وجود کے اطراف حصار باندھا تھا۔ ایسے پُراسرار عمل کے نتیجے میں وہ صرف اپنے عقیدت مندوں کو دکھائی دیتا۔ باقی لوگوں کے روبرو آ کر بھی نادیدہ رہتا۔

اس وقت وہ اپنے ایک رازدار عقیدت مند میکی البرٹ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی آواز میکی البرٹ تک پہنچ رہی تھی۔ یعنی اس کے طلسمی حصار سے باہر آ رہی تھی۔ اس لیے ہماری مشین کے آڈیو سسٹم نے اس آواز اور لب و لہجے کو کیچ کر کے میکی البرٹ کو اسکرین پر پیش کیا۔

سونیا نے کہا۔ "یہ عجیب جادوگری دکھا رہا ہے۔ ہمارے پاس یہ مشین نہ ہوتی تو اس کا دعویٰ درست ہوتا۔ تم اس کے سائے تک بھی پہنچ نہ پاتے۔"

میں نے کہا۔ "وہ بہت بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ کیا کہتی ہو اسے ذرا سی ٹھیس پہنچائی جائے؟"

"ہاں، مگر ابھی خود کو ظاہر نہ کرو۔"

میں نے موسس کی موجودہ آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ میں اسے کچھ کہہ نہ سکا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

سونیا اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ وہ نادیدہ پیشوا اپنے شاگرد سے کہہ رہا تھا۔ "میکی! کوئی میرے اندر آنا چاہتا ہے۔"

میکی نے سر جھکا کر کہا۔ "اے پیشوائے اعظم! تو اکابرین کے اندر جا کر بولتا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تیری نئی آواز سن لی ہوگی۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان ہی میرے دشمن ہیں۔ شاید فرہاد میرے اندر آ کر تصدیق کرنا چاہتا ہے کہ میں برائٹ موسس ہوں یا نہیں؟"



...یکی نے کہا۔ "صرف دشمن ہی نہیں...... دوست بھی ...ی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے ...ے تیرے عقیدت مند ہیں۔ وہ بھی تجھے پہچاننا چاہتے ...وں گے۔"

...وسس چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس ...ری گیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم میں سے کوئی میرے ... چاہتا تھا؟ ابھی میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس [illegible]"

ان چاروں نے کہا کہ وہ اپنے یوگا جاننے والے پانچ ...ں کی اجازت کے بغیر کسی سے دماغی رابطہ نہیں رکھتے ... ان میں سے کوئی بھی تھوڑی دیر پہلے اس کے اندر نہیں [illegible]

...وسس نے میکی نے کہا۔ "بس یہ یقین ہو چکا ہے کہ ...یا تھا۔ میں اسے کبھی اپنے اندر گھسنے نہیں دوں گا۔"

میں سونیا کے ساتھ بڑی دیر تک اسکرین پر میکی کو دیکھتا ...وسس کے بارے میں ویسے ان کی گفتگو سے یہ معلوم ہوا ...ل ابیب چھوڑ کر یروشلم آ گیا ہے۔ اسے پورا یقین تھا ...ی اسے دیکھ نہیں سکے گا اور نہ ہی یروشلم کے اس بنگلے تک ...ئی پہنچے گا۔ لوگ بڑے خوش فہم ہوتے ہیں۔ پورے ...کے ساتھ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کے خلاف کچھ ایسا ویسا ... ہوگا۔ جب کہ خلافِ توقع ایسا بھی ہو جاتا اور ویسا [illegible]

میں نے ادارے کے انچارج سے فون پر کہا۔ "ہمارے ...جاسوس یروشلم میں ہیں، ان میں سے کسی سے بات کراؤ۔" پانچ منٹ کے اندر ایک جاسوس نے فون پر مجھے مخاطب [illegible] "سر! میں یروشلم سے بول رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، فون بند کرو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ...ں کروں گا۔"

ہم نے اپنے فون بند کیے۔ میں اسے یہودیوں کے ...ئے اعظم برائٹ موسس کے موجودہ حالات بتانے ... وہ تمام باتیں سن کر بولا۔ "میں سمجھ گیا سر! وہ مجھے بھی نظر ...آئے گا۔ میں اس کے دستِ راست میکی البرٹ کو ...وں میں رکھوں گا۔ وہ کہیں تنہائی میں بول رہا ہوگا تو یقیناً ... سے بات کر رہا ہوگا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم اندازہ کرو گے کہ میکی کس ...کر بول رہا ہے۔ موسس اسی سمت میں ہوگا۔ اسے ہلاک ...یں کرنا ہے۔ کسی طرح زخمی کر کے چھوڑ دینا ہے۔"

"آل رائٹ سر! میں یہی کروں گا۔"

میں نے اس کے اندر رہ کر اسے موسس کے بنگلے کے سامنے پہنچا دیا۔ شکار اگرچہ نادیدہ تھا مگر ہماری دسترس میں تھا۔ ہم اسکرین پر میکی کو دیکھ رہے تھے۔ فی الوقت وہ دوسرے کاموں میں مصروف ہو گیا تھا۔ وہ بھی یوگا کا ماہر تھا۔ میں نے اس کے اندر جانے کی زحمت نہیں کی۔ ویسے بھی زیادہ دردِسری کی ضرورت نہیں تھی۔

میں نے اپنے جاسوس نجیب اللہ سے کہا۔ "اگر اس پر حملہ کرنے کی سہولت حاصل ہو تو فوراً مجھ سے رابطہ کرو۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

سونیا نے مشین کو آف کر دیا۔ موسس اگر دکھائی دیتا تو نجیب اللہ فوراً ہی بنگلے میں گھس کر اسے زخمی کر دیتا۔ پتا نہیں وہ بنگلے کے کس حصے میں تھا؟ نجیب اللہ کو نظر نہ آتا اس کے برعکس موسس اسے دیکھ کر کوئی بھی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ کامیابی اسی وقت ممکن تھی ...... جب وہ اپنے رازدار میکی سے باتیں کرتا رہتا۔

سونیا نے تقریباً دو گھنٹے بعد کہا۔ "فرہاد! یہاں آؤ، موسس کہیں جا رہا ہے۔"

میں نے مشین کے پاس آ کر اسکرین پر دیکھا۔ میکی تنہائی میں کچھ بولتا ہوا بنگلے کے باہر آ رہا تھا۔ اس کی باتوں سے پتا چل گیا کہ وہ تنہا نہیں تھا۔ اس وقت کہہ رہا تھا۔ "آپ کار کی پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھے رہیں تو یہ مناسب رہے گا۔ اس طرح آپ آس پاس سے گزرنے والوں سے نہیں ٹکرائیں گے۔"

موسس کی آواز سنائی دی۔ "دوپہر کی گرمی میں دیوارِ گریہ کے پاس لوگوں کی بھیڑ نہیں ہوتی۔ میں کار سے نکل کر کسی سے ٹکرائے بغیر دیوار تک پہنچ جاؤں گا۔"

بیت المقدس کے عقبی حصے میں ایک دیوار ہے جسے دیوار گریہ کہا جاتا ہے۔ یہودی مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے اس دیوار سے لگ کر گریہ وزاری کرتے ہیں۔ دانستہ و نادانستہ سرزد ..... ہونے والے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے روتے ہیں۔ رونا نہ آئے تب بھی روتے ہیں اور دل کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔ وہ یہودی پیشوا بھی اپنے عقیدے کے مطابق اس دیوار سے لپٹ کر رونے جا رہا تھا۔

میں نے نجیب اللہ سے کہا۔ "وہ میکی کے ساتھ ہے اور بنگلے کے سامنے کھڑی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے جا رہا ہے۔"

نجیب پہلے ہی میکی کو بنگلے سے نکلتے دیکھ چکا تھا۔ اس کے انداز سے سمجھ گیا تھا کہ موسس کے ساتھ کار کی طرف آ رہا

ہے۔ وہ احاطے کی دیوار پھاند کر اندر آ گیا تھا۔ اس وقت میکی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ایک طرف یوں ہٹ گیا تھا جیسے موسس کو پچھلی سیٹ پر جانے کا راستہ دے رہا ہو۔

ایسے ہی وقت نجیب نے ریوالور کی نال نیچی کرتے ہوئے دو فائر کیے۔ موسس کی کراہ سنائی دی۔ میکی ایک دم سے چونکتے ہوئے اپنے لباس سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی نجیب اسے گولی مار کر وہاں سے نکل آیا۔

میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ”ہائے موسس! ہائے ہائے کر رہے ہو؟“

وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ نظر نہیں آ رہا تھا مگر اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ایک گولی ران میں اور دوسری گولی پاؤں کی پنڈلی میں لگی ہے۔ وہ دونوں پیروں سے معذور ہو کر اس طرح گرا تھا کہ نصف کار کے اندر اور نصف کار کے باہر تھا۔

میں نے کہا۔ ”پیشوائے اعظم! تیری یہ پُراسرار قوتیں کہاں گئیں؟ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے ادارے کے کسی بھی روحانیت کے حامل سے مدد نہیں لی ہے۔ تُو نے کہا تھا کہ میں تیرے سائے تک بھی پہنچ نہیں پاؤں گا۔ میں تو پہنچ گیا ہوں مگر تو خود ہی سایہ بن گیا ہے۔ کسی کو نظر نہیں آ رہا ہے پھر کون تجھے اسپتال پہنچائے گا؟“

میکی مر چکا تھا۔ موسس تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ ”ہیلپ.... پلیز ہیلپ می....“

تین بار فائر کی آواز کتنی ہی دور تک گئی۔ کتنے ہی لوگ دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ انہوں نے وہاں میکی کی لاش دیکھی پھر موسس کی آواز سن کر ذرا سہم گئے۔ اس کار سے ذرا دور ہو گئے۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں سے کوئی کہہ رہا تھا۔ ”میری دونوں ٹانگوں پر گولی لگی ہے۔ پلیز مجھے فوراً اسپتال پہنچاؤ۔“

وہ سب خوفزدہ تھے۔ حیرانی سے آواز سن رہے تھے۔ بولنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن پچھلی سیٹ کے پاس اور گاڑی کے نیچے لہو بہتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ نظر نہ آنے والا گڑگڑا رہا تھا۔ ”فار گاڈ سیک۔ مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ میں تل ابیب کا معروف اور مشہور پیشوائے اعظم برائٹ موسس ہوں۔ آگے بڑھو مجھے چھو کر دیکھو! میں یہاں پڑا ہوا ہوں۔“

ایک نوجوان نے ہمت کی۔ آگے بڑھ کر اِدھر اُدھر ٹٹولتے ہوئے اسے چھو لیا پھر لوگوں کو دیکھتے ہوئے حیرانی سے بولا۔ ”کوئی انسان ہے۔ نجانے کیوں نظر نہیں آ رہا ہے؟ اسے فوراً اسپتال پہنچانا چاہیے۔“

دوسرے شخص نے کہا۔ ”یہ تو عجیب و غریب کیس ہے۔ پولیس والے معلوم کریں گے کہ یہ کون ہے؟ اور نادیدہ کیوں ہے؟“

انہوں نے اسے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈال دیا پھر کار اسٹارٹ کر کے اسے وہاں سے لے جانے لگے۔ میں نے کہا۔ ”تو نے ایک پُراسرار علم سے خود کو نادیدہ بنایا ہے۔ خود کو ظاہر کرنے کا منتر بھی جانتا ہوگا مگر تکلیف کی شدت سے پڑھ نہیں پا رہا ہے۔ اگر تکلیف نہ ہوتی تب بھی میں تجھے پڑھنے نہ دیتا۔ تُو آئندہ اسی طرح غائب رہ کر لوگوں کے لیے تماشا بنتا رہے گا۔“

اگر گولی جسم کے کسی حصے میں پیوست ہو جائے اور نکالی نہ جائے تو زخمی ناقابل برداشت تکلیف سے گزرتا ہے۔ اسے ایک نہیں دو گولیاں لگی تھیں۔ کتنا ہی لہو کار کے باہر بہ گیا تھا۔ اسے کار کے اندر لایا گیا تھا۔ اور اب بدن کا نچلا حصہ لہو سے بھیگنے لگا تھا۔ وہ کچھ کچھ دکھائی دینے لگا۔ اسے اسپتال لے جانے والے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے پولیس کو اطلاع دی تھی کہ وہ ایک نظر نہ آنے والے زخمی کو نیشنل اسپتال لے جا رہے ہیں۔

پولیس والے وہاں پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر پریشان ہو کر کہہ رہے تھے۔ ”یہ پوری طرح نظر نہیں آ رہا ہے۔ ہم آپریشن کیسے کریں گے؟ گولیاں کیسے نکالیں گے؟

یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں تھا۔ اسے آپریشن تھیٹر میں پہنچا کر اس کے اوپر سرخ رنگ کی لیپ چڑھائی گئی۔ یوں انہوں نے معلوم کیا کہ ٹانگوں کے کن حصوں میں گولیاں پیوست ہوئی ہیں؟

اسے بے ہوش کر کے گولیاں نکالی جانے لگیں۔ میں نے یہودی اکابرین میں سے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ نئی زندگی پانے والا تمہارا پُراسرار پیشوا موسس یروشلم کے نیشنل اسپتال میں ہے۔ اس کے جسم سے گولیاں نکالی جا رہی ہیں۔ اسے بچانے کی کوشش کرو کیونکہ گولیاں نکلنے کے بعد بھی میں موت بن کر اس کے پاس رہوں گا۔“

میری اس اطلاع سے ہلچل مچ گئی۔ کتنے ہی یہودی اکابرین اپنے اپنے فون کھڑکھڑانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یروشلم کے آرمی افسران فوراً فوجی جوانوں کے ساتھ اس اسپتال میں پہنچ گئے۔ یورپ اور امریکہ کے اکابرین تک خبریں پہنچائی جانے لگیں۔ آپریشن ہو چکا تھا۔ گولیاں نکالی جا چکی تھیں۔ وہاں جتنے بھی اکابرین اور عقیدت مند آر

تھے۔ وہ پیشوائے اعظم کو نادیدہ پا کر حیران ہو رہے تھے۔

آئی سی یو کے ایک بیڈ پر وہ پڑا ہوا تھا۔ اس پر گردن تک چادر ڈالی گئی تھی۔ دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہو رہا تھا کہ وہاں ایک انسانی جسم پڑا ہوا ہے۔ گردن سے اوپر صرف آکسیجن ماسک دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس سے کوئی بات نہیں کی جا سکتی تھی، وہ بیہوش تھا۔

یورپ اور امریکہ کے اکابرین فون کے ذریعے اس کے لیے ہمدردی اور عقیدت ظاہر کر رہے تھے۔ اس کی عیادت کے لیے جلد از جلد یروشلم پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ یہودی اکابرین انہیں فون کے ذریعے بتا رہے تھے کہ پیشوائے اعظم نادیدہ ہو گیا ہے۔ وہ بات کرنے کے بھی قابل نہیں ہے کیونکہ بیہوش پڑا ہے۔

ہوش میں آنے کے بعد بھی ڈاکٹرز نے کئی گھنٹوں تک کسی کو اس سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی۔ میں اس کے اندر رہ کر دیکھ رہا تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آ کر پوچھ رہے تھے۔ ''آپ کو گولی کس نے ماری تھی؟''

اس کی سوچ نے بڑی نقاہت سے کہا۔ ''فرہاد کے کسی آلۂ کار نے مجھ پر اچانک حملہ کیا تھا۔''

دوسرے خیال خوانی کرنے والے نے پوچھا۔ ''آپ نادیدہ کیسے ہو گئے؟ نظر کیوں نہیں آ رہے؟''

وہ اس سلسلے میں خاموش رہا مگر وہ چاروں اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرتے رہے کہ وہ پُراسرار علم کے ذریعے خود پر عمل کر کے نادیدہ بن گیا ہے۔ وہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد منتر پڑھ کر اپنے پہلے عمل کا توڑ کر سکتا ہے آئندہ دنیا والوں کو نظر آ سکتا ہے مگر فرہاد اسے ظاہر ہونے نہیں دے گا۔ نادیدہ ہی رہنے دے گا اور اسے مصائب میں مبتلا کرتا رہے گا۔

ایک نے پوچھا۔ ''کیا مسٹر فرہاد یہاں موجود ہیں؟''

میں نے جواب نہیں دیا۔ ایک خیال خوانی کرنے والے نے کہا۔ ''شاید نہیں ہیں۔''

دوسرے نے جواب دیا۔ ''شاید ہیں مگر خاموش ہیں۔ چپ چاپ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔''

ایک اور نے کہا۔ ''ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ برائٹ موسس تک کیسے پہنچ گئے؟ جب کہ یہ نظر نہیں آتے ہیں؟''

پھر اس نے یہی سوال موسس سے کیا۔ ''مسٹر موسس! کیا بتا سکتے ہیں کہ نادیدہ ہو کر بھی آپ مسٹر فرہاد کو کیسے نظر آ گئے؟''

اس نے کمزور سی سوچ کے ذریعے کہا۔ ''میں حیران ہوں۔ ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کی روحانی قوتوں نے مجھے اس کے سامنے بے نقاب کیا ہے۔''

''آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ فرہاد آپ کے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائے گا۔''

''اس وقت میرا خیال تھا کہ روحانی قوتیں بھی فرہاد کو مجھ تک پہنچانے میں ناکام رہیں گی۔ میری خوش فہمی نے مجھے اس انجام تک پہنچایا ہے۔''

وہ چاروں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے موسس کے بیانات کو تمام اکابرین تک پہنچا رہے تھے۔ انہوں نے دوسرے دن کانفرنس ہال میں یکجا ہو کر ایک دوسرے سے یہی سوال کیا۔ ''ہم مسلمانوں اور سیارے والوں سے دشمنی کے نتیجے میں کس مقام پر پہنچے ہیں، ابھی ہماری کیا پوزیشن ہے؟''

کسی نے کہا۔ ''ہماری کوئی پوزیشن...... کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

کسی نے کہا۔ ''ہمیں بے شمار اکابرین کی اور بے گناہ رشتے داروں کی جانیں گنوانے کے بعد شکستگی، بے چارگی، ناکامی اور شرمندگی مل رہی ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''سیارے والے ہمارے لیے ناقابلِ تسخیر تھے۔ ہم ان کے غلام بننے کو بھی تیار ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں خاک میں ملا دیا۔ اس سے اندازہ ہو جانا چاہیے کہ وہ کیسی ناقابلِ فہم روحانی قوتوں کے حامل ہیں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''کیا آئندہ ہم بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کریں گے؟''

اس سوال کے جواب میں سب کو چپ لگ گئی۔ ابھی کوئی یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ حالات سازگار ہوں گے، روحانی قوتوں کو پسپا کرنے کا کوئی نسخہ ہاتھ آئے گا تو بابا صاحب کے ادارے کو ہر حال میں ہمیشہ کے لیے ختم کیا جائے گا۔ حالات کے سازگار ہونے تک ایسا کہنے کی جرات کسی میں نہیں تھی...... لہٰذا وہ چپ تھے۔

میں سونیا کے ساتھ مشین کے سامنے بیٹھا اسکرین پر تمام اکابرین کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسے وقت وہ موسس کو نظر انداز کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تو مجھ سے کہہ سکتے تھے کہ میں اس پیشوا کو کافی سزا دے چکا ہوں۔ اب اسے معاف کر دوں۔



لیکن ایسا کہنے کے لیے کسی نے مجھے مخاطب نہیں کیا۔ موسس نے جس بُری طرح مات کھائی تھی۔ اس سے ثابت ہو گیا تھا کہ وہ ہمارے مقابلے میں بے حد کمزور ہے۔ ان کے کسی کام نہیں آئے گا، انہیں یہ فکر لاحق تھی کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں سے کم تر ہو گئے ہیں۔ ابھی جو اسلامی ممالک سپر پاور کے زیرِ اثر ہیں۔ وہ ان کے اثر سے نکل جائیں گے تو وہ نام کا سپر پاور رہ جائے گا۔

وہ اس کانفرنس ہال میں اپنے خدشات کا اظہار کر رہے تھے۔ ایسے وقت ایک جونیئر فوجی افسر نے اونچے سے اسٹیج پر آ کر کہا۔ ''میں تمہارے اس افسر کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میرا تعلق نہ تمہاری متحدہ تنظیم اور نہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہے اور نہ ہی کسی مسلمان خیال خوانی کرنے والوں سے ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''پھر تم کون ہو؟''

میں اور سونیا اس جونیئر افسر کو توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''فی الحال میں غیر جانبدار ہوں اور تم سب کو اہم معلومات فراہم کرنے آیا ہوں۔''

سونیا اس کی آواز سنتے ہی مشین کے آڈیو سسٹم کے ذریعے اسے گرفت میں لے کر اسکرین پر دیکھنا چاہتی تھی لیکن ناکامی ہو رہی تھی چونکہ وہ اجنبی اس افسر کی آواز اور لب و لہجے میں اسی کی زبان سے بول رہا تھا۔ اس لیے اسکرین پر وہی افسر دکھائی دے رہا تھا۔ کانفرنس ہال میں حاضرین سے کہہ رہا تھا۔ ''تم سب اکابرین یہ سن کر خوش ہو گئے کہ ایشورارا اپنے تمام ماتحتوں سمیت مارا گیا ہے۔ تمہیں اطمینان ہو گیا کہ اب تمہاری بیوی اور بچوں پر اور دیگر اکابرین پر کبھی جان لیوا حملے نہیں ہوں گے لیکن تم سب ایک اہم بات بھول گئے۔''

وہ ذرا چپ ہوا۔ تمام حاضرین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''وہ غیر معمولی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین سب سے اہم ہے۔ ایشورارا اسی مشین کے مدد سے تم تک پہنچ کر حملے کرتا تھا۔ اس کی موت کے بعد تمہارے ذہنوں میں یہ سوال پیدا کیوں نہیں ہوا کہ وہ غیر معمولی مشین کہاں ہے؟ جب ایشورارا کی موت اس زمین پر ہوئی ہے تو وہ مشین بھی اس زمین پر رہ گئی ہو گی۔ اسے کسی نے سیارے میں واپس نہیں پہنچایا ہے۔''

اس بات نے سب کو چونکا دیا۔ انہوں نے اس مشین کو واقعی بھلا دیا تھا یا یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ مشین ایشورارا کے ساتھ تباہ ہو گئی ہے۔ اس پہلو سے نہیں سوچا کہ وہ باقی ہو گی اور کسی کے ہاتھ لگ گئی ہو گی۔

اس اجنبی نے کہا۔ ''سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے، جس نے ایشورارا کو ہلاک کیا ہے۔ مشین اسی کے ہاتھوں میں ہے اور اسے ہلاک کرنے والی سونیا ہے۔''

سب پر حیرت سے سکتہ طاری ہو گیا پھر ایک اعلیٰ عہدیدار نے پوچھا۔ ''کیا وہ مشین سونیا لے گئی ہے؟''

اس اجنبی نے کہا۔ ''ہاں، وہ مشین بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہے۔ اب سوچو گے تو دور تک یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ وہ ایسی غیر معمولی مشین تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ ویسے تم سب کے خلاف ایک ہی مشین کافی ہے۔ یقین کرو کہ وہ اس مشین کے اسکرین پر تم سب کو دیکھ رہے ہیں۔''

تمام حاضرین پریشان ہو کر اس فوجی افسر کو دیکھ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''فرہاد نے اسی مشین کے ذریعے دوبارہ زندگی پانے والے موسس کا سراغ لگایا اور اسے اسپتال پہنچا دیا۔ آئندہ یہ مسلمان تمہارے گھروں میں گھس کر ایک ایک راز معلوم کرتے رہیں گے اور تمہیں خبر نہ ہو گی۔''

اس کی باتیں سن کر تمام اکابرین قائل ہو رہے تھے کہ میں نے اسی مشین کے ذریعے موسس کو نادیدہ ہونے کے باوجود ڈھونڈ نکالا ہے۔ یہ ان کے لیے انتہائی فکر اور پریشانی کی بات تھی کہ آئندہ وہ لوگ بھی اپنے گھر، اپنی حکومت اور اپنی فوج کا کوئی راز ہم سے چھپا نہیں سکیں گے۔

یہ خیال بھی پریشان کر رہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں ویسی ہی غیر معمولی مشین تیار کی جا رہی ہو گی۔ اب نہ تو ان کا کوئی اہم راز چھپا رہے گا اور نہ ہی ان کی جانیں سلامت رہیں گی۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم سیارے سے آئے ہو اور تمہیں اس غیر معمولی کے چھن جانے کا صدمہ ہے؟''

''میں نہ تو سیارے سے آیا ہوں اور نہ ہی مجھے ایسی مشین سے دلچسپی ہے۔ اگر وہ کبھی میرے ہاتھ لگی میں تو اسے آپریٹ نہیں کر سکوں گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''کچھ معلوم تو ہو کہ تم کون ہو؟''

''میں ایک راز ہوں اور راز ہی رہوں گا۔ فی الحال یہ سمجھ لو کہ فرشتہ ہوں۔ تمہاری مشکلیں آسان کرنے کے لیے آسمان سے آیا ہوں۔''

''تم ہمارے لیے کیا کر سکتے ہو؟ آئندہ کس طرح ہمارے کام آؤ گے؟''

''فی الحال تو مسلمانوں کی اس اضافی قوت سے آگاہ کر رہا ہوں جو انہیں مشین کے ذریعے حاصل ہو چکی ہے۔ آئندہ کیا کرنا چاہیے؟ یہ نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ اس وقت ہمیں اس غیر معمولی مشین کے ذریعے دیکھا جا رہا ہے اور ہماری باتیں سنی جا رہی ہیں۔''

''کیا یہ بتا سکتے ہو کہ مسلمانوں کے خلاف ہماری مدد کیوں کر رہے ہو؟''

''سیدھی سی بات ہے مسلمانوں کے خلاف ہوں۔ اس لیے ان کے خلاف تمہارے کام آ رہا ہوں۔''

میں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ کم بخت ہے کون؟ کیوں ہم سے دشمنی مول لینے آیا ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''یہ پہلے نہیں تھا۔ اچانک ہی پیدا ہو گیا ہے۔ ایشورارا کی موت، غیر معمولی مشین اور موسس کے اسپتال پہنچ جانے کی تمام باتیں جانتا ہے جنہیں ہم نے دوسروں سے چھپایا تھا۔ اس نے بھید کھول دیا ہے کہ یہ مشین ہمارے پاس ہے۔ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ گریٹ ایشورارا کی جگہ سیارے سے ہی آیا ہے۔''

یہی بات تھی جب تک مشین ہمارے پاس تھی گریٹ ایشورارا خود زمین پر نہ آتا۔ اگر آتا تو ہم سے چھپ کر نہ رہ پاتا۔ جلد ہی ہمارے ہاتھوں مارا جاتا۔ لہٰذا اپنے نائب ذاکرارا کو یہاں بھیجا تھا۔ اس کے پاس غیر معمولی مشین تھی۔ جس کے ذریعے وہ کانفرنس ہال کا منظر دیکھ رہا تھا اور ایک جونیئر افسر کی زبان سے ہمارے خلاف بول رہا تھا۔

وہ بہت محتاط تھا۔ کبھی خود کو ظاہر کرنے کی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے طے کیا تھا کہ موسس کو ہلاک نہیں کروں گا۔ اسے نادیدہ رہنے دوں گا۔ ظاہر ہونے کا کوئی منتر پڑھنے نہیں دوں گا۔ وہ نادیدہ بن کر ہمیشہ مصیبتوں میں مبتلا ہوتا رہے گا لیکن ذاکرارا نے اسے اسپتال کے بیڈ پر مار ڈالا۔

اسے ہلاک کرنے میں دیر ہی کتنی لگتی؟ اُدھر وہ کانفرنس ہال میں جونیئر افسر کے اندر موجود تھا۔ اس نے چند سیکنڈ میں موسس کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا پھر واپس کانفرنس ہال میں چلا آیا پھر اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا پھر جونیئر افسر کے اندر چلا آیا۔

کچھ دیر کے بعد یہ خبر اس کانفرنس ہال میں پہنچی کہ پیشوائے اعظم بڑی اذیتوں میں مبتلا ہو کر مر گیا ہے۔ ذاکرارا نے اس جونیئر افسر کی زبان سے کہا۔ ''آخر سنگدل اور بے رحم فرہاد نے اسے مار ڈالا ہے۔''

اس کی موت کا کسی کو صدمہ نہیں ہوا۔ تمام اکابرین نے رسمی طور پر رنج و غم کا اظہار کیا۔

سونیا نے کہا۔ ''اس اجنبی کا طریقہ کار کہہ رہا ہے کہ آئندہ بھی یہ واردات کرتا رہے گا اور تمام الزامات ہمارے سر تھوپتا رہے گا۔''

میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''ہوں...... کسی طرح معلوم کرنا ہو گا کہ یہ کون ہے؟ اور اس کی خفیہ پناہ گاہ کہاں ہے؟''

ہم اس پہلو سے غور کرنے لگے کہ کسی سیارے والے کو اپنی زمین پر کس طرح تلاش کیا جا سکتا ہے؟ ان کے سفری بیگ سے....؟ ان کے غیر معمولی تیز رفتار جوتوں سے....؟ ان کے سفری بیگ میں سیارے کی تیار کردہ چھوٹی بڑی مشینیں ہوں گی؟ پھر یہ فطری کمزوری کہ وہ حسین عورتوں کے دلدادہ ہوں گے؟ انہیں کئی طرح سے پہچانا جا سکتا تھا مگر پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ انہوں نے دنیا کے کس براعظم کے کس علاقے میں اپنی خفیہ پناہ گاہ بنائی ہے؟

ہم یقین کی حد تک یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اجنبی سیارے سے ہی تعلق رکھتا ہے اور وہ ہماری دنیا میں تنہا نہیں آیا ہو گا۔ اس کے کچھ ماتحت بھی ساتھ ہوں گے۔ سونیا ادارے سے باہر جا کر قوتِ شامہ سے اس کی بو پا سکتی تھی۔ اب سے پہلے اعلیٰ حضرت نے اسے ایشورارا کے بدن کی بو تک پہنچایا تھا لیکن اس کی موت کے بعد اعلیٰ حضرت نے سیارے والوں کے سلسلے میں خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ فی الحال موجودہ حالات اور معاملات میں ہماری رہنمائی نہیں فرمائیں گے۔

آئندہ ہمیں اپنے طور پر ہی کچھ کرنا تھا۔ اب وہ پاکیزہ تھی۔ ادارے کے باہر دشمنوں کے آگے نادیدہ رہ سکتی تھی پھر پندرہ بیس دنوں میں واپس آ سکتی تھی۔ باہر جانے کے بعد شاید دشمن کی کسی غلطی سے اس کی بُو مل جاتی مگر ایک رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ ہمارے سائنسداں ہر دوسرے تیسرے دن سونیا سے وہ مشین طلب کرتے تھے...... جو نئی مشین وہ تیار کر رہے تھے، اس سے سیارے والی مشین کا موازنہ کرتے رہتے تھے۔ اس کی کارکردگی کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔

انہوں نے کہا۔ ''ایک ماہ کے اندر ہم ایسی مشین تیار کر لیں گے۔ اسے اچھی طرح آزمانے کے بعد آپ کے حوالے کریں گے۔ آپ اس نئی مشین کو ادارے سے باہر لے جا کر اس سے کام لے سکیں گی۔''

وہ مناسب مشورہ دے رہے تھے۔ ہم نے طے کیا کہ ایک ماہ تک نئی مشین کا انتظار کریں گے۔

☆☆☆



ذاکرارا اپنے ایک ماتحت عامورارا کے ساتھ استنبول کے مشرقی علاقے میں تھا۔ گریٹ ایشورارا نے ان دونوں پر تنویمی عمل کیا تھا۔ ان کے دماغوں میں ترکی اور عربی زبانیں نقش کی تھیں۔ انہیں حکم دیا تھا کہ وہ بظاہر مسلمان بن کر رہیں گے۔ سیارے سے لے جانے والے غیر معمولی جوتوں اور مشینوں کو زیرِ زمین چھپا کر رکھیں گے۔ انہیں شدید ضرورت کے وقت کام میں لائیں گے۔ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کو بھی ایک عام سے بریف کیس میں رکھیں گے جس پر کسی کو شبہ نہیں ہو گا۔

ذاکرارا کا نام ذاکر علی اور اس کے ماتحت عامورارا کا نام عمار رکھا گیا تھا۔ ان کے دماغوں کو ایک تعلیمی مشین سے منسلک کر کے ان کے اندر دینِ اسلام کی تعلیمات نقش کی گئی تھیں۔ ذاکر علی استنبول میں ایک عالم دین بنا ہوا تھا۔ اس کا ماتحت عمار ایک سعادت مند شاگرد کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا۔

ان دونوں کے علاوہ گریٹ ایشورارا سیارے میں پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی تنویمی عمل کے اور تعلیمی مشین کے ذریعے سچے دین دار مسلمان بنا رہا تھا۔ ذاکر علی اور عمار کے برین واش نہیں کیے گئے تھے۔ اس لیے وہ اپنے باطن کو سمجھتے تھے کہ بظاہر مسلمان ہونے کے باوجود گریٹ ایشورارا کے فرمانبردار ہیں۔ چونکہ روحانیت کے حامل علما کھرے اور کھوٹے مسلمانوں کو پرکھ لیتے ہیں، اس لیے ان پچیس سیارے والوں کو دل اور دماغ کی گہرائیوں سے عارضی طور پر سچے مسلمان بنانے کے مراحل سے گزارا جا رہا تھا۔

فی الحال ذاکر علی اور عمار ہماری دنیا میں آ چکے تھے۔ ذاکر نے یہاں پہلی واردات یہ کی کہ موسس کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کے قاتل ہونے کا الزام مجھ پر لگایا۔ میں نے اس الزام کے خلاف کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ اگر الزام سے انکار کرتا تو کوئی میری بات کو سچ نہ مانتا کیونکہ میں موسس کو سزائے موت دینے کی بات کانفرنس ہال میں کہہ چکا تھا۔

ذاکر نے آئندہ ان کے کام آنے کا وعدہ کیا تھا۔ پتا نہیں وہ کس طرح ان کے کام آنے والا تھا؟ ہم صبر سے بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ وہ جو بھی کرتا...... وہ ہمارے سامنے آنے والا تھا۔ وہ اس قدر محتاط تھا کہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے مطلوبہ اکابرین کو دیکھتا تھا مگر انہیں اپنی آواز نہیں سناتا تھا، نہ ہی لب و لہجہ بدل کر بولتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ سونیا کی مشین بدلتی ہوئی آواز اور لب و لہجے کے باوجود اس کی اصلیت معلوم کر لے گی۔

اس نے فرانس کے ایک حاکم کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھا۔ وہ ایک بوٹ میں بیوی بچوں کے ساتھ دریا کی سیر کر رہا تھا۔ ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا، وہ اس کی مرضی کے مطابق اپنی ڈائری کھول کر لکھنے لگا۔ ''ہیلو متحدہ تنظیم کے جنرل سیکرٹری! اس وقت تمہارے چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہیں بیوی بچوں کے ساتھ کیوں نہ ڈبو دوں؟ فوراً دوسرے اکابرین کو مدد کے لیے پکارو.... میں ہوں تمہارا دشمن فرہاد علی تیمور۔''

وہ حاکم اپنی ڈائری کے ایک صفحے پر یہ لکھنے کے بعد چونک گیا۔ اس نے اپنی وائف کو وہ ڈائری دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ تحریر ابھی فرہاد نے مجھ سے لکھوائی ہے۔ ہمیں کنارے تک پہنچنے سے پہلے دریا میں ڈبو دینا چاہتا ہے۔''

اس کی بیوی وہ تحریر پڑھ کر رونے لگی۔ وہ حاکم فون کے ذریعے باری باری کئی اکابرین کو مخاطب کر رہا تھا۔ ان سے التجائیں کر رہا تھا۔ ''کسی طرح فرہاد کو ایسے ظلم سے باز رکھو یا ہمیں بچانے کے لیے فوراً کوئی حفاظتی بوٹ یا ہیلی کاپٹر بھیجو۔ میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے معصوم بچوں کو ڈوب کر مرتے نہیں دیکھ سکوں گا۔''

تمام اکابرین فون کے ذریعے ایک دوسرے سے میرے خلاف بول رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں فون کر رہے تھے۔ میری شکایتیں کر رہے تھے۔ ہمارے ادارے کے انچارج نے کہا۔ ''ہم ایسے ظالم نہیں ہیں کہ بے گناہ عورتوں اور بچوں کو ہلاک کریں۔ فرہاد ایسا کچھ نہیں کر رہا ہے۔ یہ سیارے والوں کی چال ہے۔ ان کی مکاریوں کو سمجھو اور آئندہ بھی اپنی حفاظت کا انتظام کرتے رہو۔''

الیا، عالی اور کبریا نے اس حاکم کو، اس کی بیوی اور بچوں کو اسکرین پر دیکھا پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر قبضہ جما لیا۔ ذاکر اور عمار اب ان کے دماغوں سے نہیں کھیل سکتے تھے، نہ ہی انہیں جانی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ وہ حاکم بوٹ کا رخ موڑ کر ساحل کی طرف جانے لگا۔

ادھر ذاکر نے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا۔ ''تمام اکابرین کو خوشخبری سناؤ کہ تمہارا یہ آسمانی فرشتہ اس حاکم کو بیوی بچوں سمیت حفاظت سے ساحل تک پہنچا رہا ہے۔''

یہ سب ہی دیکھ رہے تھے کہ موت سے دوچار ہونے والا حاکم بیوی بچوں سمیت بخیریت ساحل پر پہنچ گیا ہے۔ ذاکر نے جس آلۂ کار کے ذریعے ایک اعلیٰ حاکم کو یہ خوشخبری سنائی تھی۔ تمام اکابرین اس آلۂ کار کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ اس

نے ذاکر کی مرضی کے مطابق کہا۔ ”میں نے تم سب سے وعدہ کیا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف تمہارے کام آتا رہوں گا۔ دیکھ لو کہ کس طرح کام آرہا ہوں۔“

بابا صاحب کے ادارے سے کہا گیا۔ ”خود کو آسمانی فرشتہ کہنے والا جھوٹا اور مکار ہے۔ وہ اس حاکم کو بیوی بچوں سمیت دریا میں ڈبونا چاہتا تھا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کی جانیں بچائی ہیں۔“

ہماری سچ بیانی کو کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ وہ حاکم میڈیا کے ذریعے اپنی وہ ڈائری ٹی وی اسکرین پر دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ”فرہاد علی تیمور نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھ سے یہ لکھوایا تھا، ہمیں ہلاک کرنے سے پہلے خوفزدہ کرکے مزے لے رہا تھا۔ چیلنج کر رہا تھا کہ ہمیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ لیکن مارنے والے سے ہمارا ایک بچانے والا زیادہ طاقتور ہے۔ اس کی مہربانیوں سے ہم زندہ و سلامت نظر آرہے ہیں۔“

دوسرے اکابرین کہہ رہے تھے کہ دینِ اسلام میں سب ہی دہشت گرد نہیں ہیں لیکن انتہا پسندوں کی اکثریت ہے۔ یہ انتہا پسند مسلمان بابا صاحب کے ادارے سے دہشت گردی کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ بڑے ممالک کے اکابرین کی جان و مال کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ انہیں دہشت زدہ کرتے ہیں پھر چھپنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں چلے جاتے ہیں۔

بابا صاحب کے ادارے سے ایسے جھوٹے بیانات کی تردید کی جا رہی تھی۔ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے کئی اکابرین کے اندر جا کر وارننگ دے رہے تھے، ان سے کہہ رہے تھے۔ ”ہمارے خلاف بے بنیاد باتیں نہ کرو۔ آئندہ کسی نے بابا صاحب کے ادارے کو دہشت گردوں کی پناہ گاہ کہا تو تم میں سے کوئی اپنی پناہ گاہ میں محفوظ نہیں رہے گا۔ جب ہم نقصان پہنچانا شروع کریں گے تو میڈیا کے ذریعے چیخنا چلانا بھول جاؤ گے۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ سیارے والے تم سب کو کس طرح الو بنا رہے ہیں۔“

بلاشبہ وہ زبردست چالیں چل رہا تھا۔ تمام اکابرین پہلے ہی ہمارے دشمن تھے۔ وہ اپنے طریقۂ کار سے اس دشمنی کو اور بھڑکا رہا تھا۔ اکابرین بھڑک رہے تھے، ساری دنیا میں مسلمانوں کو بدنام کر رہے تھے۔ مجھے ایک سنگدل قاتل کے طور پر دنیا والوں کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

ان حالات میں اعلیٰ حضرت کی خاموشی سمجھا رہی تھی کہ صبر کرو اور ہم صبر کر رہے تھے۔ دنیا والے اندھے، بہرے اور نادان نہیں ہیں۔ وہ حالات کا تجزیہ کرتے ہیں پھر خوب سمجھتے ہیں کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے؟ کسی ثبوت کے بغیر بدنام کیا جائے تو بدنامی دو قدم نہیں چلتی۔ پانی کے بلبلے کی طرح ابھر کر فنا ہو جاتی ہے۔

ذاکر ایک کے بعد دوسرے پھر تیسرے حملے کی پلاننگ کرتا تھا پھر ان پر عمل کرتا رہتا تھا۔ اکابرین کو زخم دیتا تھا پھر مرہم رکھ کر خود کو آسمانی فرشتہ ثابت کرتا تھا۔ اکابرین اس سے کہتے تھے کہ اسے کم از کم اپنا فون نمبر بتانا چاہیے۔ تاکہ کسی پر کوئی اچانک مصیبت آئے تو وہ فون کے ذریعے اسے مدد کے لیے پکار سکیں لیکن وہ اپنا فون نمبر کسی کو نہیں بتاتا تھا بلکہ وہ کوئی فون اپنے پاس رکھتا ہی نہیں تھا۔

یہ خدشہ تھا کہ ہماری مشین اسے فون نمبر کے ذریعے ٹریس کرسکتی ہے۔ اس نے تمام اکابرین کو یہ کہہ کر تسلیاں دی تھیں کہ وہ ان سے غافل نہیں رہتا ہے۔ جب بھی کوئی مصیبت ان پر آئے گی تو وہ بن بلائے ان کی حفاظت کرنے پہنچ جایا کرے گا۔

چونکہ وہ خود ہی واردات کرتا تھا اور انہیں نقصان پہنچنے سے پہلے خود ہی ان کی مدد کے لیے پہنچ جاتا تھا۔ اس لیے اکابرین پورے یقین سے سمجھ رہے تھے کہ وہ آسمانی فرشتہ ان سے غافل نہیں رہتا ہے۔ دن ہو رات وہ مسلمانوں کی دشمنی سے انہیں بچاتا رہتا ہے۔

وہ ایسی کئی واردات کر چکا تھا۔ ہم اس وقت تک خاموش تماشائی بنے رہے جب تک ہمارے سائنس دانوں نے نئی مشین تیار نہیں کی۔ وہ دن رات محنت کر رہے تھے۔ تقریباً ایک ماہ بعد انہوں نے ایک نئی مشین سونیا کے حوالے کی۔ اس نے سائنسدانوں کی موجودگی میں اسے آپریٹ کیا۔ زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ وہ مشین سیارے والوں کی غیر معمولی مشین کی طرح کسی غلطی...... کسی خامی کے بغیر کام کر رہی تھی۔

یہ یقین ہو گیا کہ آئندہ بھی ایسی ہی مشینیں تیار ہو سکیں گی۔ ہم نے آزمائش کے طور پر کئی اکابرین کو اس مشین کی اسکرین پر دیکھا۔ ان سب کے موجودہ حالات معلوم کیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ذاکر اب تک انہیں کئی بار بیوقوف بنا چکا ہے اور وہ راضی خوشی بیوقوف بن کر اسے آسمانی فرشتہ سمجھتے رہے ہیں۔

بس بہت ہو چکا تھا...... اب ہم جو کرنے والے تھے، اس کے متعلق وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سونیا جو مشین ادارے میں لائی تھی۔ وہ جب تک گریٹ ایشورارا کو واپس ملتی تب تک وہ ہماری دنیا میں آنے کی جرات نہ کرتا۔ ہم نے اس کی اس کمزوری کے پیش نظر ایک چال چلی۔ میں گریٹ ایشورارا کا رول ادا کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

سونیا نے اس مشین کے ذریعے پانچ امریکی یوگا جاننے والے افسران کو اسکرین پر دکھایا۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھے موجودہ حالات پر گفتگو کر رہے تھے۔ ایک افسر کہہ رہا تھا۔ ”بے شک، وہ آسمانی فرشتہ کہلانے والا مسلمانوں کے ہر حملے کا توڑ کر رہا ہے۔ ہمیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنے دیتا۔ وہ ہمارا محافظ ہے مگر اس کے متعلق کچھ تو معلوم ہونا چاہیے کہ آخر وہ کون ہے؟“

دوسرے افسر نے کہا۔ ”وہ کہتا ہے کہ سیارے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اسی دنیا کا باشندہ ہے مگر وہ اتنا پاورفل کیسے ہو گیا کہ مسلمانوں کے حملوں کو ناکام بنا دیتا ہے؟“

ایک اور افسر نے کہا۔ ”یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُدھر فرہاد اکابرین میں سے کسی پر حملہ کرتا ہے۔ اِدھر اس فرشتے کو خبر ہو جاتی ہے اور وہ چشم زدن میں ہماری حفاظت کے لیے پہنچ جاتا ہے؟ آخر وہ کیسی پُراسرار وسیع معلومات رکھتا ہے؟ کیا دن رات اس کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں اور وہ ہمارا نگہبان بنا رہتا ہے؟“

ذاکر اپنے طریقۂ کار کے باعث ایک معمہ بنا ہوا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ”میری آواز ان پانچ افسران تک پہنچاؤ۔“

اس نے مشین کے آڈیو سسٹم کو آپریٹ کیا۔ میں نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ ”ہائے آفیسرز!“

وہ پانچوں ایک دم سے چونک کر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ اِدھر اُدھر سر گھما کر معلوم کرنے لگے کہ آواز کہاں سے آئی ہے؟

میں نے کہا۔ ”تم سب بہت محتاط رہتے ہو۔ تمہارے اس کمرے میں کوئی خفیہ اسپیکر اور کیمرا نہیں ہے۔“

ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

”میں گریٹ ایشورارا تمہاری اس دنیا میں آگیا ہوں۔ اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر تم پانچوں کو دیکھ رہا ہوں۔“

دوسرے افسر نے حیرانی سے پوچھا۔ ”تم گریٹ ایشورارا ہو....؟ اپنے نائب ایشورارا کی موت کے بعد تم یہاں آئے ہو؟“

”ہاں، تم نے فرہاد اور آسمانی فرشتے کے جھگڑے میں مجھے بھلا دیا۔ میں فرہاد اور سونیا سے انتقام لینے آیا ہوں۔“

ایک افسر نے کہا۔ ”بے شک، تمہیں ان سے انتقام لینا چاہیے۔ ہم بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ ایشورارا سے ہماری دوستی ہو گئی تھی مگر مسلمانوں نے اسے ہلاک کر دیا۔“

میں نے کہا۔ ”ایشورارا سے تمہاری دوستی نہیں تھی۔ آقا اپنے غلاموں سے دوستی نہیں کرتا۔ تم سب اس کے غلام بننے پر راضی ہو گئے تھے۔“

”ہاں، ہم...... ہم راضی ہو گئے تھے، مگر...“

میں نے بات کاٹ کر پوچھا۔ ”مگر کیا...؟ اب تمہارا محافظ اور مددگار آسمانی فرشتہ آگیا ہے۔ اب ہمارے نہیں اس کے غلام بن کر رہو گے؟“

ایک افسر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ”وہ...... وہ...... بات یہ .... یہ ہے کہ دنیا جھکتی ہے، جھکانے والا چاہیے۔ ہم دنیا والے سپر پاور کے آگے جھکتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہمیں موجودہ حالات میں کیا کرنا چاہیے؟“

میں نے انہیں اسکرین پر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہاری سمجھ میں کیا نہیں آرہا ہے؟“

ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ ”یہی کہ ایک طرف سونیا اور فرہاد اپنی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھ کر حملے کرتے ہیں۔ دوسری طرف تم بھی مشین کے ذریعے کچھ بھی کرنے چلے آئے ہو۔ پتا نہیں وہ آسمانی فرشتہ ہمیں تم سے بھی بچا سکے گا یا نہیں؟ ان حالات میں ہم کیا کریں؟“

”وہی کرو جو ابھی کہہ چکے ہو۔ دنیا والے سپر پاور کے آگے جھکتے ہیں۔ ہم میں سے جو بھی سپر ثابت ہو تم اسی کی غلامی قبول کر لو۔“

وہ پانچوں پریشان ہو گئے تھے۔ ایک نے سر جھکا کر کہا۔ ”ہمیں یہی کرنا ہو گا۔ پتا نہیں خود کو سپر پاور ثابت کرنے تک تم تینوں کب تک لڑتے رہو گے؟ تمہاری لڑائی میں ہم پستے رہیں گے، ہماری چٹنی بنتی رہے گی۔“

”ایسا تو ہو گا...... جب جنگ شروع ہوتی ہے تو بے گناہ شہری بھی مارے جاتے ہیں۔ فی الحال دوسرے تمام اکابرین کو بھی اطلاع دو کہ اس دنیا میں گریٹ ایشورارا آگیا ہے۔ دس گھنٹے کے اندر تمام ممالک کے اکابرین کسی بھی ملک کے کانفرنس ہال میں جمع ہو جائیں۔ میں وہاں ان کی موجودگی میں فرہاد اور اس آسمانی فرشتے سے نمٹنا چاہتا ہوں۔ وہاں تم سب کو فیصلہ کرنا ہو گا کہ ہم میں سے کس کی اطاعت

کرو گے؟"

"ٹھیک ہے...... ہم ابھی سب کو اطلاع دے رہے ہیں۔"

"آئندہ دس گھنٹے بعد تم سب جس کانفرنس ہال میں ہو گے۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

میں ایسے چپ ہو گیا جیسے رابطہ ختم کر چکا ہوں۔ سونیا اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "بے چاروں پر تین اطراف سے بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ وہ پانچوں افسران اپنے اپنے فون کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کر رہے ہیں۔"

وہ گریٹ ایشورارا کی آمد سے بوکھلا گئے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ کسی بھی طرح فوراً آسمانی فرشتے سے رابطہ ہونا چاہیے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ سیارے سے پھر ایک نئی مصیبت آ گئی ہے۔ وہ یہ بھی جاننا چاہتے تھے' کیا وہ فرشتہ اس نئی مصیبت سے انہیں نجات دلا سکے گا؟

ایسے وقت ذاکر سو رہا تھا۔ جب وہ آرام کرتا تھا تو اس کا ماتحت عمار بھی غیر معمولی مشین کو آپریٹ کرتا تھا اور کبھی خیال خوانی کے ذریعے اکابرین میں سے کسی نہ کسی کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ ان کا گریٹ ایشورارا اس دنیا میں آ گیا ہے۔ اس نے ذاکر کو نیند سے جگایا۔ "سر! آنکھیں کھولیں... جاگ جائیں.. ایک خوشخبری ہے۔"

وہ کچی نیند سے جگائے جانے پر جھنجلا گیا۔ عمار کو بیزاری سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا خوشخبری ہے؟"

"سر! ہمارا ان داتا، ہمارا بھگوان، گریٹ ایشورارا اس زمین پر آ چکا ہے۔"

یہ سنتے ہی ذاکر چونک کر اٹھ بیٹھا۔ بے یقینی سے بولا۔ "ہمارا گریٹ ایشورارا آ گیا ہے؟ اس نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں سر...!"

"تجھے کیسے معلوم ہوا؟ کیا تو نے مشین کے ذریعے دیکھا ہے؟"

"نو سر! تمام اکابرین ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ گریٹ ایشورارا نے پانچ یوگا جاننے والے آرمی افسران سے اپنی مشین کے ذریعے باتیں کی ہیں۔ ان سے کہا ہے کہ دس گھنٹے بعد وہ تمام اکابرین سے کسی بھی ملک کے کانفرنس ہال میں باتیں کرے گا۔"

ذاکر بیڈ سے اتر کر اپنی اٹیچی کے پاس آیا۔ اس نے چھوٹی سی کمیونیکیشن مشین اس میں سے نکالی پھر گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرنے لگا۔ اس نے تحریر کے ذریعے کہا۔ "میرے آقا! میرے معلم! یہاں تمام اکابرین کہہ رہے ہیں کہ تُو اس زمین پر آ چکا ہے۔ میں حیران ہوں کہ تُو نے اپنی آمد کی اطلاع مجھے کیوں نہیں دی؟"

تھوڑی دیر بعد مشین کی ننھی سی اسکرین پر تحریری جواب ابھرا۔ "پتا نہیں اکابرین جھوٹ کیوں بول رہے ہیں؟ میں اس وقت سیارے میں ہوں۔ تُو جانتا ہے جب تک ہماری ایک مشین سونیا کے پاس ہو گی میں اس دنیا میں نہیں آ سکوں گا۔ تجھے معلوم کرنا چاہیے کہ میرے متعلق وہاں جھوٹی خبر کیوں پھیل رہی ہے؟"

گریٹ ایشورارا سے رابطہ ختم ہو گیا۔ ذاکر آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اسے آن کرنے کے بعد چند اکابرین کو باری باری اسکرین پر دیکھنے لگا۔ ان کی باتیں سن کر حیران ہوتا رہا پھر ان کے دماغوں میں جانے سے معلوم ہوا کہ گریٹ ایشورارا نے غیر معمولی مشین کے ذریعے پانچ یوگا جاننے والے افسران سے رابطہ کیا تھا۔ ایسا دو گھنٹے پہلے ہوا تھا۔ آئندہ آٹھ گھنٹے بعد وہ فراڈ ایشورارا ایک کانفرنس ہال میں باتیں کرنے والا تھا۔

وہ سمجھ گیا کہ میں اس کے خلاف ایسی غیر متوقع چال چل رہا ہوں۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میرے اس حملے کا توڑ کرنا ضروری تھا۔ وہ احتیاطاً کسی کے اندر جا کر سوچ کے ذریعے نہیں بولتا تھا۔ اندیشہ تھا کہ ہماری مشین اس کی آواز اور لب و لہجے کو کیچ کر لے گی۔

وہ اب تک ایک آلۂ کار کے ذریعے اس طرح ان سے رابطہ کرتا تھا کہ اپنے لب و لہجے میں نہیں بولتا تھا۔ وہ آلۂ کار اس کی مرضی کے مطابق اپنی آواز اور لہجے میں بولتا رہتا تھا۔ جب کانفرنس ہال میں اکابرین نہ ہوتے تو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس آلۂ کار کے ذریعے ذاکر سے بات کرتے تھے اور اس کی باتیں دوسرے اکابرین تک پہنچاتے تھے۔

اس نے اپنے آلۂ کار کے اندر آ کر فون کے ذریعے یوگا جاننے والے ایک افسر سے کہا۔ "میں تم سب کا محافظ فرشتہ ہوں۔ تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ سیارے سے گریٹ ایشورارا ہماری دنیا میں نہیں آیا ہے۔ فرہاد ایشورارا بن کر تم سب کو دھوکا دے رہا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "تم کیسے جانتے ہو کہ وہ ہماری دنیا میں نہیں آیا ہے؟ یہ یقین کرو کہ وہ آ چکا ہے۔ ہم تم سے رابطہ

کر کے یہ بتانا چاہتے تھے کہ پیرس کے کانفرنس ہال میں ساڑھے سات گھنٹے بعد گریٹ ایشورارا ہم سے باتیں کرنے اور تمہیں اور فرہاد کو چیلنج کرنے آرہا ہے۔"

"میں تم لوگوں کا محافظ ہوں۔ تمہیں اس بات کا یقین کرنا چاہیے کہ گریٹ ایشورارا کا وجود اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"ہم تمہاری بات کا یقین کریں گے۔ تم کانفرنس ہال میں آکر اسے فراڈ ثابت کرو۔ فرہاد نے اب تک جتنے حملے ہم پر کیے انہیں تم ناکام بناتے رہے۔ اگر کانفرنس ہال میں فرہاد ہمیں دھوکا دینے اور نقصان پہنچانے آئے گا تو تم ہمیشہ کی طرح اسے منہ توڑ جواب دے سکو گے۔"

وہ بُری طرح پھنس گیا تھا۔ نہ میں نے کبھی کسی پر حملہ کیا تھا اور نہ ہی اس نے مجھے کبھی منہ توڑ جواب دیا تھا۔ میری طرف سے فرضی حملے کر کے اکابرین کو بیوقوف بناتا رہا۔ ایک طویل خاموشی کے بعد میں نے یہ پہلا حملہ کیا تھا۔ وہ فکر و پریشانی میں مبتلا ہوگیا۔ اس کے اندر سوالات چیخنے لگے۔ "مجھے سب کے سامنے فراڈ کیسے ثابت کرے گا...؟ نجانے میں وہاں کیا کہنے والا ہوں...؟ اور کیا کرنے والا ہوں... ؟"

ذاکر سیارے سے ایک نئے انداز میں آیا تھا گریٹ ایشورارا نے اسے حکم دیا تھا۔ "ارضی دنیا میں جاکر کبھی اپنا تعلق سیارے سے ظاہر نہ کرنا۔ دنیا والے ہمیں کبھی اپنا حکمران تسلیم نہیں کریں گے۔ لہٰذا تُو دنیا میں جا کر خود کو اسی دنیا کا باشندہ ثابت کرتے رہنا۔"

ذاکر نے کہا۔ "میں وہاں پہنچتے ہی جو شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر قانونی دستاویزات تیار کراؤں گا۔ انہیں دیکھ کر سب ہی مجھے اس دنیا کا باشندہ سمجھیں گے۔ کوئی مجھ پر کسی طرح کا شبہ نہیں کرے گا۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "صرف اتنا ہی نہیں تجھے وہاں تمام اکابرین کا اعتماد بھی حاصل کرنا ہے۔ تُو مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں اور یہودیوں کے کام آتا رہے گا تو وہ تجھے اپنا ایک ناقابلِ شکست محافظ مان لیں گے۔"

"میں تیرے حکم سے وہاں ایک مسلمان عالم بن کر رہوں گا تاکہ کبھی ضرورت پیش آئے تو مسلمانوں کی حمایت حاصل کرسکوں۔ دوسرے تمام اکابرین کے لیے ایک پُراسرار اور مددگار فرشتہ بن کر رہوں گا۔"

"تجھے یہی کرنا ہے، تُو فرہاد بن کر عیسائی اور یہودیوں کو نقصان پہنچائے گا اور ایک گمنام فرشتہ بن کر ان کی مدد کرتا رہے گا۔"

ذاکر یہ تمام باتیں گریٹ ایشورارا سے سیکھ کر آیا تھا۔ وہ آئندہ تمام اکابرین کو ہم سے دہشت زدہ اور کمزور بنا کر ان کا مستقل محافظ بن کر رفتہ رفتہ ان پر حاوی ہونا پھر حکمران بننا چاہتا تھا۔ اس کے اور گریٹ ایشورارا کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ میں ان کی چال ان پر ہی الٹ دوں گا۔ گریٹ ایشورارا بن کر اکابرین کو دہشت زدہ کر کے انہیں سیارے والوں سے متنفر کردوں گا پھر وہ ہماری دنیا کے باشندے بن کر بھی ان کی حمایت حاصل نہیں کرسکیں گے۔

اس نے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کر کے اپنے موجودہ حالات بیان کیے۔ اس نے تمام روداد سن کر کہا۔ "ہم دنیا میں جا کر کرتے کچھ ہیں، ہوتا کچھ ہے۔ فرہاد نے عجیب چال چلی ہے۔ اگر ہم جوابی کارروائی کے طور پر اس کے خلاف کچھ کریں گے تو اکابرین یہی سمجھیں گے کہ میں وہاں موجود ہوں اور ہم پھر ایک بار ان پر مسلط ہونے آئے ہیں۔"

ذاکر نے کہا۔ "اور اب میری پوزیشن کیا ہوگی؟ جس طرح میں فرہاد کے نام سے واردات کرتا تھا، اسی طرح اب فرہاد تیرے نام سے واردات کرے گا۔ تجھے خوامخواہ بدنام کرے گا۔ میں اس کے خلاف جوابی کارروائی نہیں کرسکوں گا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے اور ہماری پہنچ سے دور ہے۔"

"ہاں، آئندہ تُو اس کے خلاف اکابرین کا نام نہاد محافظ اور آسمانی فرشتہ بن کر نہیں رہ سکے گا۔ اس کم بخت نے طویل خاموشی کے بعد ایک چال چلی اور ہمارے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ ہمیں اپنا طریقۂ کار بدل کر ان سب سے نمٹنا ہوگا۔ مجھے سوچنے دے میں تھوڑی دیر بعد پھر رابطہ کروں گا۔"

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کردیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ ادھر ذاکر بھی سوچنے لگا۔ وہ میرے حملے کا خاطر خواہ جواب دے کر اپنی نیک نامی برقرار رکھنا چاہتا تھا کہ وہی ان کا ایک مددگار فرشتہ ہے جو ہمیشہ انہیں مسلمانوں کے ظلم وستم سے نجات دلاتا رہے گا۔ ایسا اسی وقت ممکن تھا جب وہ ثابت کر دیتا کہ ان کی دنیا میں آنے والا گریٹ ایشورارا کوئی اور نہیں فرہاد علی تیمور ہے۔

فی الحال میری چال کے جواب میں ان کے سامنے کوئی دوسری چال نہیں تھی۔ ایک سیارے میں اور دوسرا زمین پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر جھنجلا رہا تھا۔ ایسے وقت زور زور سے دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ وہ اور اس کا ماتحت عمار دونوں ہی چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔



ذاکر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہوسکتا ہے؟ یہاں ہمارا کوئی جان پہچان والا نہیں ہے۔"

عمار نے کہا۔ "بڑی بے صبری سے دروازہ پیٹا جارہا ہے۔"

ایسے ہی وقت ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "دروازہ کھولو...... پلیز، جلدی دروازہ کھولو۔"

التجا کرنے والی کی آواز کہہ رہی تھی کہ وہ بڑی مشکل میں اور بُری طرح سہمی ہوئی ہے۔ عورت کی آواز میں ویسے بھی کشش ہوتی ہے پھر مظلوم عورت تو اور زیادہ اپنی طرف کھینچتی ہے۔ مظلومیت کے حوالے سے ہمدردی کرنے پھر قریب آنے کا موقع دیتی ہے۔

وہ دونوں زمین پر آنے کے بعد اب تک عورتوں سے کتراتے رہے تھے لیکن فطری تقاضے زیادہ عرصے تک کترانے کا موقع نہیں دیتے۔ کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی بہانے اپنی طرف کھینچ ہی لیتے ہیں۔

ذاکر نے عمار کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ وہ تو جیسے ایک پاؤں پر کھڑا تھا۔ اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک نوجوان عورت عبا پہنے ...... سر سے اسکارف باندھے، اپنا نصف چہرہ چھپائے کھڑی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی لپک کر اندر آگئی پھر ایک دیوار سے لگ کر بولی۔ "دروازہ بند کردو۔ نہیں تو وہ لوگ آجائیں گے۔"

ذاکر یہ سوچ کر حیران ہوا کہ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اب تک اس کے خیالات کیوں نہیں پڑھے؟ جب کہ دروازے کے باہر ہی اس کی آواز سن چکا تھا۔ پتا نہیں یہ عورت کیسے طلسمی ہتھکنڈوں سے بنائی گئی ہے کہ اپنی آواز سنا کر ہی توبہ کرنے والوں کے ہوش اُڑا دیتی ہے۔

عمار اس سے پوچھ رہا تھا۔ "تم کون ہو؟ اور اس قدر ڈری ہوئی کیوں ہو؟"

ذاکر اس کے اندر پہنچ چکا تھا۔ وہ اپنا دکھڑا بیان کررہی تھی۔ اس کے خیالات بھی یہی کہہ رہے تھے "میرا نام بصرہ ہے۔ میرے مقتول شوہر کا بھائی اکبر جلالی میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں بڑی مشکلوں سے بھاگ کر یہاں آئی ہوں۔"

ذاکر نے کہا۔ "تم جوان ہو، حسین ہو پھر بیوہ ہوچکی ہو دوسری شادی کیوں نہیں کرلیتیں؟"

وہ بولی۔ "وہ بے رحم قاتل ہے۔ اس نے میرے شوہر کی دولت اور جائیداد حاصل کرنے کے لیے اسے قتل کیا تھا۔ میرے مقتول شوہر نے سب کچھ میرے نام کیا تھا۔ اب وہ مجھ سے شادی کر کے تمام دولت اور جائیداد حاصل کرسکتا ہے۔"

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ ذاکر نے اس سے کہا۔ "تم فوراً دوسرے کمرے میں جاؤ۔ اگر دشمن وہاں آئے تب بھی پریشان نہ ہونا۔ منہ سے آواز نہ نکالنا۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ عمار نے دروازہ کھولا تو باہر تین ہٹے کٹے شخص کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک خوش پوش قد آور جوان تھا۔ تیس یا بتیس برس کا ہوگا۔ چہرے سے سفاکی اور بے رحمی ظاہر ہوتی تھی۔

اس نے کہا۔ "ایک خاتون یہاں آئی ہے۔ اسے ہمارے حوالے کردو۔"

ذاکر نے کہا۔ "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہاں کوئی خاتون نہیں ہے۔"

وہ دھاڑتے ہوئے بولا۔ "مجھ سے جھوٹ نہ بولو۔ وہ اسی گلی میں داخل ہوئی تھی۔"

"اس گلی میں اور بھی بہت سے مکانات ہیں وہاں جا کر دیکھو۔"

"ہم ہر مکان میں گھس کر دیکھ رہے ہیں۔ یہاں بھی اسے تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اندر آنے دو ورنہ ہم جبراً چلے آئیں گے۔"

ذاکر نے کہا۔ "ہم لڑنے جھگڑنے والے نہیں ہیں۔ آپ آرام سے آئیں۔ پورے گھر کی تلاشی لیں اور مطمئن ہوکر یہاں سے جائیں مگر آپ میں سے کوئی ایک شخص اندر آئے گا۔"

اس جوان قد آور اکبر جلالی نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "تم لوگ یہیں رہو، میں اسے دیکھتا ہوں۔"

وہ اندر آگیا۔ مکان کے مختلف حصوں میں جا کر اسے ڈھونڈنے لگا۔ وہ ایک بیڈروم میں تھی۔ اس سے ملحقہ باتھ روم کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ دروازے کو کھلا رکھا تھا اور اس کے پیچھے جیسے سانس روکے کھڑی ہوئی تھی۔

ذاکر خیال خوانی کے ذریعے اکبر جلالی کے اندر موجود تھا، وہ عین وقت پر اسے غائب دماغ بنا دیتا تو بصرہ دکھائی نہ دیتی لیکن ایسا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ وہ بیڈروم میں نہیں گئی۔ باتھ روم کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ خوامخواہ وقت ضائع ہورہا ہے۔ اس محلے کے دوسرے گھروں میں اسے تلاش کرنا چاہیے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس مکان سے باہر نکل گیا۔ عمار نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ذاکر نے کہا۔ ”باہر آجاؤ، وہ لوگ جا چکے ہیں۔“

وہ باتھ روم سے نکل کر کمرے میں آگئی۔ ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی۔ ”میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ آپ نے ایک ظالم شخص سے مجھے بچایا ہے۔“

وہ بولا۔ ”ابھی تو بچالیا ہے۔ آئندہ کیا کرو گی؟“

”میں نہیں جانتی آئندہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میرا خدا مجھے ابھی تک سلامتی دیتا آرہا ہے۔ آئندہ بھی وہی مجھے تحفظ اور سلامتی دے گا۔ میں دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کرنا چاہتی ہوں۔“

وہ دونوں اسے کمرے میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلے آئے۔ اس کے خیالات نے ذاکر کو بتایا کہ وہ پانچوں وقت کی نماز ادا کرنے والی خاتون ہے۔ چھ ماہ پہلے اصغر جلالی نے اس سے شادی کی تھی۔ اس کے بڑے بھائی اکبر جلالی کو شادی پر اعتراض نہیں تھا لیکن جب چار ماہ بعد اصغر جلالی نے اپنی تمام دولت اور جائیداد بصرہ کے نام لکھ دی تب اختلافات پیدا ہوئے۔ دونوں بھائیوں کے درمیان اس قدر جھگڑا بڑھا کہ اکبر جلالی نے چھوٹے بھائی کو بڑی رازداری سے قتل کرادیا۔

بصرہ سمجھ رہی تھی کہ قاتل اکبر جلالی ہے لیکن وہ اپنے جرم سے انکار کرتا تھا اور اس سے شادی کی درخواست کرتا تھا۔ جب بصرہ نے انکار کیا تو وہ جبر و تشدد پر اتر آیا۔ اسے اپنی حویلی میں قید کر دیا۔ اسے وارننگ دی کہ شادی نہیں کرے گی تو اسے بھی قتل کر دے گا پھر قانون کی رو سے تمام دولت اور جائیداد بڑے بھائی کو مل جائے گی۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ اس نے سب کچھ حاصل کرنے سے پہلے اپنے بھائی اور پھر اس کی بیوی کو قتل کیا ہے۔

ذاکر اور عمار نے ایک دوسرے کو دیکھا... پھر عمار نے کہا۔ ”سر! ہم اب تک عورتوں سے کتراتے رہے مگر یہ خود ہی ہمارے مکان میں چلی آئی ہے۔“

ذاکر نے کہا۔ ”بڑی مشکل ہے۔ بعض اوقات ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہمارے ارادے کمزور ہو جاتے ہیں۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جارہا ہے۔ تجھے سمجھاتا ہوں کہ اس کے لیے بُرے ارادے نہ رکھنا۔“

”تیرا حکم سر آنکھوں پر۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تو ایک عورت کی طرف مائل ہو گیا ہے اور مجھے بھی اب کسی کی طرف مائل ہونے کی اجازت ملے گی۔“

”بے شک میں اعتراض نہیں کروں گا۔ آئندہ خوب سوچ سمجھ کر کسی ایسی عورت سے تعلق قائم کرنا جو ہمارے لیے مصیبت نہ بنے۔“

عمار نے خوش ہو کر کہا۔ ”تیرا بہت بہت شکریہ۔ میں تجھے اس عورت کے ساتھ تنہا چھوڑ کر ابھی باہر جارہا ہوں۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ”ابھی نہیں... ابھی ایسے کاموں کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہمیں آدھے گھنٹے میں کانفرنس ہال پہنچنا ہے۔ یہ عورت کہیں نہیں جائے گی۔ اگر جائے گی تو میری خیال خوانی اسے واپس لے آئے گی۔“

پندرہ منٹ کے بعد بصرہ اس کمرے سے نکل کر ان کے پاس آئی۔ ذاکر نے پوچھا۔ ”تم تنہا ہو، یہاں سے کہاں جاؤ گی؟“

وہ بولی۔ ”لندن میں میرا ایک بھائی ہے۔ میرے پاس پانچ ہزار پاؤنڈ ہیں۔ میں کسی طرح یہاں سے چھپ چھپا کر چلی جاؤں گی۔“

ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے اندر ایسی آوازیں پیدا کیں جیسے باہر سے دروازہ پیٹا جارہا ہو اور اکبر جلالی غصے سے کہہ رہا ہو۔ ”دروازہ کھولو، وہ یہیں موجود ہے۔“

بصرہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ دھیمی آواز میں بولی۔ ”تمہیں خدا کا واسطہ ہے، دروازہ نہ کھولنا۔“

وہ بولا۔ ”تم پھر اسی کمرے میں چلی جاؤ۔ میں اسے یہاں سے ٹالنے کی کوشش کرتا ہوں۔“

وہ تیزی سے چلتی ہوئی پھر اسی کمرے میں چلی گئی۔ باہر کوئی نہیں تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ تماشا کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں آ کر بولا۔ ”میں نے اسے ٹال دیا ہے لیکن وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اسی گلی میں بھٹک رہا ہے۔ تمہیں دو چار گھنٹوں تک باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ اس کمرے میں آرام سے رہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں یہاں تمہاری عزت اور تمہاری جان دونوں ہی محفوظ رہیں گی۔“

وہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولا۔ ”تم چاہو تو دروازہ اندر سے بند کر سکتی ہو۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو میرے ماتحت کو آواز دینا۔ وہ تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے کے لیے دوڑا چلا آئے گا۔“

وہ وہاں سے چلتا ہوا دوسرے کمرے سے گزرتا ہوا تیسرے کمرے میں آ کر غیر معمولی مشین کے سامنے بیٹھ



گیا۔ پہلے اس نے خیال خوانی کے ذریعے کانفرنس ہال میں بیٹھے ہوئے اکابرین کے بارے میں معلوم کیا۔ وہ لوگ وقت کے پابند تھے۔ پانچ منٹ پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔ ان کے خیالات نے بتایا کہ ایشورارا نے ٹھیک گیارہ بجے کا وقت مقرر کیا ہے۔ وہ بھی ٹھیک وقت پر انہیں مخاطب کرے گا۔

ذاکر نے اس مشین کو آن کیا پھر اس کی اسکرین پر اس کانفرنس ہال کا منظر دیکھنے لگا۔ وہاں کے وال کلاک میں اب پورے گیارہ بج گئے۔ تب میں نے ایک آلۂ کار کے ذریعے گریٹ ایشورارا بن کر انہیں مخاطب کیا۔

”ہیلو ایوری باڈی...! میں گریٹ ایشورارا ہوں۔ میرے نائب ایشورارا کی موت کے بعد جو مشن ادھورا رہ گیا ہے۔ اسے پورا کرنے آیا ہوں۔“

تمام اکابرین اس آلۂ کار کو دیکھ رہے تھے۔ جس کے ذریعے میں بول رہا تھا۔ ”یہ بات اپنے دماغوں میں رکھ لو اور دلوں میں نقش کر لو کہ جلد ہی اس دنیا میں میری حکومت قائم ہوگی۔ تم سب سلامتی اور امن و امان سے رہنا چاہتے تھے۔ اپنی بیویوں اور بچوں کو ہنستی کھیلتی زندگی گزارتے دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے تم نے میرے نائب ایشورارا کے آگے سر جھکا لیا تھا۔ اس کی برتری تسلیم کر لی تھی۔ اس بات پر راضی ہو گئے تھے کہ آئندہ اس دنیا میں ہم سیارے والوں کی حکومت قائم ہوگی۔“

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ”ابھی میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم سب اپنے اس وعدے پر قائم ہو یا نہیں؟ اس وقت میں اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر تم سب کو دیکھ رہا ہوں۔ تمام اکابرین میری نظروں کے سامنے ہیں۔ میں کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ سکتا ہوں۔ لہٰذا کوئی حیلے بہانے نہ کرے۔ مجھے باتیں بنا کر ٹالنے کی کوشش نہ کرے۔ میں تم سب کے اندر پہنچ کر تمہارے چھپے ہوئے چہرے دیکھ سکتا ہوں۔“

وہ سب ایک دوسرے کی طرف جھک کر دھیمی آواز میں مشورے کرنے لگے۔ میں نے کہا۔ ”آپس میں مشورے کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ تم لوگ پہلے ہی سیارے والوں کے نام اپنی غلامی لکھ چکے ہو۔ اب تم جس مقام پر ہو اس کے ایک طرف کنواں ہے اور دوسری طرف کھائی ہے۔ ایک طرف میں گریٹ ایشورارا ہوں۔ دوسری طرف فرہاد علی تیمور ہے۔ تمہیں کسی ایک طرف گرنا ہے۔ کسی ایک کی جھولی میں جانا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ تیسرا آسمانی فرشتہ کون ہے؟ اور تمہارے لیے کیا کر سکتا ہے؟ اگر کچھ کر سکتا ہے تو تمہارے بلانے پر وہ یہاں ضرور آیا ہوگا۔ اس سے پوچھو کیا وہ میری غلامی سے تم لوگوں کو نجات دلا سکے گا؟ اور فرہاد علی تیمور سے بھی پوچھو کیا وہ اپنی دنیا کو اور تم تمام اکابرین کو ہمارے شکنجے سے نکال سکے گا؟“

کانفرنس ہال میں خاموشی چھا گئی۔ سب انتظار کرنے لگے کہ فرہاد یا اس آسمانی فرشتے میں سے کوئی جواباً کچھ کہنے والا ہے۔ میں دوسرے آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے چلتا ہوا اسٹیج پر آیا پھر بولا۔ ”میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ بڑی عجیب سی بات یہ ہے کہ ہم دنیا والے اور سیارے والے آگ اور پانی ہیں۔ اس کے باوجود اس اسٹیج پر گریٹ ایشورارا میرے شانہ بشانہ کھڑا ہوا ہے۔ شاید تھوڑی دیر میں تمہارا وہ آسمانی فرشتہ بھی اس اسٹیج پر آئے گا۔ ہم سب ایک ہی گھاٹ پر پانی پینے کے لیے پہنچے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم میں سے کون شیر ہے اور کون بکری؟“

میں نے حاضرین پر ایک نظر ڈالی پھر کہا۔ ”جہاں تک اپنی دنیا کو بیرونی دنیا سے آنے والے غاصبوں سے بچانا ہے۔ وہاں تک ہماری ہر ممکن کوشش ہوگی کہ انہیں کسی بھی بہانے یہاں قدم نہ جمانے دیں لیکن افسوس یورپ اور امریکہ کے اکابرین نے مسلمانوں سے دشمنی مول لے کر اس دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔“

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اس تقسیم کے نتیجے میں ہم ایک طرف بیٹھ کر تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ہم سے دشمنی کرنے کے نتیجے میں تم لوگوں نے ایک بار اس جہنم میں جانے والے ایشورارا کی غلامی قبول کی تھی اور اب دوسرا گریٹ ایشورارا آیا ہے۔ تم آئندہ بھی اس کے غلام بننا منظور کر لو گے لیکن ہم مسلمانوں سے کبھی دوستی اور سمجھوتا نہیں کرو گے۔“

میں نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میں وارننگ دیتا ہوں اور نصیحت بھی کرتا ہوں۔ وارننگ یہ ہے کہ ہم سے دشمنی مول لینے کی حماقتیں نہ کیا کرو۔ آئندہ پچھتاؤ گے اور بہت بری طرح پچھتاؤ گے.... میری نصیحت یہ کہ ہماری دشمنی کی نتیجے میں جو نقصانات اٹھا چکے ہو جو غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال چکے ہو، اس سے عبرت حاصل کرو.... آخر میں ایک مشورہ ہے۔ ہم سے دوستی کرو گے۔ ہمارے ساتھ امن و امان سے رہو گے تو میں اس زمین پر آنے والے گریٹ ایشورارا کو چٹکی بجا کر یہاں سے سیارے کی طرف بھگا دوں گا پھر یہ کبھی واپس نہ آسکے گا۔“

ایک اعلیٰ حاکم اور آرمی کا ایک اعلیٰ افسر آپس میں کچھ

بول رہے تھے۔ مشورہ کررہے تھے پھر ان میں سے ایک نے اپنے مائیکروفون کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''ہم ابھی اپنے مدد گار آسمانی فرشتے کا انتظار کررہے ہیں۔ پہلے اس کی باتیں سنیں گے، اس کے بعد ہی ہم تمام اکابرین اپنا فیصلہ سنائیں گے۔''

ایسے وقت ذاکر نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے کہا۔ ''میں بھی یہاں موجود ہوں۔''

وہ بھی ہال کے ایک حصے سے گزرتا ہوا اسٹیج پر آکر کھڑا ہوگیا پھر بولا۔ ''میں کون ہوں....؟''

اس نے حاضرین کو دیکھا۔ وہ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''ایک بار میں نے خود کو آسمانی فرشتہ کہا اس کے بعد تم سب مجھے یہی کہنے لگے۔ اور کیوں نہ کہتے جب کہ میں تمہارے ساتھ نیکیاں کرتا آرہا ہوں۔ تمہیں تحفظ فراہم کررہا ہوں۔ یہ جو فرہاد علی تیمور اس آلۂ کار کے ذریعے یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس کے ہر حملے سے تم سب کو بچاتا رہا ہوں۔''

اس نے سر گھما کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام حاضرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایک طرف کھائی ایک طرف کنواں۔ ایک طرف فرہاد ایک طرف ایشورارا.... اور تم سب بیچ میں پریشان ہو کہ میں تمہیں ان دونوں سے بچا پاؤں گا یا نہیں؟''

وہ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''کیوں نہ ابھی آزما لیا جائے۔ فرہاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کبھی کسی بے گناہ، بے قصور کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ اگر میں اسے چیلنج کروں تو یہ ابھی تم میں سے کسی کو خیال خوانی کے ذریعے نقصان نہیں پہنچائے گا کیونکہ فی الوقت تم نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔'' پھر اس نے میرے آلۂ کار سے پوچھا۔ ''کیوں مسٹر فرہاد! کیا تم ان اکابرین میں سے کسی کو نقصان پہنچانا چاہو گے؟''

میں نے کہا۔ ''ہم سب کے لیے امن و امان اور سلامتی چاہتے ہیں۔ خوامخواہ کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ ایسا تو صرف وہ کرتے ہیں جو ذہنی طور پر ابنارمل ہوتے ہیں۔''

ذاکر نے کہا۔ ''میں اس بات کا چشم دید گواہ ہوں کہ فرہاد درست کہہ رہا ہے۔ اس نے پچھلے دنوں تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ تم پر اب تک جتنے بھی حملے ہوئے وہ سب میری طرف سے ہوتے رہے۔''

یہ ایسا انکشاف تھا کہ سب ہی چونک کر بے یقینی سے ذاکر کے آلۂ کار کو تکنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میرے منہ سے سچ سن کر آپ لوگوں کو تکلیف ہورہی ہوگی لیکن ابھی میں وضاحت کروں گا تو یہ تکلیف دور ہوجائے گی۔ میری طرف سے دل صاف ہوجائے گا۔ میں ذرا وضاحت سے کہہ دوں کہ اب تک جتنے حملے کیے میں نے کیے لیکن اس سے پہلے کہ ان حملوں سے تم میں سے کسی کو نقصان پہنچتا۔ میں نے خود ہی فرشتہ بن کر تمہیں بچا لیا۔ اب تک فرہاد کو الزام دیتا رہا اور تم لوگوں کا دوست ہمدرد اور آسمانی فرشتہ بن کر تمہیں اپنا عقیدت مند بناتا رہا۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''یہ تمہاری عقیدت مندی کی انتہا ہے۔ تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ جیسے ہی تم لوگوں پر حملہ ہوتا ہے ویسے ہی میں تمہاری مدد کے لیے کیسے پہنچ جاتا ہوں؟ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوجاتا تھا کہ فرہاد تم پر حملہ کرنے والا ہے تو میں اسے حملہ کرنے سے پہلے ہی کیوں نہیں روک سکتا تھا؟''

اس نے سوالیہ نظروں سے تمام اکابرین کو دیکھا پھر کہا۔ ''تم سب نے ابتدا ہی سے فرہاد کو اپنا دشمن سمجھا۔ اس لیے میں نے جو سمجھایا وہی تم نے مان لیا۔ دراصل میں چاہتا تھا کہ فرہاد جھوٹے الزامات سے تنگ آکر جھنجلا کر تم لوگوں پر سچ مچ ظلم کرنا شروع کردے۔ تمہیں نقصان پہنچائے۔ تب میں تمہیں اس کے مظالم سے بچانے کے لیے اپنا اصلی چہرہ دکھاؤں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے حیرانی سے پوچھا۔ ''اصلی چہرہ....؟''

دوسرے اکابرین بھی کہنے لگے۔ ''ہاں، ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اصل میں تم کون ہو؟ اور اب تک پُراسرار بن کر کیوں آسمانی فرشتہ کہلا رہے ہو؟ اپنی اصلیت کیوں نہیں بتاتے؟''

''آج یہی بتانے آیا ہوں۔ میں گریٹ ایشورارا کا نائب ایشورارا دوم ہوں۔''

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ تمام حاضرین میرا منہ تکنے لگے۔ میں نے اپنے پاس کھڑے ہوئے دوسرے آلۂ کار کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''تم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایشورارا نہیں ہے۔ ابھی میں ہی ایشورارا بن کر تم لوگوں سے باتیں کررہا تھا۔ میں نے ہی آرمی کے پانچ یوگا جاننے والے افسران کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھتے ہوئے مخاطب کیا تھا اور انہیں یہ بری خبر سنائی تھی کہ گریٹ ایشورارا اس دنیا میں آچکا ہے۔''



ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''تم نے ایسا کیوں کیا؟''

''سانپ کو بل سے باہر نکالنے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو یہ نائب ایشورارا یہاں اسٹیج پر آکر اپنی اصلیت ظاہر نہ کرتا۔''

میں نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ذاکر کے آلۂ کار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جب میں نے خود کو ایشورارا بنا کر یہاں پیش کیا تو یہ نائب ایشورارا اور سیارے میں بیٹھا ہوا گریٹ ایشورارا مشکل میں پڑ گئے۔ پہلا خیال ان کے ذہن میں یہی آیا کہ انہوں نے خود کو ظاہر نہ کیا تو میں ایشورارا بن کر تم لوگوں کی نیندیں اُڑا دوں گا۔ اس قدر دہشت زدہ کروں گا کہ تم سب میرے آگے جھکنے پر مجبور ہوجاؤ گے۔ اس طرح میں تم سب کو اپنے زیر اثر لے آؤں گا پھر ایشورارا کے ہاتھ سے بازی نکل جائے گی۔''

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''تم سب اس بات کے گواہ ہو کہ نہ پہلے کبھی میں نے تم لوگوں کو اپنے آگے جھکانے کی کوشش کی، نہ آئندہ کبھی کروں گا۔ یہ کھیل تو گریٹ ایشورارا کھیلنے آیا ہے۔ لہٰذا وہ آئندہ اپنا کھیل جاری رکھنے کے لیے ابھی مجبور ہو کر خود کو ظاہر کررہا ہے۔''

دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوگیا۔ یہ سب کی سمجھ میں آگیا کہ اب تک ان کے ساتھ کیا ہوتا رہا تھا؟ جو آسمانی فرشتہ کہلاتا تھا۔ وہ دراصل سیارے سے ہی آیا ہے اور مردہ ایشورارا کی جگہ لے چکا ہے۔ خود کو ایشورارا دوم کہہ رہا ہے۔ میں نے اپنے دوسرے آلۂ کار پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''میں تمہیں عارضی طور پر ایشورارا بنا کر لایا تھا۔ یہ کھیل ختم ہوچکا ہے۔ تم اپنی جگہ جا کر بیٹھ سکتے ہو۔''

وہ اسٹیج سے اتر کر چلا گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا عجیب تماشا ہورہا ہے؟ تم سب یہاں گریٹ ایشورارا سے محفوظ رہنے کے لیے جمع ہوئے ہو۔ یہ معلوم کرنے آئے ہو کہ گریٹ ایشورارا اب اس دنیا میں آکر تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟''

میں نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ذاکر کے آلۂ کار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم سب کو اس آسمانی فرشتے سے بڑی امیدیں تھیں کہ یہ تمہیں گریٹ ایشورارا کے مظالم سے اور اس کی دشمنی سے نجات دلائے گا مگر دیکھو کہ یہ خود گریٹ ایشورارا کا نائب ثابت ہوچکا ہے۔ جس سے مرہم مانگنے والے تھے، وہی زخم لگانے والا بن گیا ہے۔ اب اس نائب ایشورارا دوم سے اور سیارے والوں سے تم لوگوں کے تعلقات کیسے ہوں گے؟ تمہارے درمیان دوستی ہوگی یا دشمنی یا سمجھوتا؟ ہم آگے چل کر یہ تماشا بھی دیکھتے رہیں گے۔''

میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''یہ بیچارہ آلۂ کار بہت دیر سے کھڑا ہوا تھا۔ تھک گیا ہے۔ اس لیے اسے یہاں بٹھا رہا ہوں۔ یہ آرام کرے گا، آپ سب کام کی باتیں کریں۔''

ایک حاکم نے ذاکر کے آلۂ کار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر نائب ایشورارا دوم! تم نے ہمیں دوراہے پر لا کر کھڑا کردیا ہے۔ پہلے آسمانی فرشتہ بن کر ہمارے کام آتے رہے۔ ہمارے دلوں میں اپنے لیے اعتماد اور یقین پیدا کیا اور اب اچانک ہی غاصب بن گئے ہو۔ پہلے بھی ہماری دنیا پر حکومت کرنے آئے تھے۔ اب بھی اسی نیت سے یہاں پہنچے ہوئے ہو۔''

وہ بولا۔ ''بے شک ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم پوری دنیا کو تسخیر کریں گے۔ یہاں اپنی حکومت قائم کریں گے۔ مقتول ایشورارا نے اس سلسلے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی تھی۔ تم سب کو اپنا محکوم بن کر رہنے پر مجبور کردیا تھا۔ ہم اس کا ادھورا مشن پورا کریں گے۔''

اس نے میرے آلۂ کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''نائب ایشورارا کی موت مسٹر فرہاد کی وائف کے ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔ سونیا نے ہمیں دو بڑے نقصانات پہنچائے۔ ایک تو ایشورارا کو قتل کیا۔ دوسرا بڑا نقصان یہ پہنچایا کہ ہماری وہ غیر معمولی مشین بابا صاحب کے ادارے میں لے گئی۔ اس وقت بھی سونیا اور فرہاد اس مشین کے اسکرین پر ہم سب کو یہاں دیکھ رہے ہیں۔''

وہ ایک توقف سے بولا۔ ''جب جنگ جاری رہتی ہے تو کبھی کسی کا اور کبھی کسی کا پلڑا بھاری رہتا ہے۔ اس مشین کو حاصل کرنے کے بعد بابا صاحب کے ادارے والوں نے اپنا پلڑا بھاری کیا ہے لیکن اب ہماری باری ہے۔ ہم وہ کریں گے جو آج تک تم لوگ نہ کرسکے۔ بہت جلد تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچ کر وہ مشین لے آئے ہیں اور اس ادارے کے بند دروازے کو ہمیشہ کے لیے کھول دیا ہے۔ آئندہ تم لوگ کسی روک ٹوک کے بغیر وہاں جا سکو گے۔''

تمام اکابرین بے یقینی سے سن رہے تھے مگر خوش ہورہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں نائب ایشورارا دوم ایسی چالیں چل رہا ہوں جو ابھی راز میں رہیں گی۔ یہ راز فرہاد تو کیا روحانی علوم جاننے والے بھی معلوم نہیں کرسکیں گے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، تم سب میرے زیرِ اثر رہ کر مسلمانوں سے برتر رہا

کرو گے اور بہت جلد بابا صاحب کے ادارے کی تباہی کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم ابھی دوراہے پر کھڑے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ ہم نے تمہاری بات نہ مانی تمہارے زیرِ اثر نہ آئے تو تم بھی مقتول ایشورارا کی طرح ہمیں، ہماری بیوی بچوں کو جانی نقصان پہنچاؤ گے۔ ہم تم سے دہشت زدہ ہو کر بابا صاحب کے ادارے کے سامنے جھکنا نہیں چاہتے۔ یہ ہماری توہین ہوگی۔"

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اگر ان کے آگے نہیں جھکیں گے تو تمہارے آگے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔ لہٰذا ہمیں کسی ایک سے دوستی اور کسی دوسرے سے دشمنی مول لینی ہوگی۔"

ذاکر نے کہا۔ "کس سے دوستی کرو گے اور کس سے دشمنی....؟ یہ فیصلہ ابھی کرو۔"

"ابھی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ہمیں تھوڑی سی مہلت دو اور جو دعویٰ ابھی تم کر رہے ہو اسے پورا کر دکھاؤ۔ ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس طرح تم بابا صاحب کے ادارے کے بند دروازے کو کھلواؤ گے؟ کس طرح وہاں پہنچ کر اپنی غیر معمولی مشین لاؤ گے؟"

ایک اور اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "تم ناممکن کو ممکن بنانے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ اگر تم نے یہ کارنامہ سرانجام دیا تو ہم بے چوں و چرا اس دنیا کو تمہارے حوالے کر دیں گے اور گریٹ ایشورارا کو اپنی پوری دنیا کا بادشاہ تسلیم کرلیں گے۔"

میں نے آلۂ کار کے ذریعے کرسی سے اٹھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ "تم کس گریٹ ایشورارا کی حکومت یہاں قائم کرو گے؟ ذرا اس نائب ایشورارا سے یہ تو پوچھو کیا وہ حکومت کرنے کے لیے ہماری اس دنیا میں قدم رکھنے کی جرات بھی کر سکے گا یا نہیں؟"

ذاکر نے کہا۔ "بے شک وہ ابھی اس دنیا میں نہیں آسکے گا لیکن بہت جلد آئے گا۔"

میں نے کہا۔ "ان اکابرین کو بتاؤ کہ وہ کب تک آسکے گا؟"

اس نے کہا۔ "جب ہم بابا صاحب کے ادارے سے اپنی وہ مشین واپس لے آئیں گے۔"

"تم ان اکابرین کے سامنے بابا صاحب ادارے کو ایک ہوائی قلعہ بنا رہے ہو۔ اس قلعہ کو توڑ رہے ہو۔ اس کے اندر جا کر اپنی مشین کو واپس لا رہے ہو۔ کیا حقیقتاً ایسا کر پاؤ گے؟ کیا ان اکابرین میں سوچنے سمجھنے کی اتنی عقل نہیں ہے۔ کیا انہوں نے مان لیا ہے کہ جو آج تک نہ ہوسکا وہ کام تم سیارے والے کرسکو گے؟"

وہ بڑے جذبے سے بولا۔ "ہاں، ہم ایسی چالیں چل رہے ہیں کہ ناممکن کو ممکن کر دکھائیں گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "چلو ان اکابرین کو یہ بتادو کہ جب تک وہ مشین ہمارے پاس رہے گی، ایشورارا یہاں کیوں نہیں آسکے گا؟"

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ اکابرین کو بتانا ضروری نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں میں بتادیتا ہوں۔ ہمارے پاس جو مشین ہے۔ اس میں گریٹ ایشورارا کی تصویر اور کوڈ نمبرز save کیا ہے۔ جب بھی وہ اس دنیا میں قدم رکھے گا ہم مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ لیں گے۔ وہ جہاں بھی ہوگا ہمیں وہاں کا پورا پتا ٹھکانہ معلوم ہوجائے گا اور ہم موت بن کر اس کے سر پر پہنچ جائیں گے۔ وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکے گا۔ اسی خوف سے وہ ہماری اس زمین پر نہیں آرہا ہے۔"

میں نے سر گھما کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام اکابرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "افسوس ہے تم لوگوں پر، ہم نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی۔ سیارے والوں کو زمین پر آنے سے روک دیا ہے اور آئندہ بھی انہیں آنے نہیں دیں گے۔ ہماری اس کامیابی اور کامرانی پر تم سب کو خوش ہونا چاہیے مگر اندر سے یہ حسد اور جلاپا ہے کہ اتنی بڑی کامیابی مسلمانوں نے کیوں حاصل کی؟ گریٹ ایشورارا کی کمزوری تمہارے ہاتھوں میں کیوں نہیں آئی؟"

حقیقت یہی تھی ہماری بہت بڑی کامیابی ان سے ہضم نہیں ہورہی تھی۔ وہ غیر معمولی مشین بابا صاحب کے ادارے میں رکھی ہوئی تھی۔ ان کے اندر یہ اندیشے سر اٹھا رہے تھے کہ یہ ادارہ پہلے ہی ناقابلِ تسخیر تھا۔ ہمارے خیال خوانی کرنے اور روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اہم ترین رازوں تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ اب تو اس مشین کی اسکرین کے ذریعے ان کے گھروں کے اندر بھی پہنچ سکتے تھے۔ ان کے سرکاری اور فوجی راز جو ہماری معلومات کے احاطے میں آنے سے رہ گئے ہیں۔ اب ہم انہیں بہ آسانی اسکرین پر دیکھ لیا کریں گے۔

میں وہاں چپ چاپ بیٹھا دو چار اکابرین کے اندر پہنچ کر ان کے مختصر سے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ سونیا نے جبراً ان سے وہ مشین حاصل کی ہے۔ اگر وہ

چاہیں تو گریٹ ایشورارا سے دوستی کر کے اس سے کوئی ایسا معاہدہ کریں گے جس کی رُو سے سیارے والے انہیں غیر معمولی مشینیں دوستی اور خیر سگالی کے طور پر پیش کریں گے۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے ایک مشین حاصل کی ہے۔ وہ گریٹ ایشورارا سے دوستی اور سمجھوتا کر کے کئی مشینیں حاصل کر سکیں گے۔ یوں وہ ہم سے کم تر نہیں رہیں گے۔

بہرحال ان کے خیالات سے پتا چل رہا تھا کہ ان کا جھکاؤ سیارے والوں کی طرف ہے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”کتوں کی دُم ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی رہتی ہے۔ کتنی ہی سیدھی کی جائے، وہ پھر ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نائب ایشورارا کے پیش کیے ہوئے سبز باغ دیکھتے رہو۔“

میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک طرف جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ سب لوگ سر گھما کر میرے اس آلۂ کار کو دیکھ رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ”مسٹر فرہاد! آپ کو اسٹیج پر رہنا چاہیے۔ ہم مزید کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔“

میری طرف سے خاموشی رہی پھر ایک فوجی افسر نے میرے آلۂ کار سے پوچھا۔ ”کیا مسٹر فرہاد نہیں ہیں؟“

اس نے کہا۔ ”شاید نہیں ہیں، جا چکے ہیں۔“

ذاکر نے اسٹیج پر سے کہا۔ ”یہ یقین کر لو کہ فرہاد جا چکا ہے اور جانے کے باوجود ہم سب کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہا ہے۔ ہماری باتیں سن رہا ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ آئندہ ہماری تمہاری باتیں اس سے چھپی رہیں گی تو یہ ممکن نہیں ہے۔ وہ مشین انہیں سب کچھ بتاتی رہے گی۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”یہ ہماری بڑی بدنصیبی ہے کہ آئندہ ہمارا کوئی راز اب راز نہیں رہے گا۔ مسٹر ایشورارا دوم...! ہم تمہارے ساتھ بھی کسی بند کمرے میں بیٹھ کر رازداری کی باتیں نہیں کر سکیں گے۔“

ایک فوجی افسر نے پوچھا۔ ”مسٹر نائب ایشورارا...! کیا تم اپنی مشین کے ذریعے انہیں دیکھ سکتے ہو؟ ان کی خفیہ باتیں سن سکتے ہو؟“

اس نے کہا۔ ”فی الحال ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سب بابا صاحب کے ادارے کے اندر ہیں۔ ہم اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کی کسی بھی تکنیک کے ذریعے وہاں پہنچ نہیں پا رہے ہیں لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوگا۔ جلد ہی اس ادارے کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔“

”تب تک ہم کیا کریں گے؟ وہ لوگ ہمیں نقصان پہنچائیں گے تو ہم اپنا دفاع کیسے کریں گے؟“

”میرے پاس میری عقل، میری صلاحتیں، میری سائنس اور ٹیکنالوجی ہے۔ تمہارے پاس فوج ہے، طاقت ہے، دولت ہے، وسیع ذرائع ہیں۔ ہم سب مل کر اپنا دفاع کریں گے۔“

ایک نے کہا۔ ”وہ ہمیں جانی نقصان پہنچائے گا تو تم کیا کرو گے؟“

”میں ان مسلمان اکابرین کو نقصان پہنچاؤں گا جو بابا صاحب کے ادارے کے باہر ہیں۔ جتنے بھی علمادین ہیں۔ وہ باری باری بے موت مارے جائیں گے۔ تم سب دیکھو گے کہ میں کس طرح اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔“

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھا وہ ایسی اوچھی حرکتیں کر سکتا تھا۔ ہمارے علمادین کو خوامخواہ جانی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ ”ہم نے نہ تو پہلے ان کے اکابرین میں سے کسی کو خوامخواہ جانی نقصان پہنچایا ہے اور نہ ہی آئندہ ہم ایسا کریں گے لیکن وہ نائب ایشورارا (ذاکر) ہم سے لازمی دشمنی کرے گا۔ ہمیں غصہ دلانے اور بھڑکانے کے لیے خود ہی امریکہ اور یورپ کے اکابرین پر حملے کرے گا۔ ان کا الزام ہمارے سر رکھے گا پھر اس بہانے انتقام لینے کے لیے ہمارے علما کرام کو نقصان پہنچائے گا۔“

سونیا نے پریشان ہو کر کہا۔ ”ہمیں اس کم بخت نائب ایشورارا دوم کو کسی بھی طرح تلاش کرنا ہوگا۔ پتا نہیں اس نے اپنا خفیہ اڈہ کہاں بنایا ہے؟“

اس پہلو سے ہم کمزور پڑ رہے تھے۔ وہ بہت ہی محتاط تھا۔ اپنے سائے تک بھی پہنچنے کا موقع نہ دیتا۔ اعلیٰ حضرت نے اس معاملے میں خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ان کی خاموشی اکثر ہمیں حوصلہ دیتی تھی کہ وہ ہم پر اعتماد کر رہے ہیں۔ اپنی باطنی صلاحیتوں سے سمجھ رہے ہیں کہ ہم ناممکن کو ممکن کر دکھائیں گے۔

خدا کرے ایسا ہی ہو، فی الوقت ہم لاعلمی کی تاریکی میں اسے دیکھ نہیں پا رہے تھے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

سسپنس کا مقبول عالم سلسلہ جو تین سو چھتر ماہ سے جاری ہے

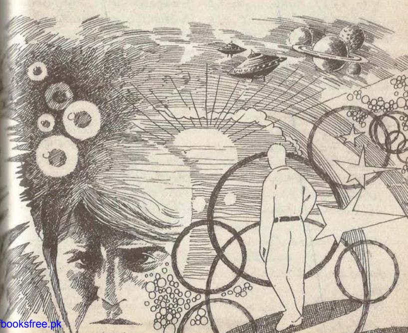


فرھاد علی تیمور

# دیوتا

ھنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کھانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذھن میں جاتا جھانک لیتا اور یھی اس کا مھلک ترین ھتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ھوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بھت شوق سے پڑھ رھی ھے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ھتھیار سے خاک و خون میں نھلا دینے والے فرھاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لھو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ھے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ





جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

نہ ہم جانتے تھے، نہ ذاکر جانتا تھا کہ کب اور کہاں ہمارا آمنا سامنا ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے پیچھے کوئی سراغ نہیں چھوڑ رہا تھا۔ اپنی پناہ گاہ میں پوری طرح محفوظ تھا۔ استنبول کے ایک مکان میں مشین کے سامنے بیٹھا، اس کی اسکرین پر کانفرنس ہال کا منظر دیکھ رہا تھا اور وہاں اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے اکابرین سے باتیں کر رہا تھا۔

سونیا لباس تبدیل کرنے اور سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے چلی گئی۔ میں نے اس سے کہا۔ ”وہ اپنی مشین کے سامنے بیٹھا ہوگا۔ ہم یہاں اپنی مشین کے پاس ہیں جس طرح آئینے کے روبرو ہم اپنے عکس کو دیکھتے ہیں اور عکس گویا ہمیں دیکھتا ہے۔ کیا اسی طرح تم اپنی مشین آپریٹ کر کے اسے نہیں دیکھ سکتی ہو؟“

اس نے کہا۔ ”ہماری مشین میں نائب ایشورارا (ذاکر) کی تصویر اور کوڈ نمبرز فیڈ نہیں کیے گئے ہیں۔ اس کے برعکس اس کی مشین میں ہم دونوں کی تصویریں Save کی گئی ہوں گی۔“

میں نے کہا۔ ”اچھا سمجھ گیا۔ جب تک وہ اپنی مشین سے ہمیں نہیں دیکھے گا۔ اس وقت تک ہم اسے اپنی مشین کے ذریعے کیچ نہیں کر سکیں گے۔“

”یہی بات ہے...... جب وہ اپنی اسکرین پر ہمیں دیکھنا چاہے گا، تب ہی ہم اسے دیکھ سکیں گے۔“

میں مشین کی اسکرین پر کانفرنس ہال میں تمام اکابرین کو اور نائب ایشورارا کے آلۂ کار کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اکابرین سے کہہ رہا تھا۔ ”ابھی فیصلہ سناؤ۔ تم سب گریٹ ایشورارا کی اطاعت قبول کرو گے یا نہیں؟ یہاں ہماری حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں ہم سے تعاون کرو گے یا نہیں؟“

وہ آپس میں مشورے کر رہے تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”اس سلسلے میں باقاعدہ تحریری معاہدہ ہونا چاہیے۔ ہمارے چند مطالبات ہیں، انہیں مان لو گے تو ہم کسی حیل و حجت کے بغیر گریٹ ایشورارا کو اپنا حکمران تسلیم کر لیں گے۔“

”اپنے مطالبات بیان کرو۔ میں انہیں اپنے آقا تک پہنچاؤں گا۔“

”ہمارا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ تم امریکا، برطانیہ، فرانس اور جرمنی یہ چار ممالک ہمارے لیے چھوڑ دو گے پھر حکومت کرنے کے لیے باقی دنیا تمہاری ہوگی۔ یہاں قدم جمانے کے سلسلے میں ہم تمہارا بھرپور ساتھ دیں گے۔“

اس نے پوچھا۔ ”تمہارا دوسرا مطالبہ کیا ہے؟“

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں مسلمانوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ ان کے پاس ایک غیر معمولی مشین پہنچ گئی ہے۔ وہ انہیں ہم پر حاوی رکھے گی لہٰذا ہم بھی ایسی غیر معمولی مشین چاہتے ہیں۔ تمہارے سیارے میں مختلف نوعیت کی جتنی مشینیں ہیں۔ وہ تم ہمیں دو گے۔“

میں نے سونیا سے کہا۔ ”یہ اکابرین غلامی کا طوق اپنی گردن میں پہننے سے پہلے بڑے بڑے مطالبات پیش کر رہے ہیں۔“

وہ مشین کے پاس آ کر اسے آف کرتے ہوئے بولی۔ ”ابھی یہاں سے چلو۔ تم بعد میں خیال خوانی کے ذریعے اکابرین کے اندر جا کر معلوم کر ہی لو گے کہ انہوں نے سیارے والوں سے کیا سودے بازی کی ہے؟“

ہم پیرس پہنچ کر اکابرین کے ذریعے ذاکر کو اطلاع دینا چاہتے تھے کہ وہ اپنی مشین کی اسکرین پر ہمیں دیکھ سکتا ہے۔ ہم اپنے ادارے سے باہر آ چکے ہیں۔

ادارے کے باہر ہمارے لیے کار کھڑی تھی۔ ہم اس کی اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ سونیا ڈرائیو کرنے لگی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے کانفرنس ہال میں اپنے آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں ان کے درمیان مطالبات کے سلسلے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ ذاکر نے ان کے تمام مطالبات سننے کے بعد کہا۔ ”میں ابھی گریٹ ایشورارا سے رابطہ کروں گا اور تمہارے تمام مطالبات اس کے سامنے پیش کروں گا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ میں پھر کسی وقت تم لوگوں سے رابطہ کروں گا۔“

ذاکر اپنی جگہ دماغی طور سے حاضر ہو گیا۔ سوچنے لگا...... اگرچہ ان کے مطالبات بڑے زبردست ہیں مگر انہیں مان لینے سے ہمیں فرق نہیں پڑے گا۔ وہ صرف چار ممالک اپنے پاس رکھ کر باقی دنیا ہمارے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ میں ابھی گریٹ ایشورارا سے بات کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے، وہ بھی ان مطالبات کو زیادہ اہمیت نہیں دے گا۔

اس نے کمیونیکیشن...... مشین کے ذریعے رابطہ کیا پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ”میں اپنے ان داتا... اپنے معلم سے مخاطب ہوں۔ اپنے معلم گریٹ ایشورارا کو ارضی دنیا کے موجودہ حالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔“

اس چھوٹی سے کمیونیکیشن مشین کی اسکرین پر تحریری جواب اُبھرنے لگا۔ ”میں گریٹ ایشورارا تمہارا پیغام وصول کر رہا ہوں۔ بولو، وہاں کی کیا خبر ہے؟“

اس نے لکھا۔ ”جیسا کہ تو جانتا ہے، فرہاد علی تیمور ایک فرضی ایشورارا پیدا کر کے ہماری مشکلات بڑھا رہا تھا۔ میں نے مجبور ہو کر تیرے حکم کے مطابق تمام اکابرین پر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ سیارے والے ہم ہیں اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں گریٹ ایشورارا کا نائب ایشورارا دوم اس زمین پر ہوں۔“

وہ اسے کانفرنس ہال کی تمام باتیں بتا رہا تھا۔ گریٹ ایشورارا نے پوری روداد سننے کے بعد کہا۔ ”فرہاد نے بڑی مکاری سے ہمیں خود کو ظاہر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب ان اکابرین کے خیالات ہمارے متعلق کیا ہیں؟ بتاؤ؟“

ذاکر نے کہا۔ ”اگرچہ فرہاد نے اپنی برتری ثابت کی ہے، انہیں وارننگ دی ہے کہ انہوں نے ہمارا ساتھ دیا تو ان کو برے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے باوجود تمام اکابرین ہمارے آگے جھکنے کو تیار ہیں۔“

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”یہ میرے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی، کسی خون خرابے کے بغیر وہاں ہماری حکومت قائم ہو جائے گی۔“

”لیکن انہوں نے دو بڑے اہم مطالبات پیش کیے ہیں۔“

اسکرین پر اس کی تحریر اُبھری۔ ”بات ادھوری نہ چھوڑو، پوری کرو۔“

”وہ چاہتے ہیں، ہم امریکا، برطانیہ، فرانس اور جرمنی کو آزاد ممالک کے طور پر رہنے دیں۔ ان کی طرف رخ نہ کریں۔ باقی تمام دنیا ہماری ہوگی۔ وہاں حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں وہ ہماری بھرپور مدد کریں گے۔“

تھوڑی دیر بعد اسکرین پر جواب اُبھرا۔ ”ہم پوری روٹی ایک وقت اپنے منہ میں نہیں ٹھونس سکتے۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھاتے ہیں۔ تب وہ پوری ہمارے پیٹ میں جاتی ہے۔ اسی طرح ہم بیک وقت پوری دنیا پر قبضہ نہیں جما سکتے۔ ابھی یہی سہی وہ اکابرین دنیا کے ایک حصے پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ باقی تین حصے ہمارے ہوں گے۔ جب وہ تینوں حصے ہمارے پیٹ میں اتر جائیں گے تو ہم ڈکار لینے کے بعد ان چاروں ممالک کو بھی ایک ایک کر کے حلق سے اتار لیں گے۔“

”بے شک، تیری یہ حکمتِ عملی کامیاب ثابت ہوگی لیکن دنیا کے اس بڑے حصے میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ اب تک لوہے کا چنا ثابت ہوئے ہیں۔ ہم انہیں کیسے نگلیں گے؟“

گریٹ ایشورارا کی تحریر اُبھری۔ ”پہلے ہم مسلمانوں سے بھی اس طرح کا سمجھوتا کریں گے۔ جس طرح ان چار ممالک کی طرف رخ نہیں کریں گے۔ اسی طرح باباصاحب کے ادارے کی طرف بھی رخ نہیں کریں گے۔“ اک ذرا وقفے سے اس کی تحریر اُبھری۔ ”دنیا کے ایک حصے میں عیسائیوں اور یہودیوں کی حکومت ہوگی۔ دوسرے حصے میں مسلمانوں کی، باقی کے دو حصے ہمارے ہوں گے۔ یعنی آدھی دنیا ہماری ہوگی۔ اگر ابتدا میں کھانے کو آدھی روٹی ملے تو کوئی بات نہیں۔ رفتہ رفتہ پوری روٹی بھی مل جائے گی۔“

ذاکر نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”میں فرہاد سے نمٹ رہا ہوں تو پتا چل رہا ہے کہ انہیں زیر کرنا آسان نہیں ہوگا۔“

”فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے باباصاحب کے ادارے کے بنیادی ستون ہیں۔ جس دن ہم یہ ستون گرا دیں گے، اس روز اس ادارے کی دیواریں گر جائیں گی۔ فکر نہ کرو ہمارے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے بچے مسلمان بن کر آج رات اس دنیا میں پہنچ رہے ہیں۔ کل صبح وہ باباصاحب کے ادارے سے رابطہ کریں گے پھر دیکھتے ہیں، کیا ہوگا؟ مجھے خاطر خواہ نتائج کی امید ہے۔“

”میرے پاس ان پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تصویریں اور کوڈ نمبرز ہیں۔ آج میں انہیں اپنی مشین میں (Save) کروں گا پھر اسکرین پر انہیں دیکھتا رہوں گا۔“

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ”ان اکابرین کا دوسرا مطالبہ کیا ہے؟“

”وہ ہماری سائنس ٹیکنالوجی کی تمام صلاحیتیں مانگ رہے ہیں۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”میں کچھ سمجھ نہیں سکا۔ وضاحت کرو؟“

”وہ کہتے ہیں کہ ہماری ایک غیر معمولی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین باباصاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہے۔ مسلمانوں کی طاقت پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ وہ ان سے کمتر رہنا نہیں چاہتے۔ ان کے پاس بھی ایسی ہی صرف ایک مشین نہیں بلکہ وہ تمام مشینیں ہونی چاہیے جو ہم نے اب تک اپنے سیارے میں تیار کی ہیں۔“

”ہوں، سمجھ گیا، ہماری چھوٹی بڑی تمام مشینیں ان چاروں ممالک میں پہنچیں گی تو ان کے سائنس داں ایسی ہی دوسری مشینیں بھی تیار کر لیں گے۔ بڑی حد تک ہماری سائنس اور ٹیکنالوجی کو سمجھ لیں گے.. ذرا مجھے سوچنے دے۔“

وہ انتظار کرنے لگا۔ بصرہ جیسی حسین اور نوجوان عورت اس کے دل و دماغ میں چیخ رہی تھی۔ پوچھ رہی تھی۔ ”کیا مجھے بھلا دیا ہے؟ میرے پاس کب آئے گا...؟ میں اس چار

دیواری کے اندر تیری چھت کے نیچے ہوں۔ تیری دسترس میں ہوں اور تُو ہے کہ اپنے معاملات میں اُلجھا ہوا ہے۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کوئی بازاری عورت نہیں تھی۔ نہایت ہی نیک اور پارسا تھی۔ اس وقت ظہر کی نماز ادا کر رہی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں اپنا تصور پیش کرتے ہوئے اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا کرنے لگا۔ "جس محسن نے مجھے یہاں.... پناہ دی ہے، وہ بہت ہی خوبرو اور صحت مند جوان ہے۔ اگر مجھے بازوؤں میں لے کر سینے سے لگائے گا تو میں محبت سے مر ہی جاؤں گی۔"

بصرہ نے نماز کی نیت توڑ دی۔ توبہ توبہ کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ "نماز کے وقت ایسے شیطانی خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟ میں نے اپنے شوہر کے ساتھ صرف دو راتیں گزاریں، اس کے بعد اسے قتل کر دیا گیا پھر میں نے کسی دوسرے مرد کا تصور نہیں کیا۔ اگر کسی وجہ سے جذبات بھڑکتے ہیں تو میں انہیں کچل دیتی ہوں۔ یا خدا...! پھر تیری عبادت کرتے وقت ...... تجھے یاد کرتے وقت یہ شیطانی خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟ مجھے شیطان مردود سے بچا.... آمین۔ میں لاحول پڑھتی ہوں۔"

اس نے جیسے ہی لاحول پڑھی۔ ذاکر کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ایمان کی راہ پر چلنے والوں کے ساتھ براہِ راست کوئی معجزہ نہیں ہوتا۔ بصرہ کی دعائیں اس طرح قبول ہوئیں کہ اسے براہ راست قدرتی طور پر اس کے اندر سے بھگایا نہیں گیا بلکہ کمیونیکیشن مشین نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اس مشین کی ننھی سی اسکرین پر گریٹ ایشورارا کی تحریر اُبھر رہی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "ان اکابرین کا یہ دوسرا مطالبہ بھی پورا کیا جا سکتا ہے۔ وہ ہماری تیار کردہ چھوٹی بڑی مشینوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی بات نہیں ہم انہیں سب کچھ دیں گے لیکن وہ مشینیں کارکردگی کے اعتبار سے مکمل نہیں ہوں گی۔ ان میں ایسے ناقص پرزے لگے ہوں گے جو ایک آدھ ہفتے کے بعد ناکارہ ہو جائیں گے۔ اگر وہ دوبارہ ایسے پرزے بنائیں گے تو وہ اپنی ساخت کے مطابق پھر ایک آدھ ہفتے میں ناکارہ ہو جایا کریں گے۔ ہم انہیں اصل پرزوں کی ساخت اور تکنیک نہیں بتائیں گے۔ مختلف حیلوں بہانوں سے انہیں ٹالتے رہیں گے۔"

"بے شک، تیری اس حکمتِ عملی سے وہ ایک عرصے تک بیوقوف بنتے رہیں گے اور اس عرصے میں ہم یہاں کے حکمران بن چکے ہوں گے۔"

اس نے پوچھا۔ "ان کے مزید مطالبات کیا ہیں؟"

"وہ ہم سے تحریری معاہدہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہم یہاں کی عالمی عدالت کے پابند رہیں۔"

"یہ سب رسمی کارروائی ہے۔ ہم ضرور کریں گے پھر اپنے مفادات اور حالات کے مطابق اس معاہدے کے خلاف کچھ کریں گے تو وہ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟ ہم اس دنیا کی عالمی عدالت کو بھی اپنے زیرِ اثر لے آئیں گے۔"

"بے شک تو بہتر جانتا ہے کہ کن حالات میں کیا کرنا چاہیے؟"

"میں دوسرے معاملات میں مصروف ہوں تو ان اکابرین کو خوشخبری سنا دے کہ ان کے تمام مطالبات پورے کیے جا رہے ہیں۔ میں دو چار گھنٹے بعد تجھ سے رابطہ کروں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ذاکر نے کمیونیکیشن مشین کو بند کر دیا۔ گریٹ ایشورارا کے حکم کے مطابق اب اسے اکابرین کو خوشخبری سنانی تھی۔ اس نے سوچا۔ "ایسی جلدی کیا ہے؟ گریٹ ایشورارا دو چار گھنٹے بعد رابطہ کرے گا، میری چھت کے نیچے جو جوان عورت ہے، وہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد اکابرین کو خوشخبری سناؤں گا۔ ابھی ذرا موج مستی ہو جائے۔ دماغ کو فریش کر لیا جائے۔"

اس نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اس کمرے کے بعد جو دوسرا کمرہ تھا، وہاں سے ہوس اسے پکار رہی تھی۔ اس نے سوچا۔ "پہلے خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کیا جائے پھر اس کے کمرے میں جانا مناسب ہو گا۔"

یہ سوچ کر وہ اس کے اندر پہنچ گیا۔ بصرہ نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہی تھی۔ ذاکر نے پھر اس کے ذہن میں اپنا تصور پیش کیا۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا کرنے لگا۔ "میرا محسن گبرو جوان ہے۔ میں اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس کے سینے سے لگنا چاہتی ہوں۔ اس کے ساتھ خوشگوار لمحات گزارنا چاہتی ہوں۔"

وہ بیچاری دعا مانگتے مانگتے ایک دم لرز گئی۔ دونوں کان پکڑ کر توبہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "یا خدا...! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہوں؟ میں کسی حد تک سمجھ رہی ہوں میری ماما پھر شیطانی حرکتیں کرنے لگی ہیں۔ یا خدا...! مجھے میری ماں کے پراسرار شیطانی عمل سے نجات دلا، آمین۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ "کیا اس کی کوئی ماں بھی ہے جو پراسرار شیطانی عمل جانتی ہے؟"



پھر اس نے بے پروائی سے سوچا۔ "جانتی ہو گی۔ میرا کیا بگاڑ لے گی؟ اگر بگاڑنا ہوتا تو اب تک ان دشمنوں کا بہت کچھ بگاڑتی اور انہیں سزائیں دیتی جو اس کی بیٹی کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔"

وہ پھر بصرہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دوبارہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہی تھی۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے ہاتھوں کو نیچے گرا دیا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا پھر انہیں دعا کے لیے اٹھایا۔ "یا خدا...! میرے حال پر رحم فرما..."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ ذاکر کی مرضی کے مطابق مصلّے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا ہو رہی تھی۔ "میرا یار دلدار میرے پاس آ رہا ہے۔ مجھے گرمجوشی سے اس کا استقبال کرنا چاہیے۔ فوراً دوڑ کر اس سے لپٹ جانا چاہیے۔"

اس کا دماغ پوری طرح خیال خوانی کے شکنجے میں آ گیا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق سوچ بھی رہی تھی اور شرمناک خیالات سے لڑتی بھی جا رہی تھی۔ "نہیں.... مجھے ایسی باتیں نہیں سوچنا چاہیے۔ یا خدا...! مجھے اس راستے پر چلا جس پر چلنے سے ثواب ملتا ہے۔ اس راستے سے بچا جس پر چلنے سے تیرا غضب نازل ہوتا ہے۔"

ذاکر اس کے کمرے میں آ گیا۔ دونوں بازو پھیلا کر بولا۔ "آؤ میری جان! میرے سینے سے لگ جاؤ۔ حالات کی ٹھوکروں نے میری آغوش میں آنے کے لیے تمہیں یہاں پہنچایا ہے۔ آؤ چلی آؤ۔"

وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ سحر زدہ سی ہو کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ ان لمحات میں وہ دعا مانگنا بھول گئی تھی۔ اچھے اور برے کی تمیز نہیں رہی تھی۔ اپنی پارسائی کو بھی بھول چکی تھی۔ لوہے کی طرح مقناطیس کی سمت کھنچتی چلی جا رہی تھی۔

پھر گناہوں کی دلدل میں گرنے کے لیے صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ گیا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے ذاکر کے شیطانی ارادوں سے نہیں بچا سکتی تھی لیکن نیک نیتی اور پارسائی پورے اعتماد اور ایمان کے ساتھ ہو تو دعائیں عرش تک پہنچتی ہیں۔

ذاکر نے اس کے بھرے بھرے بازوؤں کو پکڑا تو اسی لمحے میں بیرونی دروازے پر جیسے زلزلہ سا آ گیا۔ کوئی دروازے کو زور زور سے پیٹ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی بصرہ سے الگ اور دور ہو کر چیختے ہوئے بولا۔ "عمار! کہاں ہو تم؟ دیکھو کون آیا ہے؟"

اس نے سر گھما کر بصرہ کو ہوسناک نظروں سے دیکھا۔ اسے پھر پکڑنے اور دبوچ لینے کا جی چاہ رہا تھا لیکن پتا نہیں باہر کون آیا تھا؟ یہ دیکھنا ضروری تھا۔

وہ جھنجلا گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ اس وقت تک عمار نے دروازہ کھول دیا تھا۔ ایک پولیس آفیسر دو سپاہیوں کے ساتھ دندناتا ہوا اندر آ رہا تھا۔ ذاکر نے ناگواری سے کہا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟ کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہونا قانون کے خلاف ہے۔"

پولیس افسر نے کہا۔ "ہم قانون کو تم سے زیادہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "آرام سے بیٹھو اور ہمارے سوالوں کا جواب دو۔ اگر تم نے اپنے جوابات سے مطمئن کیا تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ ورنہ ہتھکڑیاں پہنا کر لے جائیں گے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "ایسی کیا بات ہے کہ ہم پر خوامخواہ شبہ کر کے یہاں تک چلے آئے ہو؟"

"میں نے کہا ہے نا آرام سے بیٹھو پھر بات کرو۔"

ذاکر کرسی پر بیٹھتے بیٹھتے اس افسر کے دماغ میں پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ ایک دم سے چونک کر ذاکر کو دیکھا۔ مسکرایا پھر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اچھا تو تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

وہ ذرا بوکھلا سا گیا۔ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "یہ...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے، میں نہیں جانتا؟"

وہ ذاکر کو گھورتے ہوئے بولا۔ "جان جاؤ گے۔ میں تو بہت کچھ جان رہا ہوں.... کیا استنبول کے شہری ہو؟"

"ہاں، میرے پاس آئی ڈی کارڈ اور یہاں کی شہریت کے اہم کاغذات ہیں۔"

"ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ ناممکن کو ممکن بنانا آسان ہو گیا ہے۔ میں بھی کاغذات کے ذریعے خود کو انگلینڈ اور امریکا کا شہری ثابت کر سکتا ہوں۔ بھاری رشوت دے کر صحیح اور پکے کاغذات بنوائے جا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ" میں تمہیں کس طرح مطمئن کر سکتا ہوں؟"

پولیس افسر باتوں کے دوران سر گھما کر کمرے کو دیکھ رہا تھا پھر کرسی سے اٹھ کر میز پر رکھے ہوئے بریف کیس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "کیا یہ بریف کیس ہے یا لیپ ٹاپ (کمپیوٹر)؟"

ذاکر فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا اس

غیر معمولی مشین کے پاس آیا پھر بولا۔ ''یہ لیپ ٹاپ ہے۔''

''میں اسے کھول کر دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''تم اسے دیکھ کر کیا کرو گے؟ آخر معلوم تو ہو کس سلسلے میں ہم پر شبہ کیا جا رہا ہے؟ کیا میں کوئی مجرم ہوں، ڈاکو ہوں یا قاتل ہوں؟ یا اسمگلر ہوں؟''

وہ بولا۔ ''اچھا سوال ہے۔ تم پر اسمگلر ہونے کا شبہ ہے۔ یہ شبہ کیوں ہے؟ ابھی بتاؤں گا۔ پہلے اس لیپ ٹاپ کو کھولو۔''

اس نے بڑی بے بسی سے اس پولیس افسر کو دیکھا۔ بے بسی اور مجبوری یہ تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے ہولسٹر میں ایک ریوالور تھا۔ وہ اس سے جھگڑا ابھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر اس مشین کو کھولا۔ پولیس افسر حیرانی سے دیکھنے لگا۔ کہنے لگا۔ ''یہ کمپیوٹر کی طرح ضرور ہے لیکن کچھ عجیب سا ہے۔ یہ آلات کیسے ہیں؟ میں پہلی بار ایسا کمپیوٹر دیکھ رہا ہوں۔ میں یورپ کے کئی ممالک میں جا چکا ہوں۔ کمپیوٹر کے سلسلے میں اچھی خاصی معلومات رکھتا ہوں لیکن یہ تو بالکل مختلف ہے۔ کیا مجھے سمجھاؤ گے کہ یہ کیا ہے؟ اور اسے کیسے آپریٹ کیا جاتا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں ابھی خود اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسے آج صبح ہی استنبول کے چور بازار سے خریدا ہے۔ تم میرے ساتھ اس چور بازار میں چلو۔ وہ دکاندار اس بات کی گواہی دے گا کہ میں یہ کمپیوٹر آج ہی اس سے خرید کر لایا ہوں۔''

ذاکر نے یہ بات بڑے اعتماد سے اس لیے کہہ دی کہ وہ چور بازار جا کر کسی بھی دکاندار کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنی مرضی کے مطابق بیان دینے پر مجبور کر سکتا تھا۔

افسر نے کہا۔ ''اس چور بازار میں اسمگلنگ کا سامان آتا ہے۔ کیا وہ دکاندار بتا سکے گا کہ یہ عجیب و غریب کمپیوٹر کہاں سے اسمگل کر کے لایا گیا ہے؟''

ذاکر نے کہا۔ ''تم پولیس افسر ہو۔ چور بازار کے دکانداروں کے متعلق اچھی طرح جانتے ہو گے کہ وہ صرف مال خریدتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ وہ مال کہاں سے لایا گیا ہے اور کون لایا ہے؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''درست کہتے ہو۔ کیا تم یہ جاننا چاہو گے کہ تم پر کس لیے شبہ کیا جا رہا ہے؟''

''بے شک، میں جاننا چاہوں گا۔''

افسر نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سے مخملی ڈبیا نکالی پھر اسے کھول کر دکھایا۔ اس کے اندر ایک چھوٹا سا جگمگاتا ہوا ہیرا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''اس ہیرے کو پہچانتے ہو؟''

وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''بے شک پہچانتا ہوں۔ یہ میرے پاس تھا۔ میں نے کل شام اسے الخیری جیولرز کے پاس فروخت کیا تھا۔''

''میں نے اسے اسی جیولر سے حاصل کیا ہے۔ میرے ایک ماتحت نے یہ ہیرا وہاں دیکھا تھا، اس نے دوسرے کئی جیولرز کو اسے دکھایا، سب ہی کہہ رہے ہیں کہ یہ نایاب ہے۔ ہماری دنیا میں پہلے کبھی ایسا ہیرا دیکھا نہیں گیا۔''

ذاکر نے کہا۔ ''اسے اب سے چھ ماہ پہلے میں نے ایک ضرورت مند سے خریدا تھا۔ کل مجھے رقم کی ضرورت ہوئی لہٰذا میں نے اسے فروخت کر دیا۔ اب میں نہیں جانتا کہ وہ ضرورت مند اس ہیرے کو کہاں سے لایا تھا؟''

پولیس افسر نے پوچھا۔ ''کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ تمہارے پاس سے ایسی چیزیں برآمد ہو رہی ہیں جو سب ہی عجیب و غریب ہیں اور اس دنیا میں پہلی بار دیکھی گئی ہیں؟''

وہ بولا۔ ''مجھے عجیب و غریب چیزیں خریدنے کا شوق ہے۔ میں ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ اس لیے میں نے یہ ہیرا خریدا تھا اور یہ کمپیوٹر بھی تمہارے سامنے ہے۔ تم میرے شوق کا اندازہ کر سکتے ہو۔''

''میں صرف اندازہ کرنے نہیں بلکہ یقین کرنے آیا ہوں۔ تمہارے سامان میں اور بھی عجیب و غریب چیزیں ہو سکتی ہیں۔''

وہ اس کمرے کو سرسری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''یوں بھی تمہارے پاس کچھ زیادہ سامان نہیں ہے۔ یہ فرنیچر اور آرائشی سامان تو مالک مکان کی طرف سے ہے۔ بس یہ دو بیگ دکھائی دے رہے ہیں۔''

پھر اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ ''ان کو کھولو اور دیکھو کہ پنڈورا باکس سے کیا نکلتا ہے؟''

ذاکر پریشان ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے اندر سے ایسی مشین اور ایسے ریموٹ کنٹرول نکلیں گے جو اس دنیا میں پائے نہیں جاتے۔ اس کے سفری بیگ میں اچھے خاصے ہیرے جواہرات اور سونے کی ننھی اینٹیں تھیں۔ یہ تمام چیزیں ثابت کر سکتی تھیں کہ وہ دونوں اس دنیا کے باشندے نہیں ہیں۔

ذاکر نے خیال خوانی کے ذریعے عمار سے پوچھا۔ ''کیا تم ان سپاہیوں کے اندر پہنچ سکتے ہو؟''

''ہاں، میں ان کے اندر بہت پہلے ہی پہنچ چکا ہوں۔ بس تیرے حکم کا منتظر ہوں۔''

''تو پھر دیر نہ کر۔ ان کے ذریعے اس آفیسر پر گولی چلا۔''

اس نے ایک سپاہی کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر آفیسر کا نشانہ لیا مگر نشانہ چوک گیا۔ گولی اس کے قریب سے گزر گئی۔ وہ فوراً ہی چھلانگ لگا کر میز کے دوسری طرف گیا ساتھ ہی بڑبڑایا۔ ''میں بھول گیا تھا کہ تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے سپاہیوں کو استعمال کر سکتا ہے۔''

اس نے میز کے پیچھے جاتے ہی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا۔ اس غیر معمولی مشین کو بند کر کے میز پر یوں کھڑا کر دیا تھا جیسے اپنے سامنے دیوار بنا چکا ہو۔ اس نے ذاکر پر فائر کیا۔ دونوں طرف سے نشانہ چوک رہا تھا۔ ذاکر نشانے پر آنے سے پہلے ہی بیٹھ گیا تھا۔ گولی ایک سپاہی کو لگی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا۔ عمار دوسرے سپاہی کے اندر موجود تھا۔ اس نے پھر اس کے ذریعے فائر کیا۔ دو گولیاں چلیں، دونوں گولیاں مشین پر لگیں۔ ذاکر نے تیزی سے قریب آ کر اس میز کو پولیس افسر پر الٹ دیا۔ پولیس افسر نے گولی چلائی، وہ گولی عمار کو جا کر لگی۔

ذاکر کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کا ایک ہی ساتھی تھا، وہ بھی مارا گیا تھا۔ پولیس افسر میز کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا ایک سپاہی ابھی زندہ تھا۔ ذاکر نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ دوڑتا ہوا میز کے قریب آیا پھر اس نے اپنے ہی افسر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ اس کے بعد اس نے اپنی ہی گن سے خود کو ہلاک کر لیا۔

وہاں فائرنگ کی آوازیں گونجتی رہی پھر ایک دم سے گہرا سناٹا چھا گیا۔ بصرہ اپنے کمرے میں سہمی ہوئی سی بیٹھی تھی۔ پریشان ہو رہی تھی کہ کہاں آ کر پھنس گئی ہے۔

اُدھر ذاکر علی بُری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ فائرنگ کی آوازیں سارے علاقے کی پولیس کو اس طرف متوجہ کر لیں گی۔ اس نے جلدی سے عمار کے بیگ میں سے وہ تمام اہم چیزیں نکال کر اپنے بیگ میں رکھیں، جن کے ذریعے وہ سیارے کا باشندہ ثابت ہو سکتا تھا پھر اس نے اس غیر معمولی مشین کو اٹھا کر دیکھا تو دل ڈوبنے لگا۔

اس مشین پر دو گولیاں لگی تھیں۔ اس نے مشین کو کھول کر دیکھا۔ اندر کئی پرزے ٹوٹے ہوئے دکھائی دیے تھے۔ اس نے سر پکڑ لیا۔ زیادہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے مشین کو بند کیا۔ اسے ایک کپڑے میں لپیٹا اور بغل میں دبا کر بیگ کو اٹھایا پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازہ کھول کر باہر جانے لگا۔ تب اسے خیال آیا کہ ایک حسین اور جوان عورت پیچھے رہ گئی ہے۔

اس نے سر گھما کر بڑی حسرت سے اسے دیکھا۔ وہ اس کمرے میں آ کر مردہ افسر کے پاس کھڑی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔

ذاکر نے کہا۔ ''اس دنیا میں آ کر مقدر کو ماننا پڑتا ہے۔ تمہیں کسی بھی روک ٹوک کے بغیر حاصل کر سکتا تھا۔ آہ.... دل میں حسرت لیے جا رہا ہوں جو کبھی سوچا بھی نہیں وہ ہو گیا ہے۔''

ایسے ہی وقت بصرہ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کیے۔ اس کے ہاتھ میں افسر کا ریوالور تھا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ ''خبردار! گولی نہ چلانا۔''

یہ کہتے ہی وہاں سے پلٹ کر بھاگنے لگا مگر گولی چل گئی۔ اس کے بازو کو چھو کر اک ذرا سے گوشت کو ادھیڑ کر گزر گئی۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی لیکن وہ نہیں رکا اور بھاگتا ہوا باہر چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی بصرہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا پھر گھبرا کر اسے دور پھینکتے ہوئے بولی۔ ''ماما! یہ تُو میرے ساتھ کیا کر رہی ہے؟ کیوں مجھے قاتل بنانا چاہتی ہے؟ کتنی بار کہا ہے میرا پیچھا چھوڑ دے۔ میں تجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔''

اسے اپنی ماں کی آواز سنائی دی۔ ''اپنے حالات کو دیکھ پھر اپنی حالت کو دیکھ... کیا سے کیا ہو گئی ہے؟ اس مسلمان سے شادی کرنے کے بعد در بدر کی ہو گئی ہے۔ میں تجھے بچا رہی ہوں۔''

''مجھے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب بھی مجھ پر مصیبت آتی ہے تو میں خدا کو پکارتی ہوں اور میری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔''

''کس خدا کی بات کر رہی ہے؟ وہ کہیں نہیں ہے۔ میں ہی تیری مدد کر رہی ہوں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے تیرے دشمن اکبر جلالی کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اب وہ تیرے پیچھے نہیں آئے گا۔ میں تیرے ذریعے اس دشمن کو بھی گولی مارنا چاہتی تھی مگر وہ بچ کر نکل گیا ہے مگر کہاں جائے گا؟ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔''

''مجھے اس بھاگنے والے سے کچھ نہیں لینا ہے۔ اچھا ہوا وہ دفع ہو گیا۔ تو بھی دفع ہو جا۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔''

''اچھی بات ہے میں پیچھا چھوڑ دوں گی مگر تو پہلے یہاں سے نکل ورنہ پولیس والے تیری جان کو آ جائیں گے۔''

وہ فوراً ہی اس مکان سے باہر آ گئی۔ اس کی ماں نے کہا تھا کہ اس نے اکبر جلالی کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اب اسے کسی سے خطرہ نہیں تھا۔ باہر آ کر وہ اپنی ماں کے متعلق نفرت سے سوچنے لگی۔

ماں کا نام جینا تھا۔ وہ بیٹی ہو کر بھی اس کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتی تھی۔ اس نے بچپن سے اپنے بڑے بھائی کو دیکھا تھا جس کے سائے میں رہ کر وہ تعلیم حاصل کرتی رہی تھی۔ بڑی بے فکری سے زندگی گزارتی رہی تھی۔ جب اٹھارہ برس کی ہوئی تو اس نے اپنی ہی ایک ہم عمر اور ہم شکل لڑکی کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ ان بہن بھائی سے ملنے ان کے گھر آئی تھی۔

اس کے بھائی نے مسکرا کر پوچھا۔ ''کیوں پریٹی! اپنی ہم شکل کو دیکھ کر حیران ہو رہی ہو؟''

ان دنوں بصرہ کا نام پریٹی تھا۔ وہ مذہبی اعتبار سے عیسائی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''برادر! یہ کون ہے؟''

بھائی نے کہا۔ ''یہ ہماری ممی ہیں۔''

وہ شدید حیرانی سے ایک قدم پیچھے ہو کر اپنی ہم شکل کو دیکھنے لگی۔ بے یقینی سے سر ہلا کر بولی۔ ''برادر! کیوں مذاق کرتے ہو؟ سچ بولو یہ کون ہیں؟''

بھائی نے کہا۔ ''ہم جانتے تھے جب تمہیں حقیقت بتائی جائے گی تو یقین نہیں کرو گی۔ اب تم جوان ہو چکی ہو۔ سمجھدار ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اور تم کون ہیں؟ ہماری اصلیت کیا ہے؟''

اس نے بصرہ کی ہم شکل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں یقین نہیں آئے گا، یہ ایک سو دس برس کی ہیں۔''

بصرہ کے سامنے ایسے انکشافات ہو رہے تھے کہ دماغ انہیں قبول نہیں کر رہا تھا۔ پہلی حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ بالکل بصرہ کی ہم شکل تھی۔ اسی کی ہم عمر دکھائی دے رہی تھی۔ جب کہ بھائی کہہ رہا تھا کہ اس کی عمر ایک سو دس برس ہے اور وہ ان کی ماں ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ابھی نہ سہی رفتہ رفتہ تمہیں یقین ہو جائے گا۔ ہمارا تعلق وِچ فیملی سے ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارا باپ کون ہے؟ ممی! تم ہی بتاؤ؟''

بصرہ کی ہم عمر نے اسے بڑے پیار سے دیکھا۔ اس کے قریب آئی پھر اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بولی۔ ''میں جانتی تھی کہ یہ بڑی ہو گی تو بالکل میرے جیسی ہو گی۔''

اس نے بصرہ کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''بیٹی! یہاں بیٹھو۔ میں تمہیں بہت کچھ بتانا چاہتی ہوں۔''

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ ماں نے اس کے برابر والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں اس بنگلے کی چار دیواری میں تمہیں بیٹی اور اسے بیٹا کہہ رہی ہوں لیکن دنیا والوں کے سامنے تم میری جڑواں بہن کہلاؤ گی۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہاری ماں بن کر دنیا والوں کو اپنی عمر کا حساب بتاؤں۔''

بصرہ چپ چاپ سن رہی تھی۔ وہ بول رہی تھی۔ ''ہمارا کوئی دین دھرم نہیں ہے۔ میرے ماں باپ شیطان کے پجاری تھے۔ اب سے نوے برس پہلے جب میں بیس برس کی تھی۔ تب شیطان نے پہلی بار مجھے اپنے ساتھ سلایا تھا۔ اس رات اس کی تمام پُراسرار قوتیں میرے اندر سما گئیں۔ جانتی ہو اس نے مجھ سے کیا کہا؟''

بہن بھائی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''تمہاری ماں کے اس پہلے خصم نے کہا کہ شیطان انسان کے ساتھ اس دنیا میں آیا ہے۔ انسان بوڑھا ہوتا ہے۔ مر جاتا ہے لیکن شیطان ہمیشہ جوان رہتا ہے۔ نہ کبھی بوڑھا ہوتا ہے، نہ مرتا ہے۔ اسی طرح تو بھی ہمیشہ جوان رہے گی۔ میری پوجا کرتی رہی تو... کوئی تجھے کبھی ہلاک نہیں کر سکے گا۔ کبھی تجھے موت نہیں آئے گی۔''

وہ اپنے بیٹے کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تیرا یہ بھائی پچاس برس کا ہے۔ یہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ تجھے بھی جان لینا چاہیے، میں تیری ماں ہوں۔ تجھے کبھی مال و دولت کی کمی نہیں ہو گی۔ تُو ہمیشہ عیش کرتی رہے گی۔ بس یہ ہے کہ تیرے باپ کا نام نہیں بتا سکوں گی۔''

بصرہ نے پہلی بار زبان کھولی۔ اس سے پوچھا۔ ''میرے باپ کا نام مجھے معلوم ہونا چاہیے؟''

''سوری بیٹی! میری لائف میں اتنے مرد آتے جاتے ہیں کہ کسی کا حساب میرے پاس نہیں رہتا۔ پچاس برس پہلے تیرے بھائی کو جنم دینے کے بعد میں نے سوچ لیا تھا، اب کوئی اولاد پیدا نہیں کروں گی۔ بیس برس پہلے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میری ایک بیٹی ہونی چاہیے۔ اس لیے تجھے پیدا کیا مگر تُو کس مرد سے ہے؟ یہ بھول گئی ہوں۔''

بصرہ نے کہا۔ ''اول تو تُو میری ماں نہیں لگتی۔ میری ہم عمر ہے۔ اگر ایک سو دس برس سے زندہ ہے اور سچ مچ میری ماں ہے تو اس سچائی سے مجھے بہت تکلیف ہو گی۔ تُو بیٹی کے سامنے بیٹھ کر کتنی بے شرمی سے شیطان کا اور آنے جانے والے مردوں کا ذکر کر رہی ہے۔''

بھائی نے کہا۔ ”پریٹی! ایسی باتیں نہ کرو۔ یہ جیسی بھی ہیں، ہماری ماں ہیں۔ تم نہیں جانتیں کہ ممی نے مجھے کتنی دولت دی ہے۔ میں نے لندن میں ایک بنگلا خریدا ہے۔ استنبول سے وہاں چلا جاؤں گا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ باقی زندگی وہیں گزاروں گا۔“ پھر اس نے ماں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”ممی! آج کل تمہارا نام کیا ہے؟“

”آج کل میرا نام جینا پاشا ہے۔ ایک ترکی نوجوان کو اپنا شوہر بنا رکھا ہے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میری بیٹی جوان ہو کر مجھ سے نفرت کرے گی۔ کوئی بات نہیں میں ماں ہونے کا فرض ادا کرتی رہوں گی۔ تم لندن چلے جاؤ گے یہ جہاں بھی رہنا چاہے گی، وہاں اس کے لیے عالی شان کوٹھی خریدوں گی۔ اس کے بنک اکاؤنٹ میں کم از کم پچاس لاکھ پاؤنڈز جمع کروا دوں گی۔“

بصرہ نے اپنا سر پکڑ کر کہا۔ ”بس کرو۔ آگے نہ بولو۔ میرا سر دُکھنے لگا ہے۔“ پھر اس نے بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آج تم نے اور اس ماں کہلانے والی نے بہت انکشافات کیے ہیں۔ تو میں بھی ایک انکشاف کر دوں۔ میں ایک ترکی جوان اصغر جلالی سے محبت کرتی ہوں۔ میں نے اس کی خاطر اسلام قبول کر لیا ہے۔ آج کل اسلامی تعلیمات حاصل کر رہی ہوں۔ نیکی بدی کو اور خیر و شر کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ یہ میری ماں کہلانے والی شیطان کی پجارن ہے۔ میں کبھی اسے ماں نہیں کہوں گی اور نہ ہی اس کی دی ہوئی کوئی چیز قبول کروں گی۔“

جینا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”ماں نہ کہنے سے حقیقت نہیں بدلے گی۔ میں تیری ماں ہی رہوں گی۔ تُو مجھ سے لاکھ نفرت کرے ..... تب بھی میں تجھ سے محبت کرتی رہوں گی۔ تُو میری جان ہے۔ میرا چہرہ میرا رنگ روپ لے کر پیدا ہوئی ہے۔ میں اس دنیا میں تجھے سنبھال کر رکھوں گی۔ کبھی تجھ پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔“

وہ ناگواری سے بولی۔ ”تیری مہربانیوں کا شکریہ۔ میرا سنبھالنے والا آ گیا ہے۔ آج سے دو دن بعد جمعہ کو اس سے میرا نکاح ہے تُو یہاں بھائی کے گھر پر ملنے آ گئی مگر میرے شوہر کے گھر میں کبھی قدم نہ رکھنا۔“

”تُو نے دین اسلام قبول کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں تجھے سمجھاتی ہوں، یہ مسلمان بڑے ہی جھوٹے، دغاباز اور کم ظرف ہوتے ہیں۔ ان کی محبت سے باز آ جا۔ تُو میری مرضی کے مطابق زندگی گزارتی رہے گی تو تیرے پاس مال و دولت کی کمی نہیں ہوگی۔ تُو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی کہلائے گی۔ تجھے ہر طرح کا عیش و آرام ملتا رہے گا اور اگر تُو نے میری بات نہ مانی تو میں تجھے مسلمانوں کے دین پر قائم نہیں رہنے دوں گی۔ تیرے ہونے والے مرد کو ٹھکانے لگا دوں گی۔“

بصرہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ”میں تجھ سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ تُو جب تک اس گھر میں رہے گی، اس وقت تک میں بھائی سے اور اس کے بچوں سے ملنے بھی نہیں آؤں گی۔ آج سے انیکسی میں رہوں گی۔ دو روز بعد شادی ہو گی پھر اپنے شوہر اصغر جلالی کے گھر چلی جاؤں گی۔“

وہ نفرت سے منہ پھیر کر جانے لگی۔ جینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”بالکل میری طرح ضدی ہے۔ جب میں اس کے ہونے والے مرد کی زندگی کو چبا جاؤں گی پھر یہ بے یار و مددگار ہو کر یہیں واپس آئے گی۔“

بیٹے نے کہا۔ ”نو ممی! پریٹی کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے دو۔ یہ عیسائی سے مسلمان ہوتی ہے تو ہونے دو۔ ہمارے باپ دادا کا کوئی دین دھرم نہیں تھا۔ اس لیے اس کے دین پر اعتراض نہ کرو۔“

وہ بیٹے کے پاس آ کر بولی۔ ”میرا بیٹا کہہ رہا ہے تو میں مان جاتی ہوں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کروں گی لیکن کچھ ہو جائے گا تو اس کی ذمے داری مجھ پر نہیں ہے۔“

پریٹی نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام بصرہ جلالی رکھا تھا۔ اصغر جلالی سے نکاح پڑھوا کر اس کے گھر آ گئی۔ وہ بصرہ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس نے اپنی زمین و جائیداد سب ہی اس کے نام لکھ دی۔ بڑے بھائی اکبر جلالی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن جینا نے اسے اپنا آلۂ کار بنا لیا۔ دوسرے لفظوں میں اپنا چیلا بنا کر بھائی کو بھائی سے لڑا دیا۔ اس کے ہاتھوں سے اصغر جلالی کو قتل کرایا اور یوں اپنی بیٹی کو بیوہ بنا دیا۔

پھر اس نے خود ہی ہنستے ہوئے کہا۔ ”کوئی بات نہیں۔ میری زندگی میں کتنے ہی مرد آتے جاتے ہیں۔ میری بیٹی کی زندگی میں بھی کوئی دوسرا تیسرا آ جائے گا۔ یہ بیٹی میری جان ہے۔ میں اسے اپنے راستے پر چلاؤں گی۔“

اس کے نظریہ کے مطابق بیٹی کو اپنے راستے پر لانے کا طریقہ یہی تھا کہ وہ اسے مصیبتوں میں مبتلا کرتی رہے لہٰذا اس نے پہلی قیامت اس پر یہ ڈھائی کہ اسے بیوہ کر دیا پھر اس کے دشمن اکبر جلالی کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ جب وہ اپنے مرحوم شوہر کے گھر سے بھاگ کر پناہ لینے کے لیے ذاکر کے مکان میں پہنچی تو اس وقت جینا اپنے ایک اہم معاملے میں مصروف ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ تھوڑی دیر بعد آ کر اس کی خبر لے گی۔

اس نے اپنی شیطانی قوت سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ ذاکر اور عمار بہت گہرے ہیں۔ پراسرار ہیں مگر اپنے معاملات میں الجھے ہوئے ہیں۔ اس کی بیٹی کو فی الحال نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

اس کا خیال غلط نکلا۔ جب وہ واپس آئی اور اپنی بیٹی کے خیالات پڑھنے لگی تو پتا چلا کہ کوئی اس کے خیالات کو بھٹکا رہا ہے۔ بصرہ نے نماز کی نیت توڑ دی تھی۔ توبہ کرنے کے بعد پھر نماز پڑھنے لگی تھی۔ جب آخر میں دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کے دونوں اٹھے ہوئے ہاتھ نیچے گر گئے تھے۔ وہ اسے دعا مانگنے کا موقع نہیں دے رہا تھا اور اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔ اس وقت بصرہ کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

چونکہ اس کی ماں اس کے اندر آ کر بولتی رہتی تھی۔ اس لیے یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ کوئی اور بھی اس کے اندر آیا ہوا ہے اور جب ذاکر اس کے کمرے میں آیا اور وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھنے لگی تب اس کی سمجھ میں آیا کہ وہ شخص اسے خیال خوانی کے ذریعے سحر زدہ کر کے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

لیکن وہ اپنے شرمناک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پولیس والے وہاں پہنچ گئے تھے۔ بصرہ نے شکریہ ادا کیا کہ خدا نے اس کی آبرو بچالی۔

اور کیا خوب تحفظ حاصل ہوا کہ وہ سارے دشمن آپس میں لڑے تھے۔ صرف ذاکر وہاں سے فرار ہو گیا تھا۔ اسے زندہ تو کہنا چاہیے سلامت نہیں کہنا چاہیے کیونکہ بصرہ کی ماں جینا نے وہاں پہنچ کر بیٹی کے ذریعے گولی چلا کر اس کے بازو کو زخمی کر دیا تھا۔ آئندہ بھی سلامت اس لیے نہیں رہ سکتا تھا کہ شیطان کی محبوبہ جینا کی نظروں میں آ گیا تھا۔

وہ کسی ایسے ڈاکٹر کے پاس پہنچنا چاہتا تھا جہاں اس کے زخم کی مرہم پٹی بھی ہو جائے اور پولیس والوں کو خبر بھی نہ ہو۔ وہ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی اس نے ڈرائیور سے کہا۔ ”ذرا تیز رفتاری سے چلاؤ۔ مجھے اس علاقے سے دور لے چلو۔“

وہ اس علاقے سے نکل گئے تو ڈرائیور نے پوچھا۔ ”معلوم تو ہو کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟“

”تم دیکھ رہے ہو میں نے اپنے بازو پر کپڑا لپیٹ کر رکھا ہے۔ یہ بازو زخمی ہے۔ ایک دشمن نے گولی چلائی تھی۔ میں اس معاملے کو پولیس کیس بنانا نہیں چاہتا۔ خوامخواہ کسی جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ مجھے کسی ایسے ڈاکٹر کے پاس لے چلو، جہاں رازداری سے میرے زخموں کی مرہم پٹی ہو جائے۔ میں تمہیں دو سو امریکی ڈالرز دوں گا۔“

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”ارے اتنی رقم میں تو میں آپ کو سر پر بٹھا کر لے جاؤں گا۔ بس اب فکر نہ کریں۔ کوئی پولیس کیس نہیں ہوگا۔ ابھی آپ کی مرہم پٹی ہو جائے گی۔“

اس نے ذاکر کو ایک کلینک میں پہنچا دیا۔ وہاں ذاکر نے ڈاکٹر کو بھی بھاری رقم دی۔ ڈاکٹر نے اس کی مرہم پٹی کر دی۔ وہ اس دوران میں کئی بار خیال خوانی کی کوششیں کر چکا تھا لیکن بار بار ناکام ہوا تو سمجھ میں آ گیا تھا کہ جب تک زخم کی تکلیف کم نہیں ہوگی، دماغی توانائی بحال نہیں ہو سکتی۔ تب تک وہ خیال خوانی نہیں کر سکے گا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا چھا گیا تھا۔ کہیں جانے کا راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ بازو زخمی ہو گیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بھی عارضی طور پر ختم ہو گئی تھی۔ سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ غیر معمولی آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین بالکل ہی ناکارہ ہو گئی تھی۔ جب تک اس کے ناکارہ پرزے سیارے سے لائے نہ جاتے تب تک وہ کارآمد نہیں ہو سکتی تھی۔

اس کے بیگ میں کمیونیکیشن مشین تھی۔ وہ گریٹ ایشورارا سے رابطہ کر کے اسے اپنا دکھڑا سنا سکتا تھا۔ اس سے امداد حاصل کر سکتا تھا لیکن کسی جگہ پناہ لینے اور آرام سے بیٹھنے کے بعد ہی وہ اسے مدد کے لیے پکار سکتا تھا۔ پولیس والوں کی طرف سے خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ جب شامت آتی ہے تو اسی طرح ہر سمت سے بدنصیبی کے حملے ہوتے ہیں۔ بندے کو سنبھلنے اور سانس لینے کی مہلت بھی نہیں ملتی۔

وہ قانونی گرفت میں آنے سے پہلے استنبول سے کہیں دور جانا چاہتا تھا۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں، استنبول کو دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک حصہ مغربی ہے اور دوسرا مشرقی... شہر ایک ہی ہے اور دونوں ہی حصوں میں مسلمانوں کی آبادی ننانوے فیصد ہے۔ تاہم بحیرۂ مرمر نے جغرافیائی طور پر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

وہ ایک ٹیکسی کے ذریعے بندرگاہ تک پہنچا پھر وہاں سے فیری بوٹ کے ذریعے مغربی استنبول کا رخ کیا۔ شہر کے شمال مغرب میں یوگوسلاویہ تھا اور مغرب میں یونان.... اس کا ارادہ تھا کہ وہ ان میں سے کسی ملک کی طرف نکل جائے گا۔ بحیرۂ مرمر کو ایک پل کے ذریعے بھی پار کیا جاتا ہے۔ بیشمار

گاڑیاں اس پل پر سے گزرتی ہیں لیکن ذاکر نے فیری بوٹ کا انتخاب کیا تھا۔ وہ اس بوٹ میں آرام سے بیٹھ کر گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرسکتا تھا۔

وہ ایک وسیع وعریض فیری بوٹ تھی۔ لوگ اس کے ذریعے بھاری سامان ایک کنارے سے دوسرے کنارے لے جاتے تھے۔ اس بوٹ کے ایک جانب بھاری بھرکم گاڑیاں کھڑی تھیں اور کسی کمپنی کے پیک کیے ہوئے بیشمار کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ دوسری جانب مسافروں کے بیٹھنے کے لیے جگہ تھی۔ جو زیادہ آرام طلب تھے۔ وہ اضافی کرایہ ادا کر کے ایک کیبن حاصل کر لیتے تھے اور وہاں اپنی کسی پارٹنر کے ساتھ بحیرۂ مرمر کی چھاتی پر انجوائے کرتے ہوئے دوسرے کنارے تک جاتے تھے۔

ذاکر کو تنہائی کی ضرورت تھی۔ اس نے بھی ایک کیبن حاصل کیا تھا پھر دروازے کو بند کرنے کے بعد کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا، رابطہ ہوگیا۔ گریٹ ایشورارا کی تحریر اُبھرنے لگی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''تو اب تک کہاں تھا؟ میں نے کالنگ سگنل دیا لیکن تُو نے اٹینڈ نہیں کیا۔''

اس نے کہا۔ ''کمیونیکیشن مشین میرے بیگ کے اندر تھی۔ میں نے سگنل ٹون سنا تھا لیکن حالات مجھے اجازت نہیں دے رہے تھے۔ کہیں دم لینے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ میں اب تک بھاگا بھاگا پھر رہا تھا۔''

''ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟ کیوں بھاگا بھاگا پھر رہا ہے؟ کسی تمہید کے بغیر اپنے حالات بیان کر...؟''

وہ تحریری جواب دیتے ہوئے اپنا دکھڑا سنانے لگا۔ گریٹ ایشورارا سُن رہا تھا اور غصے سے تلملا رہا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایشورارا کے بعد دوسرا نائب بن کر جانے والا ذاکر اس بُری طرح مصائب کی دلدل میں دھنسنے لگے گا۔

وہ جھنجلا کر اسے باتیں سنانے لگا پھر اس نے کہا۔ ''میرا انتظار کر...... میں ابھی رابطہ کروں گا۔''

اس نے کہا۔ ''لیکن میں رابطہ نہیں کرسکوں گا۔ آدھے گھنٹے بعد مغربی استنبول پہنچوں گا۔ وہاں سے کسی دوسرے ملک پہنچنے تک شاید کہیں بھی رابطہ کرنے کے لیے تنہائی نصیب نہ ہو۔ مجھے ہر حال میں استنبول سے باہر نکل جانا چاہیے...... ورنہ میں قانون کی گرفت میں آجاؤں گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''کیا مصیبت ہے؟ تُو نے اپنے بچاؤ کے لیے پولیس والوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ میں ان حالات میں کیا کرسکتا ہوں؟ جا...اور جلد سے جلد کسی فلائٹ میں جگہ حاصل کر کے استنبول سے باہر نکل جا پھر مجھ سے رابطہ کر۔ میں انتظار کروں گا۔''

ان کے درمیان رابطہ ختم ہوگیا۔ ذاکر نے کمیونیکیشن مشین کو بند کر کے بیگ میں رکھ لیا پھر سوچنے لگا۔ ''استنبول کو چھوڑ کر کس ملک کی طرف جانا چاہیے؟ اگر میری خیال خوانی کی صلاحیت بحال ہوتی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں بیٹھے بیٹھے کسی بھی فلائٹ میں سیٹ او کے کرالیتا۔ مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ مجھے کس ملک کے کس شہر میں جانا ہے؟''

وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ایک تو حالات نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ ٹیلی پیتھی سے محرومی نے اسے کمزور بنا دیا تھا۔ اس کے زخمی بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ ''زخم کب بھریں گے؟ کب میری دماغی توانائی بحال ہوگی اور میں خیال خوانی کرسکوں گا؟''

ایسے وقت اس کی نظر اس غیر معمولی مشین پر پڑی۔ اس نے اسے ایک چرمی تھیلی میں چھپا دیا تھا۔

وہ اسے تھیلی سے نکال کر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ بڑی خرابی پیدا ہوگئی تھی اور ایسے پرزے اس دنیا میں تیار نہیں کیے جاسکیں گے۔ وہ بڑی دیر تک ان کا معائنہ کرتا رہا اور یہ سوچ کر مایوس ہوتا رہا کہ اس کی مرمت میں پتا نہیں کتنے دن، کتنے ہفتے اور مہینے لگ جائیں گے؟

اس نے اسے بند کر کے پھر تھیلی میں رکھ دیا۔ وہاں سے اٹھ کر دروازہ کھول کر کیبن سے باہر آگیا۔ ایک تو فکر و پریشانی تھی، دوسرے بند کیبن میں دم الجھ رہا تھا۔ وہ ریلنگ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ کھلی فضا میں تازگی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ نیلے آسمان کو...... بحیرۂ مرمر کے نیلے پانی کو دور تک دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سوچا۔ ''زخمی بازو کی تکلیف کم ہو چکی ہے۔ شاید اب میں خیال خوانی کرسکوں گا؟

وہ خیال خوانی کے لیے خود کو ذہنی طور سے آمادہ کرنے لگا۔ یہ سوچنے لگا۔ ''مجھے کس کے اندر جانا چاہیے؟ کس کی آواز اور لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لینا چاہیے؟''

کئی اکابرین اس کے ذہن میں آئے۔ وہ کسی کے اندر بھی جاسکتا تھا مگر نگاہوں کے سامنے بصرہ کا حسن و شباب جھلملانے لگا۔ وہ ایک ایسا پھل تھی جو شاخ سے ٹوٹ کر اس کی جھولی میں آئی تھی لیکن حالات نے اسے چکھنے نہیں دیا تھا۔ اب وہ صبر کا پھل بن گئی تھی۔ وہ صبر کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''کوئی بات نہیں وہ نہ سہی ویسی ہی کوئی دوسری مل جائے گی۔''



ایسے ہی وقت اسے اپنے اندر بصرہ کی آواز سنائی دی۔ ''میرے جیسی کوئی دوسری ملے یا نہ ملے۔ میں تو ابھی مل سکتی ہوں۔''

اس نے چونک کر اپنے سر کو تھام لیا۔ سوچنے لگا۔ ''کیا یہ آواز میرے اندر سے اُبھر رہی تھی؟ یا کہیں آس پاس سے آرہی ہے؟''

وہ سر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر ایک سمت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ ایک کیبن کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''تم...اور یہاں؟''

وہ کافرانہ انداز سے مسکراتے ہوئے بولی۔ ''تجھے حالات کے ایسے جوتے پڑے کہ مجھے چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ میں نہیں چاہتی تھی تیرے دل میں میرے لیے کوئی حسرت رہ جائے۔ اس لیے...''

وہ بات ادھوری چھوڑ کر بڑی ادا سے کیٹ واک کرتی ہوئی اس سے کچھ فاصلے پر ریلنگ کے پاس آگئی۔ اس نے جس بصرہ کو اپنی چھت کے نیچے دیکھا تھا وہ کوئی اور تھی اور یہ کوئی اور ہی لگ رہی تھی۔ جب کہ بالکل وہی ناک نقشہ تھا۔ وہی قد، وہی جسم، وہی چیختا ہوا شباب سب کچھ وہی تھا مگر لباس بدل گیا تھا۔ وہ بصرہ سر سے پاؤں تک لباس میں چھپی رہتی تھی۔ عبا پہنتی تھی۔ سر اور آدھے چہرے کو اسکارف سے ڈھانپ کر رکھتی تھی لیکن اس وقت جو سامنے ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے بلو کلر کی جینز پر میرون کلر کی جرسی پہنی ہوئی تھی۔ جو خزانے وہ عبا میں چھپا کر رکھتی تھی، انہیں موڈ لباس کے ذریعے مشتہر کر رہی تھی۔

وہ اس کے ذرا قریب آکر بولا۔ ''تم تو اپنا بدن کہیں سے دکھاتی نہیں تھیں۔ میرے گھر کی چار دیواری میں بڑی پارسا بنی ہوئی تھیں۔ نمازیں پڑھ رہی تھیں مگر یہاں تو تمہارا رنگ ڈھنگ ہی کچھ اور ہے؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''وہ حسن ہی کیا جو رنگ نہ بدلتا ہو؟ وہ ادائی ہی کیا جو ڈھنگ نہ بدلتی ہو؟ دنیا کے پچاس فیصد مرد ایک عورت سے مطمئن نہیں ہوتے۔ عورتیں بدل بدل کر عیاشی کرتے ہیں۔ اس لیے میں ہر لمحہ بدلتی رہتی ہوں۔ تاکہ تیرے اندر نئی کشش پیدا ہوتی رہے۔ ذرا ٹھہرو...... میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ پھر کیٹ واک کرتی ہوئی اپنے جسم کو لچکاتے ہوئے ذرا دور گئی پھر اس کے کیبن کے دروازے کو کھول کر ذرا رک گئی۔ سر گھما کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کے بعد اندر جا کر دروازے کو بند کر لیا۔

ذاکر کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ یہ جیسے اشارہ تھا۔ ''میں تیرے بند کیبن میں ہوں۔ سوچتا کیا ہے؟ چل آجا..... آ بھی جا...''

اس کے جذبات بھڑکنے لگے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ دوسرا ساحل قریب آرہا تھا۔ اب اتنا وقت نہیں رہا تھا کہ اس کے ساتھ بند کیبن میں وقت گزارتا پھر بھی وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کیبن کے بند دروازے پر آگیا۔ اسے کھولنا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی کھل گیا۔ اس کھلے ہوئے دروازے پر وہی بصرہ دکھائی دے رہی تھی لیکن لباس تبدیل ہوگیا تھا۔ اب وہ بلیک منی اسکرٹ اور اورنج کلر کے بلاؤز میں تھی۔ کھلے ہوئے لفافے کی طرح تھی۔ اپنا پسندیدہ مضمون پڑھنے کی اجازت دے رہی تھی مگر آہ..! پھر حسرت ہی رہ گئی۔ فیری بوٹ کا سگنل سنائی دے رہا تھا۔ وہ بوٹ ساحل سے لگ رہی تھی۔ وہ مغربی استنبول پہنچ چکا تھا۔ ایسے میں وہ دوسری بار ہاتھ آتے آتے رہ گئی تھی۔

وہ ہنستی ہوئی کیبن سے باہر آتے ہوئے بولی۔ ''تیرے نصیب میں بھوکا رہنا ہے۔ تجھے کھانے کے لیے للچاتے رہنا ہے۔ کوئی بات نہیں پھر کبھی سہی۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔ جا اپنا سامان اٹھا کر لے آ۔''

وہ کیبن کے اندر گیا۔ اس نے سفری بیگ کو اٹھا کر اپنی پشت پر باندھا پھر چرمی تھیلے میں چھپی ہوئی اس غیر معمولی مشین کو اٹھا لیا۔ وہ بصرہ کو ایک کھلا ہوا دعوت نامہ سمجھ کر کیبن میں آیا تھا۔ اس وقت اس نے توجہ نہیں دی تھی۔ اب حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ جب وہ کیبن کا دروازہ کھول کر اندر گئی تو جینز اور جرسی میں تھی پھر دو منٹ کے اندر باہر نکلی تو منی اسکرٹ اور بلاؤز میں دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے اتنی جلدی لباس کیسے تبدیل کر لیا تھا؟ اس کے پاس کوئی سفری بیگ نہیں تھا پھر کیبن کے اندر پہنچتے ہی لباس کیسے بدل گیا تھا؟

وہ حیرانی سے سوچتا ہوا اپنا سامان اٹھا کر کیبن سے باہر آیا تو چڑیا پھُر ہوگئی تھی۔ کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ تیزی سے فیری بوٹ کے مختلف حصوں میں جا کر اسے ڈھونڈنے لگا۔

تمام مسافر اپنا اپنا سامان اٹھائے اس بوٹ کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے ساحلی پلیٹ فارم پر جا رہے تھے۔ وہ دور دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ بوٹ سے اترنے والی ایک ایک عورت کو دیکھ رہا تھا۔ ان میں وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

وہ اسے تلاش کرنے کے بعد سب سے آخر میں بوٹ سے باہر آیا۔ ایک پُراسرار حسینہ نے اسے الجھا دیا تھا۔ اس

دوران میں وہ بھول گیا تھا کہ استنبول کی پولیس اسے تلاش کر رہی ہوگی۔ وہ فوراً ہی ایک ٹریولنگ ایجنسی میں پہنچا۔ وہاں یہ معلوم ہوا کہ وہ یوگوسلاویہ یا یونان کی طرف جائے گا تو اسے دس گھنٹے بعد کوئی فلائٹ ملے گی۔ ایک گھنٹے بعد ایک فلائٹ پیرس جانے والی تھی۔ اس میں اسے ایک سیٹ مل گئی۔ وہ فوراً ہی ٹیکسی میں بیٹھ کر ایرپورٹ پہنچا۔ وہاں بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کے بعد ویٹنگ روم میں آگیا۔ آرام سے بیٹھ کر فلائٹ کی روانگی کا انتظار کرنے لگا۔

وہ بڑے ہی ناموافق حالات سے گزر رہا تھا۔ اس کے پاس غیر معمولی مشین تھی مگر ناکارہ ہو چکی تھی۔ وہ ایک بہت بڑے اور اہم ہتھیار سے محروم ہو گیا تھا۔ دوسرا زبردست ہتھیار ٹیلی پیتھی تھی۔ وہ ذہنی کمزوری کے باعث اپنی اس غیر معمولی صلاحیت کو کام میں نہیں لا سکتا تھا۔ ذرا اطمینان یہ ہوا تھا کہ اب وہ قانون کی گرفت میں نہیں آ سکتا تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر استنبول سے دور جانے والا تھا۔

اس نے تمام اکابرین سے وعدہ کیا تھا کہ گریٹ ایشورارا کے ذریعے ان کے تمام مطالبات منوا لے گا۔ باقاعدہ دوستی اور سمجھوتے کے سلسلے میں تحریری معاہدہ ہوگا۔

وہ ٹیلی فون کے ذریعے کسی کو مخاطب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ اندازہ تھا کہ ہم اس کی آواز اپنی غیر معمولی مشین پر سن لیں گے اور مشین کے آڈیو سسٹم کے ذریعے اسے کیچ کریں گے پھر وہ جہاں بھی ہوگا اسکرین پر انہیں دکھائی دینے لگے گا۔

وہ ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ بس ایک ٹیلی پیتھی کا ہی آسرا تھا کہ دماغی توانائی بحال ہوگی تو کسی کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کرے گا پھر گریٹ ایشورارا ابھی سیارے میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ استنبول سے باہر نکلنے کے بعد کسی محفوظ جگہ پہنچتے ہی اس سے رابطہ کرے۔ ابھی یقینی طور پر پوری طرح تحفظ حاصل نہیں ہوا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد اس کی فلائٹ وہاں سے روانہ ہونے والی تھی اور اس آدھے گھنٹے میں بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ ایسے ہی وقت بصرہ کا قہقہہ سنائی دیا۔

اس نے چونک کر اِدھر اُدھر سر گھماتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ تب اس کی سمجھ میں آنے لگا کہ وہ کوئی خطرناک وچ لیڈی ہے یا پھر ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اسے اپنے اندر اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''کیا اپنے فضول معاملات میں الجھا ہوا ہے؟ میرے بارے میں کیوں نہیں سوچتا...؟''

اس نے حیرانی سے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا تُو ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟''

''پتا نہیں۔ میں کیا جانتی ہوں اور کیا نہیں جانتی؟ اب تُو پوچھے گا کہ میں اچانک فیری بوٹ میں کیسے پہنچ گئی تھی؟ پھر میں نے تیرے کیبن میں جا کر لباس کیسے تبدیل کر لیا تھا؟ اس کے بعد پھر کہاں گم ہو گئی تھی؟ تیرے دماغ میں بہت سے سوالات پیدا ہوں گے اور تیرے کسی سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ میں کچھ نہیں جانتی کہ میں کیا ہوں؟ بس میرا یار دلدار سلامت رہے۔''

''تیرا یار دلدار کون ہے؟''

''وہ بڑا نٹ کھٹ چھیل چھبیلا ہے۔ جب سے انسان اس دنیا میں آیا ہے، تب سے وہ بھی اس زمین پر پہنچا ہوا ہے اور جب تک قیامت نہیں آئے گی تب تک وہ زندہ و سلامت رہے گا۔''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''تُو کس کی بات کر رہی ہے؟ ایسا تو یہاں کے دین دھرم والے اپنے خدا، بھگوان اور گاڈ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ازل سے ہے اور قیامت تک رہے گا بلکہ قیامت کے بعد بھی رہے گا؟''

''میں اس کی بات کر رہی ہوں جو صرف قیامت تک رہے گا۔ جب تک انسان ہے تب تک وہ ہے...اور وہ ہے شیطان...''

وہ بے یقینی سے بولا۔ ''کیا تُو یہ کہنا چاہتی ہے کہ شیطان تیرا یار اور دلدار ہے اور تُو اس کی محبوبہ ہے؟''

''بے شک، میں اس کے آغوش میں کھیلتی رہتی ہوں اور ہمیشہ حسین اور جوان رہتی ہوں۔''

''پھر تو تُو نے شیطان کو دیکھا ہوگا؟''

''وہ تو تُو بھی دیکھتا ہے مگر سمجھتا نہیں ہے کہ ہر انسان کے اندر شیطان موجود ہوتا ہے۔ وہ کسی کسی کے اندر اتنی شدت سے سما جاتا ہے کہ اس کے اندر سے انسان مر جاتا ہے۔''

''میں مشرقی استنبول میں تجھے چھوڑ آیا تھا پھر تو میرا پیچھا کیوں کر رہی ہے؟ میرے پاس آنا کیا ضروری ہے؟''

''پہلے تُو میرے پاس آیا ہے۔ تیرا دل مجھ پر آ گیا تھا۔ کیا بھول گیا۔''

''تو بہت ہی پراسرار اور خطرناک ہے۔ میں تیرے ساتھ موج مستی کی بات سوچ بھی نہیں سکتا۔ پلیز...... میرا پیچھا چھوڑ دے۔''

''کیسے چھوڑ دوں؟ جب میں تیرے گھر میں پناہ لینے آئی تو کمزور تھی...... بے بس تھی۔ تم مرد کیا ہوتے ہو عورت کی

کمزوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہو خوب موج کرتے ہو اور جب کوئی سیر پر سوا سیر مل جاتی ہے تو اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

"جب تُو میرے اندر آرہی ہے تو میرے خیالات بھی پڑھ رہی ہوگی؟ میرے حالات بھی تجھے معلوم ہو رہے ہوں گے؟ میں بہت پریشان ہوں، میرے آگے پیچھے دشمنوں کی کمی نہیں ہے۔ تجھ سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ میری کچھ مدد کر سکتی ہے تو کر...... ورنہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔"

اناؤنسمینٹ ہو رہی تھی کہ جہاز روانگی کے لیے تیار ہے۔ مسافروں کو اپنی اپنی سیٹ پر پہنچنا چاہیے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سامان اٹھاتے ہوئے بولا۔ "میں تیرا جواب سننا چاہتا ہوں۔"

مگر خاموشی رہی۔ اس نے وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے اسے مخاطب کیا لیکن اسے جواب نہیں ملا۔ وہ جا چکی تھی۔ کچھ اطمینان حاصل ہوا کہ شاید اس نے پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ وہ ویٹنگ ہال سے نکل کر اِدھر سے اُدھر دیکھتا رہا۔ جہاز کی سیڑھی کے پاس مسافروں کی قطار لگی ہوئی تھی۔ وہ اس قطار میں بھی دکھائی نہیں دی۔ اس نے ایک گہرا سانس لے کر سوچا۔ "اچھا ہے اگر وہ جا چکی ہے۔ بیک وقت کئی پہلوؤں سے ایسی آفتیں نازل ہو رہی ہیں کہ سنبھلنا مشکل ہو رہا ہے۔ اس پراسرار بلا سے نجات مل جائے تو اچھا ہے۔"

دیکھا جائے تو اسے واقعی سنگین حالات سے نمٹنا تھا۔ ذرا سی غفلت اسے ایشورارا کی طرح موت کے گھاٹ اتار سکتی تھی اور وہ پراسرار بلا تھی کہ بار بار اس کے پاس آکر اپنے حسن و شباب کا چارا ڈال رہی تھی۔ اگرچہ اس طرح اس کی فکر و پریشانی دور ہو سکتی تھی، وہ اپنے سنگین حالات کو وقتی طور پر بھول سکتا تھا لیکن یہ بھول بعد میں بہت مہنگی پڑتی۔

وہ جہاز کے اندر آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھی خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں نے رسمی طور پر ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا پھر اس خاتون نے کہا۔ "میں سوچ رہی تھی پتا نہیں میرے ساتھ والی سیٹ پر کون کم بخت آکر بیٹھے گا؟ بعض مسافر بہت ہی ناقابلِ برداشت ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ سفر کرنا مشکل ہو جاتا ہے مگر تم تو گبرو جوان ہو۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ ہمارا سفر بڑا ہی رومانٹک ہوگا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے قریب ہوگئی۔ اس سے چپکنے لگی۔ ذاکر فوراً ہی پرے ہو کر بولا۔ "یہ کیا کر رہی ہے؟ اپنی عمر دیکھ اور یہ انداز دیکھ۔ میری طرف ہاتھ بڑھا رہی ہے اور پاؤں قبر میں لٹکائے بیٹھی ہے۔ تجھے شرم آنی چاہیے۔"

وہ بولی۔ "پلیز...... مجھے بوڑھی مت بول۔ تکلیف ہوتی ہے۔ کیا ہم بوڑھوں کے سینے میں دل نہیں ہوتا؟ کسی بھی بوڑھے مرد سے جا کر پوچھ اس کا دل جوان لڑکیوں کے لیے کیوں مچلتا ہے پھر بوڑھی عورت کا دل تیرے جیسے گبرو جوان کے لیے کیوں نہیں مچل سکتا۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "کیا مصیبت ہے؟ ایک بلا سے نجات ملی تو دوسری پیچھے پڑ گئی ہے۔ پلیز میڈم! میں بہت پریشانیوں مجھ سے کوئی بات نہ کرو اور مجھے خاموشی سے اپنے حالات پر غور کرنے دے۔"

"تُو اپنے حالات پر کب تک غور کرتا رہے گا؟ تیری مشکلات تو بڑھتی جارہی ہیں۔ تیرے پاس جو کچھ بچا تھا وہ سب لٹ گیا ہے۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "تُو کیا بکواس کر رہی ہے؟ تیری ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟"

"مجھ سے نہ پوچھ... اپنا بیگ کھول کر دیکھ۔"

ذاکر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا پھر فوراً ہی اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولا تو وہاں صرف پہننے کے دو چار جوڑے اور ایک کمیونیکیشن مشین دکھائی دی۔ باقی ہیرے جواہرات اور سونے کی ننھی اینٹیں غائب تھیں۔ بیگ کے ایک خانے میں برٹش پاؤنڈز کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی نہیں اس کا سر گھومنے لگا۔ وہ کرنسی کے بغیر پیرس پہنچ کر نہ تو کسی ہوٹل میں رہ سکتا تھا شاید بھوکا مرنے کی بھی نوبت آجاتی۔ جب کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جب چاہتا جہاں سے چاہتا مطلوبہ رقم حاصل کر لیتا۔

اس نے چونک کر اس بوڑھی خاتون کو دیکھا۔ وہ کھڑکی کی طرف منہ کیے باہر سفید بادلوں کو دیکھ رہی تھی۔ جہاز بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے بوڑھی خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "میڈم! تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں بری لٹ گیا ہوں اور میرا بیگ بھی خالی ہو گیا ہے؟"

"تم تو یہاں آتے ہی مجھ بوڑھی عورت سے بیزار ہو گئے۔ مجھے نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا۔ دیکھ لیتے تو بہت سے باتیں سمجھ میں آجاتیں۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا پھر کہا۔ "اپنا منہ اِدھر کر۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

اس نے آہستہ آہستہ اپنا منہ اس کی طرف گھمایا۔ وہ



اسے غور سے دیکھنے لگا پھر حیرانی سے بولا۔ "تم تو بصرہ کی طرح دکھائی دے رہی ہو؟ اس کی ہم شکل ہو۔"

وہ بولی۔ "ہاں، میں اس کی ماں ہوں۔ میری بیٹی در در کی ٹھوکریں کھا رہی تھی۔ تمہارے پاس پناہ لینے آئی تو تم اس کی آبرو سے کھیلنا چاہتے تھے۔ کیا تمہیں اس کی سزا نہیں ملنی چاہیے؟"

وہ بولا۔ "میرے ارادے اس کے لیے اچھے نہیں تھے پھر بھی میں نے اس کی عزت نہیں لوٹی اور جب کوئی گناہ نہیں کیا تو تم سزا کس بات کی دو گی؟"

"تم اس کی عزت سے کھیل نہیں سکتے تھے۔ وہ بڑی امیدوں والی ہے۔ ایک طرف تو خدا اس کی حفاظت کرتا ہے۔ دوسری طرف میری شیطانی قوتیں اسے تحفظ دیتی ہیں۔ سیارے سے تیرا باپ بھی یہاں آئے گا تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

اس نے ایک دم سے چونک کر گھبرا کر پوچھا۔ "تم کیسے جانتی ہو کہ میں سیارے سے آیا ہوں؟"

وہ بڑے فخر سے مسکرا کر بولی۔ "میرے یار دلدار شیطان سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ اسے سب معلوم ہو جاتا ہے۔ مجھ سے زیادہ بحث نہ کر...... صرف اتنا بتا کہ تو میری بیٹی کو کیوں برباد کرنا چاہتا تھا؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "مجھ سے غلطی ہو گئی میری ماں۔ مجھے معاف کر دے۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔ اتنا بتا دے کہ میرے قیمتی ہیرے جواہرات، سونے کی اینٹیں اور نقد رقم ساری کی ساری کیسے غائب ہو گئیں؟"

وہ بولی۔ "میں فیری بوٹ میں تیرے پاس آئی تھی۔"

وہ بولا۔ "نہیں...... وہ تو بصرہ تھی۔"

"وہ میں تھی میں دو منٹ کے لیے تیرے کیبن کے اندر گئی، جب باہر آئی تو تیرا بیگ خالی ہو چکا تھا۔ تو نے اس وقت نہیں دیکھا تجھے دیکھنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔ اب بتا آگے کیا کرے گا؟ نہ تیرے پاس مال و دولت ہے، نہ تیرے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہے۔ بس کمیونیکیشن ........ مشین ہے۔ میں اسے بھی تباہ کر سکتی ہوں یا غائب کر سکتی ہوں لیکن دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ سیارے پر بیٹھا ہوا تیرا ابھگوان تیری کس طرح مدد کرے گا؟"

"وہ فوری طور سے میری مدد نہیں کر سکے گا بلکہ مجھ پر لعن طعن کرے گا کہ میں قدم قدم پر مات کھا رہا ہوں اور اپنے لیے مصیبتیں بڑھاتا جا رہا ہوں۔ میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ میری مصیبتیں نہ بڑھا۔ ہو سکے تو میری مدد کر۔ تو شیطانی قوت رکھتی ہے۔ اگر میری مدد کرے گی...... مجھے تمام مصیبتوں سے نکالے گی تو میں تیرا غلام بن کر رہوں گا۔"

"غلام نہیں...... میں تجھے داماد بنانا چاہتی ہوں۔ تو تگڑا جوان ہے۔ میری بیٹی کی ازدواجی زندگی اچھی گزرے گی پھر یہ کہ بہت ہی ذہین سائنسداں ہے۔ ہماری اس دنیا میں رہ کر بڑا نام کرے گا۔"

"تو نام کرنے کی بات کر رہی ہے۔ میں کوئی بھی کام کرنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔"

"جب تو میرا داماد بن جائے گا تو دنیا کی کوئی طاقت تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولا۔ "ایسی بات ہے تو میں راضی ہوں۔ پہلی ملاقات میں ہی تیری بیٹی پر میرا دل آگیا تھا۔ اس وقت میں گنہگار بننا چاہتا تھا لیکن اب اسے اپنی شریک حیات اور اپنی عزت بنا کر رکھوں گا۔ تو یہ بتا فوری طور پر میرے لیے کیا کر سکتی ہے؟"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ پیرس پہنچ کر آرام سے اپنے گریٹ ایشورارا کے ساتھ بات کر۔ میں اپنی بیٹی کو شادی کے لیے راضی کر کے تیرے پاس آؤں گی۔ بس یہ دعا کر میری بیٹی تجھ سے راضی ہو جائے۔ اگر نہ ہوئی تو میں تجھے اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ذاکر نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

"ابھی واش روم سے ہو کر آتی ہوں۔"

وہ واش روم کی طرف جانے لگی۔ سب سے پچھلی قطار میں بصرہ عبا پہنے سر کو اسکارف سے ڈھانپے بیٹھی تھی۔ ذاکر نے اسے دیکھا نہیں تھا۔ اگر دیکھ لیتا تو بصرہ کی ماں جینا اسے یہ سمجھنے کا موقع ہی نہیں دیتی کہ وہ بصرہ کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اس کے ذہن کو بھٹکا دیتی۔

وہ اپنی سیٹ پر بیٹھی کلام پاک پڑھ رہی تھی اور دعا مانگ رہی تھی کہ یا خدا! مجھے میری ماں کے شر سے محفوظ رکھ۔ میں اپنے برادر کے پاس لندن جانا چاہتی تھی لیکن اس نے مجھے سحر زدہ کر کے پیرس جانے والی فلائٹ میں بٹھا دیا ہے۔ پتا نہیں آئندہ یہ مجھے کس مصیبت میں پھنسانے والی ہے؟ یہ بے شرم ہے، مجھے بھی بے شرم بنانا چاہتی ہے۔ میرے مالک! میرے معبود! بس ایک تیرا ہی آسرا ہے۔ تو ہی مجھے اس کے شرمناک ارادوں سے بچا سکتا ہے۔

جینا اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ اس نے ناگواری سے ماں کو دیکھا پھر زیرِ لب دعائیں مانگنے لگی۔ جینا نے کہا۔

''اری! اس خدا سے کیوں مانگتی ہے جو کہیں دکھائی نہیں دیتا اور کسی کے لیے کچھ نہیں کرتا۔ میں تیری ماں ہوں۔ تجھے دکھائی دیتی ہوں۔ دن رات تیری فکر کرتی ہوں۔ تیرے کام آنا چاہتی ہوں۔ تیری زندگی بنانا چاہتی ہوں۔''

وہ بولی۔ ''میں نے اسلامی تعلیمات سے جو پہلا سبق سیکھا ہے' وہ یہ ہے کہ صرف اپنے خدا کی عبادت کرو اور صرف اسی سے مدد مانگو۔ شیطان مال و دولت آرام و آسائش کا لالچ دے کر مدد تو کرتا ہے مگر گناہوں کی دلدل میں اتار دیتا ہے۔''

''دیکھ تو ہمیشہ میرے خلاف بولتی ہے۔ میں تجھے مغرب کی طرف لے جانا چاہتی ہوں تو مشرق کی طرف جاتی ہے مگر یہ دیکھتی آرہی ہے کہ میں پھر تیرا راستہ بدل دیتی ہوں۔ تجھے ایک مسلمان سے محبت کر کے اس کا دین قبول کر کے کیا ملا؟ وہ تو حرام موت مارا گیا۔''

وہ بڑے دکھ سے بولی۔ ''اس کے مقدر میں جیسی موت لکھی تھی ویسے ہی وہ مارا گیا لیکن مجھ پر احسان کر گیا۔ مجھے دین اسلام کی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا گیا۔ میرا ایمان ہے کہ تُو مجھے گمراہ نہیں کر سکے گی۔''

جینا طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ اسے اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی۔ اس کے سامنے آ کر یوں لگتا تھا جیسے آئینے میں خود کو دیکھ رہی ہو۔ وہ اپنی بیٹی کو سب سے دولت مند اور سب سے خوش نصیب عورت بنانا چاہتی تھی۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ ''اسے کس طرح ایسے شخص سے شادی کرنے پر راضی کروں جو اس دنیا کا نہیں ہے۔ سیارے سے آیا ہے۔ بہت ہی ذہین اور تجربہ کار سائنسداں ہے؟ اگر میں اسے حالات کی ٹھوکروں سے بچاتی رہوں گی تو وہ اس دنیا میں رہ کر بہت نام کرے گا۔ میری بیٹی ایسے جیون ساتھی پر فخر کرے گی۔''

وہ بولی۔ ''دیکھ بیٹی! میں تیرے لیے کتنی قربانیاں دیتی ہوں۔ ہمیشہ جوان بن کر رہنا چاہتی ہوں مگر تیری خاطر دنیا والوں کے سامنے بوڑھی بن جاتی ہوں۔ عارضی طور پر ہی سہی تیری خاطر اپنی جوانی سے منہ موڑ لیتی ہوں۔''

''ماما! تُو مجھ سے منہ موڑ لے میری خاطر کوئی قربانی نہ دے۔ میں تیرا کوئی احسان نہیں لینا چاہتی۔''

''میری جان! تھوڑی دیر کے لیے غصہ تھوک دے۔ یہ یقین کر لے کہ میں اب کسی شیطانی ارادے سے نہیں آتی ہوں۔ آج پہلی بار میں ایک اچھی ماں بن جاتی ہوں۔ تُو ایک اچھی بیٹی بن جا۔''

''ٹھیک ہے۔ تُو اچھی باتیں کر۔ میں تیری کسی بات کی مخالفت نہیں کروں گی۔ بول کیا کہنا چاہتی ہے...؟''

اس نے پوچھا۔ ''تُو نے ذاکر علی کو دیکھا ہے؟''

''کون ذاکر علی...؟''

''وہی جس کے گھر میں تُو پناہ لینے گئی تھی اور جس نے تجھ پر نیت خراب کی تھی۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''اس مردود کا ذکر نہ کر...... پتا نہیں کیوں ایسے بدنیت اور شیطان صفت لوگ پیدا ہو جاتے ہیں؟ اور ہمارے لیے وبال جان بن جاتے ہیں۔''

''تُو پھر غصے سے بول رہی ہے۔ دیکھ ہر انسان سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اس سے بھی ایک غلطی ہو گئی۔ اگر کسی کو غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ معافی مانگے تو اسے معاف کر دینا چاہیے۔''

''بے شک تُو اچھی بات سمجھا رہی ہو۔ ٹھیک ہے میں نے اسے معاف کیا۔ اب کوئی دوسری بات کر۔''

''دوسری بات یہ ہے کہ وہ ایک بہت ہی ذہین اور تجربہ کار سائنسداں ہے۔ اس نے بہت سی غیر معمولی مشینیں ایجاد کی ہیں۔ کمال کی بات یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ آگے جا کر وہ بہت دولت اور شہرت حاصل کرے گا۔''

''تُو یہ باتیں مجھے کیوں بتا رہی ہے؟''

''اس لیے کہ دنیا کی ساری عورتیں ایسا جیون ساتھی چاہتی ہیں جو ذہین بھی ہو اور ساری دنیا میں عزت اور شہرت بھی حاصل کرے۔ اس طرح اس سے شادی کرنے والی کو بھی عزت اور شہرت حاصل ہوتی ہے۔ میں چاہتی ہوں' تُو اسے اپنا لائف پارٹنر بنا لے۔''

''شادی کی بات نہ کر۔ میں کسی کو اپنا جیون ساتھی نہیں بناؤں گی۔''

''فضول باتیں کر رہی ہے۔ دنیا میں کوئی عورت اکیلی نہیں رہتی۔ دیکھ نہیں رہی اکیلی ہو کر تو تجھ پر کتنی مصیبتیں آرہی ہیں۔ دربدر بھٹک رہی ہے۔ اگر میں نہ ہوتی تو...''

وہ بات کاٹ کر بولی۔ ''تم ہوتیں یا نہ ہوتیں، میرا خدا ہر حال میں میرے ساتھ ہے۔''

''چل ٹھیک ہے تیرا خدا تیرے ساتھ ہے۔ میں تجھ سے بحث نہیں کروں گی۔ ذرا عقل سے سوچ ایک عورت کو تنہا زندگی نہیں گزارنا چاہیے۔ لوگ خواہ مخواہ اسے بدنام کرتے ہیں۔ کیا تُو چاہے گی کہ دنیا والے تیرے بارے میں طرح طرح کی باتیں کریں اور تجھے اچھی نظروں سے نہ دیکھیں؟''

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ یہ تو سچ ہے کہ ایک تنہا



عورت کو سب ہی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اسے مفت کا مال سمجھ کر لوٹنا چاہتے ہیں۔ آج نہیں تو کل اسے ایک اچھے محبت کرنے والے شوہر کی ضرورت ہوگی۔

وہ قائل ہو کر بولی۔ ''ٹھیک ہے میں اس بارے میں سوچوں گی مگر ذاکر علی سے شادی نہیں کروں گی۔ میرا لائف پارٹنر مسلمان ہوگا۔''

''یہ تو میں پہلے سے ہی جانتی تھی کہ تو مسلمان کے سوا کسی اور کو اپنا لائف پارٹنر کبھی نہیں بنائے گی۔ ذاکر بھی تو مسلمان ہے۔ تُو نے تو اسے دیکھا بھی ہے۔''

''بہت سے لوگ دکھاوے کے مسلمان ہوتے ہیں۔ پہلے میں اسے آزماؤں گی۔ اگر اس کے دل میں خدا کا خوف ہوگا۔ وہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتا ہوگا تو میں اسے دل و جان سے قبول کروں گی۔''

''بے شک تو اسے جی بھر کے آزما لے۔ وہ بھی پیرس جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ روز رہے گی تو اسے اچھی طرح آزما سکے گی۔ وہ تیری کسوٹی پر پورا اترے گا۔''

وہ زبان سے اسے سمجھا رہی تھی اور اس کے دماغ میں یہ بات پک رہی تھی۔ ''ذاکر علی سے بڑی کامیاب سودے بازی ہو سکے گی۔ وہ مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے۔ میں اسے تمام مصیبتوں سے نکالوں گی۔ شرط یہی رکھوں گی کہ وہ دل میں خدا کا خوف رکھے یا نہ رکھے مگر بصرہ کو مطمئن کرنے کے لیے پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتا رہے۔ وہ میرا داماد بن جائے گا میری باتیں مانتا رہے گا تو میں اس پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دوں گی۔''

وہ بیٹی کے پاس سے اٹھ کر ہونے والے داماد کی طرف جانے لگی۔ سوچنے لگی۔ ''بیٹی تو میرے قابو میں نہیں ہے۔ داماد پوری طرح شکنجے میں رہے گا۔ اس کے ذریعے میں اپنی بیٹی کے لیے بہت کچھ کر سکوں گی۔ ہائے میری بچی! بہت نادان ہے۔ یہ سمجھ ہی نہیں سکے گی کہ میں نے ایک فراڈ مسلمان کو اس کا جیون ساتھی بنا دیا ہے۔''

بصرہ اپنی سیٹ پر سر جھکائے بیٹھی ماں کی سازشوں سے بے خبر' اپنے ایمان کی سلامتی کے لیے زیرِ لب دعائیں مانگ رہی تھی۔

☆☆☆

میں سونیا کے ساتھ پیرس میں تھا۔ ابھی یہ طے نہیں پایا تھا کہ ہمیں کس سمت آگے جانا ہے؟ کیونکہ نائب ایشورارادوم (ذاکر) کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ ہم نے کتنے ہی اکابرین سے رابطہ کیا۔ انہیں اطلاع دی۔ ''میں اور سونیا ادارے سے باہر آگئے ہیں۔ تم لوگوں نے سیارے والوں کے نام اپنی غلامی لکھ دی ہے۔ وہ جو تمہارے آقا ہیں...... انہیں اطلاع دو کہ ہم بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہیں۔ وہ لوگ ہمیں اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھ سکتے ہیں۔ ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں۔''

تمام اکابرین ہماری اس جرأت پر حیران تھے کہ ہم بابا صاحب کے ادارے کی محفوظ پناہ گاہ چھوڑ کر کھلے میدان میں آگئے ہیں اور سیارے والوں کو چیلنج کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا۔ ''پچھلے کئی گھنٹوں سے ہمارا ان سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ نائب ایشورارادوم نے کہا تھا کہ وہ جلد ہی ہم سے ضروری گفتگو کرنے کے لیے رابطہ کرے گا مگر پتا نہیں کیوں اس کی طرف سے خاموشی ہے؟''

سونیا نے پوچھا۔ ''وہ ضروری گفتگو کیا ہے؟ تم نہیں بتاؤ گے لیکن ہم جانتے ہیں تم لوگوں نے گریٹ ایشورارا کو اس دنیا کا حکمران بنانے کے لیے اس کے سامنے چند مطالبات پیش کیے ہیں۔ جب وہ مطالبات تسلیم کر لیے جائیں گے تو تم راضی خوشی ان کے غلام بن جاؤ گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمیں بار بار غلامی کا طعنہ نہ دو۔ ہم اپنے لیے جو بہتر سمجھتے ہیں وہ کر رہے ہیں۔ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ تم اس دنیا میں ان کی حکمرانی نہیں چاہتے تو ان کی مخالفت کرو۔ جلد یا بہ دیر تم بھی ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔''

''جیسے تم خود ہو ویسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہو۔ اندھوں کو ساری دنیا اندھی دکھائی دیتی ہے۔ جاؤ دیکھو تمہارے ہونے والے حکمران کا چمچہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ کیوں رابطہ نہیں کر رہا ہے؟ جب بھی رابطہ کرے تو اسے ہمارا فون نمبر بتا دو اور یہ خوشخبری سنا دو کہ وہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھ کر ٹریپ کر سکتا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہمارا حوصلہ دیکھو کہ ہم خود کو دشمن کے نشانے پر لے آئے ہیں۔ اگر وہ اس سنہری موقع سے فائدہ نہیں اٹھائے گا تو ہم اسے اس دنیا سے اٹھا دیں گے۔''

ہم نے اکابرین سے رابطہ ختم کر دیا۔ ہمیں امید تھی کہ جلد ہی ذاکر تک ہمارے بارے میں اطلاع پہنچے گی تو وہ اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھنا چاہے گا۔ مشین کے اس فنکشن کو وہ بھی اچھی طرح سمجھتا ہوگا کہ اپنی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھے گا تو ہم بھی اپنی مشین کے ذریعے اسے دیکھ لیں گے۔ نہ ہم اس سے چھپ سکیں گے اور نہ ہی وہ ہم سے چھپ سکے گا۔

چھپنے کی یہ تدبیر ہو سکتی تھی کہ وہ اپنے کسی آلۂ کار کو مشین کے سامنے بٹھائے اور وہ خود اس سے بہت دور رہے۔ خیال خوانی کے ذریعے اس آلۂ کار کے اندر موجود رہ کر اسی آلۂ کار کی آواز اور لب و لہجے میں مشین کے ذریعے ہم سے بات کرے۔ اس طرح وہ ہمیں دیکھے گا مگر ہم اسے دیکھ نہیں سکیں گے کیونکہ اس کا آلۂ کار مشین کے سامنے بیٹھا دکھائی دے گا۔

ہاں ہمیں اتنا فائدہ پہنچے گا کہ ہم اس مشین کے ذریعے معلوم کر لیں گے، وہ کہاں رکھی ہوئی ہے اور وہ آلۂ کار کس ملک، کس شہر اور کس علاقے کے کس مکان کی چار دیواری میں بیٹھا ہوا ہے؟

سونیا نے اس سے کہا۔ ''وہ مشین کے ذریعے ہم سے رابطہ کبھی نہیں کرے گا۔ یہ بھی نہیں چاہے گا کہ جہاں اس کی مشین رکھی ہوئی ہے، ہمیں وہاں کا پتا معلوم ہو جائے۔''

میں نے کہا۔ ''اگر وہ اپنی مشین کو استعمال نہیں کرے گا تو پھر فون کے ذریعے آواز بدل کر ہم سے رابطہ کرے گا۔ دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کرنے والا ہے؟''

ہم ساری زندگی خطرات سے گزرتے آئے ہیں۔ ہماری بے خبری میں بے شمار حملے ہم پر ہوتے رہے اور ہم اپنا بچاؤ کرتے ہوئے اب تک زندگی کی سانسیں لے رہے ہیں۔ آئندہ بھی دیکھنے والے تھے کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟

کئی گھنٹے گزر گئے ذاکر کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ سونیا نے مجھ سے کہا۔ ''تم بہت آرام طلب ہو گئے ہو۔ خوامخواہ اس کا انتظار کر رہے ہو۔ کیا خیال خوانی کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتے کہ اس کے اور اکابرین کے درمیان کیا کھچڑی پک رہی ہے؟''

میں نے کہا۔ ''بعد میں بھی خیال خوانی کروں گا تو ان کے اگلے پچھلے تمام حالات معلوم ہو جائیں گے۔''

وہ گھور کر بولی۔ ''یعنی ابھی خیال خوانی کا موڈ نہیں ہے؟ میں دیکھ رہی ہوں تم سچ مچ بوڑھے ہوتے جا رہے ہو بلکہ ہو گئے ہو۔''

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ''کیا یہ آج کی تازہ خبر ہے؟''

''تم خود ہی دیکھو تم میں پہلے جیسی چستی اور پھرتی نہیں رہی ہے۔ پہلے تم کوئی سا بھی کام پلک جھپکتے ہی کر گزرتے تھے۔ اب تھکے ہوئے انداز میں بیٹھے رہتے ہو یا لیٹے رہتے ہو۔ آج کا کام کل پر ٹالتے رہتے ہو۔ کھانسنے بھی لگے ہو۔ ایک بار دل کا دورہ پڑا۔ اگرچہ دورہ بہت ہلکا سا تھا پھر بھی تمہیں ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا چاہیے تھا لیکن سستی اور کاہلی کی وجہ سے اپنی بیماری کو بھی اہمیت نہیں دے رہے ہو۔ کیا یہ سب بڑھاپے کے آثار نہیں ہیں؟''

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم تو بابا فرید واسطی کی چہیتی تھیں۔ پتا نہیں انہوں نے تم پر کیا عمل کیا ہے سدا بہار رہتی ہو؟ میں جواباً یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری طرح تم بھی بوڑھی ہو چکی ہو۔ ویسے تمہاری عمر مجھ سے زیادہ نہ سہی، کم بھی نہیں ہے۔''

پھر میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''کاش بابا فرید واسطی مجھ پر بھی ایسا عمل کرتے۔ تم واقعی آج بھی بجلی کی طرح لپکتی ہو، بہت ہی تیز اور پھرتیلی ہو۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ مجھ پر بڑھاپا غالب آنے لگا ہے۔''

ایک بار کاہنہ نے کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں ایک بزرگ تقریباً تیس برس بعد واپس آنے والے ہیں جو اب تک کسی دور افتادہ غار میں رہ کر عبادت کر رہے ہیں۔ یہ بات شہر روم میں رہنے والے روحانیت کے حامل فادر جوزف نے بھی کہی تھی۔ پیشوائے اعظم برائٹ موسس نے بھی یہی پیشگوئی کی تھی۔

پیشگوئی یہ بھی تھی کہ میں کاہنہ کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاروں گا۔ وہ میری بیٹی کی ماں بنے گی پھر وہ مر جائے گی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ میں موت کی طرف بڑھتا چلا جاؤں گا۔ یہ پیشگوئی بڑی حد تک درست ثابت ہوئی تھی۔ وہ میری بیٹی کی ماں بننے والی تھی۔ اگرچہ اس نے بیٹی کو جنم نہیں دیا تھا۔ اس سے پہلے ہی مر گئی تھی۔ اب تیسری پیشگوئی یہ تھی کہ میں رفتہ رفتہ موت کی طرف بڑھتا چلا جاؤں گا اور میرا بڑھاپا یہی کہہ رہا تھا کہ یہ میری زندگی کی آخری منزل ہے۔

سونیا مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں سر جھکائے گہری سنجیدگی سے سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ''یہ کیا بات ہوئی؟ میں نے تمہیں بوڑھا کہہ دیا ہے تو سنجیدگی اور مایوسی سے بڑھاپے کے بارے میں سوچنے لگے ہو؟''

میں نے کہا۔ 'میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔ روحانیت کے حامل شہر روم کے فادر جوزف نے پیشگوئی کی ہے اور اعلیٰ حضرت نے بھی اشارتاً کہا ہے، ہمارے ادارے کے ایک بہت بڑے بزرگ تیس برس کے بعد واپس آنے والے ہیں۔ کیا ایسی پیشگوئی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بابا صاحب کے ادرے کے بانی محترم بابا فرید واسطی واپس تشریف لائیں گے؟''

سونیا نے مجھے دیکھا پھر کہا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے، ان کا انتقال ہو چکا ہے؟''

''جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے، وہ ہو جاتا ہے۔ اگر بابا فرید واسطی واپس نہیں آئیں گے تو پھر وہ پہنچے ہوئے بزرگ کون ہیں جو پچھلے تیس برس سے کسی غار میں عبادت کر رہے ہیں؟''

وہ بولی۔ ''خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ اتنا تو میں نے بھی سنا ہے کہ تیس برس کی اس مدت کے اٹھائیس برس پورے ہو چکے ہیں، اب وہ دو برس رہ گئے ہیں۔''

''میں نے چھ ماہ پہلے یہ پیشگوئی سنی تھی اس حساب سے وہ ڈیڑھ برس بعد واپس آنے والے ہیں اور جانتی ہو کہ ان کے واپس آنے کے بعد کیا ہوگا؟''

اس نے بڑے دکھ سے مجھے دیکھا پھر آگے آ کر میرے گلے میں بانہیں ڈال کر مجھ سے لپٹ گئی۔ یہ پیشگوئی تھی کہ جب وہ بزرگ بابا صاحب کے ادارے میں تشریف لائیں گے تو اس کے چالیس دن بعد میری زندگی پوری ہو جائے گی۔

سونیا فولاد تھی۔ آج تک دکھ بیماری نے زندگی کے بدترین حالات نے اور شہزور دشمنوں نے کبھی اسے رلانے کی جرأت نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کی آنکھوں میں کبھی آنسو آئے تھے۔ میں نے پہلی بار اسے روتے دیکھا، وہ میرے سینے سے لگ کر ایک کمزور عورت کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔ دنیا کی ہر عورت بیوی اور ماں بننے کے بعد کمزور ہو ہی جاتی ہے۔ کبھی کبھی کوئی نہ کوئی جذبہ اسے ضرور رلاتا ہے۔ ہم نے زندگی کے بدترین حالات میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اب یہ ساتھ چھوٹنے والا تھا۔ وہ رو رہی تھی اور میں بڑی خاموشی سے اسے تھپک رہا تھا۔

ہم بڑی دیر تک ایک دوسرے کے وجود میں اس طرح جذب ہو گئے جیسے کبھی الگ نہیں ہوں گے۔ جیسے موت بھی ہمیں کبھی الگ نہیں کر پائے گی۔ وہ تڑپ کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔ ''ایک دن سب ہی کو مرنا ہے۔ تمہیں بھی فنا ہونا ہے لیکن نہیں....'' وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''اتنی جلدی نہیں۔ میں تمہیں اتنی جلدی اس دنیا سے نہیں جانے دوں گی۔ آج تک میں ناممکن کو ممکن بناتی آئی ہوں۔ تمہاری طرف آنے والی موت کا بھی رخ بدل کر دکھاؤں گی۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''تم آج تک بہت کچھ کرتی آئی ہو۔ بے شک ہر بار ناممکن کو ممکن بناتی رہی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ تم میری موت کا وقت کیسے ٹالو گی؟ تمہارا یہ حوصلہ جذباتی بھی ہو سکتا ہے اور فولادی بھی ہو سکتا ہے۔ میں دیکھوں گا، آئندہ میری جان کیا کرنے والی ہے؟''

میں نے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں چھپا لیا۔ ہم نے یہ طے کر لیا کہ اب ہم مرنے کی نہیں صرف جینے کی باتیں کریں گے اور اپنی زندگی کو خوب انجوائے کریں گے۔ سونیا نے کہا۔ ''ہمیں اس شہر کے ہجوم سے نکل کر کسی ایسی تفریح گاہ میں جانا چاہیے، جہاں ہم تفریح بھی کر سکیں اور ہجوم اور ہنگامے بھی نہ ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''بحیرہ روم میں مارسیلز خوبصورت ساحلی علاقہ ہے۔ نائب ایشورا رادوم (ذاکر) کا سراغ ملنے تک ہم وہاں اچھا وقت گزار سکیں گے۔''

وہ بولی۔ ''ہم ٹرین میں سفر کریں گے۔ یوں بھی ہم نے کافی عرصے سے کسی ریل گاڑی میں سفر نہیں کیا ہے۔''

ہم نے اسی وقت فون کے ذریعے دو سیٹیں او کے کروائیں۔ وہ غیر معمولی مشین ایک چھوٹے سے بریف کیس میں سمائی ہوئی تھی۔ ہم نے اس مشین کے ساتھ اپنا سفری سامان لیا پھر رات کے دس بجے ٹرین میں آ کر بیٹھ گئے۔

اسے تقدیر کی ہیرا پھیری کہتے ہیں۔ ہم نائب ایشورا رادوم (ذاکر) کا سراغ لگانا چاہتے تھے۔ اسی شہر میں کہیں نہ کہیں اس سے سامنا ہو سکتا تھا لیکن ابھی تقدیر کو منظور نہیں تھا۔ جس وقت ہم ٹرین میں بیٹھ کر مارسیلز کی طرف جا رہے تھے اس وقت ذاکر پیرس پہنچ چکا تھا۔ وہاں کے ایک مہنگے ہوٹل میں رہنے ..... کے لیے تین کمرے میں حاصل کر رہا تھا۔ وہ ہماری طرف آیا تھا اور ہم اس سے دور جا رہے تھے۔

بصرہ اس بات پر راضی ہو گئی تھی کہ ذاکر کو خوب آزمائے گی۔ اگر وہ اس کے معیار اور مرضی کے مطابق ایک سچا اور دیانتدار مسلمان ثابت ہوگا اور پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہوگا تو وہ اس سے نکاح پڑھوا کر اس کی شریک حیات بن جائے گی۔

اس کی ماں جینا نے اپنی معصوم بیٹی کو شیشے میں اتار لیا تھا۔ ذاکر سے یہ اہم معاملات طے ہو گئے تھے کہ موجودہ حالات میں وہ جن مصائب کا اور جن مسائل کا سامنا کر رہا ہے، جینا ان تمام آفات سے اسے نجات دلائے گی۔ فرہاد علی تیمور اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے قریب پھٹکنے بھی نہیں دے گی۔

اس احسان کے بدلے ذاکر اس کی بیٹی بصرہ کو شریک حیات بنانے پر راضی ہو گیا تھا۔ اگر راضی نہ ہوتا تب بھی جینا کے لیے کوئی فرق نہ پڑتا، وہ اس کی لاعلمی میں اسے اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا چکی تھی۔ وہ آئندہ اس کا غلام بن کر اس کی مرضی کے مطابق ایک فراڈ مسلمان بن کر بصرہ کو ازدواجی

زندگی کی مسرتیں دینے والا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو خوش رکھنے کی خاطر آئندہ ذاکر کو بڑی پابندیوں میں رکھنے والی تھی۔

اب ان پچیس افراد کا بھی ذکر ہو جائے جو سیارے سے مسلمان بن کر ہماری زمین پر پہنچ چکے تھے۔ گریٹ ایشورارا نے ان تمام افراد کا برین واش کیا تھا، وہ سچے دل اور دماغ سے یہ طے کر کے آئے تھے کہ مسلمان بن کر بابا صاحب کے ادارے میں ضرور جائیں گے۔

وہ دوسری صبح اس ادارے میں پہنچ گئے تھے اور استدعا کر رہے تھے کہ ادارے کے انچارج سے ملاقات کریں گے، وہ ادارے کے روحانی علوم جاننے والوں کو اور علمائے کرام کو اپنے بارے میں بہت کچھ بتانا چاہتے تھے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے انچارج سے کہا۔ ''انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور نہایت عزت اور احترام سے ان کا استقبال کرو۔ ہمارے علمائے دین ان سے گفتگو کریں گے اور ان کی ہر جائز بات کو تسلیم کریں گے۔''

گریٹ ایشورارا سیارے میں بیٹھ کر اپنی مشین کے ذریعے ان پچیس مسلمان بننے والوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنی زمین کی خفیہ لیبارٹری کے انچارج سے کہا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان پچیس افراد کی خبر رکھے اور ان کے سلسلے میں پل پل کی رپورٹ اسے پہنچاتا رہے۔

لیبارٹری کا انچارج ان میں سے ایک فرد کے اندر موجود تھا۔ جب سب ہی بابا صاحب کے ادارے کے سامنے پہنچ کر وہاں کے انچارج سے گفتگو کر رہے ہیں پھر اس نے دیکھا تھا' ان تمام پچیس افراد کو ادارے کے اندر آنے کی اجازت مل گئی تھی۔ وہ بہت خوش ہو رہا تھا۔ انہیں اس ادارے کے اندر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا لیکن جب سیارے کے آخری فرد نے اس ادارے کے اندر قدم رکھا تو اس کی خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔

گریٹ ایشورارا کی خفیہ لیبارٹری کا انچارج اس کے آگے اور کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے پہلے تو ایشورارا کو خوشخبری سنائی۔ اس نے تحریری پیغام کے ذریعے کہا۔ ''اے گریٹ ایشورارا! تجھے مبارک ہو، جس ادارے کا دروازہ آج تک کوئی مخالفت کرنے والا کھلوا نہ سکا، اسے تو نے اپنی حکمتِ عملی سے کھلوا دیا ہے۔ ہمارے پچیس افراد اس ادارے کے اندر پہنچ گئے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا کا تحریری پیغام موصول ہوا۔ ''یہ تو نے بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ آگے بول وہاں کیا ہو رہا ہے؟''

''میں آگے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ بابا صاحب کے ادارے کے اندر ہماری سوچ کی لہریں پہنچ نہیں پاتی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ پچیس افراد اب وہاں کیا کر رہے ہیں؟''

وہ خوش ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں ہم وہاں سرنگ بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ میں نے ان پچیس افراد کے دماغوں میں یہ بات نقش کی ہے کہ وہ پندرہ دنوں کے بعد میرے پہلے تنویمی عمل کے اثر سے نکل آئیں گے۔ انہیں تمام پچھلی باتیں یاد آجائیں گی کہ وہ سیارے کی مخلوق ہیں اور انہیں صرف گریٹ ایشورارا کا وفادار بن کر رہنا چاہیے لہٰذا وہ وقتِ مقررہ پر اس ادارے سے خود ہی نکل آئیں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے اپنی دانست میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ آئندہ پندرہ دنوں کے بعد دیکھنے والا تھا کہ اس کی حکمتِ عملی کیا رنگ لانے والی ہے؟ فی الحال وہ ذاکر کی طرف سے فکرمند تھا۔ وہ پیرس پہنچ گیا تھا۔ اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اس سے رابطہ کر کے بتایا کہ وہ استنبول سے نکل آیا ہے اور پیرس کے ایک ہوٹل میں قیام کر رہا ہے۔ تمام اکابرین نے جو مطالبات پیش کیے تھے۔ ان کی منظوری کے سلسلے میں وہ جواب کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''تو انہیں کیسے جواب دے گا؟ انہیں فون کے ذریعے بھی اپنی آواز سنانا مناسب نہیں ہے۔ سونیا اور فرہاد تیری آواز اور لب و لہجہ سنتے ہی آڈیو مشین کے ذریعے تجھے چیک کریں گے پھر بڑی آسانی سے تیرا سراغ لگا سکیں گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں ابھی کسی کو آلۂ کار بناؤں گا پھر اس کی آواز اور لہجے میں اکابرین سے باتیں کروں گا لیکن جب تک سیارے سے پرزے نہیں آئیں گے' تب تک میری ناکارہ مشین کی مرمت نہیں ہو سکے گی۔ میں پوری طرح یہاں محفوظ نہیں رہ سکوں گا۔ جتنی جلدی ممکن ہو وہ تمام پرزے بھیج دیے جائیں تاکہ میں اس مشین کو پھر سے استعمال کے قابل ہو سکوں گا۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا کہ وہ جلد ہی وہاں سے پرزے روانہ کرے گا۔ ان کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا، ذاکر نے اپنے گریٹ ایشورارا کو یہ نہیں بتایا کہ ایک شیطان کی محبوبہ سے اس کی رشتے داری ہو رہی ہے اور وہ اس کے زیرِ اثر آچکا ہے۔ وہ اپنی کمزوری بتا کر سیارے کے گریٹ ایشورارا کو اپنا دشمن نہیں بنانا چاہتا تھا۔ اسے معلوم ہوتا تو وہ ذاکر کو یا تو ہلاک کرا دیتا یا سیارے میں واپس بلا لیتا اور وہ اس

خوبصورت دنیا کو چھوڑ کر واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

بصرہ اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں تھی۔ اس کی ماں جینا نے اپنے لیے ایک دوسرا کمرا لیا تھا۔ ذاکر نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنے گریٹ ایشور ارا سے باتیں کرنے کے بعد کمرے سے باہر آئے گا پھر ان کے ساتھ ہوٹل سے باہر جا کر رات کے وقت پیرس کا حسن اور اس کی دلکشی دیکھیں گے۔

جینا نے اسے بتایا تھا کہ فیری بوٹ میں وہ اس کے پاس آئی تھی۔ وہ آج بھی ویسی ہی اپنی بیٹی بصرہ کی طرح نو خیز حسینہ دکھائی دیتی ہے لیکن فی الحال بیٹی کی خاطر اس نے بوڑھی عورت کا روپ اختیار کیا ہوا ہے۔

ذاکر نے جینا سے کہا تھا۔ ''فیری بوٹ میں مجھے تیرا انداز پسند آیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ بصرہ تیری طرح موڈ گرل بن جائے۔ مجھے نیک پر دین قسم کی لڑکیاں پسند نہیں ہیں۔ جب تُو سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنا سکتی ہے تو اپنی بیٹی کو بھی اپنی طرح ویسی ہی دل لبھانے والی ادائیں سکھا دے۔ یہ جب نمازیں پڑھتی ہے تو مجھے عجیب سا خوف محسوس ہوتا ہے۔ میرا ذہن کہتا ہے' مجھے ایسی پارسا عورت سے دور رہنا چاہیے۔''

''تُو کیوں خوفزدہ ہوتا ہے؟ تجھے اس سے کیوں دور رہنا چاہیے؟''

''میں پہلے آزما چکا ہوں اسے دھوکا دے کر حاصل کرنا چاہتا تھا جس کے نتیجے میں مجھ پر اتنی مصیبتیں نازل ہوئیں کہ میری سب سے اہم غیر معمولی مشین تباہ ہوگئی۔ میں بالکل ہی نہتا اور ناکارہ ہو کر رہ گیا ہوں۔''

''فکر نہ کر آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا اور نہ میں ہونے دوں گی۔ تُو میرے حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔ میری بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھے گا تو میں اس کے مزاج کو بھی آہستہ آہستہ بدل دوں گی۔ تُو بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یا اسے اپنی طرف مائل کر کے اس کی نمازیں چھڑا سکتا ہے۔''

بصرہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی ماں اسے اپنے رنگ میں رنگنے کے لیے ذاکر کے ساتھ کیسی کھچڑی پکا رہی ہے؟ جینا نے اس کے کمرے میں آ کر کہا۔ ''میں بہت خوش ہوں تُو میری باتیں مان رہی ہے اور ذاکر کو اپنے طور پر آزمانے کے بعد اس سے شادی کرنے والی ہے۔ میری بیٹی! ابھی اس کے ساتھ باہر تفریح کے لیے جا۔ اچھی طرح گھوم پھر کر دو چار گھنٹے بعد واپس آ۔ میں یہاں اپنے کمرے میں ہی آرام کروں گی۔''

اس نے کہا۔ ''آدھی رات ہو چکی ہے کیا یہ کوئی آؤٹنگ اور تفریح کا وقت ہے؟ میں ابھی ایک گھنٹے تک سونا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد تہجد کی عبادت کا وقت ہو جائے گا۔ میرے پاس سیر و تفریح کا وقت نہیں ہے۔''

جینا نے ذرا ناگواری سے کہا۔ ''یہ تُو نے کون سے مذہب کو گلے لگا لیا ہے؟ دن ہو یا رات عبادت ہی کرتی رہتی ہے۔''

وہ بولی۔ ''تجھے ایسا ہی دکھائی دیتا ہے ورنہ میں تو وقت کے مطابق ہی عبادت کرتی ہوں۔ باقی دنیا داری کے اچھے کاموں میں وقت گزارتی ہوں۔''

''مگر یہ راتوں کی عبادت کیا ضروری ہے؟ ایک تو ہر رات آٹھ یا نو بجے نماز پڑھنے بیٹھتی ہے تو رات کے دس گیارہ بجا دیتی ہے پھر رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے۔ اگر یہی کرتی رہی تو اپنے میاں کے ساتھ راتیں کیسے گزارے گی؟''

''ہمارے دین میں ہر کام کے لیے ہر ضرورت پوری کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کیا گیا ہے۔ تُو یہ باتیں نہیں سمجھے گی اس لیے یہاں سے جا۔ مجھے تنہا چھوڑ دے میں ایک آدھ گھنٹے نیند پوری کرنے کے بعد تہجد کے لیے اُٹھوں گی۔''

جینا وہاں سے نکل کر ذاکر کے کمرے میں آ گئی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بصرہ کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''تیری بیٹی کچھ زیادہ ہی عبادت گزار ہو گئی ہے۔ آئندہ میرے لیے پرابلم بنے گی۔ یہ ابھی سونا چاہتی ہے پھر عبادت کرنا چاہتی ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کی نیند اڑا سکتا ہوں اور اس کی نماز چھڑا سکتا ہوں۔''

ماں نے کہا۔ ''میں بھی اپنی بیٹی کا دماغ الٹ سکتی ہوں۔ اس کا راستہ بدل سکتی ہوں۔ اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ ابھی اسے تمہارے ساتھ جانے پر مجبور کر دوں گی۔ تُو بھی خیال خوانی کے ذریعے یہی کوشش کر...''

وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ بصرہ اپنے کمرے میں بیٹھی سوچ رہی تھی۔ ''میں اپنی ممی کی باتیں مان رہی ہوں۔ وہ درست مشورہ دے رہی ہیں کہ کسی نہ کسی کو اپنا لائف پارٹنر بنانا ہی ہوگا لہٰذا مجھے ذاکر علی کو اچھی طرح پرکھنا اور سمجھنا چاہیے مگر مجھے ایسا لگتا ہے' وہ محض نام کا مسلمان ہے۔''

ایسے وقت ذاکر نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔ پہلے اسے اچھی طرح آزمانا چاہیے اور آزمانے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے ساتھ باہر جا کر گھومنا پھرنا چاہیے۔''

جینا بھی اپنے کمرے میں بیٹھی بیٹی کو مائل کر رہی تھی۔



''مجھے یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ رات ہو چکی ہے۔ پیرس میں کبھی رات نہیں ہوتی اگرچہ ذاکر غیر ہے لیکن میں اس کے ساتھ پورے اعتماد کے ساتھ بڑی آزادی سے گھوم پھر سکتی ہوں۔ مجھے کسی اندیشے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس کی نیت بری ہوگی تو میری ماما میری حفاظت کریں گی۔ مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔''

بصرہ سونا چاہتی تھی مگر سو نہ سکی۔ دونوں طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ اس نے اٹھ کر لباس تبدیل کیا پھر باہر جانے کے لیے اپنے کمرے سے نکل آئی۔ وہاں ذاکر کھڑا مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری بات مان لی ہے۔ ہم باہر بہت اچھا وقت گزاریں گے۔''

جینا اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑی تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ ''بیٹی! تُو بے فکر ہو کر جا۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھی تیری نگرانی کرتی رہوں گی۔ تجھے کچھ نہیں ہوگا۔''

بصرہ ذاکر کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔ جینا اپنے کمرے میں آ کر موم بتیاں جلانے لگی اور زیر لب کچھ پڑھنے لگی۔ وہ آدھی رات کے بعد اسی طرح عمل کر کے اپنے یار دلدار شیطان کو اپنے پاس بلاتی تھی۔

وہ زیر لب کچھ پڑھ رہی تھی۔ شیطان کی پرستش کر رہی تھی اور ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ جوان ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے بیٹی کے خاطر خود پر بڑھاپا طاری کر لیا تھا۔ اب شیطان کی خاطر جوانی کے سانچے میں ڈھلتی جا رہی تھی۔ اس نے موتیوں کی ایک مالا پہنی ہوئی تھی جسے لباس کے اندر چھپا کر رکھتی تھی۔ اس مالا میں لاکٹ کی جگہ شیطان کی کھوپڑی تھی۔ اس نے اس مالا کو اتار کر موم بتیوں کے درمیان رکھ دیا۔ ان کی روشنی میں شیطان کی کھوپڑی مسکرانے لگی۔ جگمگانے لگی۔

اس نے دھیمی آواز میں گنگنانا اور ہولے ہولے رقص کرنا شروع کیا۔ گنگنانے کے دوران جو الفاظ ادا ہو رہے تھے، وہ کسی اجنبی زبان کے تھے۔ وہ شیطان کی مناجات کر رہی تھی۔ ایسے وقت ایک موم بتی بجھ گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا یار دلدار آ گیا ہے۔

پھر دوسری موم بتی بجھ گئی۔ گنگنانے اور رقص کرنے کے دوران میں اس کا ایک ایک لباس اترتا جا رہا تھا۔ وہ خود نہیں اتار رہی تھی۔ محسوس کر رہی تھی کہ وہ آ چکا ہے۔ اسے چھو رہا ہے اور اس کا ایک ایک لباس اتار کر پھینکتا جا رہا ہے۔ وہ ہنستی تھی، شیطان کی سکھائی ہوئی اداؤں سے شیطان کو ہی لبھاتی تھی۔ اسے ترغیب دیتی تھی اور اس کے ہوش اڑاتی رہتی تھی۔

اماوس کی کالی راتوں میں وہ صبح تک ایسا ہی کھیل کھیلتی رہتی تھی اور اس سے شیطانی قوتیں حاصل کرتی رہتی تھی۔

ذاکر کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ بصرہ اس کے ساتھ سیٹ پر بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ اس کی سوچ میں کہنے لگا۔ ''مجھے یوں خاموش نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اخلاقاً کسی طور پر بات کرنی چاہیے۔''

بصرہ نے قائل ہو کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''عشاء کی نماز میں کتنی رکعات ہوتی ہیں؟''

وہ ایک دم سے جھنجلا گیا۔ اس نے سوچا تھا' وہ اس کی طرف مائل ہو کر پیار بھرے انداز میں کوئی رومانی گفتگو کرے گی مگر وہ تنہائی میں بھی دین و ایمان کی باتیں کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''پلیز بصرہ! دن رات صرف دین کی ہی باتیں نہ کرو، دنیا داری بھی لازمی ہوتی ہے۔''

''بے شک، ہمارے دین میں دنیا داری کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یہ حکم ہے کہ دنیاوی فرائض پوری طرح ادا کیے جائیں۔ اس کے ساتھ عبادت بھی کی جائے لیکن عبادت کرنے کے لیے دین کو اس کی پوری روح کے ساتھ سمجھنا لازمی ہے۔ میں تو صرف ایک سوال کر رہی ہوں۔ اس کا جواب دے دو پھر ہم دوسری باتیں کریں گے۔''

''اچھی بات ہے، تم نے کیا پوچھا تھا؟''

''ایک بہت ہی چھوٹا سا سوال ہے کہ عشاء کی نماز میں کتنی رکعات ہوتی ہیں؟''

وہ سیارے سے دین اسلام کے متعلق اچھی خاصی اسٹڈی کر کے آیا تھا۔ اسے بہت سی باتیں یاد تھیں مگر یہاں آ کر ایسی الجھنوں میں گرفتار ہوا تھا، ایسے مسائل سے دوچار ہوا تھا کہ کچھ باتیں بھول گیا تھا۔ اس وقت اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ عشاء کی نماز میں کتنی رکعات ہوتی ہیں؟

اس نے کہا۔ ''تمام نمازوں میں عشاء کی نماز ایسی ہے جس میں رکعات زیادہ ہوتی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ٹھیک ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ کتنے فرض' کتنی سنتیں اور کتنی نفل ہوتی ہیں؟''

''تم تو بچہ سمجھ کر مجھے پڑھانے اور سکھانے لگی ہو۔ مجھے سکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس ساری باتیں نوٹ کی ہوئی ہیں۔ میں ہوٹل پہنچ کر تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔''

''تمہاری باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تم نماز نہیں پڑھتے ہو اور اگر پڑھتے ہو تو سورہ فاتحہ پڑھ کر سناؤ؟''

”اوہ گاڈ! تم ہماری آؤٹنگ کے رومانی ماحول کو اور اس کار کو مسجد کیوں بنا رہی ہو؟“

”میں نے ماما سے پہلے ہی کہہ دیا ہے کسی میں ایسے شخص کو اپنا لائف پارٹنر بناؤں گی جو سچا مسلمان ہوگا۔ دل میں خدا کا خوف رکھتا ہوگا اور پانچوں وقت کا نمازی ہوگا۔“

اس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے اسے دیکھا پھر سوچا کہ سیدھی اُنگلی سے گھی نہیں نکلے گا، اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنی طرف کھینچنا چاہیے تب ہی یہ شیشے میں اترے گی۔

اس نے بصرہ کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ اس کا مزاج اچانک ہی بدل گیا۔ وہ بڑے ہی پیار سے جذباتی نظروں سے ذاکر کو دیکھنے لگی۔ اس وقت وہ ایک فلائی اوور سے گزر رہے تھے۔ اس پل پر دور تک سناٹا تھا۔ اس نے ایک کنارے کار روک دی۔

وہ اندر سے کچھ پریشان تھی کہ خوامخواہ کیوں اس کی طرف مائل ہو رہی ہے؟ لیکن دل اسی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ ذاکر نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ”اتنی دور کیوں ہو؟ میرے قریب آؤ۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ”میرا دل تو چاہتا ہے کہ آکر تمہارے سینے سے لگ جاؤں مگر...“

”فار گاڈ سیک...... اگر مگر نہ کرو بس میری آغوش میں چلی آؤ۔“

وہ اپنی سیٹ پر ذرا سے کھسک کر اس کی طرف آگے آئی مگر اس کے اندر کی شرافت اور پارسائی اسے روک رہی تھی۔ وہ آگے بڑھنے کے باوجود ہچکچا رہی تھی۔ ذاکر نے اسے اپنی طرف کھینچ کر بازوؤں میں بھرتے ہوئے کہا۔ ”تم سیدھی طرح نہیں مانو گی۔ اب دیکھو میں تمہارے سامنے بھی ہوں اور تمہارے اندر بھی سمایا ہوا ہوں۔ تم مان جاؤ۔ مجھے مسلسل خیال خوانی کرتے رہنے پر مجبور نہ کرو...... ورنہ رومانس کا مزہ نہیں آئے گا۔“

اگرچہ وہ اس کے دماغ پر پوری طرح چھا گیا تھا مگر ذہن کے کسی گوشے میں ایمان مچل رہا تھا۔ اس نے مجبور اور بے بس ہو کر خود کو اس کے حوالے کرنے سے پہلے اندر سے پوری طرح تڑپ کر اپنے خدا کو پکارا۔ ”اے میرے مالک! اے میرے معبود! تو ہی میرا محافظ ہے۔ مجھے بچا لے۔ شر کو مجھ پر غالب نہ آنے دے۔“

ٹھیک ان ہی لمحات میں ذاکر کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اس نے اپنی گردن پر ریوالور کی نال کو محسوس کیا۔ پیچھے سے کسی کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ”دونوں ہاتھ پیچھے گردن پر رکھو اور چپ چاپ باہر نکل آؤ۔ میں دروازہ کھول رہا ہوں۔“

ایسے وقت وہ خیال خوانی بھول گیا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں جیسے ہی بصرہ کے دماغ سے نکلیں۔ وہ چیخیں مار مار کر رونے لگی۔ اس آنے والے سے کہنے لگی۔ ”تم جو کوئی بھی ہو اس وقت میرے لیے فرشتہ بن کر آئے ہو۔ تمہیں خدا کا واسطہ ہے، مجھے اس شیطان سے کسی طرح بچاؤ۔“

وہ آنے والا مرد تاریکی میں تھا۔ اس نے کہا۔ ”تم ترکی زبان بول رہی ہو۔ خدا کا نام لے رہی ہو۔ میں بھی ترک مسلمان ہوں مگر یہ شیطان کا بچہ کون ہے؟“

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ فوراً ہی سانس روک کر بولا۔ ”ارے یہ تو میرے دماغ میں کوئی آنا چاہتا تھا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟“

بصرہ نے جلدی سے کہا۔ ”یہ...... یہی شیطان ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تمہیں ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔“

اجنبی نے کار کا اگلا دروازہ کھولا پھر ایک الٹا ہاتھ ذاکر کے منہ پر مار کر بولا۔ ”چل باہر نکل۔“

ذاکر نے باہر نکل کر دیکھا۔ وہ اجنبی قد آور تگڑا جوان تھا۔ اگر اس کے پاس ریوالور نہ ہوتا تب بھی وہ اس سے لڑنے کی جرات نہ کرتا۔ اجنبی جوان نے کہا۔ ”تیرے پاس جو بھی مال ہے، اسے میرے حوالے کر دے۔“

ذاکر نے کہا۔ ”میری جیبوں میں کچھ نہیں ہے۔ تُو تلاشی لے سکتا ہے۔ تُو مجھ سے پچاس ہزار فرانسیسی ڈالرز لے کر میرا پیچھا چھوڑ دے۔ یہ نقد رقم کار کے ڈیش بورڈ میں رکھی ہوئی ہے۔“

اجنبی نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”رقم لے کر بھی تیرا پیچھا نہ چھوڑوں تو تُو کیا کرے گا؟ میں تو لوٹنے ہی آیا ہوں۔ میرے تو مزے ہو گئے، ایک واردات میں پچاس ہزار فرانسیسی ڈالرز مل رہے ہیں۔“

بصرہ نے کار کی پچھلی سیٹ سے چھوٹے سے بیگ کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ اپنے ساتھ چھوٹا سا بیگ لے کر گھومتا ہے۔ اس کے اندر کوئی چھوٹی سی مشین ہے۔ اس کے علاوہ ایک بہت ہی قیمتی ہیرا اور سونے کی چند اینٹیں بھی ہیں۔“

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”واہ! آج تو تگڑا ہاتھ مارا ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک ہی رات میں اس قدر



دولت مند بن جاؤں گا۔“

اس نے بصرہ سے وہ چھوٹا سا بیگ لے لیا۔ ذاکر نے عاجزی سے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ”پلیز، تم یہ ساری دولت لے لو مگر وہ چھوٹی سی مشین مجھے دے دو۔ یہ تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔“

اجنبی نے بصرہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا یہ مشین اس کے حوالے کر دوں؟“

وہ بولی۔ ”میں نہیں جانتی یہ کیا چیز ہے؟ تم اس کا سب کچھ لوٹ کر لے جا رہے ہو۔ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ اس کے لیے چھوڑ دو۔“

وہ بصرہ کی اس بات سے متاثر ہو کر بولا۔ ”واہ کیا بات ہے؟ یہ تم پر ظلم کر رہا تھا، تم شیطان سے بچنا چاہتی تھیں۔ اب اس سے نجات مل رہی ہے تو اسے سزا سے بھی بچانا چاہتی ہو؟“

”میں چاہتی ہوں مجھے تحفظ حاصل ہو جائے تمہارے جانے کے بعد بھی یہ مجھے نقصان نہ پہنچائے لیکن یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پھر میرے اندر آئے گا پھر مجھے ٹریپ کرے گا۔“

وہ بولا۔ ”میں ٹیلی پیتھی تو نہیں جانتا مگر اس علم کے بارے میں بہت جانتا ہوں۔ اگر یہ دماغی طور سے کمزور ہو جائے گا تو خیال خوانی نہیں کر سکے گا اور نہ ہی تمہارے اندر پہنچ سکے گا۔“

یہ کہتے ہی اس نے ذاکر کی ایک ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر اچھل کر سڑک پر گر پڑا۔ اجنبی فوراً ہی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اس نے دروازہ بند کر کے کار اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”تم کہاں سے آئی ہو؟ مجھے بتاؤ میں وہاں تمہیں پہنچا دوں گا۔“

وہ بولی۔ ”میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ میرے حالات مجھے بُری طرح ٹھوکریں مار رہے ہیں۔ جس ماں نے مجھے جنم دیا ہے، وہی میری دشمن بن گئی ہے۔ میرے لیے ایسے مصائب پیدا کرتی ہے کہ میری تو جان پر بن آتی ہے۔ جیسا کہ ابھی تم دیکھ چکے ہو۔ عین وقت پر نہ آتے تو پتا نہیں میرا کیا حشر ہوتا؟“

”تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے تم بہت ہی نیک خاتون ہو۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جس ماں نے تمہیں جنم دیا ہے، وہی تم سے دشمنی کیوں کر رہی ہے؟“

وہ اپنی ماں جینا کے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگی پھر اس نے کہا۔ ”بعض اوقات میں اپنی ماما کو سمجھ نہیں پاتی۔ اس کی باتوں میں آجاتی ہوں۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ ممی نے میرے پہلے شوہر کو قتل کرایا تھا۔ اب وہ ذاکر علی کو میرا مجازی خدا بنانا چاہتی تھی۔ جھوٹ بولتی تھی کہ وہ سچا مسلمان ہے۔ ابھی میں نے آزما لیا ہے۔ اوّل تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اگر ہے تو اس کے دل میں خوفِ خدا نہیں ہے۔“

اجنبی نے کہا۔ ”میں یہ سن کر حیران ہوں کہ تمہاری ماں خود کو شیطان کی محبوبہ کہہ کر فخر کرتی ہے اور اس کے پاس بڑی پُراسرار قوتیں ہیں۔ دوسری طرف یہ ذاکر ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور تم ان دونوں کے درمیان سینڈوچ بنی ہوئی ہو۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟“

اس نے سر گھما کر اجنبی کو دیکھا پھر کہا۔ ”میرا ایمان ہے کہ میرے خدا نے تمہیں میری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ تم نے میری مدد کی، مجھے دشمن سے بچایا لیکن یہ نہیں چاہتی کہ آئندہ تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔“

”مجھ پر کیا مصیبت آسکتی ہے؟“

”یہ نہ بھولو کہ میری ماما شیطانی قوتوں کی حامل ہے۔ تم نے بڑی آسانی سے ذاکر علی پر قابو پا لیا لیکن میری ماں لوہے کا چنا ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت چبا نہیں سکتی۔ تم اس کے مقابلے پر میری حمایت کرو گے تو وہ تمہیں ایک پھونک میں اُڑا دے گی۔“

”تم مجھے ڈرا رہی ہو۔ یہ سچ ہے کہ میں ایک معمولی سا انسان ہوں۔ شیطانی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ ہاں... اگر میں اس ظالم ماں سے چھپ چھپا کر تمہاری مدد کرتا رہوں تو کیا بات بنے گی؟“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ”ہرگز نہیں، میری ماں سے چھپ کر نہیں رہ سکو گے۔ تم زمین کی تہ میں جا کر چھپ جاؤ یا سمندر کی گہرائیوں میں اتر جاؤ...... وہ سچ مچ شیطان کی محبوبہ ہے۔ کہیں بھی پہنچ جاتی ہے۔ میں نہیں چاہوں گی کہ تم خوامخواہ مصیبت مول لو۔“

”تم بہت اچھی ہو۔ اتنی مصیبتوں میں بھی میری سلامتی کی خاطر مجھ سے مدد لینا نہیں چاہتیں۔“

پھر وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا۔ ”اگر میں نے تمہیں یونہی ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔ میں کسی بھی طرح تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔ تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہو تو بتاؤ؟“

”میں کچھ زیادہ ذہین نہیں ہوں۔ خود کو مصیبتوں سے نکالنے کے سلسلے میں میری ذہانت کام نہیں آتی ہے۔ میں کوئی تدبیر سوچ نہیں پاتی پھر تمہارے لیے کیا سوچوں؟“

”فی الحال تم یہ کرو کہ اپنا موبائل فون نمبر مجھے بتاؤ۔ میں

اپنا نمبر تمہیں بتاتا ہوں۔ اگر کوئی ایسی مصیبت آئی تو فوراً مجھے کال کرنا میں تمہاری مدد کے لیے ضرور پہنچوں گا۔"

دونوں نے اپنا اپنا موبائل فون نکال کر ایک دوسرے کا نمبر Save کیا۔ بصرہ نے کہا۔ "میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم کون ہو؟"

"میرا نام کمال پاشا ہے۔ دولت کمانے کے کتنے ہی ہتھکنڈے استعمال کیے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اچھا کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کے لیے رقم کی ضرورت تھی، اس لیے میں یہاں کے ایک بہت بڑے جنرل اسٹور میں سیلز مین بن گیا۔ اچھی خاصی تنخواہ ہے۔ گزارا ہو جاتا ہے لیکن میرے خواب پورے نہیں ہو رہے ہیں۔"

بصرہ نے اسے گھور کر پوچھا۔ "اور تم خوابوں کی تعبیر کے لیے چور ڈاکو بن گئے؟ راتوں کو اسی طرح واردات کرتے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہارے لہجے میں طنز ہے مگر کیا کیا جائے؟ میں پچھلے چھ برس سے واردات کرتا آرہا ہوں۔ بڑی مشکلوں سے ایک لاکھ ڈالرز جمع کیے ہیں۔ اتنی رقم مجھے نوکری کرنے سے کبھی حاصل نہیں ہوتی۔"

"کیا تم کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آئے؟"

"ایک آدھ بار گرفت میں آنے والا تھا مگر بال بال بچ گیا۔ میں بہت سوچ سمجھ کر واردات کرتا ہوں۔"

"کوئی مجرم قانون کی گرفت میں آئے بغیر نہیں رہتا۔ تم گرفت میں نہیں آئے مگر پہچانے جا سکتے ہو پھر ہمیشہ پولیس کو مطلوب رہو گے۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اب تک مجھے کسی نے چہرے سے نہیں پہچانا ہے۔ میں آئندہ بھی محتاط رہوں گا۔"

"یعنی آئندہ بھی تم ایسی وارادت کرتے رہو گے؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ بہت دولت مند بننا چاہتا ہوں۔"

بصرہ نے کہا۔ "گاڑی روکو۔"

"کیوں؟ یہاں تو کوئی ہوٹل نہیں ہے؟ اور تم اپنے کسی ہوٹل میں جانا چاہتی ہو؟"

"میں اکیلی ہی چلی جاؤں گی لیکن تمہارے ساتھ بیٹھنا بھی گوارا نہیں کروں گی۔ اپنے فون سے میرا نمبر مٹا دو۔ میں تم سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی۔"

"ارے تم تو ناراض ہو گئیں۔ ایسی بھی کیا ناراضگی کہ تعلق ہی ختم کر دو؟ کبھی تم پر مصیبت آئے گی تو کیا کرو گی؟"

"میں دنیا میں کسی بندے کی محتاج نہیں ہوں۔ میرا خدا میری حفاظت کرنے والا ہے۔ میں کہتی ہوں گاڑی روکو۔"

اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ "پلیز.... غصہ تھوک دو۔ تم بہت اچھی ہو۔ پتا نہیں کیوں میرا دل کہتا ہے کہ آئندہ مجھے تمہارے کام آنا چاہیے؟ تمہارے ساتھ دوستی رکھنا چاہیے۔"

"اور میرا دل و دماغ کہتا ہے کہ کسی چور ڈاکو سے اتنی دور رہنا چاہیے کہ وہ دکھائی بھی نہ دے۔"

"پلیز، غصہ نہ کرو، دوست بن کر رہنے کی بات کرو۔"

وہ گھور کر بولی۔ "جب ملازمت کرنے سے تمہارا گزارا ہو رہا ہے تو دولت کے پیچھے کیوں بھاگتے ہو؟ کیا نیکی اور شرافت سے زندگی نہیں گزار سکتے؟"

"جب تک تنہا ہوں، نیکی اور شرافت کے ذریعے زندگی گزار سکتا ہوں لیکن جب شادی ہو گی بچے ہوں گے تو ضرورتیں بڑھتی جائیں گی۔ میں انہیں کسی کا محتاج بنا کر نہیں رکھنا چاہتا۔ دوسرے لوگ عالیشان بنگلوں میں رہتے ہیں، ان کے بچے کاروں میں گھومتے ہیں۔ کیا میں کرائے کے اپارٹمنٹ میں رہوں گا اور میرے بچے بسوں میں سفر کرتے ہوئے زندگی گزاریں گے؟ اور چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے ترستے رہیں گے؟"

"ہماری دنیا میں کروڑوں اور اربوں لوگ ایسی ہی شرافت اور نیکی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ زیادہ لالچ نہیں کرتے۔ زیادہ کمانے کی دھن میں رہنے والے مجرمانہ زندگی کی طرف چل پڑتے ہیں۔ جیسا کہ تم چل رہے ہو۔"

"تم سمجھتیں کیوں نہیں؟ شادی کے بعد بیوی طعنے دیتی ہے۔ بچے ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے باپ نے انہیں دوسروں کا محتاج بنا دیا ہے۔"

"دنیا کی ساری بیویاں ایسی نہیں ہوتیں۔ وہ اپنے بچوں کو ایسی تربیت دیتی ہیں کہ وہ بھی باپ کی طرح محنت مزدوری کر کے شریفانہ زندگی گزارنا سیکھ لیتے ہیں۔"

اس نے بڑی لگن سے بصرہ کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا تم میرے ساتھ ایسی ازدواجی زندگی گزار سکو گی؟"

وہ اچانک پیشکش پر ایک دم سے چونک گئی۔ ذرا ہچکچانے لگی پھر اس نے کہا۔ "اگر تم واردات کرنا چھوڑ دو گے۔ ایک شریف آدمی ی طرح ملازمت کرتے ہوئے زندگی گزارو گے تو میں ہر دکھ سکھ میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "تو پھر ہاتھ ملا کر وعدہ کرو۔"

وہ ذرا پیچھے ہو کر بولی۔ "میں کسی نامحرم سے ہاتھ نہیں ملاتی۔ ایک مسلمان ہوں اور مسلمان کی زبان سے وعدہ کرتی ہوں، تمہیں راہِ راست پر لانے کے لیے اس وقت شریک حیات بننے کی حامی بھروں گی، جب تمہیں اچھی طرح آزمالوں گی۔"

"یعنی تم مہینے دو مہینے یا سال بھر تک یہ دیکھتی رہو گی کہ میں شریفانہ زندگی گزار رہا ہوں یا نہیں؟ اگر میں تمہاری مرضی کے مطابق دولت کے کمانے کے لیے ناجائز راستے پر نہیں چلوں گا اور حلال کی روزی حاصل کرتا رہوں گا تو تم مجھ سے راضی ہو جاؤ گی؟"

"بے شک، میں وعدہ کرتی ہوں میرے راستے میں خواہ کتنی ہی رکاوٹیں آئیں، میں صرف تمہاری شریک حیات بننے کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"سب سے بڑی رکاوٹ تمہاری ماں ہے جسے ہم کبھی زیر نہیں کر سکیں گے۔"

"میری ماں کی فکر نہ کرو۔ وہ میری دشمن ضرور ہے مگر کبھی میری جان نہیں لے گی۔ البتہ تمہاری دشمن بن جائے گی۔ مجھے تمہاری فکر رہا کرے گی۔"

"میری بھی فکر نہ کرو۔ میں تمہیں حاصل کرنے کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں جس طرح تمہارا ایمان پختہ ہے کہ خدا تمہاری حفاظت کرتا ہے وہی خدا میری بھی حفاظت کرے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "کمال پاشا! تم بہت حوصلہ مند ہو۔ بس اپنے ایمان کو مستحکم رکھو پھر دیکھو کہ خدا کیا کرتا ہے؟"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ بصرہ نے دوبارہ کہا۔ "کمال پاشا! سورۃ فاتحہ ایک دعائیہ سورۃ ہے۔ ہم اسے پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں اس راستے پر چلا جس پر تو نے انعام رکھا ہے۔ اس راستے پر نہ چلا جس پر تیرا غضب نازل ہوتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ میں دیکھتی آرہی ہوں کہ میرے پاس نہ کوئی طاقت ہے، نہ کوئی ہتھیار ہے، نہ کوئی صلاحیت ہے اور نہ کوئی مددگار ہے بس ایک اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتی رہتی ہوں اور یہ دیکھتی آرہی ہوں کہ میری ماں کی شیطانی کوششوں کی باجود میری عزت آبرو محفوظ ہے۔ میرے مرحوم شوہر کے بعد جلال اکبر نے میری عزت لوٹنی چاہی ایسے وقت میرے خدا نے مجھے بچایا۔ دوسری بار ذاکر نے یہی کوشش کی مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے سحر زدہ کر کے بالکل ہی بے بس کر دیا۔ میں تو بُری طرح لٹ جاتی لیکن میرے خدا نے مجھے بچا لیا۔ آج تم نے خود دیکھا ہے کہ اس ویرانے برج پر کوئی مجھے بچانے والا نہیں تھا لیکن تم اچانک ہی وہاں پہنچ گئے۔ یہ سب کیا ہے....؟ سمجھو تو خدا کی رحمت اور مہربانیاں سمجھ میں آتی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ سچے دل سے مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے۔ بشرطیکہ بندے کا ایمان سچا اور مستحکم ہو۔"

وہ ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گئے۔ کمال نے کہا۔ "تم سے اتنی مختصر سی ملاقات ہوئی مگر یوں لگ رہا ہے جیسے میں تمہیں صدیوں سے جانتا ہوں۔ تم نے اس ایک گھنٹے میں میری دنیا ہی بدل دی ہے۔ میرا مزاج بدل دیا ہے۔ میرے ارادے بدل دیے ہیں۔ مجھ سے وعدہ کرو یہاں تمہیں ذرا سے بھی پریشانی ہو گی تو تم فوراً مجھے کال کرو گی؟"

"میں وعدہ کرتی ہوں مگر میری بالکل فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو۔ ویسے میں تمہیں ضرور کال کروں گی۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر ہوٹل کے اندر اپنے کمرے میں آئی۔ اس نے اپنی ماں کے کمرے کی طرف دیکھا، دروازہ بند تھا۔ اسے پتا تھا کہ ماں یا تو سو رہی ہو گی یا شیطان کی پرستش کر رہی ہو گی۔ اس نے اپنے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ وہ اپنے شوہر کی موت کے بعد کبھی مسکراتی بھی نہیں تھی مگر اب پہلی بار دلی مسرتیں محسوس کر رہی تھی۔ دماغ ہلکا پھلکا سا لگ رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تمام پریشانیاں ایک دم دور ہو گئی ہیں۔

وہ ہولے ہولے گنگنانے لگی۔ لباس تبدیل کر کے بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ اس رات اسے بہت گہری نیند آئی۔

اس دنیا میں آنے کے بعد ذاکر کی جیسے شامت آگئی تھی۔ وہ گریٹ ایشورارا کے احکامات کے مطابق جو بھی کام کر رہا تھا، اس میں ناکام ہو رہا تھا۔ جہاں جا رہا تھا ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ پہلے اس کے بازو میں گولی لگی تھی۔ وہ عارضی طور پر خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ذرا زخم کی تکلیف کم ہوئی، دماغی توانائی بحال ہوئی اور وہ خیال خوانی کے قابل ہوا تو کمال پاشا نے اس کی ٹانگ پر گولی مار دی۔ اب وہ پھر عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی سڑک کے کنارے پڑا رہا۔ رات بہت ہو گئی تھی۔ اِکا دُکا گاڑیاں وہاں سے گزر رہی تھیں۔ ان گاڑی والوں نے اسے دیکھ پولیس کو اطلاع دی۔ جب پولیس والے ایمبولینس کے ساتھ وہاں آئے تو اس نے بے ہوشی کا ڈھونگ رچایا تاکہ سوال جواب میں وقت ضائع نہ ہو اور جلد سے جلد اس کی مرہم پٹی ہو جائے۔

اسے اسپتال پہنچایا گیا۔ چونکہ بہت قریب سے گولی چلائی گئی تھی۔ اس لیے وہ پنڈلی کا گوشت پھاڑ کر نکل گئی تھی۔ اگر پیوست رہتی تو وہ تکلیف کی شدت سے واقعی بیہوش ہو چکا

ہوتا۔ وہ اس دوران میں آنکھیں بند کیے سوچتا رہا کہ جینا کو کس طرح اپنے زخمی ہونے کی اطلاع دی جائے؟ اسے بتایا جائے کہ کس طرح ایک اجنبی نے اسے لوٹ کر اور زخمی کر کے بصرہ کو اپنے ساتھ کہیں لے گیا ہے۔

وہ جھنجلا رہا تھا کہ خود جینا اس سے رابطہ کیوں نہیں کر رہی ہے؟ اس کی نہ سہی اپنی بیٹی کی خبر کیوں نہیں لے رہی ہے؟ ان دونوں کو آؤٹنگ کے لیے بھیج کر ان سے غافل کیوں ہوگئی ہے؟

اس کے زخم کی مرہم پٹی کر دی گئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اس وقت پولیس والے آس پاس نہیں تھے۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا۔ ''میں ایک ضروری فون کرنا چاہتا ہوں۔ کیا صرف ایک کال کرنے کے لیے اپنا موبائل فون دے سکتے ہیں؟''

ڈاکٹر نے اسے اپنا فون دیا۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے۔ اس نے جینا کے نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف سے بیل سنائی دے رہی تھی مگر وہ اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آواز بند ہوگئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جینا نے فون اٹینڈ کیے بغیر فون کو بند کر دیا ہے۔

ذاکر کا یہ اندازہ بالکل درست تھا۔ اس وقت وہ اپنے یار دلدار شیطان کی آغوش میں تھی۔ کسی طرح کی مداخلت نہیں چاہتی تھی۔ ذاکر نے پھر اس کے نمبر پنچ کیے۔ اس بار ٹیپ چلنے کی آواز سنائی دی۔ اس سے کہا گیا کہ فون فی الحال بند ہے۔ اسے کچھ دیر بعد رابطہ کرنا چاہیے۔

اس نے مایوس ہو کر فون ڈاکٹر کو واپس کر دیا۔ ایک پولیس افسر نے وہاں آ کر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ کس ملک سے آئے ہو؟ تمہیں کس نے زخمی کیا ہے؟ کیا وہ تمہارا کوئی دشمن تھا یا کوئی لٹیرا تھا؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں استنبول سے آیا ہوں۔ ہوٹل ڈیلائٹ میں ایک کمرا کرائے پر لیا ہے۔ وہاں میرا پاسپورٹ وغیرہ ہے۔ آپ اسے دیکھ کر مطمئن ہو جائیں گے۔ یہاں میں کسی کو نہیں جانتا۔ میری کسی سے عداوت نہیں ہے۔ وہ کوئی لٹیرا تھا۔ اس نے مجھے زخمی کیا، مجھ سے پچاس ہزار ڈالرز چھین لیے پھر میری کار بھی لے کر چلا گیا۔ وہ ہوٹل ڈیلائٹ کی رینٹیڈ کار تھی۔''

پولیس افسر نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ ابھی ہم وہاں جا کر انکوائری کریں گے۔ دیکھیں گے کہ تمہارا بیان کس حد تک درست ہے۔''

اس نے کہا۔ ''آفیسر! میرا زخم گہرا نہیں ہے، میں لنگڑا کر چل سکتا ہوں۔ پلیز، مجھے آپ اپنے ساتھ لے چلیں۔''

وہ پولیس والوں کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں آیا، وہاں اس نے اپنا پاسپورٹ وغیرہ دکھایا۔ بصرہ اور جینا کا ذکر نہیں کیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انکوائری لمبی ہوتی جائے اور خوامخواہ پریشانیاں اور دردِ سری بڑھتی جائے۔ بہر حال پولیس والے مطمئن ہو کر چلے گئے۔

وہ جینا پر جھنجلا رہا تھا کہ اس سے غافل ہوگئی ہے۔ اس نے پولیس والوں کے جانے کے بعد اس کے دروازے پر آ کر کال بیل کا بٹن دبایا۔ اسے اپنے اندر اس کی غصے میں غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''جا، اپنے کمرے میں چپ چاپ سو جا۔ صبح ملاقات ہوگی۔''

اس نے کہا۔ ''میں تو چپ چاپ سو جاؤں گا۔ اپنی بیٹی کی بھی خیریت معلوم کر۔ وہ کسی کے ساتھ چلی گئی ہے۔''

''بکواس مت کر۔ وہ کسی کے ساتھ نہیں گئی ہے، ابھی اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔ چلا جا یہاں سے میرے رنگ میں بھنگ نہ ڈال۔''

وہ اپنے کمرے میں آ کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا کہ یہ کیسی دنیا ہے؟ میں کہاں آ کر پھنس گیا ہوں؟ ان ماں بیٹی کا تو کچھ نہیں بگڑا۔ میں ہی بری طرح برباد ہو رہا ہوں ایک بار پھر زخمی ہو گیا ہوں اور اب پتا نہیں کب دماغی توانائی بحال ہوگی؟ اور کب میں خیال خوانی کے قابل ہو سکوں گا؟

وہ تھوڑی دیر تک سر پکڑے بیٹھا رہا پھر اسے یاد آیا کہ ماں بیٹی کے چکر میں آ کر وہ گریٹ ایشورارا کے احکامات کی تعمیل نہیں کر رہا ہے۔ اس نے حکم دیا تھا کہ کسی بھی طرح اکابرین سے رابطہ کیا جائے۔ انہیں یہ خوشخبری سنائی جائے کہ ان کے مطالبات پورے کیے جائیں گے پھر انہیں ٹالنے کے لیے کہا جائے کہ وہ اس سلسلے میں ذرا انتظار کریں۔ سیارے والے اس دنیا پر حکومت کرنے کی ابتدائی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ان لوگوں سے بعد میں رابطہ کیا جائے گا اور تحریری معاہدہ بھی کیا جائے گا۔

اس نے اپنے بازو کے زخم کو سہلایا پھر ٹانگ پر لگے ہوئے تازہ زخم کو دیکھ کر ایک سرد آہ بھرتے ہوئے زیرِ لب بڑبڑایا۔ ''گریٹ ایشورارا کو خبر نہیں ہے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے؟ اگر ایسی ہی مار پڑتی رہی تو کیا ہم اس دنیا پر حکومت کر سکیں گے؟''

وہ موجودہ حالات کی وجہ سے بری طرح مایوس ہو رہا تھا۔ گریٹ ایشورارا اسے توقع تھی کہ وہ جب بھی زمین پر آئے گا تو بدترین حالات پر قابو پا لے گا۔ یہاں ہر حال میں اپنی



حکومت قائم کرے گا۔ اس نے اپنے آقا، اپنے ان داتا، اپنے معلم سے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے رابطہ کیا۔ اُدھر سے سخت لہجے میں پوچھا گیا۔ ''تو کہاں ہے؟ کیا کرتا پھر رہا ہے؟ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کرتا؟''

اس نے تحریری جواب ارسال کیا۔ ''میرے معلم! جیسا کہ تو جانتا ہے، میں زخمی ہو کر استنبول سے نکلا تھا۔ قانون کی نظروں سے بچتا بچاتا پیرس پہنچا تو رات کی تاریکی میں ایک لٹیرے نے مجھے بری طرح لوٹ لیا پھر میرے ایک پاؤں میں گولی مار کر چلا گیا۔ میں دوسری بار زخمی ہو کر ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم ہو گیا ہوں۔ اس وقت بے دست و پا بیٹھا ہوا ہوں۔''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''تو کہاں جاتا ہے؟ کیا کرتا پھرتا ہے؟ یہ بار بار زخمی کیسے ہو جاتا ہے؟ کیا تو نے اکابرین سے رابطہ کیا تھا؟''

''کیسے کرتا؟ پہلے بازو میں گولی لگی تھی۔ اس کے نتیجے میں خیال خوانی سے محروم رہا۔ جب ذرا توانائی حاصل کر لی اور خیال خوانی کے قابل ہونے لگا تو دوسری گولی ٹانگ پر لگی۔ میں پھر نہتا اور بے یار و مددگار ہو گیا ہوں۔ نہ غیر معمولی مشین کام آ رہی ہے، نہ ہی خیال خوانی کر سکتا ہوں پھر میں کس طرح کسی سے رابطہ کروں؟ اکابرین میں سے کسی کو کیسے مخاطب کروں؟''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''تو وہاں قدم قدم پر مصیبتیں اٹھا رہا ہے۔ جہاں جا رہا ہے وہاں تیری تباہی ہو رہی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو فرہاد اور سونیا کی نظروں میں آ گیا ہے اور وہ بڑی رازداری سے تجھ پر حملے کر رہے ہیں۔''

ذاکر نے کہا۔ ''مجھے پورا یقین ہے کہ میں فرہاد اور سونیا کی نظروں میں نہیں آیا ہوں۔ تجھ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ سچ یہ ہے کہ ایک بہت ہی خطرناک جادوگرنی کے چکر میں پڑ گیا ہوں۔ وہ خود کو شیطان کی محبوبہ کہتی ہے اور واقعی ایسے شیطانی تماشے دکھاتی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔''

وہ گریٹ ایشورارا کو جینا کے متعلق بتانے لگا، اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ ''اگر وہ عورت ایسی پراسرار قوتیں رکھتی ہے تو پھر ہمارے بہت کام آ سکتی ہے۔ تجھے اس سے دوستی رکھنی چاہیے۔''

''میں اس سے دوستی کروں یا نہ کروں وہ میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ مجھے اپنا داماد بنانا چاہتی ہے۔ میں نے اس کی بات مان لی ہے۔ اس کا داماد بننا چاہتا ہوں لیکن اس کے زیرِ اثر رہنے کے باوجود کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ مجھ پر مصیبتیں آتی ہیں تو پھر آتی ہی چلی جاتی ہیں۔''

''ذرا عقل سے کام لے اور اس عورت کو اپنے طور پر استعمال کر۔ اس کے ذریعے اکابرین کو مخاطب کر۔ اگر وہ شیطان کی محبوبہ کھل کر فرہاد اور سونیا کو چیلنج کرے گی تب بھی وہ دونوں غیر معمولی مشین کے ذریعے اس عورت کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ وہ اپنی پراسرار قوتوں سے اپنا اور تیرا بچاؤ کرے گی۔ تُو ابھی اس سے بات کر۔''

''وہ ابھی کسی سے بات نہیں کرے گی۔ اس وقت شیطان کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہے۔ مجھے امید ہے کل صبح میں اس کے ذریعے بہت کچھ کر سکوں گا۔''

''تجھ سے پہلے نائب ایشورارا نے ایک کاہنہ سے دوستی کی تھی بلکہ اسے اپنی دیوی مان کر اس کی پوجا کرنے لگا تھا۔ اس کی پراسرار قوتوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا مگر پتا نہیں وہ کہاں گم ہو گئی ہے؟ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ تجھے اس شیطان کی محبوبہ سے رشتے داری بھی کرنی چاہیے اور اس سے محتاط بھی رہنا چاہیے۔''

''میری خیال خوانی کی صلاحیت بحال ہو جائے گی۔ یہ غیر معمولی مشین کام کرنے لگے گی اور سیارے سے میری مدد کرنے والے کچھ لوگ آئیں گے تو میں جینا کی مدد حاصل کیے بغیر بھی بہت کچھ کر سکوں گا۔''

''میں چوبیس گھنٹے کے اندر دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے روانہ کروں گا۔ وہ اچھے فائٹر بھی ہیں اور وہ تیری غیر معمولی مشین کے لیے تمام پرزے بھی لے کر آئیں گے۔''

''پھر تو بدترین حالات میں بھی مجھے حوصلہ ملتا رہے گا۔ اس کے بعد میں تجھے مایوس نہیں کروں گا۔''

''دو ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں سے آ رہے ہیں۔ وہ تجھ سے دور رہیں گے۔ کبھی تیرے سامنے نہیں آئیں گے۔ کسی طرح وہ پرزے تیرے پاس پہنچا دیں گے۔ جب بھی تجھ پر کوئی مصیبت آئے گی، وہ دور ہی دور سے تیری حفاظت کریں گے اور تجھے مصیبتوں اور مسائل سے نکالنے کی کوششیں کریں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کر دیا۔ ذاکر مشین کو بند کر کے بستر پر آ گیا اور لیٹ کر تکلیف سے کراہتے ہوئے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ حالات کی ایسی مار پڑی تھی کہ وہ تھک ہار کر نڈھال ہو کر نیند میں ڈوب گیا۔ دوسرے دن وہ تینوں اپنے اپنے کمروں میں دیر تک سوتے رہے پھر بصرہ بیدار ہوئی۔ آنکھیں کھول کر چھت کو تکنے لگی۔ پچھلی رات جو واقعات پیش آئے تھے۔ ان کے متعلق سوچنے لگی۔

اور سوچا گیا تھا؟ کمال پاشا اس کے دل و دماغ پر چھا گیا تھا۔ وہ اس سے متاثر ہو چکی تھی۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے موبائل فون پر اس کے نمبر پنچ کیے پھر فون کو کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس کی بھاری بھرکم دل میں اتر جانے والی آواز سنائی دی۔ ''ہائے بصرہ....! میں اپنے فون کی اسکرین پر تمہارا نام پڑھ چکا ہوں۔ یہ تم ہی ہو ناں؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''ہاں میں ہی ہوں۔ بڑی گہری نیند سوتی رہی۔ ابھی آنکھ کھلی ہے۔ کیا تم سو رہے تھے؟''

''نہیں، ابھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کرنے کا ارادہ تھا۔ پہلے یہ بتاؤ سب خیریت ہے ناں؟ تمہاری ماں کا ری ایکشن کیا ہے؟ اور وہ کم بخت زخمی ہونے کے بعد کہاں پہنچا ہوا ہے؟ کیا اس کی کوئی خبر ہے؟''

''میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے شاید ماما ابھی سو رہی ہیں، اسی لیے نہ تو انہوں نے میری خبر لی ہے اور نہ ہی ذاکر کے متعلق کچھ جانتی ہیں۔ اگر وہ جان لیں گی تو سب سے پہلے مجھ سے ہی رابطہ کریں گی۔''

ایسے وقت بصرہ نے اپنے اندر جینا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''مجھے پچھلی رات ہی سب کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ وہ کم بخت ذاکر اپنے کمرے میں سو رہا ہے۔ کل رات تُو نے یہ کیا کیا؟ ایک نیا یار کیوں بنا لیا؟''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''میں نے تیری طرح گنہگار بننے کے لیے کسی سے یاری نہیں کی ہے۔ فی الحال کمال پاشا سے سمجھوتا کیا ہے۔ وہ میری بات مان کر گمراہی کے راستے سے نکل آئے گا تو میں اس کی بات مان کر اس کی شریک حیات بن جاؤں گی۔''

دوسری طرف سے کمال نے پوچھا۔ ''کیا تم اپنی ماما سے بات کر رہی ہو؟''

''ہاں، وہ میرے اندر آ کر بولتی ہیں۔ اس وقت بھی موجود ہیں۔ ہم دونوں کی باتیں سنتی رہی ہیں۔ تم فون بند نہ کرو۔ ہماری باتیں سنتے رہو۔''

جینا نے کہا۔ ''ہاں، اسے بھی سننا چاہیے میں ذاکر کو اپنا داماد بنانا چاہتی تھی۔ تیرے نئے یار نے میرے ہونے والے داماد کو زخمی کیا ہے۔ سونے کی اینٹیں، ایک ہیرا اور پچاس ہزار ڈالرز اس سے چھین کر لے گیا ہے۔ تو کیا سمجھتی ہے میں اسے معاف کر دوں گی؟''

''اور تو کیا سمجھتی ہے میں تیری باتوں میں آ کر ذاکر سے شادی کر لوں گی؟ ہرگز نہیں۔ اس سے پہلے ہی اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ تو جو اپنی ممتا کا ڈھونگ رچاتی ہے۔ بار بار کہتی رہتی ہے میری خوشیاں چاہتی ہے۔ مجھے دنیا کی سب سے خوش قسمت لڑکی اور دنیا کی سب سے دولت مند لڑکی بنانا چاہتی ہے تو کیا تیرے خواب پورے ہو سکیں گے؟''

''بکواس مت کر...... میں کبھی تجھے خودکشی کرنے نہیں دوں گی۔''

''میں ایک ہی شرط پر تجھ سے راضی رہوں گی اور شرط یہی ہے کہ تو کمال پاشا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اسے اپنا داماد تسلیم کرے گی۔''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی۔ ''ٹھیک ہے تو جسے پسند کر رہی ہے، میں اسے اپنا داماد بنا لوں گی مگر ایک شرط ہے تو اپنی طرح اسے روزے نماز کا پابند نہیں کرے گی... دوسرے بے شمار مسلمانوں کی طرح برائے نام مسلمان بن کر رہے گا اور میرے اشاروں پر چلتا رہے گا۔''

''میں اسے تیرے اشاروں پر چلنے نہیں دوں گی۔ مجھے تیری ہر شرط منظور ہے لیکن گمراہی والی کوئی بات نہیں مانوں گی۔''

وہ قہقہہ لگانے لگی پھر بولی۔ ''کوئی بات نہیں میری کوئی بات نہ ماننا میری جان! تیرے لیے تو میری جان نکلتی ہے۔ جا..... جب چاہے اس سے شادی کر لے اور میں جب چاہوں گی اسے اپنے رنگ میں رنگ لوں گی۔'' وہ بدستور قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔ ''میں جا رہی ہوں۔ میرے ہونے والے داماد سے فون پر کیا باتیں کر رہی ہے؟ اسے یہاں لنچ پر بلا میں بھی دیکھوں کہ وہ کیسا جوان ہے، جس پر تیرا دل آگیا ہے۔ میں ذاکر کی خیریت معلوم کرنے جا رہی ہوں۔''

بصرہ فون پر کمال کو بتانے لگی کہ اس کی ماں ابھی اس سے کیا کہہ رہی تھی۔ وہ ساری باتیں سن کر بولا۔ ''خدا کا شکر ہے، وہ مجھے سزائیں دینے کے لیے کوئی شیطانی حرکت نہیں کرے گی۔ یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اتنی آسانی سے مجھے داماد بنانے پر راضی ہو جائے گی۔''

بصرہ نے کہا۔ ''جو چیز آسانی سے ملتی ہے، وہ بعد میں اتنی ہی مہنگی پڑتی ہے۔ میری ماما بہت ہی خود غرض اور مکار ہے۔ یہ میری خاطر تمہیں اس قدر دولت مند بنائے گی کہ تم اپنا دین ایمان سب بھول جاؤ گے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس دنیا میں کوئی خدا پرست نہ رہے۔ صرف اس کے یار دلدار شیطان کے پجاری رہیں۔''

''اگر وہ جبراً ایسا کرے گی تو میں اس کے شر سے کیسے نجات حاصل کر سکوں گا؟''

”یہ باتیں فون پر نہیں ہوسکیں گی۔ تم یہاں آجاؤ ہم ساتھ ہی تیح کریں گے۔ مستقبل میں ممی کے شیطانی ارادوں سے بچنے کی کوئی تدبیر کریں گے۔“

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ جینا نے ذاکر کے کمرے میں آکر سب سے پہلے اس کی زخمی ٹانگ کو دیکھا پھر طنزیہ انداز میں کہا۔ ”تو نے دوسرا تمغہ بھی سجالیا ہے۔“

وہ بولا۔ ”اگر میرے پاس ہتھیار رہوتا تو یہ زخم مجھے نہیں اسے ملتا۔ اب بھی وہ میرے ہاتھوں نہیں بچے گا۔ اس کی آواز اور لب ولہجہ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ میں تجھے بتا رہا ہوں۔ تو ابھی اس کے پاس پہنچ سکتی ہے۔ ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

جینا نے پوچھا۔ ”کیا تو اس لیے اسے زندہ نہیں چھوڑے گا کہ اس نے تجھے زندہ چھوڑ دیا ہے؟ وہ چاہتا تو تجھے زخمی نہ کرتا تیری کھوپڑی میں گولی اتار کر چلا جاتا۔“

”کیا تو چاہتی ہے اس سے انتقام نہ لیا جائے؟ اس نے جو کچھ مجھ سے لوٹا ہے، اس سے وہ مال واپس نہ لوں؟“

”ہاں، میں یہی چاہتی ہوں۔ تُو اس سے کبھی بھول کر بھی دشمنی نہیں کرے گا کیونکہ اب وہ میرا ہونے والا داماد ہے۔“

اس نے چونک کر پوچھا۔ ”یہ تُو کیا کہہ رہی ہے؟ کیا اپنی زبان سے پھر رہی ہے؟ میں تیرا داماد بننے کے لیے تیرا غلام بننے کو تیار ہو گیا اور تُو.....“

اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”زیادہ نہ بول۔ تُو نے صرف اپنی زبان سے وعدہ کیا تھا کہ میرا غلام بن کر رہے گا۔ میں کبھی کسی کی زبان پر بھروسا نہیں کرتی۔ میں نے تیری بے خبری میں تجھ پر عمل کیا ہے۔ تجھے اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا ہے۔“

وہ پریشان ہوکر اس کا منہ تکنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”تجھے یقین نہیں آتا تو جا میرے شکنجے سے نکل کر دکھا۔ میری مرضی کے خلاف کہیں بھی جائے گا کچھ بھی کرے گا تو تیری کھوپڑی الٹا دوں گی۔“

وہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ یہ ایک نئی مصیبت تھی کہ جینا نے اس کی بے خبری میں اسے اپنا غلام بنالیا تھا۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ”کیا میں یہاں سے جانا چاہوں گا تو تو مجھے روک سکے گی؟“

”تو میری مرضی کے بغیر اس بستر سے نیچے نہیں اتر سکے گا۔“

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے جینا کو دیکھا پھر بستر سے اترنا چاہا تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا۔ پتا نہیں اس نے کیسا پراسرار عمل کیا تھا۔ وہ اپنے ذہن کو کسی شکنجے میں محسوس نہیں کر رہا تھا پھر بھی بہت ہی مضبوط اور نامعلوم گرفت میں تھا۔

جینا نے کہا۔ ”اب تو بیٹھے بیٹھے الٹ کر پیچھے کی طرف جائے گا۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس نے الٹی قلابازی کھائی پھر بیڈ کے دوسرے سرے پر چلا گیا۔ جینا نے کہا۔ ”تُو نے حالات کے بڑے جوتے کھائے ہیں۔ تیرے بدن پر گولیوں کے دو زخم ہیں۔ اس لیے میں تجھے تماشا نہیں بنا رہی ہوں ورنہ تُو ابھی ان دیواروں سے سر ٹکراتا رہتا اور مجھ سے رحم کی بھیک مانگتا رہتا۔“

وہ سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اچھی طرح سمجھ گیا کہ اس کے سامنے مجبور اور بے بس ہوگیا ہے۔ اگر اسے غصہ دلائے گا تو اس کی شامت آجائے گی۔

اس نے عاجزی سے پوچھا۔ ”کیا میں یہ سمجھوں کہ ہمارے درمیان جو زبانی معاہدہ ہوا تھا، وہ ختم ہو چکا ہے...... میں صرف تیرا غلام بن کر رہوں گا؟“

”میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گی۔ تُو میری مرضی کے مطابق میرا کام کرتا رہے گا۔ میں بھی تیرے کام آتی رہوں گی۔ میں تو مسلمانوں کی دشمن ہوں۔ ہر حال میں تیری مدد کرتی رہوں گی۔“

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ ”ہم نے یورپ اور امریکا کے اکابرین کو مجبور اور بے بس بنا کر اپنا غلام بنایا تو وہ ہمیں اپنا حکمران بنانے کے لیے راضی ہوگئے۔ اسی طرح تو مجھے اپنا غلام بنا کر ہمیشہ مجھ پر حکومت کرتی رہے گی۔ کوئی بات نہیں۔ میں اپنے سیارے والوں کی برتری اور حکمرانی کے لیے ساری عمر تیرا تابع دار بن کر رہوں گا۔“

وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتی ہوئی وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ ”جسٹ آ منٹ! کیا ابھی میرا ایک کام کرے گی؟“

”بول کیا چاہتا ہے؟“

”یہاں آرام سے بیٹھ جا۔ تجھے امریکا اور یورپ کے اکابرین سے رابطہ کرنا ہے۔ پہلے یہ بتا خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرے گی یا فون کے ذریعے؟“

”تُو ان سے کیا کہنا چاہتا ہے؟“

”اگر اپنے فون کے ذریعے ان سے باتیں کرے گی تو میرے اندر رہ کر معلوم کرتی کہ میں ان سے کیا کہنا چاہتا



ہوں۔ اسی کے مطابق تو ان سے گفتگو کر سکے گی۔“

وہ ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ کر اس کے اندر آئی۔ پہلے اس نے پانچ یوگا جاننے والے امریکی افسران کے فون نمبر معلوم کیے۔ اس کے بعد اپنا فون نکال کر ان سے رابطہ کیا۔ ان میں سے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے اپنے فون پر اس کے نمبر پڑھے پھر پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ”میں شیطان کی محبوبہ ہوں۔ میرا نام جینا ہے۔ نائب ایشو رارا دوم بیمار ہوگیا ہے۔ اس کی جگہ میں کام کر رہی ہوں۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ چند گھنٹوں کے بعد تم سب سے رابطہ کرے گا اور تمہارے مطالبات کے متعلق کوئی خوشخبری سنائے گا۔“

اس نے کہا۔ ”ہمیں افسوس ہے کہ نائب ایشو رارا دوم بیمار ہوگیا ہے۔ تم ہمارے مطالبات کے متعلق کیا کہنا چاہتی ہو؟ کیا گریٹ ایشو رارا نے ان تمام مطالبات کو تسلیم کرلیا ہے؟“

”بے شک یہ تمہارے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے کہ امریکا، یوکے، جرمنی اور فرانس ہمیشہ آزاد ممالک کی حیثیت سے باقی رہیں گے۔ دنیا کے باقی حصوں میں گریٹ ایشو رارا کی حکومت قائم ہوجائے گی۔“

اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”اس سلسلے میں تحریری معاہدہ ہونا چاہیے۔“

”بے شک، تحریری معاہد بھی ہوگا مگر اس میں کچھ وقت لگے گا۔ اول تو نائب ایشو رارا دوم بیمار ہے پھر یہ کہ سیارے والے اس دنیا پر حکومت کرنے کے سلسلے میں ابتدائی تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہ تمام تیاریاں مکمل ہوجائیں گی تو تم چاروں ممالک سے تحریری معاہدہ ہوجائے گا۔“

”کوئی بات نہیں جب تک یہ معاہدہ نہیں ہوگا، ہم انتظار کریں گے۔ ہمیں تمہاری طرف سے اطمینان حاصل ہوگیا ہے۔“

”اب میں فون بند کروں گی۔ کیا نائب ایشو رارا کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہو؟“

”ہاں، بہت ضروری پیغام ہے سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں۔ انہوں نے ہم سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ نائب ایشو رارا دوم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر انہیں دیکھ سکتا ہے۔ ان سے گفتگو کر سکتا ہے۔“

جینا نے پوچھا۔ ”کیا انہوں نے بتایا ہے کہ وہ دونوں کس ملک میں ہیں؟“

”انہوں نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔ بس نائب ایشو رارا دوم کو چیلنج کیا ہے کہ اس میں اگر جرأت ہے تو وہ ان سے رابطہ کرے۔“

”اچھی بات ہے میں تمہارا یہ پیغام نائب ایشو رارا تک ابھی پہنچا رہی ہوں۔ میرا فون نمبر تمہارے پاس پہنچ گیا ہے۔ جب بھی اہم معاملات درپیش ہوں تو مجھ سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ او کے، بائے۔“

اس نے فون بند کر دیا پھر ذاکر سے پوچھا۔ ”کیا میں نے تیرے منصوبوں کے مطابق ان سے باتیں کی ہیں؟ وہ مطمئن ہیں کہ ان کے مطالبات تسلیم کیے جا رہے ہیں۔“

وہ بولا۔ ”میں یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے مطالبات کے سلسلے میں مطمئن ہو جائیں۔ اب وہ کچھ عرصے تک تحریری معاہدے کا انتظار کریں گے۔ تب تک میری غیر معمولی مشین استعمال کے قابل ہو جائے گی۔“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”تمہارے لیے ایک بری خبر ہے۔“

اس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا۔ ”وہ بری خبر کیا ہے؟“

”سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں۔ انہوں نے ان اکابرین سے رابطہ کیا تھا۔ ان سے کہا ہے کہ وہ تمہاری تلاش میں بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں۔ تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر انہیں دیکھ کر ان سے گفتگو کر سکتے ہو۔“

یہ سنتے ہی ذاکر کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک دم سے پریشان ہو کر بولا۔ ”وہ دونوں بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں؟ وہ کب آئے ہیں؟ پتا نہیں کب سے مجھے تلاش کر رہے ہیں؟ اور میں ان سے غافل ہوں۔ اِدھر حالات کی مار کھا رہا ہوں۔ جینا! میں کیا کروں؟ سیارے سے اتنی جلدی کوئی مدد نہیں پہنچ سکتی اور میں نہیں جانتا کہ سیارے والے مجھے کس طرح تحفظ فراہم کریں گے؟ اب تو بس ایک تیرا ہی آسرا رہ گیا ہے۔“

وہ ناگواری سے بولی۔ ”تو اتنا ڈرتا کیوں ہے؟ کیا وہ دونوں تجھے کھا جائیں گے؟“

”تو نہیں جانتی، وہ دونوں کتنے خطرناک ہیں۔ سونیا نے مجھ سے پہلے آنے والے ایشو رارا کو بڑی بے دردی سے ہلاک کیا تھا اور ہماری غیر معمولی مشین چھین کر لے گئی تھی۔ وہ جتنی دلیر ہے، اتنی ہی ذہین اور مکار بھی ہے۔ تو سمجھتی ہے کہ وہ مجھ تک پہنچ نہیں پائیں گے۔ وہ اچانک ہی یہاں بلائے

ناگہانی کی طرح آجائیں گے، تو بھی حیران رہ جائے گی کہ وہ کس طرح پاتال میں چھپے ہوئے دشمنوں تک پہنچ جاتے ہیں۔"

وہ غصے سے بولی۔ "اے! میرے سامنے کسی کی تعریفیں نہ کیا کر۔ اگر وہ آتے ہیں تو ابھی آجائیں۔ تُو میرے شیطانی کمالات دیکھتا آرہا ہے۔ جب بھی وہ آئیں گے تو تُو دیکھے گا کہ میں ان دونوں کو کس طرح تگنی کا ناچ نچاتی ہوں۔"

"میں تجھے جانتا ہوں تیری بڑائی کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس لیے تو کہہ رہا ہوں کہ مجھے صرف تیرا ہی آسرا رہ گیا ہے۔ تُو ہی مجھے ان دشمنوں سے تحفظ دے سکے گی۔"

اس نے کمیونیکیشن مشین نکالتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے گریٹ ایشورارا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس نے رابطہ کیا پھر کہا۔ "اے میرے معلم! میرے ان داتا! میں نے اس دنیا میں آکر بس ایک اچھی خبر تجھے سنائی کہ تمام اکابرین یہاں ہماری حکمرانی تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد مجھے افسوس ہے، میں نے کبھی کوئی اچھی خبر نہیں سنائی۔ ایک اور بری خبر یہ ہے کہ سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہیں اور مجھے تلاش کررہے ہیں۔"

گریٹ ایشورارا نے تحریری جواب دیا۔ "کیا مصیبت ہے؟ جب سے تو اس دنیا میں گیا ہے تجھ پر یکے بعد دیگرے مصیبتیں نازل ہوتی جارہی ہیں۔ اب تو تجھے بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ آئندہ تُو فون کے ذریعے بھی کسی سے بات نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کو آلۂ کار بنا کر اکابرین سے رابطہ کرے گا۔"

اس نے کہا۔ "میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔ میں نے تیرے حکم کے مطابق شیطان کی محبوبہ کو راضی کرلیا ہے، وہ میری دوست ہے۔ وہ میری نمائندہ بن کر اکابرین وغیرہ سے باتیں کرتی رہے گی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے ہی اکابرین سے رابطہ کیا تھا۔ انہیں اطمینان دلایا ہے کہ ان کے مطالبات مان لیے گئے ہیں۔ کچھ عرصے بعد ان سے تحریری معاہدہ ہوگا۔ وہ سب پوری طرح مطمئن ہیں۔"

"اس پہلو سے ہمیں بھی اطمینان حاصل ہورہا ہے۔ ہماری حکومت وہاں جلد ہی قائم ہونے والی ہے لیکن تجھ پر جو مصیبتیں نازل ہورہی ہیں، اس کا کیا بنے گا؟ اگر سونیا فرہاد تجھ تک پہنچ گئے تو بڑی گڑبڑ ہوگی۔ بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔"

"میرے آقا! تو فکر نہ کر۔ جینا بڑی پراسرار قوتوں کی مالکہ ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ بھی ہماری طرح مسلمانوں کی دشمن ہے۔ اس لیے یہ میری بھرپور مدد کر... ہے۔ مجھے کسی بھی مسلمان سے نقصان پہنچنے نہیں دے گی۔"

"میں مشینی پُرزے تیرے پاس بھیجنے والا تھا، اب ایسا نہیں کروں گا۔ جو پُرزے یہاں سیارے میں تیار ہیں، ان... اسمبل کرکے ایک نئی مشین تیار کررہا ہوں۔ ایک ہفتے کے ا... یہ مشین تیار ہوجائے گی تو میں اسے تیرے پاس بھیج دوں گا۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہوگی، مجھے تیار شدہ مشین مل جا... گی۔"

"تیرے پاس جو ناکارہ مشین ہے اسے اس طرح ضائع کردے کہ اس کے کسی ایک پُرزے تک بھی کوئی پہنچ نہ پائے۔ تیری نگرانی اور حفاظت کے لیے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آج رات وہاں پہنچ جائیں گے۔"

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کردیا۔ وہ سیارے وال... لیبارٹری میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھا تھا۔ ہماری دنیا میں ذاکر کے ساتھ جو کچھ ہورہا تھا، اس کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ یہ فکر لاحق ہوگئی کہ جبکہ بڑی آسانی سے کامیابی حاصل ہورہی ہے اور ان کی حکومت قائم ہونے والی ہے، ایسے وقت میں اور سونیا ادارے سے باہر کیوں آ... ہیں؟ اگر ذاکر ان سے مات کھائے گا تو تمام اکابرین کے سامنے بڑی سبکی ہوگی۔

وہ سر جھکائے سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ "ذاکر کی بدنصیبی بتارہی ہے کہ ابھی اس پر زیادہ بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ شیطان کی محبوبہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے اور ہماری کامیابی میں بہت بڑا رول ادا کرے لیکن یہ سب اندازے ہی اندازے ہیں۔ مجھے اپنے لائحہ عمل میں کچھ ایسی تبدیلیاں کرنی چاہیے جو نتیجہ خیز ہوں اور کامیابی یقینی ہوجائے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فیوچر ٹیلنگ مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ ہماری دنیا میں ذاکر کے ساتھ جو حالات پیش آرہے تھے اور جس طرح میں نے اور سونیا نے ادارے سے باہر نکل کر اسے چیلنج کیا تھا، وہ تمام باتیں تفصیل کے ساتھ اس مشین میں فیڈ کرنے لگا۔

اس مشین کو تمام معلومات فراہم کرنے کے بعد اس نے تحریری سوال کیا۔ "میں نے ذاکر کو اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے یہ دریافت کیا تھا کیا ہمیں اس بار کامیابی حاصل ہوگی؟ اور یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ یقیناً کامیابی ہوگی پھر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ کسی حد تک کامیابی کے ساتھ ساتھ ناکامی کا بھی منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ میرا سوال ہے ایسا کیوں ہورہا ہے؟ کیا ہماری کامیابی کے آگے مزید رکاوٹیں پیدا ہوں گی یا ہم آسانی سے وہاں اپنی حکومت قائم کرلیں گے؟"



## گزارا

زبانِ یار سے ناآشنا، خطرات سے معمور کھانا...... کیا کریں؟ کتنی ہی دیر کوشش کرتے رہے، مگر نہ فرانسیسی بیرا ہماری بات سمجھا، نہ اس کی کوئی بات ہمارے پلے پڑی۔ یہاں بھی ہسپانوی اخبار نویس ہی مدد کو آیا۔ کھانے کے انتخاب میں مدد کی۔ "وہ کھانا جو مسلمان کھا سکیں۔" ویٹر نے بتایا کہ اکثر مسلمان تو ہمارے مینو کے تمام اشیا کھا سکتے ہیں۔ ہم نے مینو کی ایک ایک چیز کا پوسٹ مارٹم کرکے معلوم کیا کہ ان میں کیا کیا اجزا ہیں۔ مغرب میں گوشت پر سرے سے لکیر پھیر دینا چاہیے۔ چربی والی کسی بھی چیز پر اعتماد ممکن نہیں۔ گھی کی جگہ زیادہ تر چربی استعمال کی جاتی ہے۔ بسکٹوں میں بھی چربی ہوتی ہے۔ لکھا صرف یہ جاتا ہے حیوانی چربی۔ پہلوان جی بھی حیوان ہی ہیں۔ پہلوانوں کی چربی ویسے بھی سستی ہوتی ہے۔ پھر جہاں کوئی ہم زبان بھی نہ ہو...... کون بتائے کوئی کیا ہے؟ ہم نے انہیں بتایا کہ ہمارا تعلق مسلمانوں کی "اکثریت" سے نہیں۔ وہ آئس کریم اور جوس لے آیا۔ "پھر تو آپ اسی پر گزارا کریں۔"

اندلس کی تلاش، رفیق ڈوگر

انتخاب: حریم علوی از کراچی

تھوڑی دیر بعد مشین سے جواب موصول ہونے لگا۔ "پچھلی پیشگوئی غلط نہیں تھی۔ اس ارضی دنیا کے تین حصوں میں تمہاری حکومت قائم کرنے کے امکانات پیدا ہو چکے ہیں۔ باقی وہ تمام اکابرین تمہارے لیے راستے ہموار کرتے رہیں گے۔

پیشگوئی کے ساتھ یہ خاص طور پر کہا گیا تھا کہ تمہارے نائب ایشورارا دوم ذاکرارا سے کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔ جب کہ وہ غلطیوں پر غلطیاں کرتا جارہا ہے۔

گریٹ ایشورارا نے سوال کیا۔ "میں چاہتا ہوں، ان غلطیوں کی نشاندہی کی جائے۔"

جواب موصول ہوا۔ "تمہارے نائب ایشورارا دوم کی سب سے پہلی غلطی یہ ہے کہ اس نے استنبول میں رقم حاصل کرنے کے لیے ایک جوہری کے پاس جاکر یہاں کے ایک ہیرے کو فروخت کیا۔ اس طرح وہاں کی انٹیلی جنس والے اس کے پیچھے پڑ گئے۔ کیونکہ اس نایاب ہیرے کا تعلق اس دنیا سے نہیں تھا۔

بہرحال باقی حالات تمہارے سامنے ہیں کہ کس طرح انٹیلی جنس والوں نے اس کے گھر پر چھاپہ مارا اور یہ بھید کھلتا چلا گیا کہ اس کے پاس غیر معمولی مشین بھی ہے اور ہیرے جواہرات کا اچھا خاصا ذخیرہ بھی ہے۔ اس نے دوسری غلطی یہ کی کہ ان انٹیلی جنس والوں کو ہلاک کردیا۔ اس کے بعد وہاں کی پولیس والے اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "وہ معاملہ تو استنبول میں ختم ہوچکا ہے۔ وہ وہاں کے قانون کی گرفت میں نہیں آئے گا۔"

مشین کی طرف سے کہا گیا۔ "ابھی وہ معاملہ ختم نہیں ہوا ہے۔ وہاں کی انٹیلی جنس والوں نے اس جوان عورت کی تصویر شائع کی ہے جسے تمہارے نائب ذاکرارا نے اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔ یہ اس کی تیسری بہت بڑی غلطی تھی۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "وہ اس عورت سے بھی پیچھا چھڑا کر وہاں سے نکل آیا ہے پھر اس کی تصویر شائع ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"آئندہ بہت فرق پڑنے والا ہے۔ اخبارات میں جو تصویر کی گئی ہے، وہ ذاکرارا کے لیے مصیبت کا باعث بننے والی ہے۔"

"میں تجھ سے مشورہ چاہتا ہوں کیا مجھے ذاکرارا کو واپس سیارے میں بلالینا چاہیے؟"

"اب تُو لاکھ کوشش کرے گا تب بھی اسے بُلا نہیں پائے گا۔ کیونکہ وہ شیطانی چکر میں پھنس گیا ہے۔"

"پلیز، مجھے مشورہ دے کہ آئندہ کیا کرنا چاہیے؟"

"ذاکرارا پر زیادہ بھروسا نہ کر۔ وہ شیطان کی محبوبہ اس کے بہت کام آسکتی ہے۔ یوں تیرا ابھی کام بنتا رہے گا لیکن تجھے کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنا تیسرا نمائندہ وہاں بھیجنا چاہیے پھر یہ پوری طرح یقین کرلینا چاہیے کہ اس تیسرے نمائندے سے کوئی غلطی نہیں ہوگی۔"

اس نے مشین کو آف کردیا۔ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اب

عقل سمجھا رہی تھی کہ جوئی غیر معمولی مشین وہ ذاکر کے پاس بھیجنے والا ہے۔ اسے ابھی روک دے۔ وہ اپنے ماتحتوں میں سے جو سب سے زیادہ شاطر ہے آئندہ اُسے اپنا نائب بنا کر بھیجے گا اور وہی یہ مشین لے کر جائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائے گا۔

☆☆☆

میں اور سونیا بحیرہ روم کے ساحلی علاقوں میں تھے۔ پہلے ہم مارسیلز میں تھے۔ وہاں کی لطیف اور خنک ہوا میں ایک عجیب سی سحر انگیزی ہے۔ بہت ہی خاموش اور پُرسکون ساحلی علاقہ ہے۔ ایسے خوبصورت باغ اور چھوٹے چھوٹے ریستوران ہیں جہاں لوگوں کی زیادہ بھیڑ شور اور ہنگامے نہیں ہوتے۔

مارسیلز اور نائس سے چند میل کے فاصلے پر ایسی بستیاں ہیں جو ساحلی چٹانوں، پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپی چھپی سی رہتی ہیں۔ وہاں کے مناظر انتہائی حسین اور دلکش ہیں۔

سونیا نے اس کھلی فضا میں گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔ ''میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ جگہ اتنی خوبصورت ہوگی۔ پھولوں کی خوشبو اور کچے پکے انگوروں کی مہک یہاں کے فضا میں بسی ہوئی ہے۔ ایک عجیب سا سحر طاری ہو رہا ہے۔''

ہم وہاں دنیا کی عداوتوں اور جھمیلوں سے دور اپنی زندگی کے بہترین لمحات گزار رہے تھے۔ ایک صبح سونیا نے اخبار پڑھتے ہوئے بصرہ کی تصویر دیکھی اور کہا۔ ''فرہاد! اسے دیکھو کتنی پیاری سی لڑکی ہے لیکن اس کے بارے میں پڑھ کر افسوس ہو رہا ہے۔ یہاں لکھا ہے کہ یہ معصوم لڑکی ایک بہت ہی پراسرار قاتلہ ہے۔ اس نے براہِ راست یا بالواسطہ کئی قتل کیے ہیں۔''

میں نے سونیا سے اخبار لے کر پڑھنا شروع کیا۔ تصویر کے ساتھ اس کے بارے میں بہت کچھ شائع کیا گیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ اس عورت کا نام بصرہ ہے جو لوگ اسے جانتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ پانچوں وقت کی نمازی اور تہجد گزار ہے۔ ہمیشہ عبا پہنتی ہے سر اور چہرے کو اسکارف سے ڈھانپ کر رکھتی ہے۔ پردے کی پابند ہے۔ اپنے جسم کی نمائش نہیں کرتی لیکن یہ جتنی معصوم اور پارسا دکھائی دیتی ہے اس کے برعکس اتنی ہی خطرناک بھی ہے۔ اس نے اصغر جلالی نامی ایک جوان سے شادی کی پھر اسے قتل کر دیا۔ یہ بیان اصغر جلالی کے بڑے بھائی اکبر جلالی نے دیا تھا۔ بعد میں اسے بھی پراسرار طریقے سے ہلاک کر دیا گیا۔

اسے ایک ایسے مکان میں دیکھا گیا جہاں دو شخص رہتے تھے۔ پولیس کا شبہ تھا کہ وہ یا تو اسمگلر ہیں یا کسی بیرونی ملک سے آئے ہیں۔ اس مکان میں ایک انٹیلی جنس کا افسر دو سپاہیوں کے ساتھ گیا مگر وہ تینوں مارے گئے۔ ان کے ساتھ وہ شخص بھی مارا گیا جو اس مکان میں رہتا تھا۔ باقی دوسرا شخص کہیں فرار ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھولی صورت والی بصرہ بھی روپوش ہو گئی ہے۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔ جو بھی اس کی نشاندہی کرے گا اسے انعام کے طور پر پچاس ہزار ڈالرز دیے جائیں گے۔

سونیا نے میرے ہاتھ سے اخبار لے کر بصرہ کی تصویر دیکھی پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''مجھے یقین نہیں ہو رہا ہے کہ اتنی معصوم سی لڑکی اتنے قتل کر سکتی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ ایک گیت ہے ناں... ''بھولی صورت دل کے کھوٹے نام بڑے اور درشن چھوٹے...'' یہ محترمہ بھی ایسی ہی ہوں گی۔''

''میں تم سے زیادہ فیس ریڈنگ جانتی ہوں، مجھ سے شرط لگاؤ، میں کہتی ہوں کہ یہ لڑکی کرپٹ نہیں ہے۔''

''اگر یہ واردات کرنے والی لڑکی ثابت ہوئی تو تم کیا ہار دو گی؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''میرے پاس کیا رہ گیا ہے؟ سب کچھ تو تم لوٹ چکے ہو۔ ہم میں سے کسی کو زمین جائیداد کا لالچ نہیں ہے اور نہ ہی ہم بنک بیلنس رکھنے کے قائل ہیں۔ جب چاہتے ہیں، ہمیں رقم حاصل ہو جاتی ہے۔''

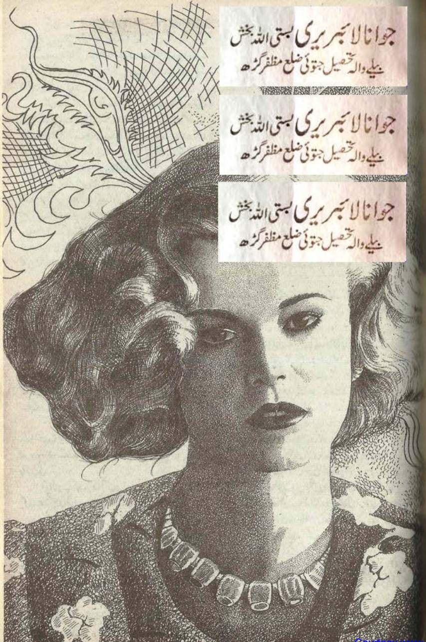
''پھر بھی یونہی شغل کے طور پر بولو کیا ہار دو گی...؟''

''اگر تم جیت گئے تو تمہیں ایک ڈالر دوں گی۔''

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''چلو یہی سہی۔ اپنی غیر معمولی مشین کو آن کرو اور بصرہ کی تصویر کو اس میں پش کرو۔''

میں ایک قینچی سے بصرہ کی تصویر کو اخبار سے تراش کر الگ کیا۔ اس وقت ہم نہیں جانتے تھے کہ تقدیر ہمیں کہاں سے کہاں پہنچانے والی ہے۔ ویسے گریٹ ایشورارا کی فیوچر ٹیلنگ مشین پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ بصرہ کی جو تصویر اخبارات میں شائع ہوئی ہے، وہ سیارے والوں کے لیے خطرے کی گھنٹی بجانے والی ہے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے



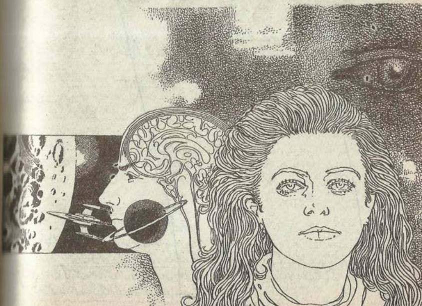

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ
جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

**سسپنس کا مقبول عالم سلسلہ جو تین سو چھہتر ماہ سے جاری ہے**

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں، رنگینیوں اور تحیر
کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحرانگیز کہانی
جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست
کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں
چاہتا، جھانک لیتا اور یہی اُس کا مہلک ترین ہتھیار
تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا جسے قارئین
کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور
ملک وقوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے
خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور
بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ
حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

**اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ**



میں نے بصرہ کی تصویر کو اخبار سے تراش کر الگ کیا۔ سونیا نے یہ تصویر مجھ سے لے کر غیر معمولی مشین میں پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''اب بھی سوچ لو، ایک ڈالر ہار جاؤ گے۔ میں نے کہا ہے کہ بصرہ معصوم اور بھولی بھالی ہے۔ میں ایک ڈالر جیت لوں گی۔''

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم نے بارہا اپنی زندگی میں ایسے تجربات کیے ہیں۔ تمہاری نظروں سے ایسے بھولے بھالے شاطر گزرے ہوں گے جو معصومیت کے پردے میں خونریز وارداتیں کرتے ہیں۔ یہ بصرہ بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔ میں تم سے بازی جیت لوں گا۔''

اسکرین پر بصرہ نظر آئی۔ سونیا نے مشین کو آپریٹ کیا تو وہ تصویر متحرک ہوگئی۔ ایک ہوٹل کا ڈائننگ ہال دکھائی دیا۔ بصرہ ایک خوبرو صحت مند نوجوان کے ساتھ ایک میز پر بیٹھی تھی، اس سے کہہ رہی تھی۔ ''کمال پاشا! تم نہیں جانتے' ممی خود کو شیطان کی محبوبہ کہتی ہے مگر اپنی ذات میں خود بھی ایک بھرپور شیطان ہے۔ وہ ہم مسلمانوں کی دشمن ہے۔''

کمال نے کہا۔ ''تعجب ہے پھر وہ مجھے اپنا داماد بنانے پر راضی کیسے ہوگئی؟ وہ کسی غیر مسلم کو بھی تو داماد بنا سکتی تھی۔''

''وہ اس لیے راضی ہے کہ میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ تمہیں بے انتہا دولت دے کر دین سے منہ موڑ لینے پر مجبور کردے گی۔''

''اگر ایسا ہے تو اس نے تمہیں اسلام قبول کرنے کا موقع کیوں دیا؟ تم پانچ وقت نماز پڑھتی ہو۔ ہمیشہ دین ایمان کی باتیں کرتی رہتی ہو پھر وہ تمہیں ایمان کے راستے سے کیوں نہیں بھٹکاتی؟''

''اس نے پہلے بہت کوششیں کیں۔ میری عبادت کے وقت مداخلت کرتی تھی پھر میں نے دھمکی دی کہ وہ آئندہ میرے دین کے راستے میں آئے گی تو میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔''

کمال نے کہا۔ ''وہ جتنی بری ہے اتنی ہی ممتا کی ماری بھی ہے۔ تمہیں جان سے زیادہ چاہتی ہے۔''

''اس میں کوئی شک نہیں۔ وہ مجھے زندہ سلامت اور خوش حال دیکھنا چاہتی ہے۔ میرے آگے ذرا نرم پڑ جاتی ہے لیکن تم داماد بن کر اس کی کسی بات سے انکار کرو گے تو وہ تمہیں دوسری سانس لینے کی مہلت بھی نہیں دے گی۔ اس کی شیطانی فطرت کہتی ہے کہ داماد مرتے رہیں کوئی بات نہیں اور آ جائیں گے۔ بس میری بیٹی سلامت رہے۔''

ہم انہیں اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ ان کی باتیں سن رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ ''یہ اپنی ماں سے نہیں ڈرتی ہے بلکہ اپنے محبوب کے لیے خوفزدہ ہے۔ آخر وہ خطرناک ماں کون ہے؟''

''تم نے سنا نہیں اس کی ماں خود کو شیطان کی محبوبہ کہتی ہے اور وہ مسلمانوں کی دشمن ہے۔''

''فرہاد! ہم خوامخواہ بصرہ کو ایک پہیلی بنا کر بوجھ رہے ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے صحیح معلومات کیوں نہیں حاصل کرلیتے؟''

''او کے، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں بصرہ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ سونیا اسکرین پر اسے دیکھ رہی تھی، کمال سے ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔ ایسے وقت جینا وہاں آ گئی۔ بصرہ نے کہا۔ ''کمال پاشا! یہ میری ماما ہے۔''

اس نے ایک دم سے چونک کر اس کی ماں کو دیکھا۔ وہ بیٹی کی ہم شکل ہی نہیں بلکہ اس کی ہم عمر بھی تھی۔ اس نے بے یقینی سے کہا۔ ''کیوں مذاق کر رہی ہو بصرہ! اپنی ہم عمر بہن کو ماں کہہ رہی ہو؟''

سونیا نے بھی حیرانی سے کہا۔ ''فرہاد! خیال خوانی چھوڑ دو اور اسکرین پر دیکھو۔ یہ جو دوسری بصرہ کی ہم شکل آئی ہے' یہ اس کی ماں ہے۔''

اُدھر جینا ان کے پاس ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''یہ مذاق نہیں ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔ میں نے اسے نو ماہ تک اپنی کوکھ میں رکھ کر جنم دیا ہے۔''

میں نے جینا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اوہ گاڈ! یقین نہیں آرہا ہے۔''

میں نے پھر بصرہ کے خیالات پڑھے۔ اس کے بعد سونیا سے کہا۔ ''اس کے خیالات جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ اس کی ماں کی موجودہ عمر ایک سو دس برس ہے لیکن یہ شیطان کی محبوبہ ہمیشہ جوان رہتی ہے۔ جس طرح شیطان ازل سے اب تک بوڑھا نہیں ہوا اسی طرح اس پر بھی بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا۔''

پھر میں نے جیب سے ایک ڈالر نکال کر سونیا کو دیتے ہوئے کہا۔ ''میں بازی ہار چکا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''میں جیت گئی، بصرہ واقعی معصوم ہے۔''

''ہاں، وہ بیچاری عجیب حالات سے دوچار ہوتی رہتی ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ پیدا کرنے والی ماں اس کی بدترین دشمن بھی ہے اور بہترین ماں بھی ہے۔ اسے شیطانی ذرائع سے دنیا جہان کی مسرتیں دینا چاہتی ہے' انہیں بیٹی قبول نہیں کرتی۔ اس کے ایمان میں بڑی پختگی ہے۔''

میں نے سونیا کو بتایا کہ ماں اسے براہِ راست نقصان نہیں پہنچاتی ہے۔ اس کی زندگی میں آنے والوں کو اپنی ڈگر پر چلانا چاہتی ہے۔ بصرہ کے پہلے شوہر اصغر جلالی نے اس کے شیطانی مشوروں پر عمل نہیں کیا تو وہ ڈائن ماں اپنے داماد کو کھا گئی۔ اب کمال پاشا کو اسی ارادے سے داماد بنا رہی ہے، یہ سوچ رہی ہے کہ شاید یہ شخص اس کے شیطانی اصولوں کا پابند رہے گا تو بیٹی بھی رفتہ رفتہ اپنے میاں کے رنگ میں رنگ جائے گی۔

اب بصرہ اور کمال الجھن میں تھے۔ اگر وہ شادی کرتے تو جینا پُراسرار قوتوں کے ذریعے داماد کو اپنے اشاروں پر چلاتی اور وہ نہ چاہنے کے باوجود اپنی ساس کا تابع دار بنا رہتا۔ بصرہ نے اپنی ماں کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تو پاشا کو اپنے شیطانی راستوں پر نہیں لے جائے گی۔ پہلے یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دے گی۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''کیسے چھوڑ دوں؟ میں اپنے یار دلدار شیطان کے مشوروں پر عمل کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ اپنی ممتا سے مجبور ہو کر صرف تجھے ڈھیل دیتی رہتی ہوں۔ کسی اور کو چھوٹ نہیں دوں گی۔ اگر یہ پاشا میرا تابع دار بن کر رہنے سے انکار کرے گا تو یہاں سے اپنے اپارٹمنٹ تک جاتے جاتے راستے میں ہی مر جائے گا یا ذاکر کی طرح اپاہج ہو جائے گا۔''

سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ ''ذاکر کون ہے؟ یہ تینوں کئی بار اس کا ذکر کر چکے ہیں۔''

مجھے بصرہ کے خیالات پڑھنے کے بعد یہی معلوم ہوا کہ استنبول کی پولیس ذاکر کو اسمگلر سمجھتی ہے۔ اسے گرفتار کرنے آئی تھی لیکن وہ قانون کے محافظ کو ہلاک کر کے فرار ہوگیا تھا۔ ایسے وقت انٹیلی جنس والوں نے بصرہ کو وہاں دیکھا تھا، ان کے پاس ذاکر کی تصویریں نہیں تھیں۔ لہٰذا انہوں نے ذاکر تک پہنچنے کے لیے بصرہ کی تصویریں اخبارات میں شائع کرائی تھیں۔

ہم اسی تصویر کے ذریعے ان تینوں تک پہنچے تھے۔ چوتھا شخص ذاکر رہ گیا تھا۔ وہ بھی اسکرین پر نظر آ گیا۔ اس وقت ہم نہیں جانتے تھے کہ جس نائب ایشورار ادوئم کو ٹریپ کرنے کے لیے ہم بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے تھے' یہ وہی شخص ہے اور ہماری دنیا میں ذاکر علی کا نام اختیار کر کے آیا ہے۔

بصرہ، پاشا اور جینا ڈائننگ ٹیبل کے اطراف بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ جینا نے ذاکر کو دیکھ کر کہا۔ ''یہاں آ...... کمال پاشا نے تجھے گولی ماری تھی۔ اس بات کو بھول جا۔ تم سب میرے احکامات کے پابند رہو گے۔ میں تجھے حکم دیتی ہوں' پاشا سے مصافحہ کر۔''

پاشا اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ذاکر نے اس سے مصافحہ کیا پھر اسے ایک کرسی پر بیٹھنے کو کہا گیا۔ وہ بیٹھتے ہوئے جینا سے بولا۔ ''میں تیرے حکم کے مطابق پاشا سے مصافحہ کرنے یہاں آ گیا مگر تم لوگوں کے ساتھ لنچ نہیں کروں گا۔ ابھی مجھے اپنے کمرے میں رہنا چاہیے۔ کیا مجھے جانے کی اجازت دو گی؟''

جینا نے کہا۔ ''میں سمجھ گئی' تُو تنہائی میں اپنے آقا سے رابطہ کرنا چاہتا ہے۔ کوئی بات نہیں تُو جا سکتا ہے۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ سونیا نے کہا۔ ''ہمیں ان تینوں کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو رہا ہے۔ ذاکر زخمی ہے...... لنگڑا کر چل رہا ہے۔ یوگا کی مہارت نہیں دکھا سکے گا۔ میں چاہتی ہوں' تم اس کے چور خیالات پڑھو۔''

میں نے کہا۔ ''ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ ابھی یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ کم بخت شیطان کی محبوبہ اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ کیسا سلوک کرنے والی ہے؟''

وہ گھور کر بولی۔ ''تم واقعی بوڑھے ہو چکے ہو، سچ مچ سٹھیا گئے ہو۔ یہاں کی باتیں بعد میں بھی معلوم ہو جائیں گی۔ پلیز ابھی جاؤ اور اس کے خیالات پڑھو۔''

میں اسے مسکرا کر دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''جناب! کب تک یونہی دیکھتے رہیں گے؟ کیا کام کے وقت رومانٹک ہونے کا ارادہ ہے؟''

''میں جانتا ہوں' تم رومانٹک نہیں ہونے دو گی۔''

''تو پھر جاؤ۔''

''جاتا ہوں، تم تو پیچھے پڑ گئی ہو۔''

وہ اسکرین پر دیکھ کر ان کی باتیں سننے لگی۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ذاکر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں پہنچا ہوا تھا۔ اپنا بیگ کھول کر کچھ نکال رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اس کی سوچ کی ایک لہر کو بھی پڑھتا۔ اس کے ہاتھ میں کمیونیکیشن مشین دیکھ کر چونک گیا۔ سیارے سے آنے والی وہ مشین میرے پاس بھی تھی۔ میں نے اسے کاہنہ سے حاصل کیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی میں تیزی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

پھر میں خوشی سے اچھل پڑا، میری اس حرکت پر سونیا

چونک کر بولی۔ ”کیا ہوگیا ہے تمہیں.....؟“

میں اسے کھینچ کر آغوش میں بھر کر چومنے لگا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ”یا اللہ توبہ..... یہ بڑھاپا وَلا ہوگیا ہے، ارے کیا ہوگیا؟ کیوں اتنے خوش ہو رہے ہو؟“

میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو جکڑ کر کہا۔ ”وہ جو ذاکر ہے..... دراصل ذاکر نہیں ہے۔“

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”وہ..... میری جان! وہ نائب ایشورارا دوئم ہے۔“

وہ حیرت سے چیخ پڑی۔ ”کیا.....؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں، مقدر کا تماشا دیکھو، یہاں بیٹھے بیٹھے وہ ہماری جھولی میں آگیا ہے۔“

ہم اسکرین پر جو کچھ دیکھ رہے تھے‘ وہ سب ایک سی ڈی میں ریکارڈ ہو رہا تھا۔ سونیا نے سی ڈی کو ریورس کر کے ذاکر کو اسکرین پر دیکھا پھر اسے مشین میں کیچ کر لیا۔ اس کے بعد مشین کو آپریٹ کیا تو وہ ہوٹل کے کمرے میں نظر آنے لگا۔ اس کے ہاتھوں میں کمیونیکیشن مشین تھی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا گریٹ ایشورارا سے تحریری رابطہ کر رہا تھا، اس سے پوچھ رہا تھا۔ ”میرے معلم! میرے اَن داتا! تُو نے مجھ ناچیز کو کیوں یاد کیا ہے؟“

ہمیں اپنی مشین پر ان کی تحریریں واضح طور پر دکھائی دے رہی تھیں۔ ایشورارا کی تحریر ابھری..... وہ کہہ رہا تھا۔ ”کیا تُو نے اس ناکارہ مشین کو تباہ کر دیا ہے؟“

”ہاں میرے آقا! میں نے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اس پر پیٹرول چھڑک کر جلا ڈالا ہے۔ مجھے نئی مشین کب تک مل جائے گی؟“

”آئندہ کوئی مشین تجھے نہیں ملے گی۔ میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ میرا ایک شاطر نمائندہ وہ مشین لے کر ارضی دنیا میں جائے گا۔ وہ نیا نمائندہ میرے دنیاوی معاملات کو سنبھالے گا۔“

ذاکر نے کہا۔ ”اوہ! کیا میں نااہل ثابت ہو چکا ہوں؟“

گریٹ ایشورارا کا جواب ابھرا۔ ”میں تجھے نااہل نہیں کہوں گا۔ ہاں، بدنصیب ضرور کہوں گا۔ تیری بدنصیبی میرے تمام منصوبوں کو لے ڈوبے گی۔ تجھے دلبر داشتہ ہونے کے بجائے تدبر سے اور تدبیر سے خود کو خوش نصیب ثابت کرنا چاہیے۔“

ذرا توقف سے اس کی تحریر ابھری۔ ”جیسا کہ تُو نے شیطان کی محبوبہ کے متعلق بتایا ہے۔ اگر واقعی وہ پُراسرار قوتوں کی مالکہ ہے اور مسلمانوں کی دشمن ہے تو تُو اس کے ذریعے سونیا فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے کے دوسرے لوگوں کو خاک میں ملا سکتا ہے۔ سیارے والوں کے لیے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔“

میں ذاکر کے اندر تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق سوال کیا۔ ”اے میرے آقا! تیرا وہ تیسرا نائب ایشورارا یہاں کب آئے گا؟“

”بس وہاں پہنچنے والا ہے مگر وہ تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رکھے گا۔ نہ کبھی تیرے قریب آئے گا اور نہ فون کے ذریعے بات کرے گا۔“

میں چاہتا تھا‘ اس نئے ایشورارا سوئم کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے مگر گریٹ ایشورارا بہت محتاط تھا پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔

سونیا نے کہا۔ ”ہم فی الحال ذاکر کو یہ معلوم نہیں ہونے دیں گے کہ اس کی شہ رگ تک پہنچ گئے ہیں۔“

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ”ہاں، اس طرح ہم وقتاً فوقتاً گریٹ ایشورارا سے اس کی ہونے والی گفتگو سنتے رہیں گے۔ ہمیں بڑی رازداری سے بہت سی معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔“

وہ اسکرین پر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”یہ زخمی ہے مگر کسی وقت بھی اس کی دماغی توانائی بحال ہو سکتی ہے پھر وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے گا۔“

”میں اس سے پہلے ہی اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا لوں گا۔“

ذاکر کمیونیکیشن مشین کو بیگ میں رکھنے کے بعد آرام سے بیٹھ کر اپنے موجودہ حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ میں اسے بیڈ کی طرف لے گیا۔ وہ وہاں جا کر لیٹ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق آنکھیں بند کیں پھر راضی خوشی میرے تنویمی عمل کو قبول کرنے لگا۔

سونیا اسکرین پر بصرہ‘ پاشا اور جینا کو دیکھ رہی تھی۔ جینا کہہ رہی تھی۔ ”اگر تُو ضدی ہے تو میں بھی تیری جیسی ضدی بیٹی کی ضدی ماں ہوں۔ شادی کرنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لے کہ اپنے داماد کو میں اپنے راستے پر چلاؤں گی۔ یہ شوہر تیرا ہوگا لیکن بیچاری ہوگا میرے یارِ دلدار کا.....“

پھر اس نے پاشا سے کہا۔ ”تُو دنیا کو دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ یہاں اسی کی عزت ہوتی ہے جو زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرتا ہے۔ ابھی اس ہونے والی کو سمجھا‘ دولت کے بغیر تم لوگ دو کوڑی کی زندگی گزارو گے۔“

پاشا نے کہا۔ ”میں کیا سمجھاؤں؟ یہ کہتی ہے ہم دال روٹی کھا کر گزارہ کر لیں گے مگر شیطان کی راہ پر نہیں چلیں گے۔“

وہ ہاتھ نچا کر بولی۔ ”یہ کہتی ہے مگر تُو کیا کہتا ہے؟ مرد ہے تو مرد کی طرح فیصلہ کر..... عورت کے پیچھے نہ چل، اسے اپنے پیچھے چلا۔“

بصرہ نے کہا۔ ”تجھ جیسی دشمن ماں کسی کی نہیں ہوگی۔ داماد کو ورغلا کر بیٹی کا ایمان برباد کرنا چاہتی ہے۔ پاشا! تم صاف صاف کہو کہ کیا چاہتے ہو؟“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ”بصرہ! میں نے پہلی ملاقات میں کہا تھا کہ میں دولت کمانے کے لیے ترکی سے یہاں آیا ہوں۔ لوگ زیادہ سے زیادہ دولتمند بننے کے لیے اپنا ملک چھوڑ دیتے ہیں۔ عارضی طور پر سبھی سگے رشتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ دولت کمانے کی دھن میں عارضی طور پر ہی سہی خدا کو بھول جاتے ہیں۔ انہیں عبادت کرنے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ اگر میں عارضی طور پر تمہاری ماما کی بات مان لوں تو کیا...؟“

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”بس، آگے کچھ نہ کہنا ایمان پہلے عارضی طور پر کمزور ہوتا ہے۔ نماز پہلے ایک وقت کی چھوڑی جاتی ہے پھر رفتہ رفتہ چھوٹتی چلی جاتی ہے۔“

”میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ تمہیں راضی رکھنے کے لیے نماز ضرور پڑھوں گا۔“

وہ ناگواری سے بولی۔ ”خدا کو راضی کرنے کے لیے نہیں عورت کو راضی رکھنے کے لیے عبادت کرو گے؟ تم کل رات والے پاشا نہیں رہے۔ غلطی میری تھی مجھے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ دولت مند بننے کی ہوس پہلے ہی تمہارے اندر تھی۔ ماما نے اسے مزید بڑھا دیا ہے۔“

وہ ذرا سخت لہجے میں بولا۔ ”تم سمجھتی کیوں نہیں؟ میں اپنا نہیں..... تمہارا اور اپنے ہونے والے بچوں کا عیش و آرام اور خوشیاں چاہتا ہوں۔“

”ڈاکا ڈالنے والے‘ اسمگلنگ کرنے اور رشوتیں لینے والے بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ بیوی بچوں کی خاطر ایمان بیچ رہے ہیں۔ میں تمہارے جیسے ایمان فروش کے ساتھ زندگی گزارنا کبھی پسند نہیں کروں گی۔“ اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ”میں اصغر جلالی کی وفات کے بعد تمہیں دل سے چاہنے لگی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ ایمان والے نصیبوں سے ملتے ہیں اور میرے نصیب تو ایک چڑیل ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی پھوٹ گئے تھے۔“

وہ روتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ سونیا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے صرف معصوم کہہ رہی تھی۔ یہ تو مظلوم بھی ہے۔ اگر یہ اسی طرح ماں کے شکنجے میں رہے گی تو کبھی نیک نامی سے اچھی ازدواجی زندگی نہیں گزار سکے گی۔ اس بیچاری کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔“

میں نے کہا۔ ”ہاں ضرور کچھ کرنا چاہیے مگر یہ سمجھ لو‘ وہ چڑیل تمام شیطانی قوتوں کے ساتھ ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔“

”ہم پہلے بھی شیطانی قوتوں سے ٹکراتے رہے ہیں۔ اس بار بھی سہی..... دیکھیں گے کیا ہوتا ہے؟“

میں نے کہا۔ ”اول تو ایسے پُراسرار لوگوں سے دور رہنا چاہیے۔ پہلے ہی دشمنوں کی کمی نہیں ہے۔ ایسے میں ایک خطرناک دشمن کا اضافہ کرنا دانشمندی نہیں ہوگی۔“

وہ گھور کر بولی۔ ”کیا تم اس مظلوم کو بے یار و مددگار چھوڑ دینا چاہتے ہو؟“

”میں نے ایسا کب کہا ہے؟ اسے چڑیل ماں سے نجات ملے گی۔ شیطنت کا توڑ ہمیشہ روحانی عمل سے ہوتا ہے۔ ہم اپنی پوتی انوشے کو جینا کے پیچھے لگا دیں گے اور الگ تھلگ رہ کر تماشا دیکھیں گے۔“

وہ قائل ہو کر بولی۔ ”یہ آئیڈیا اچھا ہے۔“

میں نے اسی وقت خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ”ہیلو دادا کی جان کیا کر رہی ہے؟ اگر عبادت میں مصروف ہے تو بعد میں آؤں گا۔“

وہ بولی۔ ”اوہ، گرینڈ پا! آپ دیکھ رہے ہیں‘ میں کچن میں ہوں۔ آج کھانا پکانے کا شوق پورا کر رہی ہوں۔“

میں نے پوچھا۔ ”دیدار علی کہاں ہے؟“

”پہلے آپ معلوم کریں کہ یہ کچن کہاں ہے؟“

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ”تم پیرس آئی ہوئی ہو؟ یہ ہمارا کاٹیج ہے۔“

”جی ہاں، دیدار علی اپنی بہن ماوَرا سے ملنا چاہتا تھا۔ میں کل صبح اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گی۔ وہاں بھائی بہن کی ملاقات ہوگی۔“

”اچھا اب تم بتاؤ‘ میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟“

وہ ہانڈی میں چمچ چلاتے ہوئے بولی۔ ”بیچاری بصرہ...“

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ”مجھے تم پر ناز ہے۔ اعلیٰ

حضرت نے تمہیں روحانیت کی انگوٹھی میں نگینے کی طرح جڑ دیا ہے۔"

وہ بولی۔ "آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے شیطنت کی دلدل سے نکال لاؤں گی۔ شیطان کی محبوبہ کو پتا ہی نہیں چلے گا کہ کیا سے کیا ہو چکا ہے؟"

"تم کچن سے فارغ ہو کر اپنی ماما کے پاس آؤ، کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

"آل رائٹ، گرینڈ پا......!"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سونیا سے کہا۔ "تھوڑی دیر بعد انوشے آئے گی۔ اس سے معلوم کرو وہ بے حیا شیطان کی محبوبہ کس حد تک خطرناک ہے اور شیطانی قوتیں کس طرح حاصل کرتی ہے؟"

جینا کے سلسلے میں کچھ شرمناک معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔ اس لیے میں نے انوشے سے براہِ راست کوئی بات نہیں پوچھی تھی۔ اسے سونیا کے پاس آنے کو کہہ دیا تھا۔ اس وقت مشین کی اسکرین پر جینا اس ڈائننگ ہال میں دکھائی دے رہی تھی۔ کمال پاشا ناراض ہو جانے والی بصرہ کو منانے گیا تھا۔

جینا نے اس سے کہا تھا۔ "اگر تُو شاندار بنگلا، مہنگی گاڑیاں اور کروڑوں ڈالرز کا بنک بیلنس چاہتا ہے تو میری بیٹی کو شادی کے لیے راضی کر لے۔"

مگر وہ راضی ہونے والی نہیں تھی۔ پاشا تھک ہار کر جینا کے پاس واپس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے گھور کر کہا۔ "یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ چل اٹھ ... میری بیٹی کے بغیر تُو دو کوڑی کا بھی نہیں ہے۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "مجھے تھوڑا وقت اور دے۔ میں بصرہ کو راضی کر لوں گا۔"

وہ غرّانے کے انداز میں بولی۔ "میں کہتی ہوں، یہاں سے اٹھ اور دفع ہو جا...... ورنہ حرام موت مارا جائے گا۔"

وہ جاتے ہوئے بولا۔ "افسوس...... میں دین سے بھی گیا اور دولت سے بھی.... آہ.... بصرہ کی محبت ہار کر جا رہا ہوں۔"

سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ "ذاکر کو دیکھنا چاہو گے یا مشین آف کر دوں؟"

"آف کر دو...... میں نے ذاکر کو تنویمی نیند سلا دیا ہے۔ میں بھی ذرا کمر سیدھی کرنے جا رہا ہوں۔"

میں اٹھنے لگا تو وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد....!"

میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ بولی۔ "تم اپنی گفتگو اور حرکات پر غور کیا کرو۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا میں غلطیاں کر رہا ہوں؟"

"آگے چل کر غلطیاں بھی ہوں گی۔ یہ مان لو کہ تم پر بڑھاپا طاری ہونے لگا ہے۔"

"تم کیوں منوانا چاہتی ہو کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں؟"

"اول تو یہ کہ بیمار رہنے لگے ہو۔ ایک مرض جاتا ہے تو دوسرا آ جاتا ہے۔ یاد کرو، پہلے کوئی بیماری تمہیں چھو کر بھی نہیں گزرتی تھی۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "یہ مانتا ہوں کہ آئے دن بیمار رہنے لگا ہوں...... شاید یہ بڑھاپے کا سگنل ہے۔"

"تم نے غور نہیں کیا، ابھی تم کیا کہتے ہوئے یہاں سے جا رہے تھے؟"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "میں نے ایسا کیا کہا تھا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم نے ابھی تھکے ہوئے انداز میں کہا ہے کہ کمر سیدھی کرنے جا رہے ہو.... عزم و ہمت کے اس پہاڑ نے پہلے کبھی بوڑھوں کی طرح کمر سیدھی کرنے والی بات نہیں کی۔ کیا میرا ریمارک درست ہے؟"

میں نے مسکرا کر سر ہلایا۔ "ہاں میری جان! تم درست کہہ رہی ہو۔ ہر کمال حاصل کرنے والا ایک دن زوال کی طرف جاتا ہے۔ بے شک، میں بھی زوال پذیر ہوں۔"

میں اٹھ کر بیڈ پر آ گیا۔ دوسرے لفظوں میں کمر سیدھی کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد انوشے نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ "اسلام وعلیکم مما!"

سونیا نے خوش ہو کر کہا۔ "وعلیکم اسلام۔ کیسی ہے میری پوتی؟"

"ویری فائن، آئی ایم سوری مما! مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔"

"کوئی بات نہیں...... میں نے اس شیطان کی محبوبہ کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لیے تمہیں بلایا ہے۔"

انوشے نے کہا۔ "وہ ایک وِچ لیڈی ہے۔ اس کے باپ دادا بھی شیطان کی پرستش کرتے تھے۔ ان سب نے اپنے اپنے کالے عمل سے جینا کے اندر انتہائی شیطنت بھر دی ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "وہ خود کو شیطان کی محبوبہ کہتی ہے یہ کہاں تک درست ہے؟"

"یہ درست ہے مما! وہ جب چاہتی ہے، شیطان اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ بڑی بے شرمی اور ناپاکی سے رہتی ہے۔ جس طرح ڈاکٹر دوا کی ایک ایک خوراک دے کر مریض کو توانا بناتا ہے۔ اسی طرح جینا شیطان سے توانائی اور شیطانی قوتیں حاصل کرتی رہتی ہے۔"

سونیا نے سوال کیا۔ "شیطان کو موت نہیں آتی۔ کیا اسے بھی نہیں آئے گی؟"

"موت ہر جاندار کے لیے ہے، اسے بھی آئے گی۔ ابھی تو وہ شیطان کے اندر اتنی گہرائی تک پیوست ہو گئی ہے کہ اس کے وجود کا حصہ بن کر رہ گئی ہے۔ جب بھی اس سے الگ ہوگی تو پھڑ پھڑا کر مر جائے گی۔"

"اسے کس طرح شیطان کے وجود سے الگ کیا جا سکتا ہے؟"

"یقین کریں مما! ان معاملات میں میرا علم محدود ہے۔ اتنا جانتی ہوں کہ شیطان نے کسی بندے کو خود کبھی ہلاک نہیں کیا۔ اس میں اتنی قوت ہے کہ وہ کسی کو بھی موت کے قریب پہنچا دیتا ہے پھر اپنے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے مار ڈالتا ہے۔"

"بے شک، شیطان خود کسی کو مارنے نہیں آتا...... ایک کو وسیلہ بنا کر دوسرے کو ہلاک کرتا ہے۔"

"اسی طرح جینا آپ کو اور گرینڈ پا کو جانی نقصان نہیں پہنچا سکے گی مگر بہت ہی ناقابلِ برداشت مصائب میں مبتلا کر سکتی ہے۔ آپ کی کامیابیوں کو ناکامی میں بدل سکتی ہے۔ اب آپ اس سے زیادہ کوئی سوال نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے میری جان! جاؤ آرام کرو۔"

انوشے سلام کر کے رخصت ہو گئی۔ وہ جینا کے متعلق جانتی تھی کہ بیٹی کے لیے اس کا رویہ یکسر بدل گیا ہے۔ وہ اسے عیش و عشرت سے بھرپور زندگی کی طرف لانے کے لیے یعنی اپنے راستے پر چلانے کے لیے ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا چاہتی تھی۔ ماں ہو کر بیٹی پر جبر کرنے والی تھی۔

بصرہ اپنے کمرے میں واپس آئی۔ نمازِ عصر کا وقت ہو چلا تھا۔ وہ واش روم میں آ کر وضو کرنے لگی۔ ایسے وقت ماں کی آواز سنائی دی۔ "بصرہ! تُو میری ممتا کو نہ سمجھتی ہے اور نہ کبھی سمجھے گی۔ مجھے امید تھی، پیار سے سمجھاؤں گی تو رفتہ رفتہ دین دھرم، عبادت ریاضت، تپسیا اور چلّہ کشی جیسی باتیں بھول جائے گی اور اپنی ماں کے یعنی میرے راستے پر چلے گی مگر افسوس...!"

بصرہ نے کہا۔ "تُو ساری زندگی میرے پیچھے بھاگتی رہے گی۔ میرے ایمان کو کمزور بنانے کی کوشش کرتی رہے گی اور آخر میں اسی طرح افسوس افسوس کہتی رہے گی۔"

"نہیں میری جان! ماں بیٹی کی یہ بھاگ دوڑ اب ختم ہو چکی ہے۔ اسی لمحے سے تیری شیطانی زندگی شروع ہونے والی ہے۔"

وہ واش بیسن کے پاس کھڑی ہوئی وضو کر رہی تھی۔ اس نے سامنے آئینے میں دیکھا تو اسے دوسری بصرہ دکھائی دی۔ آئینے میں اس کا اپنا عکس ہونا چاہیے مگر وہ پہچان گئی کہ ماں وہاں پہنچی ہوئی ہے۔

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تُو کیا کرنا چاہتی ہے؟ کیا میری مرضی کے بغیر مجھے شیطانی راستے پر لائے گی؟"

وہ آئینے کے اندر سے بولی۔ "ہاں، ہمارے راستے پر چلنے کے لیے ناپاکی اور غلاظت ضروری ہے۔ یہ وضو کیا کر رہی ہے؟ واش روم سے نکل۔ کمرے میں تیری جوانی کا پہلا گاہک پہنچا ہوا ہے۔ پہلی بار تجھے گناہ کی ناپاکی سے آشنا کرایا جائے گا۔ اس کے بعد روز ایک نیا گاہک آتا رہے گا۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "شیطان کی بچی! بکواس مت کر۔ تُو میری ماں نہیں ہے۔"

"ہاں، جب تک تُو اچھی طرح میرے رنگ میں رنگ نہیں جائے گی، تب تک میں تیری آواز بند کر دوں گی۔ تُو احتجاج کرنے اور چیخنے چلانے کے قابل نہیں رہے گی۔ میرے یار دلدار کی اطاعت قبول نہیں کرے گی تو ہوٹل کے اسی کمرے میں قیدی بن کر رہے گی۔ اپنی مرضی سے باہر نہیں جا سکے گی۔"

وہ سن رہی تھی۔ اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا پھر اس نے غصے سے چیخنا چاہا تو منہ سے آواز نہ نکلی۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ کوشش کے باوجود حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگی۔ "اللہ......! اللہ......! اللہ......!"

آواز نہیں نکل رہی تھی، کوئی نہیں سن سکتا تھا...... صرف خدا ہی اس کی تڑپتی ہوئی پکار سن رہا تھا۔ اس کے اندر ایک نامعلوم سا حوصلہ پیدا ہو رہا تھا کہ اسے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایمان مستحکم رہے تو بندوں پر آنچ نہیں آتی۔

ماں کہہ رہی تھی، اس کے کمرے میں کوئی اس کی آبرو لوٹنے کے لیے پہنچا ہوا ہے اور اس کا ایمان کہہ رہا تھا، کسی محافظ کے بغیر کسی ہتھیار کے بغیر اسے تحفظ حاصل ہوتا رہا ہے،

آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ اسے اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے کمرے میں جانا چاہیے۔

وہ زیرِلب آیات پڑھتی ہوئی واش روم کا دروازہ کھول کر کمرے میں آ گئی۔ وہاں ایک ہٹا کٹا گینڈے کی جسامت والا شخص بیڈ کے سرے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کر بولا۔ ''ہائے، کیا قیامت ہے؟ ہوٹل کے دلال نے جتنی تعریفیں کی تھیں، تم تو اس سے بھی زیادہ ہو۔''

وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی۔ زیرِلب پڑھتی ہوئی سینٹر ٹیبل کے پاس آ کر مصلّے کو اٹھا کر فرش پر بچھا رہی تھی۔ اس شخص نے کہا۔ ''اے! یہ تم کیا کر رہی ہو؟ میرے پاس آؤ...... ورنہ میں آ کر دبوچ لوں گا۔''

کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جینا بھی شیطانی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہاں ایک طرف انوشے کھڑی تھی۔ بصرہ مصلّے پر نماز کی نیت باندھ کے کھڑی ہوگئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ارے! کیا تم مسلمان ہو؟ میں نے دیکھا ہے، مسلمان اسی طرح عبادت کرتے ہیں..... اے! یہاں آتی ہو یا نہیں...؟''

جینا نے کہا۔ ''ارے او نامرد! کیا اتنی دیر سے للکار رہا ہے؟ اسے جا کر دبوچتا کیوں نہیں ہے؟''

وہ ایک قدم آگے بڑھا پھر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ جینا نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ آگے بڑھ کر پیچھے کیوں ہٹ رہا ہے؟'

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''میں ابھی اسے دبوچ لوں گا۔''

وہ پھر ایک قدم آگے بڑھا۔ اس بار تین قدم پیچھے چلا گیا۔ جینا نے غصے سے کہا۔ ''ارے کتے! تو ناچنے نہیں آیا ہے۔ اسے نچانے آیا ہے۔''

اس بار وہ اپنی شیطانی قوت سے اسے آگے بڑھانے لگی مگر وہ گھوم گیا اور پلٹنے کے باعث دروازے پر پہنچ گیا۔

جینا حیران ہو رہی تھی۔ اسے واپس لا کر اپنی بیٹی کو نماز پڑھنے سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ بڑی بے حیائی سے اسے بیڈ پر پہنچانا چاہتی تھی مگر اس کا آلۂ کار شیطانی گرفت سے نکل چکا تھا وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی انوشے بھی گم ہوگئی۔

زندگی میں پہلی بار جینا اپنے مقصد میں ناکام ہوئی تھی۔ وہ سمجھنا چاہتی تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور یہ بعد میں سمجھنے والی تھی۔ ابھی ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کے لیے بیٹی کے اندر آ گئی۔ بیٹی ایک آیت پڑھ رہی تھی۔ ماں منتر پڑھنے لگی۔ شیطان کو پکارتے ہوئے اسے نماز سے روکنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ اس کی آواز کسی ویرانے میں گونج رہی ہے۔ وہ بصرہ کے اندر نہیں تھی۔

ایسا اس کے ساتھ کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ پھر اپنی قوت سے کمرے میں واپس آ گئی۔ وہاں بیٹی بڑے سکون سے نماز ادا کرنے کے بعد دعائیں مانگ رہی تھی...... خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اسے ہر بار غیبی مدد حاصل ہوتی ہے اور یوں اس کا ایمان مزید مستحکم ہوتا جا رہا ہے۔ وہ بڑی حیرانی اور پریشانی سے بیٹی کو تک رہی تھی۔ ایسی واضح ناکامی کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ صرف آج ہی نہیں پہلے بھی وہ اپنی ایمانی قوت سے محفوظ رہی ہے۔

اس نے اپنے یار دلدار کو پکارا۔ اس سے پوچھا ''میری یہ معصوم اور کمزور بیٹی تیری شیطانی قوتوں کا توڑ کیسے کر رہی ہے؟''

جواب ملا۔ ''اس پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ کوئی بھی بری نیت سے اور سازشی ارادوں سے اس کے قریب نہیں جا سکے گا۔''

''میں کیا کروں؟ کیا یہ شکست برداشت کرلوں؟''

''شیطان کبھی ہار نہیں مانتا۔ البتہ عارضی طور پر پیچھے ہٹ کر دوسرے کئی پہلوؤں سے شر پھیلاتا رہتا ہے۔ ابھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دے۔ تُو دوسرے کئی طریقوں سے اسے مصائب میں گرفتار کر سکے گی۔''

''جس نے بھی بصرہ پر روحانی عمل کیا ہے، میں اس کے خلاف جوابی کارروائی کرنا چاہتی ہوں۔ تیری دی ہوئی قوت سے اسے منہ توڑ جواب دینا چاہتی ہوں۔''

''میں بیک وقت بے شمار لوگوں کے اندر پہنچ جاتا ہوں۔ تجھے یہ کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ تُو ایک وقت میں کسی ایک ہی فرد کے اندر جا کر اپنی من مانی کر سکتی ہے۔ فی الحال تجھے اپنی بیٹی کے معاملے سے تعلق رکھنا چاہیے۔ تم کسی روحانی عمل کرنے والی ہستی کے پیچھے جائے گی تو بیٹی بھی ہاتھ سے نکل جائے گی۔''

وہ شیطانی فطرت کے باوجود بصرہ کو جان سے زیادہ چاہتی تھی۔ اپنی تمام تر توجہ اپنی تمام شیطانی قوتیں صرف بیٹی کی بھلائی کے لیے استعمال کرنا چاہتی تھی۔ اس نے طے کر لیا کہ اپنا رویہ بدل کر بصرہ کو پھر سے محبت دے گی...... ایسی محبت جو سلو پوائزن کی طرح اس کے ایمان کو چاٹ جائے گی۔

بصرہ نے مصلّے کو طے کر کے سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے ماں کو دیکھا پھر ناگواری سے پوچھا۔ ''تُو نے اپنے تمام

ے آزما لیے یا ابھی اور کچھ باقی ہے؟''

جینا سر جھکائے کھڑی تھی۔ شرمندگی ظاہر کر رہی تھی۔ بصرہ نے قریب آ کر کہا۔ ''ہم ندی کے دو کنارے ہیں۔ کبھی نہیں مل سکتے۔ میں پرسوں یہاں سے چلی جاؤں گی...... تجھ سے دور، میرا ایمان ہے کہ تُو مجھے روک نہیں سکے گی۔''

وہ منہ پھیر کر دوسری طرف جانے لگی۔ جینا نے کچھ نہ کہا۔ کسی گناہ گار کی طرح سر جھکائے کھڑی رہی۔ بصرہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ پہلی بار اپنی مغرور اور ضدی ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ گئی۔ جی میں آیا دوڑ کر جائے اور اس سے لپٹ جائے۔

اس نے خود پر ذرا جبر کیا۔ یہ نفرت اس لیے تھی کہ یہی ماں اپنی بیٹی کو بازاری بنانے والی تھی۔ اس نے دور ہی سے پوچھا۔ ''یہ ناٹک کیوں دکھا رہی ہے؟ کیوں مگرمچھ کے آنسو بہا رہی ہے؟''

وہ روتے ہوئے بولی۔ ''میرے باپ دادا شیطان کے پجاری تھے۔ میں شیطان کے پجاریوں کی نسل سے ہوں لیکن آج میں نے حد کر دی۔ اپنی جان سے زیادہ پیاری بیٹی کو جسم فروش بنانا چاہا۔ مجھے مر جانا چاہیے۔ میری بچی! میں تیرے ہاتھوں سے مر جانا چاہتی ہوں۔ اس گناہ گار چڑیل ماں کو مار ڈال..... اب میں تجھ سے نظریں ملا کر جی نہیں سکوں گی۔''

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس بار بصرہ خود کو نہ روک سکی...... دوڑتی ہوئی آ کر ماں سے لپٹ گئی اور کہنے لگی۔ ''چپ ہو جا، میرا دل کہتا ہے تُو سچے دل سے پچھتا رہی ہے۔ آئندہ مجھ سے دشمنی نہیں کرے گی۔ ماما! میں نے تجھے معاف کیا۔ میرے خدا نے تجھے معاف کیا۔ چپ ہو جا، میں نے کبھی تجھے روتے نہیں دیکھا ہے۔ میں تجھے رلانا نہیں چاہتی۔ چپ ہو جا...... نہیں تو میں بھی رونے لگوں گی۔''

یہ کہتے ہوئے وہ بھی رونے لگی۔ جینا دل ہی دل میں خوش ہو گئی۔ تیر نشانے پر بیٹھا تھا۔ بیٹی اس کے دام میں آ رہی تھی۔ آئندہ وہ میٹھا زہر بن کر اس کی پارسائی اور پاکیزگی کو خاک میں ملا سکتی تھی۔

☆☆☆

ذاکر میرا معمول اور تابع دار بن چکا تھا، یہ کڑوی بات وہ ابھی نہیں جانتا تھا۔ جینا کے زیرِ اثر رہ کر مطمئن تھا کہ ہم بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ کر اس کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔ اگر کسی طرح سراغ لگا بھی لیں گے تو جینا اسے تحفظ فراہم کرے گی۔

ایک نیا نائب ایشورارا سوئم آنے والا تھا۔ اس کے آنے سے ذاکر کی اہمیت کم ہو گئی تھی۔ وہ آئندہ ایشورارا کہلانے والا نہیں تھا۔ یہ عہدہ اس سے لے لیا گیا تھا۔ وہ ایشورارا تمام اکابرین سے رابطہ رکھنے والا تھا۔ ایک ہی راز تھا۔ وہ مجھے اور سونیا کو زیر کر کے سیارے والوں کے راستے سے ہمیں ہمیشہ کے لیے ہٹا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دے سکتا تھا۔

اس نے جینا سے کہا۔ ''میں تیرے احکامات کی تعمیل کرتا رہتا ہوں۔ تُو میرا ایک کام کر دے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا کام ہے...؟''

''میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر مجھے تلاش کرنے کس ملک میں گئے ہیں؟ تُو اپنی پُراسرار صلاحیتوں کے ذریعے مطلوبہ افراد تک پہنچ جاتی ہے۔ کیا ان کے پاس پہنچ سکے گی؟''

وہ بولی۔ ''میرا یار دلدار دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چشم زدن میں چلا جاتا ہے۔ میں اس کی طرح جسمانی طور پر پہنچ نہیں پاتی مگر میری آتما مطلوبہ افراد تک پہنچ جاتی ہے۔''

''یعنی سونیا اور فرہاد کہیں بھی چھپے ہوں تُو...... ان کی خبر لا سکتی ہے؟''

''بے شک، ان کا پتا ٹھکانا معلوم کر سکتی ہوں۔ ان کی تمام باتیں بھی سن سکتی ہوں۔''

میں ذاکر کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ بات تشویشناک تھی کہ وہ ہماری طرف آئے گی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ ہم سے دور ہی رہے تو بہتر ہے۔ ذاکر پوچھ رہا تھا۔ ''کیا تُو ان کی نظر میں آئے بغیر انہیں اپنی آواز سنائے بغیر ان کی خبر لا سکتی ہے؟''

''ہاں، میں اس لیے نظر نہیں آؤں گی کہ ان کے اندر پہنچ کر معلومات حاصل کروں گی۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''پھر تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ وہ تیری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیں گے۔ تجھے اپنے اندر نہیں آنے دیں گے۔ تُو کسی آلۂ کار کے ذریعے بولے گی تو غیر معمولی مشین اس آلۂ کار کی وجہ سے تجھے ڈھونڈ نکالے گی۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''مجھے ڈھونڈ کر اور مجھے دیکھ کر وہ میرا کیا بگاڑ لیں گے؟ میں ان کے ہوش اڑا دوں گی۔''

''یہ اتنا آسان نہیں ہوگا...... تُو نہیں جانتی، وہ بہت خطرناک ہیں۔ تیرے ذریعہ مجھ تک پہنچ جائیں گے۔''



وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''میرے یار دلدار نے کہا ہے، مجھے فی الحال روحانی علوم جاننے والوں سے ٹکرانا نہیں چاہیے اور وہ دونوں بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہیں۔ ان کے پیچھے روحانی قوتیں ہوں گی۔''

''یقیناً ہوں گی، اس لیے وہ کبھی کسی سے زیر نہیں ہوتے ہیں۔''

''ابھی میں ان کی طرف رخ نہیں کروں گی، پہلے بیٹی کو اپنے راستے پر لاؤں گی پھر کسی دوسرے معاملے میں پڑوں گی۔''

وہ مایوس ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا۔ ''یہ کم بخت سکون سے بیٹھا ہمارے خلاف ناقابلِ عمل منصوبے بنا رہا ہے۔ اس کا سکون برباد کرنا چاہیے۔''

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر میں نے فون کے ذریعے پانچ یوگا جاننے والے امریکی افسران کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو! میں نائب ایشورارا دوئم بول رہا ہوں۔''

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''مسٹر ایشورارا! تم کہاں گم ہو جاتے ہو؟ کم از کم چوبیس گھنٹوں میں ایک بار تو ہم سے رابطہ کرنا چاہیے۔''

میں نے کہا۔ ''میں آج کل بیمار رہتا ہوں۔ چونکہ کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا، اس لیے رازداری سے اپنا علاج کر رہا ہوں مگر مرض بڑھتا ہی جا رہا ہے۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''تم ہمیں خدمت کا موقع دو ہم بڑی رازداری سے تمہارا علاج کرائیں گے۔ امریکا اور یورپ کے اکابرین کو بھی تمہاری بیماری اور علاج کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔''

''میں نے یہی سوچ کر فون کیا ہے، مجھے کم از کم پانچ یوگا جاننے والے افسران پر بھروسا کرنا ہوگا ورنہ یہ مرض مجھے مار ڈالے گا۔''

''تمہارا علاج بڑی توجہ سے ہوگا، تم جلد ہی صحت یاب ہو جاؤ گے۔''

میں نے کہا۔ ''میرا ایک پرائیویٹ فون نمبر نوٹ کرو۔ ابھی اس نمبر پر بات کرو پھر میں اپنا موجودہ پتا بتاؤں گا۔''

میں نے انہیں ذاکر کا فون نمبر بتا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اب میں اسکرین پر اس کی بدحواسی دیکھنے والا تھا۔ سونیا آرام کر رہی تھی۔ اس لیے میں پہلی بار اس مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ میں نے سونیا کو بارہا آپریٹ کرتے دیکھا تھا۔ سارا سسٹم مجھے یاد تھا۔ تھوڑی سی دیر میں ذاکر اسکرین پر نظر آنے لگا۔

وہ جینا سے کہہ رہا تھا۔ ''اگر میں کسی طرح سونیا اور فرہاد کو مار ڈالوں تو گریٹ ایشورارا کی نظروں میں میری اہمیت بڑھ جائے گی۔ سمجھ میں نہیں آتا.....''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ فون کا بزر اسے پکار رہا تھا۔ اس نے فون اٹھا کر ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے پھر تعجب سے کہا۔ ''امریکن آرمی کا اعلیٰ افسر مجھے کال کر رہا ہے۔ تعجب ہے، اسے میرا نمبر کیسے معلوم ہو گیا؟''

جینا نے کہا۔ ''فون اٹینڈ کر اور اس سے پوچھ... وہی بتائے گا۔''

اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو.....!''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہیلو نائب ایشورارا دوئم! اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟''

ذاکر نے حیرانی سے پوچھا۔ ''میری طبیعت کو کیا ہوا ہے اور میرا فون نمبر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''

''ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے خود ہی فون پر کہا تھا کہ سخت بیمار ہو، تمہیں ہماری ضرورت ہے۔''

وہ شدید حیرانی سے بولا۔ ''میں نے تمہیں فون کیا تھا کہ میں سخت بیمار ہوں؟ یہ، یہ سب کیا ہے؟''

''مسٹر! تم نے یہ نمبر دے کر کہا تھا کہ ہم رابطہ کریں گے تو تم اپنا موجودہ پتا بتاؤ گے۔ تاکہ ہم تمہیں وہاں سے علاج کے لیے یہاں لے آئیں۔''

ذاکر نے پریشان ہو کر جینا کو دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''میں سب سن رہی ہوں۔ یہ معلوم کر، کس نے تیرے نام سے انہیں فون کیا تھا؟''

اس نے کہا۔ ''ابھی جس نمبر سے فون کیا گیا، وہ نمبر تمہارے پاس محفوظ ہوگا، مجھے وہ نمبر بتاؤ؟''

اعلیٰ افسر نے نمبر بتائے، ذاکر نے کہا۔ ''میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ جینا نے کہا۔ ''اس نمبر پر کال کر...... اُدھر سے جو بھی بولے گا، میں اس کے اندر پہنچ جاؤں گی۔''

میں نے اپنے فون سے وہ سم نکال دی تھی۔ اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ کال کرنے پر اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے جینا سے کہا۔ ''پلیز...... کسی طرح یہ معلوم کر، کسی کو میرا نمبر کیسے معلوم ہوا؟ جو بھی میرا نمبر جانتا ہے، وہ میرا موجودہ پتا بھی جانتا ہوگا۔''

وہ بولی۔ ''کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ تیرا پتا بھی

جانتا ہو۔"

میں نے پھر اپنے فون میں وہی سم ڈالی۔ اس ہوٹل کے نمبر پر رابطہ کیا۔ ایک کاؤنٹر گرل کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "ہوٹل کے روم نمبر ون زیرو ون میں مسٹر ذاکر علی ہیں۔ پلیز، انہیں میرا پیغام پہنچادیں کہ آرمی کے پانچ افسران ان سے ملاقات کرنے آرہے ہیں۔"

وہ بولی۔ "آل رائٹ، میں ابھی پیغام پہنچاتی ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کیا، اُدھر ذاکر کے کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو! کیا بات ہے؟"

کاؤنٹر گرل کی آواز سنائی دی۔ "سر! آپ کے نام پیغام ہے۔ آرمی کے پانچ افسران آپ سے ملاقات کرنے آرہے ہیں۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ "یہ پیغام کس نے دیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی...... کسی نے فون پر یہ پیغام دیا پھر رابطہ ختم کردیا۔"

وہ ریسیور پٹخ کر فوراً کھڑا ہوگیا۔ جینا سے بولا۔ "آرمی کے افسران کو میرا پتا معلوم ہوگیا ہے۔ وہ یہاں آرہے ہیں۔"

جینا نے کہا۔ "اپنے حواس میں رہ۔ وہ افسران امریکا سے اتنی جلدی یہاں کیسے آسکتے ہیں؟ حقیقتاً تیرا یہ ٹھکانا وہی شخص جانتا ہے، جس نے کاؤنٹر گرل کے ذریعے یہ پیغام دیا ہے۔"

وہ قائل ہوکر بولا۔ "ہاں تُو ٹھیک کہتی ہے مگر یہ پناہ گاہ اب خفیہ نہیں رہی۔ مجھے فوراً یہ جگہ تبدیل کرنی ہوگی۔"

وہ جلدی جلدی اپنا سامان پیک کرنے لگا۔ جینا نے کہا۔ "تُو کسی دشمن کی نظروں میں آگیا ہے۔"

وہ سفری بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بولا۔ "اور وہ دشمن دو ہی ہیں، سونیا اور فرہاد..." وہ بیگ اٹھاتے ہوئے بولا۔ "تُو میرے ساتھ نہیں چلے گی تو میں تنہا اور بے یار و مددگار رہوں گا۔"

"ابھی تُو جا، جہاں بھی جائے گا، میں وہاں بعد میں پہنچ جاؤں گی۔"

وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ جینا نے یہ نہیں پوچھا، وہ کہاں جائے گا؟ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں جاکر اپنی دوسری پناہ گاہ بنانی ہوگی؟...

فی الحال آنے والے افسران کی پہنچ سے کہیں دور نکل جانا تھا اور وہ اندھا دھند چلا جارہا تھا۔

جینا کو اس کی پریشانیاں سوچنے پر مجبور کررہی تھیں کہ کون اس کے پیچھے پڑگیا ہے؟ کیا فرہاد کو اس کا فون نمبر اور موجودہ ٹھکانا معلوم ہوگیا ہے؟ مگر کیسے...؟

وہ تجسس میں مبتلا ہوکر میری طرف آنا چاہتی تھی۔ اس نے سوچا۔ "پہلے اپنی بیٹی کو میٹھے زہر کی ایک خوراک دی جائے پھر معلوم کروں گی کہ ذاکر سے کون دشمنی کررہا ہے؟"

وہ وقتاً فوقتاً بصرہ کے اندر چپ چاپ جاتی رہتی تھی۔ اس کے اندر یہ سوچ پیدا کرتی تھی۔ "میں کب تک تنہا زندگی گزاروں گی؟ میرا پہلا شوہر سچا مسلمان تھا۔ مجھے دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس کی ہلاکت کے بعد کوئی ایسا نظر نہیں آرہا ہے، جس پر بھروسا کرسکوں۔"

جینا پھر اس کے اندر دوسری سوچ پیدا کرتی تھی۔ "مجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ خدا مجھ پر مہربان ہے، جس طرح مجھے غیبی مدد حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح جیون ساتھی کے سلسلے میں بھی آسمانی مدد حاصل ہوگی۔"

بصرہ عشا کی نماز کے بعد سو رہی تھی۔ تہجد کے لیے رات ایک بجے بیدار ہونے والی تھی۔ اس وقت گہری نیند میں تھی۔ جینا اس کے خوابیدہ دماغ میں ایک اجنبی نوجوان کو سر سے پاؤں تک دکھا رہی تھی مگر اس کا چہرہ صاف طور سے پیش نہیں کیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "بصرہ! تمہاری دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔ مجھ پر بھروسا کرو، ایک رات میں نے خواب میں تمہیں دیکھا تھا۔ ایک بزرگ فرما رہے تھے کہ یہ نیک اور پارسا لڑکی حالات کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ خدا نے تمہیں اس کی دستگیری کے لیے بھیجا ہے۔ اسے اپنی شریک حیات بنا لو۔"

بصرہ خواب میں اس اجنبی کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے اچھی طرح دیکھنا چاہتی تھی مگر اس کا چہرہ واضح نہیں ہو رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "آگہی واضح طور پر دکھائی نہیں دیتی۔ ایک اشارے کی طرح ملتی ہے۔ میں ابھی خواب خواب سا ہوں۔ جلد ہی تعبیر بن کر تمہارے سامنے آؤں گا۔"

وہ دور جاتے ہوئے بول رہا تھا۔ "مجھے یاد رکھنا مجھے یاد رکھنا... میں تمہاری زندگی کا دوسرا اور آخری ہم سفر بن کر آنے والا ہوں، مجھے یاد رکھنا....."

پھر وہ کہیں دور گم ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی بصرہ کی آنکھ کھل گئی۔ اسے کمرے کی چھت نظر آرہی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دائیں بائیں یوں دیکھنے لگی جیسے گم ہوجانے والے کو



## "ثبوت دعویٰ"

پورٹریٹ کے لیے ماڈل ضروری ہوتا ہے۔ ہمارا ایک دوست جو صرف جانوروں کے پورٹریٹ بناتا ہے، اس نے ایک سیاست دان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں آپ کا پورٹریٹ بناؤں تو سیاست دان نے کہا "مگر آپ تو کہتے تھے کہ مجھے کوئی لاکھ روپیہ بھی دے تو جانوروں کے علاوہ کسی اور کی تصویر نہ بناؤں، اب آپ کا وہ دعویٰ کہاں گیا؟" مصور نے کہا "آج کل میں اپنے دعویٰ کے ثبوت اکٹھے کررہا ہوں۔"

ڈاکٹر یونس بٹ کی مزاحیات سے مدلل انتخاب

تعاون: رفعت رضا، کراچی

ڈھونڈ رہی ہو۔

جینا اپنی جگہ بیٹھی بڑی مکّاری سے مسکرا رہی تھی۔ زیر لب کہہ رہی تھی۔ "میری معصوم بچی اب اس خواب کی تعبیر کے لیے دن رات سوچتی رہے گی۔ میں اسے دو چار روز تک تڑپاؤں گی پھر خواب کے اجنبی شہزادے کو اس کے پاس پہنچا دوں گی۔ وہ میری بیٹی کے ایمان اور معیار کے مطابق ہوگا مگر وہ شہزادہ بڑا احرام زادہ ہوگا۔"

میں مشین کے سامنے بیٹھا جینا کو دیکھ رہا تھا۔ یہ نہیں جان سکتا تھا کہ وہ مکّاری سے کیا سوچ رہی ہے؟ اس کے خیالات پڑھنا چاہتا تو وہ مجھے اپنے اندر محسوس کرلیتی۔ مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بیٹی کو ایک سہانا سپنا دکھا رہی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "آدھی رات ہو رہی ہے۔ مشین بند کردو اور سو جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "ابھی بند کرتا ہوں۔ یہ جینا خاموش بیٹھی کسی پلاننگ میں مصروف ہے۔ شاید معلوم ہوجائے کہ یہ کیا کرنے والی ہے؟ ابھی یہ سونے جائے گی تو میں مشین بند کردوں گا۔ میں بھی تھکن محسوس کررہا ہوں۔"

اس وقت جینا سر جھکائے زیرِ لب کچھ پڑھ رہی تھی۔ اس نے پڑھنے کے دوران سر کو مزید جھکا کر اپنے سینے کی طرف پھونک مار کر وہی مالا نکالی جس میں شیطان کی کھوپڑی لاکٹ کی جگہ تھی۔

میں اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ انتہائی ہیبت ناک کھوپڑی تھی۔ اسے دیکھ کر بچے ڈر جاتے اور بڑے منہ پھیر لیتے۔ جبکہ جینا اسے گریبان کے اندر اپنے سینے سے لگا کر رکھتی تھی۔ اب وہ زیرِ لب بول رہی تھی۔ مشین کے اسپیکر سے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"سونیا، سونیا..... فرہاد، فرہاد...."

میں نے چونک کر سونیا سے کہا۔ "فوراً آؤ، یہ ہمارا نام لے رہی ہے۔"

وہ بیڈ سے اتر کر تیزی سے چلتی ہوئی مشین کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ جینا اس کھوپڑی کو دونوں ہاتھوں سے تھامے اپنے چہرے کے قریب لاکر سرگوشی کے انداز میں کہہ رہی تھی۔ "میں ان کے اندر نہیں جاسکوں گی۔ انہیں خبر ہوجائے گی۔ میں تجھے تھام کر، تیری انگلی پکڑ کر وہاں جانا چاہتی ہوں۔ وہ کہاں ہیں؟ کیا کررہے ہیں؟ کیا انہوں نے ذاکر کو ڈھونڈ نکالا ہے؟ میرے یار! میرے دلدار! مجھے وہاں لے چل....."

اس کی بات ختم ہوتے ہی منظر بدل گیا۔ اب اسکرین پر پیرس کے اس ہوٹل کا کمرا نہیں تھا بلکہ اس وقت جس ہوٹل کے کمرے میں ہم تھے۔ وہی کمرہ ہماری مشین کی اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا۔ ہم خود کو مشین کی اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ کمرے کے ایک گوشے میں شیطان کی کھوپڑی نظر آرہی تھی۔

ہم نے سر گھما کر اس گوشے کی طرف دیکھا تو وہاں وہ کھوپڑی خلا میں معلق تھی۔ جینا جسمانی طور پر نظر نہیں آرہی تھی مگر یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ اس کا یار دلدار اسے ہمارے کمرے میں لے آیا ہے۔

میں نے کہا۔ "اچھا تو تیرے یار نے تجھے یہاں تک پہنچادیا ہے؟ بول! کس ارادے سے آئی ہے؟"

اچانک اسکرین پر منظر بدل گیا تھا۔ جینا پیرس کے اس ہوٹل کے کمرے میں شیطان کو ہاتھوں میں لیے بیٹھی ہوئی تھی۔ میری بات کے جواب میں کہہ رہی تھی۔ "میرے ارادے نیک ہیں۔ مجھے اپنے اندر آنے دو پھر تفصیل سے بات ہوگی۔"

سونیا نے کہا۔ "ہمارے اندر آنا ضروری نہیں ہے۔ ہماری آواز مشین کے ذریعے تجھے سنائی دے رہی ہے۔ ہم بھی تیری بات سن سکتے ہیں۔ بول... کیا کہنا چاہتی ہے؟"

وہ بولی۔ "میں نے تم لوگوں سے کبھی کوئی دشمنی نہیں کی

مگر تم میرے معاملے میں مداخلت کر رہے ہو۔"

"وضاحت کر، ہم کس معاملے میں مداخلت کر رہے ہیں؟"

وہ بولی۔ "بصرہ میری بیٹی ہے۔ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اسے اپنے راستے پر چلاؤں۔ میں اسے بے حیائی کی طرف راغب کر رہی تھی لیکن تم لوگوں نے روحانی علم کے ذریعے میرے منصوبے کو ناکام بنادیا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "تُو شیطان کی اولاد ہے اور بصرہ مسلمان ہونے کے بعد اب وہ ہم میں سے ہے۔ اس کے ایمان کو اس کی پارسائی کو سلامت رکھنا ہمارا فرض ہے۔ ہم آئندہ بھی اپنے فرائض ادا کرتے رہیں گے۔"

"تم چیلنج کر رہی ہو...... میں تم دونوں تک کیسے پہنچ گئی یہ ابھی دیکھ چکی ہو۔ کیا میری پُراسرار قوتوں کا اندازہ نہیں ہوا؟"

"ہم نے بصرہ کے معاملے میں تیری شیطانی قوتوں کو بے اثر کردیا۔ کیا تجھے ہماری روحانی قوتوں کا اندازہ نہیں ہوا؟"

"میں انجانے میں مات کھا گئی۔ جوابی کارروائی کروں گی تو جانتی ہو' کیا ہوگا؟"

سونیا نے بے پروائی سے کہا۔ "بتادے' کیا ہوگا؟"

"جس طرح ذاکر تم لوگوں سے چھپ رہا ہے' اسی طرح تم دونوں سیارے والوں سے چھپتے پھرو گے اور میں انہیں گائیڈ کرتی رہوں گی کہ تم پناہ لینے کے لیے کہاں کہاں بھٹک رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "تُو عقل سے پیدل ہے۔ ہمیں چھپنا ہوتا تو بابا صاحب کے ادارے میں ہی رہتے مگر ہم تو کھلے میدان میں چیلنج کرنے نکلے ہیں۔ کوئی مقابلے پر آئے تو سہی۔"

وہ بولی۔ "فی الحال میں یہ چیلنج قبول نہیں کروں گی۔ میرے یار دلدار نے تاکید کی ہے' مجھے دوسروں کے معاملات سے الگ تھلگ رہنا چاہیے۔ میں صرف اپنی بیٹی کے معاملے سے دلچسپی لوں گی۔ تم دونوں کو سمجھاتی ہوں' ہم ماں بیٹی کے جھگڑے میں نہ پڑو۔ بصرہ کو بھول جاؤ۔"

"تُو ہمیں سمجھا رہی ہے جبکہ اچھی باتیں ہم سمجھا رہے ہیں کہ اپنی بیٹی کی ماں بن کر رہ...... بازاری دلالہ نہ بن، تُو بصرہ کو ایمان کی راہ سے کبھی بھٹکا نہیں سکے گی۔ ہم اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "مجھے یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم میری بیٹی کی بہتری چاہتے ہو۔ میں تمہیں آزما رہی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ میں رو رو کر بصرہ سے معافی مانگی تھی۔ اس نے مجھے معاف کردیا ہے۔ آئندہ تم سب دیکھو گے کہ بصرہ اپنے طور زندگی گزارنے کے لیے آزاد ہوگی۔ اپنی مرضی سے شادی کرے گی۔ میں کبھی اسے شیطانی راستے پر نہیں لاؤں گی۔"

سونیا نے کہا۔ "بیٹی کے ساتھ نیکی کرنے کے لیے لازمی ہے کہ پہلے تُو راہِ راست پر چلے۔ یہ ناممکن ہے کہ شیطان کسی کو نیکی کرنے دے۔ تُو اس کی کھوپڑی کو کلیجے سے لگا کر بیٹی کو نیکی اور پارسائی سے رہنے نہیں دے گی۔"

میں نے کہا۔ "تیری بہتری اسی میں ہے کہ بصرہ پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دے ورنہ بہت بری طرح پچھتائے گی۔"

جینا نے کہا۔ "میں بحث نہیں کروں گی۔ جس طرح کیچڑ میں کنول کھلتے ہیں' اسی طرح میں شیطان کی محبوبہ رہ کر اپنی بیٹی سے نیکی کروں گی۔ آنے والا وقت تمہیں میری سچائی کا یقین دلائے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "ٹھیک ہم دیکھیں گے کہ شیطان نیکی کیسے کرتا ہے؟ جبکہ آج تک ایسا نہیں ہوا ہے۔"

جینا نے کہا۔ "میں اپنی بیٹی سے نیکی کر رہی ہوں یا نہیں؟ جب تک میری سچائی ثابت نہ ہوجائے تب تک مجھ سے ایک سمجھوتا کرو۔"

میں نے پوچھا۔ "کیسا سمجھوتا....؟"

"یہی کہ ذاکر سے دشمنی نہیں کرو گے۔ نہ اسے ہلاک کرو گے اور نہ ہی اس کا پتا ٹھکانا کسی کو بتاؤ گے۔"

"میں جانتا ہوں' تُو نے ذاکر کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ اسی لیے اس کی سلامتی چاہتی ہے۔ وہ ایک ذہین سائنسدان ہے۔ تُو اس سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتی ہے؟"

"میں سیارے سے آنے والوں کو اس کی طرح غلام بنانا چاہتی ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "بڑے نیک خیالات ہیں، ہم ایسی نیکیاں کرنے سے تجھے نہیں روکیں گے۔"

میں نے کہا۔ "اس سلسلے میں ایک شرط ہے۔ سیارے والے اپنے ساتھ جو بھی مشینیں لایا کریں گے' انہیں ہم اپنی تحویل میں لے لیا کریں گے۔"

وہ بولی۔ "مجھے مشینوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، اس لیے تمہاری یہ شرط منظور کرتی ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "تجھے یہ تو معلوم ہوگا کہ ذاکر اب ایشورارا نہیں رہا ہے۔ سیارے سے ایک تیسرا نائب ایشورارا



## حبیب جا''لب''

حبیب جالب ہمارے وہ شاعر ہیں جنہیں مخالفین بھی حبیب ہی کہتے ہیں اور پھر یہ اردو کے واحد شاعر ہیں جن کے نام میں ہی لب آتا ہے، کلام میں نہیں۔ مصائب جھیلنا ان کے لیے آسان ہے، البتہ خوشی جھیلنا مشکل ہے۔ آج تک کسی حکمران کے آگے سر نہیں جھکایا، ایک کے آگے جھکایا اور وہ اب تک ان کے گھر میں حکمران ہے۔

مزاحیات مصنف ڈاکٹر یونس بٹ سے انتخاب

مرسلہ: رفعت رضا، کراچی

آنے والا ہے؟"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "میں جانتی ہوں' وہ کسی وجہ سے ابھی ہماری زمین پر نہیں آیا ہے۔ شاید کل تک آجائے گا۔"

میں نے کہا۔ "چلو... کل ہی سہی۔ وہ کہاں روپوش رہے گا؟ یہ ہم نہیں جان سکیں گے لیکن تُو جس طرح ابھی ہمارے پاس پہنچ گئی تھی' اسی طرح اس نائب ایشورارا سوئم تک بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"بے شک، وہ جیسے ہی یہاں آئے گا' میں اس کی خفیہ پناہ گاہ کا سراغ لگالوں گی۔"

"کیسے لگائے گی؟ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ تُو اس کے اندر نہیں جاسکے گی۔ شیطان کی کھوپڑی لے کر جائے گی تو وہ اپنی مشین کی اسکرین پر تجھے دیکھ لے گا۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ تجھے دیکھے۔ پہلے ہم اسے اپنی مشین میں کیچ کریں گے پھر تیرے حوالے کردیں گے۔"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ "پھر تو مجھے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔"

"ایک سیدھی سی تدبیر ہے۔ وہ جس مکان میں ہوگا' تُو اس کی چار دیواری کے اندر نہیں جائے گی۔ باہر سے ہی معلوم کرے گی کہ وہ مکان کس ملک کے کس علاقے کے کس محلے یا گلی میں ہے؟ باقی معلومات ہم حاصل کرلیں گے۔"

"اچھی بات ہے، میں یہی کروں گی۔"

میں نے کہا۔ "ہم رابطہ ختم کر رہے ہیں۔ نائب ایشورارا سوئم آئے گا' تب تجھ سے رابطہ کیا جائے گا۔"

وہ لائٹ آف کرکے بیڈ پر سونے کے لیے چلی گئی۔ کمرے میں تاریکی چھا گئی تھی، اس لیے وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ سونیا نے مشین بند کرتے ہوئے کہا۔ "وہ بڑی مکار ہے' اس نے کمرے میں اندھیرا کیا ہے تاکہ ہم اسے سوچتے ہوئے یا کچھ کرتے ہوئے نہ دیکھ سکیں۔"

ہم بھی بیڈ پر آگئے۔ صبح تک جینا کے کمرے میں تاریکی رہتی، لہٰذا ہم بھی آرام سے سوگئے۔ اس کی نیند اُڑ چکی تھی۔ وہ پریشان ہوکر سوچ رہی تھی۔ "ان کی مشین نے مجھے کیچ کرلیا ہے۔ وہ دن رات' جب چاہیں گے' مجھے کہیں بھی کسی بھی حالت میں دیکھتے رہیں گے۔ میں آزادی سے اپنے کسی منصوبے پر عمل نہیں کرسکوں گی۔ ایک طرح سے ان کی قیدی بن گئی ہوں۔ نہیں، میں ان کے شکنجے میں نہیں آؤں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر گریبان کی اندر سے شیطان کی کھوپڑی کو نکال کر اسے منہ کے قریب لاکر سرگوشی کرنے لگی۔ "کیا تُو اپنی محبوبہ کو کسی اور کی گرفت میں دیکھنا گوارا کرے گا؟ تُو میرے حالات سے بے خبر نہیں ہے۔ میں اس مشین کی گرفت سے رہائی چاہتی ہوں۔"

اس کے اندر شیطانی آواز ابھرنے لگی۔ "گرفت میں رہ کر گرفتار کرنے والے کو گرفتار کرنا بڑی بات ہے اور تُو یہ بڑا کام کرے گی۔" وہ بول رہا تھا۔ "تُو بظاہر مجبور ہوگی۔ مشین کی اسکرین پر انہیں نظر آتی رہے گی۔ میں جب چاہوں گا' ان کی نظروں سے تجھے اوجھل کردوں گا مگر ابھی نہیں... ابھی انہیں خوش ہونے دے۔ وہ جو کام تجھ سے لے رہے ہیں' اسے کرتی جا۔ اس طرح تُو ان کے اندرونی معاملات اور ان کی چالبازیوں کو سمجھتی رہے گی۔"

"جب تُو سمجھ لیتا ہے تو پھر مجھے سمجھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"جہاں روحانی عوامل آڑے آتے ہیں' وہاں عارضی طور شیطنت بے بس ہوجاتی ہے۔ تُو بے بس اور مجبور بن کر میرا مشن پورا کرے گی۔ وہاں سیارے والوں کو اس وقت حکومت قائم کرنے دے گی' جب وہ سب تیرے غلام اور

میرے پجاری بن جائیں گے۔"

ازل سے یہ تنازعہ جاری ہے کہ ہماری اس دنیا میں ایمان کا بول بالا ہوگا یا شیطان کی حکمرانی رہے گی؟ شیطان اب بھی اپنی حکمرانی قائم کرنے کے لیے دن رات مصروف رہتا ہے۔ ایسے میں وہ سیارے کے ایک ایک فرد سے لے کر گریٹ ایشورارا تک سب ہی کو اپنا عقیدت منداور پجاری بنالیتا تو واقعی وہ سب اس کی عظمت کو تسلیم کر کے اس کی پرستش کرنے لگتے پھر اس زمین پر ایمان برائے نام رہ جاتا یا شاید رہتا بھی نہیں۔

ازل سے شیطان کا جو مشن ادھورا رہ گیا تھا' وہ اب سیارے والوں کے ذریعے پورا ہوسکتا تھا۔ جینا کے یار دلدار نے اسے سمجھایا کہ ابتدا میں روحانی علوم کے جاننے والوں سے نہ ٹکرایا جائے۔ ان سے کترا کر اپنے مشن پر توجہ دی جائے۔ سونیا اور فرہاد سے عارضی طور پر سمجھوتا کیا جائے پھر وہ مکھن کے بال کی طرح اپنی محبوبہ کو مشین کی گرفت سے نکال لے گا۔

ذاکر نے اپنے فون سے وہ سم نکال کر پھینک دی تھی کیونکہ آرمی کے افسران بار بار اسے کال کر رہے تھے۔ اس نے جینا سے رابطہ کر کے پوچھا۔ "کیا فرہاد میرا سراغ لگا چکا ہے؟"

اس نے کہا۔ "ہاں، وہ تجھے آئندہ بھی اسی طرح دوڑا دوڑا کر مارنا چاہتا تھا مگر میں نے اس سے سمجھوتا کیا ہے، وہ اب تیری طرف رخ نہیں کرے گا۔"

"تُو شیطانی قوت رکھتی ہے' تجھے اس سے انتقام لینا چاہیے تھا۔ اس کے برعکس تُو نے اس سے سمجھوتا کرلیا۔"

"میں بہتر جانتی ہوں' مجھے کن حالات میں کیا کرنا ہے؟ میرا احسان مان کہ فرہاد نے تیرا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔"

"میں اسے سونیا کے ساتھ ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ گریٹ ایشورارا کی نظروں میں اہمیت حاصل کرنا چاہتا تھا مگر تُو ایک طرح سے ان دونوں سے دوستی کر چکی ہے۔ میرا کیا بنے گا؟"

"تُو میرا غلام ہے۔ غلام ہی رہے گا۔ ضرورت کے وقت کام آئے گا۔ اپنی اوقات میں رہے گا تو تجھے عیش و آرام کی زندگی ملتی رہے گی۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ بصرہ کی طرف دھیان دینے لگی۔ اس نے ایک ایسے مسلمان کو ٹریپ کیا تھا جو بصرہ کی طرح روزے نماز کا پابند تھا۔ اپنی محنت کے ذریعے حلال کی روزی کماتا تھا۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

جینا نے اپنے شیطانی عمل سے اس کا دماغ الٹ دیا تھا۔ اس شیطانی عمل کے نتیجے میں وہ آدھا تیتر آدھا بٹیر ہوگیا تھا۔ جینا نے اسے روزے نماز کا پابند رہنے دیا تھا مگر اس کے اندر جھوٹ' فریب اور مکاریوں کا زہر بھر دیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی، زبان پر اللہ اللہ ہوتا تھا اور دماغ میں شیطانی خیالات پکتے رہتے تھے۔ جینا نے اس کے شیطانی خیالات کے خانے کو مقفل کر دیا تھا۔ خیال خوانی کرنے والے چور خیالات تک پہنچنے کے باوجود اس کے منفی خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے۔

بصرہ ایک شاپنگ سینٹر میں تھی۔ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید رہی تھی۔ جب اس نے خریدے ہوئے سامان کا بل ادا کرنے کے لیے پرس کھولا تو پتا چلا' وہ خالی ہے۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی۔ "میں نے اس میں پچیس ہزار ڈالرز رکھے تھے۔ وہ کیسے غائب ہوگئے؟"

جینا نے غائب کیے تھے۔ اس کے اندر رہ کر تماشا دیکھ رہی تھی۔ بصرہ اس کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔ "میں دوسرے کاؤنٹر پر شیمپو خریدتے وقت اپنے پرس سے غافل ہوگئی تھی۔ ایسے ہی وقت کسی نے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہوگی۔"

دکاندار نے پوچھا۔ "کیا ہوا....؟"

وہ ندامت سے بولی۔ "سوری، میں یہ چیزیں خرید نہیں سکتی۔ کسی نے میرے پرس سے رقم چرالی ہے۔"

دکاندار نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "بعض خواتین خالی پرس لے کر دکھاوے کے لیے شاپنگ کرنے آتی ہیں۔ ادائیگی کے وقت یہی کہتی ہیں کہ کسی نے انہیں لوٹ لیا ہے۔"

اس نے کہا۔ "تم خوامخواہ طعنہ دے رہے ہو۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔"

"کیسے یقین کیا جائے کہ سچ بول رہی ہو؟"

ایسے وقت ایک اجنبی نے ان کی طرف آتے ہوئے بصرہ کو نوٹوں کی ایک گڈی دکھائی اور کہا۔ "میڈم! یہ تمہاری رقم ہے! اسے گن کر دیکھو یہ پوری ہے یا نہیں؟"

بصرہ نے فوراً اس گڈی کو لیتے ہوئے اجنبی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولا۔ "ایک شخص تمہارے پرس سے یہ رقم نکال کر بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فوراً ہی لپک کر اسے پکڑ لیا۔"

بصرہ نے پوچھا۔ "کہاں ہے وہ چور؟ کیا تم نے اسے پولیس کے حوالے کیا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے، میں نے ایسا نہیں کیا۔"

دکاندار نے پوچھا۔ "پولیس کے حوالے کیوں نہیں





"اصل میں، میرے پاس آنے سے پہلے یہ پولیس کا کتا تھا......"

کیا؟ کیا اس سے رشتے داری تھی؟"

اجنبی نے دکاندار کو گھور کر کہا۔ "یو شٹ اپ، میں ایک شریف آدمی ہوں اور شریفوں کی قدر کرتا ہوں۔ وہ پیشہ ور چور نہیں تھا۔ اس نے روتے ہوئے مجھے بتایا کہ اس کی ماں اسپتال میں ہے۔ اسے ایک بڑی رقم کی ضرورت تھی۔ اس نے بہت مجبور ہو کر زندگی میں پہلی بار چوری کرنے کی جرأت کی اور پکڑا گیا۔"

بصرہ نے پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟ میں اس کی ماں کا علاج کراؤں گی۔ اسے جتنی رقم کی ضرورت ہوگی، دوں گی۔"

اس نے کہا۔ "اے نیک دل خاتون! میں نے اپنی جیب سے اسے پانچ ہزار ڈالرز دیے ہیں۔ یہاں قریبی اسپتال ہولی کراس میں اس کی ماں سخت بیمار ہے۔ اگر تم اس کی عیادت کے لیے جاؤ گی تو یہ بہت بڑی نیکی ہوگی۔"

وہ بولی۔ "تم بہت اچھے ہو، کیا مجھے وہاں لے چلو گے؟ میں اس شہر میں پہلی بار آئی ہوں۔"

یوں ان کے درمیان شناسائی کی ابتدا ہوئی جینا نے زبردست ڈراما پلے کیا تھا۔ ایک بیمار عورت کو سچ مچ اسپتال پہنچایا تھا اور اسی نے اس کے بیٹے کو بصرہ کے پرس سے رقم چرانے پر مجبور کیا تھا۔ وہ اس خاتون سے ملنے اسپتال گئی تو اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ اس اجنبی نے چوری کرنے والے کو پانچ ہزار ڈالرز دیے تھے۔ بصرہ نے بیمار خاتون کو دس ہزار ڈلراز دیے۔ وہ اجنبی کی انسانیت اور شرافت سے متاثر ہوگئی تھی۔

اس نے اسپتال سے واپسی پر کہا۔ "اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات کہنا چاہتا ہوں؟"

اس نے کہا۔ "وہ بات ضروری ہے تو کہنا چاہیے۔ اگر مجھے بری لگے گی تو میں منہ پھیر کر چلی جاؤں گی۔"

"دراصل میں اس شاپنگ سینٹر میں تمہیں دیکھ رہا تھا تو مجھے یاد آیا کہ پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھا ہے۔ ایسے ہی وقت میں نے اسے چوری کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔"

اس نے پوچھا۔ "بھلا تم نے مجھے کہاں دیکھا ہوگا؟ میں تو اس شہر میں پہلی بار آئی ہوں۔"

"میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا۔"

بصرہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا "تم مجھے خواب میں بہت مصیبت زدہ دکھائی دیں۔ کسی نے تمہارے شوہر کو قتل کر دیا۔ کوئی بلا تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے جو تمہیں دینِ اسلام کی راہ پر چلنے سے روکتی رہتی ہے۔"

وہ اس کے خواب سے متاثر ہو کر بولی۔ "تم درست کہہ

رہے ہو۔"

وہ بولا۔ "تو پھر یہ یقین کرلو کہ تمہاری دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ ایک رات میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا۔ ایک بزرگ فرما رہے تھے کہ یہ نیک اور پارسا لڑکی حالات کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔"

بصرہ حیرانی اور پریشانی سے یہ باتیں سن رہی تھی۔ جنہیں آج سے چار دن پہلے اپنے خواب میں بھی سن چکی تھی۔ وہ اجنبی بالکل وہی الفاظ، وہی فقرے ادا کررہا تھا۔ "بزرگ نے فرمایا تھا کہ خدا نے مجھے تمہاری دستگیری کے لیے بھیجا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں تمہیں اپنی شریکِ حیات بنالوں....."

وہ بالکل وہی خواب والی باتیں دہرا رہا تھا اور بصرہ کا دل یہ سوچ کر تیزی دھڑک رہا تھا کہ واقعی خدا نے اس کی دعائیں قبول کرلی ہیں۔ ایک سچا اور دیانتدار جیون ساتھی اس کی سامنے پہنچا دیا ہے۔

اس نے کہا۔ "میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ مجھے ہمیشہ سے غیبی مدد حاصل ہوتی رہتی ہے۔ آج تو انتہا ہوگئی...... جو خواب دیکھا تھا، اس کی ہو بہو تعبیر مل گئی ہے۔ آج میں تمام رات عبادت کروں گی۔"

اجنبی نے کہا۔ "میں اپنا تعارف کرادوں، میرا نام جلال اصغر ہے۔"

بصرہ نے ایک دم سے چونک کر پوچھا۔ "جلال اصغر.....؟"

"تم چونک کیوں گئیں؟ حیران کیوں ہو؟"

اس نے کہا۔ "عجیب اتفاق ہے، میرے مقتول شوہر کا نام اصغر جلالی تھا۔"

جلال اصغر نے کہا۔ "یہ تمام قدرتی اشارے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ہمیں بھرپور اعتماد کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوجانا چاہیے۔"

"میں تمہاری باتوں سے انکار نہیں کروں گی لیکن یہ ہماری پہلی اور بہت ہی مختصر سی ملاقات ہے۔ میرے اندر خوشی بھی ہے اور گھبراہٹ بھی۔ مجھے ذرا سنبھلنے کا موقع دو۔ میں کل کسی وقت تم سے فون پر بات کروں گی۔"

انہوں نے ایک دوسرے کو اپنا فون نمبر بتایا۔ جینا بیٹی کے اندر رہ کر اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہوگئی۔ اس نے جو ڈراما پلے کیا تھا، وہ توقع سے زیادہ کامیاب رہا تھا۔ جلال اصغر بہت جلد شوہر بن کر اس کی زندگی میں ہلچل پیدا کرنے والا تھا۔

☆☆☆

گریٹ ایشورارا جس نائب ایشورار اسوئم کو زمین پر بھیجنا چاہتا تھا۔ اس کا نام خرّاٹا تھا۔ وہ ایک شاطر سیاسی بازی گر تھا۔ اس سے یہ توقع تھی کہ وہ تمام اکابرین کو اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں کو سیاسی چالبازیوں سے مات دے گا۔

گریٹ ایشورارا کو یقین تھا کہ پچھلے دو ایشورارا کی طرح خرّاٹا اسے مایوس نہیں کرے گا۔ ان کی کی طرح کوئی غلطی کرے گا اور نہ ہی ناکامیوں سے دوچار ہوگا پھر بھی اس نے فیوچر ٹیلنگ مشین سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ خرّاٹا کے ذریعے دنیا میں کامیابی کے کتنے فیصد امکانات ہیں؟

لیکن آپریٹ کرتے وقت پتا چلا کہ مشین میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ اس نے خرّاٹا سے کہا۔ "تو ابھی اس دنیا میں نہیں جائے گا۔ پہلے اس مشین کی مرمت ہوگی۔ اس سے مشورے لیے جائیں گے۔ اس کے بعد تجھے روانہ کیا جائے گا۔"

وہ دو دن تک اس کی مرمت کرتا رہا۔ ایسے وقت خرّاٹا اکابرین کے اور مسلمانوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ سے معلومات حاصل کرتا رہا۔ مشین استعمال کے قابل ہوئی تو گریٹ ایشورارا نے اس کے اندر خرّاٹا کی پوری لائف ہسٹری فیڈ کی پھر پوچھا۔ "کیا خرّاٹا ارضی دنیا میں میری خاطر خواہ نمائندگی کرسکے گا؟"

مشین سے تحریری جواب ابھرا۔ "یہ اپنی بھرپور صلاحیتوں سے نمائندگی کرے گا۔ تیری برتری قائم رکھنے کی کوشش کرتا رہے گا لیکن انجانے میں دھوکا بھی کھاتا رہے گا۔"

"دھوکے کی نوعیت بتا، کس سے دھوکا کھائے گا؟ کیا تابع دار بننے والے اکابرین سے؟"

"اکابرین فی الحال تیرے حمایتی اور فرمانبردار رہیں گے۔ تیری سائنس کے مقابلے میں اب تک روحانیت کے علمبردار تھے اب شیطانی قوتیں بھی کچھ نقصان پہنچائیں گی مگر توقع سے زیادہ فائدہ بھی ہوگا۔"

"تھوڑا نقصان اٹھا کر زیادہ فائدے حاصل کروں گا۔ مجھے ان شیطانی قوتوں کے متعلق بتا...؟"

"جو باتیں، جو چیزیں اسرار کے پردے میں ہیں۔ ان کے متعلق کچھ زیادہ بتایا نہیں جاسکتا مگر تیرے حوالے سے یہ بتایا جاسکتا ہے کہ شیطان کے آگے جھکنے سے تجھے کامیابیاں حاصل ہوں گی۔"

"راستے میں چاندی پڑی ہو تو اسے اٹھانے کے لیے جھکنا ہی پڑتا ہے۔ میں جھک جاؤں گا اور شیطان کو برتر تسلیم کرلوں گا۔"

پھر اس نے تحریری سوال کیا۔ "جو تھوڑا نقصان پہنچے گا' اس کے متعلق کچھ بتا؟"

"وضاحت سے بتایا نہیں جا سکتا۔ نقصان ہوتا ہے مال کے جانے سے یا جان کے جانے سے ... تیرے نمائندے کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ وہاں جانے کے بعد جان تو نہیں جائے گی۔ مال جائے گا۔"

فیوچر ٹیلنگ مشین نے کچھ پیشگوئیاں' کچھ اشارے دیے اور کچھ راہیں بھی دکھائیں کہ انہیں کن حالات میں کیا کرنا چاہیے؟

اس نے مشین کو بند کرنے کے بعد خرّانا کو بلایا۔ اس نے حاضر ہو کر کہا۔ "میرے آقا! مشین نے میرے حق میں کیا پیشگوئی کی ہے؟ کیا میں ارضی دنیا میں جا سکوں گا؟"

اس نے کہا۔ "ہوں، جائے گا مگر وہاں کانٹوں میں رہے گا۔ کہیں کسی مرحلے پر دھوکا بھی کھائے گا۔ کچھ نقصان بھی اٹھائے گا لیکن کامیابیاں بھی حاصل کرے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں' پوری دیانتداری اور حاضر دماغی سے کام کروں گا۔ کسی ممکنہ دھوکے سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ اگر کسی نے فریب دیا تو اس کے لیے بہت مہنگا پڑوں گا۔"

"میں جانتا ہوں' تُو بہت شاطر ہے۔ وہاں شیطانی قوت سے بھی سامنا ہوگا۔ تیری حکمتِ عملی یہ ہوگی کہ تُو ان کو چیلنج نہیں کرے گا بلکہ ان سے سمجھوتا کرے گا۔ وہاں اپنی حکومت قائم کرنے کی خاطر شیطان کا عقیدت مند اور پجاری بھی بن جائے گا۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ "میں یہی کروں گا میرے آقا...!"

"ہماری اس مشین نے کہا ہے' ارضی دنیا میں تجھے جان کا نہیں' مال کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ وہاں تیرے مال و اسباب میں آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین سب سے اہم ہوگی۔ اگر وہ تیرے ہاتھ سے نکلے گی تو بے شک تُو ناقابلِ برداشت نقصان اٹھائے گا۔ اس کے بغیر تنہا اور کمزور ہو جائے گا۔"

"ایسا ہوگا تو واقعی میں کسی بھی پناہ گاہ کو خفیہ نہیں بنا سکوں گا۔ جس دشمن کے ہاتھ میری مشین لگے گی' وہ مجھے اس کے ذریعے دیکھے گا۔ مجھے دوڑا دوڑا کر مار ڈالے گا۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "مشین بہت اہم ہے۔ کوئی ایسی تدبیر کرنی ہوگی کہ اسے کوئی دوسرا چرا کر نہ سکے اور لے جائے تو اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔"

خرّانا کی روانگی پھر کچھ دنوں کے لیے ملتوی ہو گ...

گریٹ ایشورارا نے مشین کا نقشہ سامنے رکھ کر پلاننگ کی... پاس ورڈز کے سسٹم میں تبدیلیاں کیں۔ خرّانا کو سمجھایا ... مخصوص پاس ورڈز کے ذریعے مشین کو لاکڈ رکھے گا۔ ... طرح کوئی چرانے والا اسے آن کرنے کے لیے ... اندازے سے پاس ورڈز آزمائے گا تو اس میں رکھا ہوا ... سیل بم پھٹ پڑے گا۔ اس طرح مشین کے ساتھ اس ... کے بھی چیتھڑے اُڑ جائیں گے۔ ایسے ٹھوس انتظامات ... بعد اس نے خرّانا کو مشین کے ساتھ سیارے سے روانہ کر د...

جینا اپنی بیٹی کے معاملے میں مصروف تھی۔ بصرہ ... ہفتے تک جلال اصغر سے ملاقاتیں کرتی رہی تھی۔ کبھی ... معاملات میں گفتگو کرتی تھی۔ کبھی اس کے ساتھ سیر و تفر... کے لیے کہیں نکل جاتی تھی۔ وہ اس سے بے حد متاثر ہو گئی ... اور جینا اس کے اندر رہ کر ایک جیون ساتھی کے لیے اس ... جذبات بھڑکاتی رہتی تھی۔ آخر اس نے ایک ہفتے بعد جلا... اصغر سے نکاح پڑھوالیا۔

وہ ایک دلالہ بن کر بیٹی کو بازاری عورت بنانے میں ناکام رہی تھی۔ یہی کام اس نے ماں کی محبت کا فریب دے... کرلیا تھا۔ اسے ایک مکّار اور فریبی شخص کی آغوش میں پہنچا... تھا۔ اپنی پلاننگ کے مطابق اسے آئندہ گناہوں کی دلد... میں پہنچانے والی تھی۔

میں نے جلال اصغر کے چور خیالات پڑھے ... مجھے یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ بصرہ کی طرح نیک اور پارسا ... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جینا نے عارضی طور پر اسے ... ایک ایماندار شخص بنا دیا ہے۔ تاکہ میں خیال خوانی ... ذریعے ایک چڑیل ماں کے عزائم کو سمجھ نہ سکوں اور واقعی ... دھوکا کھا چکا تھا۔

سونیا نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تم مطمئن ہو؟"

"ہاں، کسی کے چور خیالات کبھی جھوٹ نہیں بولـ... جلال اصغر نے صدقِ دل سے بصرہ کو شریکِ حیات ... ہے۔"

"کیا جینا اس کا برین واش نہیں کر سکتی؟ شیطانی عمل ... کے ذریعے اسے بگلا بھگت نہیں بنا سکتی؟"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "وہ ایسا کر سکتی ... لیکن ہمیں دھوکا دینے کی حماقت نہیں کرے گی۔ وہ ہمار... تعاون سے سیارے والوں کو اپنا غلام بنانے والی ہے۔ ہمار...



...مخالفت مول لے کر اپنے مقصد میں ناکام ہونا نہیں چاہے گی۔"

سونیا نے کسی حد تک قائل ہو کر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ ہم بصرہ اور جلال اصغر پر نظر رکھیں گے اور شاید انوشے بھی ان سے غافل نہیں ہوگی۔"

ہم پچھلے دس دنوں سے نائب ایشورارا سوئم (خرّانا) کا انتظار کر رہے تھے۔ گریٹ ایشورارا کن مسائل سے دوچار ہو رہا تھا...... یہ ہم نہیں جانتے تھے۔ ہم نے مشین کی اسکرین پر جینا کو دیکھ کر مخاطب کیا۔ "ہیلو جینا! تُو بیٹی کو سہاگن بنانے کے سلسلے میں مصروف تھی۔ تُو نے ماں کا ایک اہم فرض ادا کیا ہے۔ اب ہمارا بھی کام کر۔ یہ بتا کہ سیارے سے گریٹ ایشورارا کا نیا نمائندہ آچکا ہے یا نہیں؟"

اس نے کہا۔ "ابھی معلوم کرتی ہوں مگر میں جب تک اپنے یار دلدار سے بات کروں گی' تب تک تم مشین کے ذریعے مجھے نہ دیکھو۔ تم مداخلت کرو گے تو میں مطلوبہ شخص تک پہنچ نہیں سکوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم مشین بند کر رہے ہیں۔ تُو ہمیں کتنی دیر میں اطلاع دے گی؟"

"میں پندرہ منٹ کے بعد فون کروں گی۔"

سونیا نے مشین بند کردی۔ مجھ سے کہا۔ "سیارے سے جو آنے والا تھا...... اس کی آمد میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اس تاخیر کی خاص وجوہات ہوں گی۔"

میں نے کہا۔ "وہ نائب ایشورارا سوئم یہاں آئے گا۔ ہم اسے ٹریپ کریں گے۔ تب ہمیں ان کی اندر کی باتیں معلوم ہو سکیں گی۔"

تھوڑی دیر بعد میرے فون کا بزر سنائی دیا۔ جینا کال کر رہی تھی۔ میں نے فون کو آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا خبر ہے؟"

اس نے کہا۔ "میرے یار نے بتایا ہے' وہ ہماری دنیا میں آچکا ہے۔"

"تو پھر ہم مشین آن کر کے تجھے دیکھتے ہیں۔ تُو اس ایشورارا سوئم تک ہمیں لے چل..."

"میں ایک منٹ کے اندر لے چلوں گی مگر پہلے یہ زبان دو کہ میں بھی جو کام تم سے لینا چاہوں گی' اسے کسی حیل و حجت کے بغیر کرو گے؟"

میں نے کہا۔ "حیل و حجت کے بغیر زرخرید غلام احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ بے شک میں تیرے کام آؤں گا لیکن اپنے دین اور مزاج کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں' سیارے سے آنے والے تمام لوگوں کو اپنا غلام بناؤں گی۔ کیا تم رکاوٹیں پیدا کرو گے؟"

"ہرگز نہیں، سیارے کے لوگ یہاں آکر دین ایمان والے بنیں یا شیطان کے پجاری... میں اس معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا لیکن...."

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس نے پوچھا۔ "لیکن کیا....؟"

میں نے کہا۔ "ہم پہلے ہی دن سے یہ طے کر چکے ہیں کہ یہاں سیارے والوں کو قدم جمانے نہیں دیں گے۔ اگر وہ سب شیطان کے پجاری بن جائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہماری دنیا پر شیطان کی حکومت قائم ہوگی اور ایسا تو ہم کبھی نہیں ہونے دیں گے۔"

"ابھی میرے یار دلدار نے بتایا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والے ہر معاملے میں ہماری مخالفت کریں گے اور تم یہی کر رہے ہو۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ہر معاملے میں نہیں... تیرا یار غلط کہہ رہا ہے۔ ہم نے یہاں کے اکابرین کو گریٹ ایشورارا کا غلام بننے سے نہیں روکا، اسی طرح سیارے والوں کو تیرا غلام بننے سے نہیں روکیں گے۔ وہ شیطان کی پرستش کریں گے' تب بھی ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ دنیا میں بے شمار لوگ شیطانی راہوں پر چلتے ہیں' نہ ہم کسی کو روک سکتے ہیں نہ روکیں گے۔"

"تو پھر میرے یار کی حکومت قائم ہونے دو، کیوں خوامخواہ مداخلت کرتے ہو؟"

"اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا ہم انسانوں کے لیے بنائی ہے۔ یہاں ہم صرف اللہ کی حکمرانی اور شیطان کی پسپائی کے لیے جدوجہد کرتے رہیں گے۔"

وہ بولی۔ "جسٹ آ منٹ، میں ابھی بات کرتی ہوں۔"

میں نے فون کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر سونیا سے کہا۔ "وہ شیطان سے مشورہ... کر رہی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "ہم اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں تو بہتر ہوگا۔"

"یہ کبھی مجھے اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔ ہو سکتا ہے' ہماری مشین کی گرفت میں بھی زیادہ دنوں تک نہ رہے۔ لہٰذا دوستانہ تعاون کے حوالے سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ

سیارے والوں کو کس طرح شیطان کی طرف لے جائے گی؟ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ہم پر مسلط ہونے کے لیے آئندہ کیا کرنے والی ہے؟"
فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مسٹر فرہاد.....!"
"ہاں بول، میں سن رہا ہوں۔"
"میرا یار کہتا ہے' شیطان بڑا دل والا ہے۔ یہ دشمنوں سے بھی دوستی کرتا ہے۔ میں اس کی ہدایت پر تمہارے کام آؤں گی۔"
میں نے کہا۔ "میری یہ بات اپنے یار سے کہہ دے' ہم شیطانی چالبازیوں کو خوب سمجھتے ہیں اور وہ تیری حکمتِ عملی کو سمجھ رہا ہوگا۔ ہمارے سمجھوتے کے پیچھے چھپے ہوئے مقاصد کو جانتا ہے۔ ہم بھی اس کی چالبازیوں میں چھپی خباثت کو سمجھ رہے ہیں۔"
سونیا نے کہا۔ "باتیں بہت ہو چکیں، اب کام کی بات کرو۔ میں مشین آن کر رہی ہوں۔"
اس نے مشین کو آن کر کے اسے آپریٹ کیا اسکرین پر جینا دکھائی دی۔ اس کے ہاتھوں میں شیطان کی کھوپڑی تھی۔ وہ بولی۔ "میں اپنے یار کی انگلی پکڑ کر اس نئے ایشورارا کی پاس جا رہی ہوں۔"
میں نے کہا۔ "یاد رہے' ہم نے تجھے اپنی مشین کے ذریعے دیکھ لیا ہے۔ اسی طرح وہ نائب ایشورارا سوئم بھی تجھے اپنی مشین پر دیکھ لے گا۔ فی الحال یہ معلوم نہ ہو کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ پہلے جو کچھ ہوگا' ان کی لاعلمی میں ہوگا۔"
اس نے کہا۔ "میں اس چار دیواری کے اندر نہیں جاؤں گی۔ جہاں اس کی مشین ہوگی۔ تم اپنی اسکرین پر وہ گھر دیکھ سکو گے' جہاں اس نے خفیہ پناہ گاہ بنائی ہے۔"
میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے، ہم یہی چاہتے ہیں۔"
وہ شیطان کی کھوپڑی کو چوم کر پھر اسے سینے سے لگا کر زیرِ لب اس سے کچھ کہنے لگی یا پڑھنے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک کاٹیج دکھائی دیا۔ ہمیں اسکرین کے ایک گوشے میں شیطان کی کھوپڑی فضا میں معلق دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جینا اسے ہاتھوں میں لیے کھڑی ہے۔ اس کی آواز سنائی دی۔ "اس نے یہیں رہائش اختیار کی ہے۔"
پھر منظر بدل گیا۔ اب وہ کاٹیج کے اندر تھی اور کہہ رہی تھی۔ "میں کسی کمرے میں نہیں جاؤں گی۔ کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھوں گی۔ اس طرح تم ان کمروں کے اندر کسی حد تک کچھ نہ کچھ دیکھ سکو گے۔"
اس کاٹیج میں دو کمرے تھے۔ اس نے ہر کمرے کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا ہمیں ایک کمرے میں ادھیڑ عمر ایک شخص دکھائی دیا۔ وہ ایک میز پر جھکا ہوا تھا۔ اس میز پر ایک بڑا سا دنیا کا نقشہ بچھا ہوا تھا۔ وہ اسٹڈی کر چکا تھا کہ کون سا براعظم اور اہم ممالک دنیا میں کہاں کہاں واقع ہیں؟ کہاں کہاں وہ اچھی طرح مطالعہ کر رہا تھا۔
ایک جانب میز پر وہ غیر معمولی مشین رکھی ہوئی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "دیکھو! دوسری میز پر بریف کیس رکھا ہوا ہے۔ اس نے مشین کو بند رکھا ہے۔ ابھی اسے استعمال نہیں کر رہا ہے۔"
اگر اس مشین کی اسکرین روشن ہوتی اور جینا اس کمرے میں جاتی تو وہ شیطان کی کھوپڑی کو دیکھ کر سمجھ لیتا کہ کوئی اس کے قریب آ رہا ہے۔ مشین کے ایک اور سسٹم کے ذریعے وہ معلوم کر سکتا تھا کہ ہم اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر رہے ہیں۔ اس طرح وہ بھی ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کر لیتا۔
فی الحال ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس کی مشین بند ہونے کے باعث ہمیں فائدہ پہنچ رہا تھا۔ ہم اسے دیکھ رہے تھے۔ جینا نے ہمیں پڑوس کے ایک کاٹیج میں پہنچایا۔ ہم نے ان پڑوسیوں کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے سنا پھر ان کے اندر پہنچ کر معلوم کیا کہ وہ شہر ہم سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مارسیلز میں ہے۔ جہاں سے ہم گزر کر آئے ہیں۔
میں نے جینا سے کہا۔ "تیرا شکریہ، اب تُو اس ایشورارا سے دور رہے گی۔ فی الحال ہمیں اس سے نمٹنے دے گی۔"
جینا نے کہا۔ "جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں' سیارے والوں کو اپنا غلام بناؤں گی۔ یہ نیا ایشورارا ابھی میرا شکار ہے۔ اسے کتنی دیر بعد میرے حوالے کرو گے؟"
"تقریباً تین گھنٹے بعد تُو اس سے نمٹ سکے گی۔ اب ہم رابطہ ختم کر رہے ہیں۔"
سونیا نے مشین بند کر دی۔ ہمیں جلد سے جلد مارسیلز پہنچنا تھا۔ ہم اس ہوٹل سے نکل کر رینٹڈ کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ بریف کیس (غیر معمولی مشین) ہمارے ساتھ ہی رہتا تھا۔ سونیا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر اس کی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔
شیطان کی بہت پرانی چال ہے کہ ایک سے دوستی کر کے اسے آگے بڑھاتا ہے پھر دوسرے کو اس کے پیچھے لگا کر دھکا دیتا ہے۔ یوں آگے والوں کو کسی کھائی میں گرا دیتا ہے اور پیچھے والے کو اس کا قاتل بنا دیتا ہے۔ وہ بھی کسی کی



بھلائی نہیں کرتا۔ اس کی محبوبہ نے ہم سے رابطہ ختم کرتے ہی یہ شیطانی چال چلی۔ نئے ایشورارا کے کمرے میں آ گئی۔
وہ دنیا کے نقشے پر جھکا ہوا تھا۔ وہ قریب آ کر دھیمی سرگوشی میں بولی۔ "میں اپنی دنیا میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔"
وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ صرف اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "تجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں تیرے دل و دماغ پر حکومت کرنے والی ملکہ ہوں۔ تیری سلامتی کے لیے آئی ہوں۔ فوراً آڈیو ویڈیو کیچرنگ مشین کو آن کر، میرا یار دلدار تجھے نظر آئے گا۔"
وہ تیزی سے چلتا ہوا بریف کیس کے پاس آیا پھر اسے کھول کر آپریٹ کرنے لگا۔ گریٹ ایشورارا نے اس سے کہا تھا کہ وہاں شیطانی قوتوں سے بھی سامنا ہوگا۔ ایسے وقت اس کی حکمتِ عملی یہ ہوگی کہ وہ ان قوتوں کو چیلنج نہیں کرے گا بلکہ ان سے سمجھوتا کرے گا۔
یہ باتیں اسے یاد تھیں۔ اس لیے وہ جینا کی آواز سن کر سمجھ گیا کہ کوئی شیطانی قوت رکھنے والی اس سے بول رہی ہے۔ اس مشین کی اسکرین روشن ہوئی تو اسے اپنے کمرے میں شیطان کی کھوپڑی فضا میں معلق دکھائی دی۔
جینا کی آواز سنائی دی۔ "میں جسمانی طور پر نہیں آ سکتی۔ میرا یار یہاں آیا ہے۔ میں صرف اپنی آواز پہنچا رہی ہوں۔ تجھے بہت بڑے خطرے سے آگاہ کر رہی ہوں۔ فوراً اسکرین پر سونیا اور فرہاد کو دیکھ۔"
اس نے فوراً ہی ہماری تصویریں مشین میں پیش کیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ہم اسے دکھائی دینے لگے۔ سونیا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا کہہ رہا تھا۔ "ہم ایشورارا سوئم کے پاس پہنچتے ہی پہلے اسے زخمی کریں گے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا اور نہ ہی ہم سے مقابلہ کر سکے گا۔"
نائب ایشورارا سوئم خرّاٹا ہماری باتیں سن کر چونک گیا۔ جینا نے کہا۔ "یہ تیری طرف آ رہے ہیں۔ تجھ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ فوراً یہ جگہ چھوڑ کر کاٹیج سے باہر جا... وہ تجھے زخمی کرنا چاہتے ہیں۔ تُو انہیں زخمی کر سکتا ہے۔"
وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اپنی مشین کو بند کر کے تمام سامان سفری بیگ میں رکھنے لگا۔ وہ ویسا ہی دوسرا بریف کیس سیارے سے لایا تھا۔ باہر سے ایسا دکھائی دیتا تھا جیسے وہ غیر معمولی مشین ہو جبکہ وہ مشین کی نقل تھی۔ کسی کے کام نہیں آ سکتی تھی۔ اس میں انہوں نے ایک بہت ہی طاقتور سیل بم چھپا کر رکھا تھا۔ جو بھی اس بریف کیس کو کھولتا تو اس کے کھلتے ہی سیل بم ایک زبردست دھماکے سے پھٹ پڑتا۔
یوں خرّاٹا نے ہماری موت کا سامان کیا ہوا تھا۔ وہ اس بریف کیس کو میز پر رکھ کر اصلی بریف کیس اور سفری بیگ اٹھا کر کاٹیج سے باہر آ گیا۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر درخت کے پاس ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ ہمارا انتظار کرنے لگا۔ اس نے جینا کو بتایا کہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟
وہ بولی۔ "شاباش! تُو پہلے سے اپنے بچاؤ کی اور دشمنوں کی تباہی کی تیاری کر کے آیا ہے۔ میں ابھی ان کا انجام دیکھوں گی۔ اس کے بعد تجھ سے رابطہ کروں گی۔"
ہم بے خبر تھے۔ اسی بے خبری کے حوالے سے کہا جاتا ہے۔ آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں.... ہم اس خوش فہمی میں تھے کہ نئے ایشورارا سوئم کی غفلت سے فائدہ اٹھانے جا رہے ہیں لیکن شیطانی چال نے بازی الٹ دی تھی۔ اب وہ باخبر تھا اور ہم بے خبر تھے۔ اپنی موت کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔
ایک عرصے سے روحانیت اور سائنس یعنی سیارے والوں کے درمیان جنگ جاری تھی۔ ایسے وقت شیطانی قوتیں بھی ہمارے خلاف محاذ آرائی کے لیے آ گئی تھیں۔ ہمیں روحانی علوم جاننے والوں سے کبھی کبھی مدد ملتی تھی...... ورنہ ہم صرف ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مخالفین سے جنگ لڑتے آ رہے تھے۔
ہاں، جب بالکل ہی بے دست و پا ہو جاتے تھے' تب ہمیں روحانی قوتوں کا سہارا ملتا تھا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے انوشے کو ہدایت دیتے ہوئے کہا تھا۔ "جب شیطان غالب آنا چاہے تو تمہیں اجازت ہے' اس کا توڑ کر سکتی ہو۔"
ایسی ہدایت کے مطابق انوشے ہم سے پہلے وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ خرّاٹا نے کاٹیج سے ذرا دور آ کر ایک جھاڑی کے پیچھے بریف کیس اور سفری بیگ کو رکھا تھا اور ایک درخت کے پاس جھاڑی کے پیچھے چھپ کر ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی نظریں اپنے کاٹیج کی طرف تھیں اور پیچھے اس کا سامان رکھا ہوا تھا۔ انوشے وہاں آئی اور اس کا بریف کیس اٹھا کر لے گئی۔
جس طرح وہ پہلے مقتول ایشورارا کو اور دیگر مخالفین کو کبھی نظر نہیں آئی تھی' اسی خرّاٹا کو بھی دکھائی نہیں دی۔ وہ اس کے سامنے سے گزرتی ہوئی اس کے کاٹیج میں داخل ہو گئی۔

جس کمرے میں خرآنا دھماکا کرنے والا بریف کیس رکھ کر آیا تھا۔ انوشے نے اس کمرے میں جا کر میز پر رکھے ہوئے بریف کیس کو اٹھا لیا اور اپنا لایا ہوا بریف کیس رکھ کر وہاں سے چلی گئی۔

خرآنا درخت کی آڑ سے دیکھ رہا تھا۔ سونیا کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس کاٹیج کے سامنے پہنچ گئی۔ میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر تھا۔ ہم دونوں بریف کیس اٹھا کر تیزی سے چلتے ہوئے اس کاٹیج میں آئے۔ ہم نے اسکرین پر نئے ایشورارا کو جس کمرے میں دیکھا تھا' سیدھے وہیں پہنچ گئے۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ بریف کیس میز پر رکھا ہوا تھا۔

ہم نے میز کے قریب جا کر اسے دیکھا، میں نے کہا۔ ''یہ اسی نئے ایشورارا کی غیر معمولی مشین ہے۔''

میں ہاتھ بڑھا کر اسے کھولنا چاہتا تھا۔ سونیا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''رک جاؤ، کیا وہ اتنا احمق ہے کہ اپنی یہ اہم مشین ہمارے لیے چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے؟ کیا اسے ہمارے آنے کی خبر ہو گئی تھی؟''

میں نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے' وہ واش روم میں ہو؟''

انوشے نے میرے اندر آ کر کہا۔ ''گرینڈ پا! وہ آپ دونوں کی موت کا سامان کر کے گیا ہے۔ آپ اس کا بریف کیس اٹھا کر پچھلے دروازے سے چلے جائیں۔ اپنی کار وہیں چھوڑ دیں۔ آپ کے جاتے ہی یہ کاٹیج ایک دھماکے سے تباہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں آپ کے پاس آؤں گی۔''

میں نے سونیا کو انوشے کی باتیں بتاتے ہوئے میز پر رکھے ہوئے بریف کیس کو اٹھایا پھر ہم دونوں پچھلے دروازے سے باہر چلے گئے۔ خرآنا درخت کے پاس چھپ کر اپنے کاٹیج کو دیکھ رہا تھا۔ دھڑکتے ہوئے دل سے بم دھماکے کا انتظار کر رہا تھا۔

ایسے وقت جینا نے آ کر پوچھا۔ ''تو یہاں کیا کر رہا ہے؟''

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا کچھ فاصلے پر شیطان کی کھوپڑی فضا میں معلق دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں صرف میری آواز سنائی دے گی۔ کاٹیج کے سامنے ایک کار کھڑی ہے۔ کیا وہ دونوں یہاں پہنچ گئے ہیں؟''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہاں، ابھی اندر گئے ہیں۔ وہاں مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ میز رکھے ہوئے.....''

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک زوردار دھماکا ہوا اس کاٹیج کی دیواریں اور چھتیں تنکوں کی طرح اڑنے لگیں۔ آس پاس کے رہنے والے خوف سے چیختے چلاتے اپنے گھروں سے نکل کر دور بھاگ رہے تھے۔ خرآنا بھی وہاں سے جانے کے لیے پلٹا تو ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ وہاں اس نے اپنا سامان رکھا تھا۔ اب وہ سامان آدھا رہ گیا تھا۔ سفری بیگ تھا لیکن بریف کیس غائب ہو گیا تھا۔

وہ بری طرح بوکھلا گیا۔ جھاڑی کے آس پاس اسے ڈھونڈنے لگا۔ وہ دور دور تک کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جینا کی آواز سنائی دی۔ ''میرا یار مجھ سے کہہ رہا ہے' تیرا بریف کیس گم ہو گیا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس جھاڑی کے پاس کوئی آیا تھا یا نہیں؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''میں کیا بتاؤں؟ سونیا اور فرہاد کے انتظار میں کاٹیج کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کیا خبر تھی کہ ذرا سی غفلت مجھے نقصان پہنچائے گی۔ اِدھر کوئی چور بدمعاش آیا ہو گا۔''

جینا نے کہا۔ ''چور آیا ہوتا تو تیرا سفری بیگ بھی لے جاتا لیکن وہ یہیں رکھا ہوا ہے۔''

''ہو سکتا ہے' اس نے بھاری بیگ اٹھانا گوارا نہ کیا ہو۔ بریف کیس لے جانا آسان تھا۔ وہ اسے لے گیا۔ آہ! میں تو بری طرح لٹ گیا ہوں۔ اس مشین کے بغیر نہتا اور بے یار و مددگار ہو گیا ہوں۔ میں کس منہ سے گریٹ ایشورارا کو بتاؤں گا کہ میرے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟''

جینا نے کہا۔ ''اگرچہ تُو نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے مگر بہت بڑا کارنامہ بھی انجام دیا ہے۔ سونیا اور فرہاد لوہے کا چنا سمجھے جاتے تھے۔ انہیں کوئی چبا نہیں سکتا تھا مگر تُو انہیں چبائے بغیر نگل چکا ہے۔ تیرا گریٹ ایشورارا بہت خوش ہو گا۔ اب تُو یہاں سے نکل۔''

وہ ایک طرف جاتے ہوئے بولا۔ ''یہ یقین ہونا چاہیے کہ وہ دونوں مر چکے ہیں۔ میری وہ مشین ہوتی تو ان کی زندگی یا موت کا پتا چل جاتا۔''

وہ بولی۔ ''فکر نہ کر۔ اگر وہ زندہ ہوں گے تو میں چشم زدن میں ان کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ تجھے ان کے بارے میں بتاؤں گی مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں تجھے بتاؤں گی؟ تُو میرا کیا لگتا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں تجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ تُو نے دوستی کے بغیر مجھے خطرے سے آگاہ کیا۔ سونیا اور فرہاد کے حملے سے بچایا۔ تُو بہت پہنچی ہوئی ہے۔ میں تیری مدد چاہتا ہوں۔''



وہ بولی۔ ''کچھ لینے کے لیے کچھ دینا پڑتا ہے۔ تُو میری بات مانے گا تو میں ہر مصیبت میں تیرے کام آؤں گی۔''

''مجھے منظور ہے۔ بول... مجھ سے کیا چاہتی ہے؟''

''بس ایک معمولی سا مطالبہ ہے' مجھے اپنے دماغ میں آنے دے۔''

وہ ٹھٹک کر بولا۔ ''یہ تو بہت بڑا مطالبہ ہے، اس طرح تُو مجھے غلام بنا لے گی۔''

''اس کے بغیر بھی اپنے یار کی انگلی پکڑ کر جب چاہوں' تیرے پاس آ سکتی ہوں اور تیرے لیے مصیبتیں پیدا کر سکتی ہوں۔ بول.. ابھی کوئی نمونہ دکھاؤں؟''

وہ جلدی سے انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''نہیں پلیز؟ میں یہاں آتے ہی ایک بہت بڑا نقصان اٹھا چکا ہوں۔ تجھ سے دشمنی نہیں دوستی چاہتا ہوں۔ تُو میرے اندر آ سکتی ہے۔''

وہ ایک ہوٹل میں آ گیا۔ وہاں اس نے ایک کمرا حاصل کیا۔ جب اس کمرے میں پہنچا تو سر بھاری ہونے لگا۔ وہ بیگ کو ایک طرف رکھ کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ جینا کی آواز سنائی دی۔ ''میں آ گئی ہوں۔ اس لیے تیرا سر بھاری ہو گیا ہے۔ فکر نہ کر، ابھی ہلکا ہو جائے گا۔''

وہ غنودگی محسوس کرنے لگا۔ بیڈ پر لیٹ گیا۔ ابھی سونا نہیں چاہتا تھا مگر اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ ایک منٹ کے اندر وہ گہری نیند میں ڈوب گیا اور جینا ذاکر کے بعد سیارے سے آنے والے دوسرے ایشورارا کو اپنا غلام بنانے لگی۔

ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ پیرس جانے والی ٹرین آ چکی تھی۔ وہاں سے روانہ ہونے والی تھی۔ ہم اس میں آ کر بیٹھ گئے۔ انوشے نے میرے اندر آ کر کہا۔ ''گرینڈ پا! اس نئے ایشورارا کا نام خرآنا ہے۔ آپ کو غیر معمولی مشین کے ذریعے اس کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ آپ آئندہ دیکھیں گے کہ وہ جینا کا غلام بن چکا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا اس کا کاٹیج بم دھماکے سے تباہ ہو چکا ہے؟''

''جی ہاں، اسے یہ یقین ہو جائے گا کہ اس دھماکے میں آپ مما کے ساتھ ہلاک ہو گئے ہیں۔''

''کیا بتا سکتی ہو' اسے ہماری طرف سے ہونے والے حملے کا علم کیسے ہو گیا تھا؟''

وہ بولی۔ ''جینا نے شیطانی چال چلی تھی۔ آپ کو خرآنا کا پتا بتایا' اُدھر اسے اطلاع دے دی کہ آپ دونوں اسے نقصان پہنچانے آ رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''شیطان صرف شیطان ہوتا ہے۔ اس کی محبوبہ بہت ہی دوغلی اور مکار ثابت ہوئی۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جینا کو بھی ہماری موت کا یقین ہو جائے؟''

''ایسا ہی ہو گا گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت نے کہا ہے' جب تک آپ اور مما پاک صاف رہیں گے' تب تک کسی دشمن کو نظر نہیں آئیں گے۔''

''خدا کا شکر ہے پھر تو ہم انہیں تگنی کا ناچ نچا سکیں گے۔''

میں سونیا کے اندر رہ کر گفتگو کر رہا تھا۔ اس طرح وہ بھی انوشے کی تمام باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا ''جینا نے ہمیں زبردست دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ اس کا مطلب ہے' وہ اپنی بیٹی بصرہ کے معاملے میں بھی مکاری دکھا رہی ہے۔''

انوشے نے کہا۔ ''یس مما! جلال اصغر ایک بہت نیک اور شریف نوجوان تھا۔ جینا نے شیطانی عمل سے اسے بھٹکا دیا۔ اسے اپنی طرح مکار اور گناہ گار بنا دیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ بصرہ کو فریب دینے اور اس کا دل جیتنے کے لیے نیکی اور پارسائی کا مظاہرہ کرے گا۔''

میں نے حیرانی سے کہا۔ ''بیٹی! میں نے جلال اصغر کے چور خیالات پڑھے تھے۔ کیا اس کے باوجود میں دھوکا کھا رہا ہوں؟''

''نو گرینڈ پا! اس کے چور خیالات نے آپ کو دھوکا نہیں دیا ہے۔ میں نے جینا کے شیطانی عمل کو ختم کر دیا ہے۔ جلال اصغر پہلے کی طرح ایک نیک اور شریف انسان بن گیا ہے۔ اب جینا دھوکا کھا رہی ہے۔ اگر بھید کھلے گا تو بصرہ اور جلال اصغر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ وہ دونوں محفوظ رہیں گے۔ ابھی میں جا رہی ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔''

وہ سلام کر کے چلی گئی۔ سونیا نے کہا۔ ''واقعی شیطان سے کبھی کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ اس سے بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔ ہم نے جینا کو منہ لگایا' بہت بڑی غلطی کی۔ اعلیٰ حضرت کی ہدایت پر انوشے نہ آتی تو ہم اب تک فنا ہو چکے ہوتے۔''

''ہم نے محض بصرہ کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے جینا سے تعلق رکھا تھا۔ البتہ یہ غلطی ہوئی کہ شیطان کی گود میں کھیلنے والی پر بھروسا کیا۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔''

ہم پیرس پہنچ گئے۔ اب ہمارے پاس دو غیر معمولی

مشینیں ہوگئی تھیں۔ میں نے جھیل کنارے والے کاٹیج میں آکر کہا۔ ”ہمیں خرّاٹا کی اس مشین کو چیک کرنا چاہیے۔“

سونیا نے کہا۔ ”ابھی اسے آن نہ کرو۔ پہلے ہمارے سائنسداں اسے چیک کریں گے۔ اس کی ہر مشین میں ایک سیل بم چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ ہمیں کسی بھی نئی مشین کو اوپن کرنے سے پہلے محتاط رہنا چاہیے۔“

ہم نے اپنی مشین کو آن کیا۔ سب سے پہلے خرّاٹا کو دیکھا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ جینا نے اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا کر سلا دیا تھا پھر ہم نے اسکرین پر اس چڑیل کو دیکھا۔ وہ ہاتھوں میں شیطان کی کھوپڑی تھامے زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔ ”کہاں ہیں وہ دونوں....؟ کیا وہ زندہ ہیں؟ اگر اس بم دھماکے سے بچ گئے ہیں تو مجھے ان کے پاس اس طرح پہنچا دے کہ وہ مجھے دیکھ نہ سکیں۔“

اسکرین پر منظر بدل گیا۔ اب صرف شیطان کی کھوپڑی دکھائی دے رہی تھی۔ وہاں چاروں طرف تاریکی تھی۔ وہ کھوپڑی جیسے تیزی سے فاصلے طے کر رہی تھی۔ کبھی اِدھر گھومتی تھی، کبھی اُدھر پلٹ کر جاتی تھی۔ وہ بار بار سمتیں بدل رہی تھی پھر منظر بدل گیا۔ ہوٹل کا کمرا پھر دکھائی دینے لگا۔ وہ کھوپڑی جینا کی ہاتھوں میں آگئی تھی۔

وہ اطمینان کی گہری سانس لے کر بولی۔ ”تیرا شکر ہے میرے یار دلدار! تیری بتائی ہوئی چال چل کر کامیابی حاصل ہوگئی ہے۔ وہ دونوں بہت ہی خطرناک تھے۔ ان سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی ہے۔“

میں نے اور سونیا نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ اس نے کہا۔ ”خدا کا شکر ہے کہ ہم پر روحانی علوم جاننے والوں کا سایہ ہے۔ میں ابھی بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہوں گی۔“

میں نے پوچھا۔ ”مجھ سے دور کیوں جا رہی ہو؟“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”ہم پاک صاف رہ کر مشکلوں سے دور رہ سکتے ہیں۔ مجھے احتیاطاً اپنے ادارے میں پناہ لینی چاہیے۔“

وہ ایک گھنٹے بعد مجھ سے رخصت ہوکر بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی۔ اپنے ساتھ خرّاٹا کی غیر معمولی مشین بھی لے گئی۔ دوسری مشین میرے پاس ہی تھی۔ اب میں آسانی سے اور بڑی مہارت سے اس مشین کو آپریٹ کرسکتا تھا۔

میں نے اسے آن کیا۔ خرّاٹا کے کوڈ نمبرز پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر نظر آنے لگا۔ اس کی تنویمی نیند پوری ہوچکی تھی۔ وہ بیڈ پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ ”میں مقررہ وقت پر کھاتا پیتا اور سوتا ہوں۔ آج نہ جانے بے وقت کیسے نیند آگئی؟ مجھے شاور لینا چاہیے۔“

وہ بیڈ سے اتر کر باتھ روم میں چلا گیا۔ اسکرین پر باتھ روم کا اندرونی منظر دکھائی دینے لگا۔ وہ لباس اتار رہا تھا۔ اسے برہنہ دیکھنا مناسب نہیں تھا لیکن ایسے وقت اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا۔ ”تُو...؟ تُو میرے اندر کیسے آگئی؟ میں تیری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کر رہا ہوں؟“

وہ چپ ہوکر سننے لگا پھر شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ ”اوہ...تُو نے مجھے تابع دار بنالیا ہے۔“

میں نے جینا کی آواز اور لہجے کو اختیار کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے خرّاٹا کے اندر پہنچا تو اس نے اپنے اندر مجھے محسوس نہیں کیا۔ وہاں جینا اس سے کہہ رہی تھی۔ ”میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ تُو مجھے اپنے اندر نہ آنے دیتا تو میں اپنے یار کی انگلی پکڑ کر تیرے اندر آتی پھر تیری کوئی بات مجھ سے چھپی نہ رہتی۔ یہ تو نے اچھا کیا کہ میرے لیے اپنے دماغ کا دروازہ کھول دیا۔“

اس نے کہا۔ ”ذاکر نے گریٹ ایشورارا کو تیرے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے پھر ہماری اس مشین نے پیشگوئی کی ہے کہ ہم تیرے شیطان کی پرستش کریں گے تیرے غلام بن جائیں گے۔ تیرے بھرپور تعاون سے یہاں اپنی حکومت قائم کرسکیں گے۔ اسی لیے میں نے تجھے اپنے اندر آنے کی اجازت دی تھی اور اب تیرا تابع دار بن گیا ہوں۔“

وہ بولی۔ ”یہ سن کر خوشی ہورہی ہے کہ گریٹ ایشورارا بھی میری اطاعت قبول کرے گا اور میرے دلدار کی پوجا کرے گا۔ اسے میرا پیغام پہنچا دے کہ یہاں اس کی حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں میرے یار کی تمام قوتیں اس کے ساتھ رہیں گی۔“

وہ شاور کے نیچے بھیگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا ”میں باتھ روم سے نکل کر اپنے آقا سے رابطہ کروں گا۔ اسے یہ خوشخبری سناؤں گا۔“

وہ بولی۔ ”ایک بہت بڑی اور اہم خوشخبری یہ ہے کہ سونیا اور فرہاد مرچکے ہیں۔ اس کامیابی کا سہرا تیرے سر ہے۔ تیری ہی حکمتِ عملی سے وہ دونوں مارے گئے ہیں۔“

وہ خوش ہوکر بولا۔ ”میں نے یہاں آتے ہی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ گریٹ ایشورارا بہت خوش ہوگا۔ مجھے سر آنکھوں پر بٹھائے گا۔“



وہ دونوں بہت خوش ہورہے تھے۔ کامیابی کا فریب کھا رہے تھے لیکن میری کامیابی حقیقی تھی۔ میں نے سیارے سے آنے والے ذاکر اور خرّاٹا دونوں کے دماغوں میں جگہ بنا لی تھی۔ آئندہ بھی جتنے وہاں سے آتے وہ میری نظروں میں ضرور آتے کیونکہ میں مشین کے ذریعے جب چاہتا جینا کے پاس پہنچ جاتا اور وہ انجانے میں مجھے سیارے کے ایک ایک فرد کے پاس پہنچاتی رہتی۔ یہ کبھی سمجھ نہ پاتی کہ اس کے تمام غلاموں کو میں بھی اپنے زیر اثر لاتا جارہا ہوں۔

خرّاٹا غسل سے فارغ ہوکر کمرے میں آیا پھر اس نے کمیونیکیشن ........ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا رپورٹ ہے؟“

اس نے تحریری جواب دیا۔ ”بہت اچھی بہت زبردست رپورٹ ہے۔ فیوچر ٹیلنگ مشین نے پیشگوئی کی تھی کہ ہمیں ایک بڑا نقصان پہنچے گا مگر کامیابیاں بھی حاصل ہوں گی۔ پہلی زبردست کامیابی یہ ہے کہ شیطان کی محبوبہ جینا سے سمجھوتا ہوگیا ہے۔ یہ طے پاچکا ہے کہ ہم شیطان کی پرستش کریں گے تو اس دنیا کی تمام شیطانی قوتیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ یہاں تیری حکومت قائم کرنے سے کوئی تجھے روک نہیں سکے گا۔“

وہ بولا۔ ”پھر تو تُو نے وہاں پہنچتے ہی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔“

”میں نے اس سے بھی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے کے سب سے اہم ستون سمجھے جاتے تھے۔ میں نے ان دونوں کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دیا ہے۔ اس ادارے کی آدھی طاقت کم کردی ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ ادارہ کمزور ہوگیا ہے۔“

وہ خوش ہوکر بولا۔ ”تُو نے تو کمال کردیا ہے۔ ارضی دنیا میں جو ٹیلی پیتھی کا پہاڑ کہلاتا تھا، اس پہاڑ کو کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ بابا صاحب کی کمزوری ہمیں اور طاقتور بنائے گی۔ میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ تجھے ہمیشہ کے لیے اپنا نائب ایشورارا مقرر کرتا ہوں۔“

وہ خوش ہوکر بولا۔ ”تیرا شکریہ، بہت بہت شکریہ لیکن پیشگوئی کے مطابق میں نے ایک زبردست نقصان اٹھایا ہے۔ کوئی چور میری غیر معمولی مشین کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ میں اس سلسلے میں شرمندہ ہوں۔“

”تجھے شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔ جو زبردست کامیابیاں حاصل ہورہی ہیں ان کے مقابلے میں یہ نقصان بہت چھوٹا ہے۔ اس نقصان کے لیے میں تجھے معاف کرتا ہوں۔“

”پھر ایک بار تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ویسے میں نے پاس ورڈز کے ذریعے اس مشین کو لاک کیا تھا۔ چور نے اسے چرانے کے بعد مقررہ پاس ورڈز کے بغیر کھولنے کی کوشش کی ہوگی اس مشین کا خفیہ سیل بم بلاسٹ ہوا ہوگا۔ وہ غیر معمولی مشین بھی اس چور کے ساتھ تباہ ہوچکی ہوگی۔“

”تُو نے میری ہدایت کے مطابق عمل کیا ہے۔ ہماری وہ مشین کسی دشمن کے کام نہیں آسکے گی۔ میں شیطان کی محبوبہ جینا سے بات کرنا چاہوں گا۔“

”وہ میری اس کمیونیکیشن مشین سے کہیں دور ہے۔ جلد ہی تجھ سے رابطہ کراؤں گا۔“

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ لوگ بہت خوش تھے میں مسکراتے ہوئے انہیں اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ خرّاٹا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جینا کے اندر پہنچ کر کہا۔ ”میں ہوں تیرا تابع دار....“

وہ بولی۔ ”تُو جا.... میں آتی ہوں۔“

اس نے سانس روک لی۔ خرّاٹا واپس آگیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اسے جینا کی آواز سنائی دی۔ ”میرے پاس کیوں آیا تھا؟“

وہ بولا۔ ”میں نے تیرا پیغام گریٹ ایشورارا تک پہنچا دیا ہے۔ وہ تیرا شکر گزار ہے۔ تیرا عقیدت مند ہے، تجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔“

”میں اس سے ضرور بات کروں گی لیکن ابھی مصروف ہوں۔ ایک آدھ گھنٹے میں تیرے پاس آؤں گی۔“

وہ واپس چلی گئی۔ خرّاٹا سر جھکائے سوچنے لگا۔ اب میں جینا کی آواز اور لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے اندر رہتا تھا۔ وہ مجھے محسوس نہیں کر پاتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ”تمام اکابرین سے رابطہ کرنے کا یہ مناسب وقت ہے۔ یہ اندیشہ نہیں رہا ہے کہ سونیا اور فرہاد اپنی مشین کے ذریعے مجھے کیچ کرلیں گے۔ اگر کوئی روحانی عامل مجھے ٹریپ کرنا چاہے گا تو جینا ضرور میری مدد کرے گی۔“

اس نے فون کے ذریعے امریکی آرمی کے پانچ یوگا جاننے والے افسران سے رابطہ کیا اور کہا۔ ”میں نائب ایشورارا سوئم تم سے مخاطب ہوں۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”نائب ایشورارا سوئم! ہم اپنی دنیا میں تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم کئی دنوں سے تمہارا انتظار کررہے تھے...... شکر ہے آخر تم آہی گئے۔“

اس نے کہا۔ ”تم سب نے ہماری برتری اور طاقت کو

تسلیم کرلیا ہے پھر بھی یہاں اچھی طرح قدم جمانے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو کسی حد تک کمزور بنایا جائے۔"

دوسرا اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ مسلمان تو ہمیشہ راستے کا پتھر بنے رہیں گے۔"

"ہم بڑے سے بڑے پتھروں کو اپنی ٹھوکر سے ہٹانا جانتے ہیں۔ تمھیں یہ سن کر خوش ہونا چاہیے کہ ہم نے سونیا اور فرہاد کو بم کے ایک دھماکے سے اُڑادیا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے نابود ہو چکے ہیں۔"

وہ سب چپ رہے۔ کسی نے جواباً کچھ نہیں کہا۔

خرّاٹا نے کہا۔ "تعجب ہے میں اتنی بڑی خوشخبری سنا رہا ہوں اور تم سب خاموش ہو؟ کیا تمھیں یقین نہیں ہو رہا ہے؟"

ایک نے کہا۔ "تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کسی کو بھی یہ خبر سناؤ گے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

اس نے حیرت سے پوچھا۔ "کیوں یقین نہیں کرے گا؟"

"اس لیے کہ فرہاد اب تک درجنوں بار مر کر زندہ ہو چکا ہے۔ ہمیشہ یہی تماشا ہوتا رہا ہے۔ ہمیشہ فرہاد کی ڈمی مرتی ہے اور اصل فرہاد کچھ عرصے بعد زندہ و سلامت نظر آنے لگتا ہے۔"

"لیکن اس بار ایسا نہیں ہوگا، میں ان دونوں کی موت کا چشم دید گواہ ہوں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "اب سے پہلے کئی افراد نے چشم دید گواہی دی۔ ہم نے خود اس کی لاش دیکھی۔ اس لاش کو منوں مٹی تلے دبا دیا گیا۔ اس کے بعد بھی وہ کہیں سے زندہ ہو کر واپس آ گیا۔"

"اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ سونیا اور فرہاد کے دماغوں میں جائیں۔ خیال خوانی کی لہریں ان کے مردہ دماغوں سے واپس آ جائیں گی۔"

"نائب ایشورارا سوئم! تم نہیں جانتے دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔ پہلے تو فرہاد کو مردہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ واقعی مر چکا ہے مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا۔ وہ اب تک زندہ ہے اور ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ قیامت تک زندہ رہے گا۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ "کالا جادو جاننے والے بھی اپنے عمل کے ذریعے یہ معلوم نہیں کر پاتے کہ وہ کس طرح موت کے پردے میں بھی چھپ کر زندہ رہتا ہے۔"

خرّاٹا ان سے یہ کہنے والا تھا کہ شیطان کی محبوبہ اپنے یار کے ذریعے فرہاد کی موت کی تصدیق کر چکی ہے لیکن ان اکابرین کو شیطانی عمل پر بھی یقین نہیں رہا تھا۔ وہ پانچ افسران تو کیا، دوسرے اکابرین بھی میری موت کا یقین نہیں کر سکتے تھے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم درجنوں بار دھوکا کھا چکے ہیں۔ اگر فرہاد بھی اپنی قبر کے اندر سے یہ کہے کہ وہ مر چکا ہے تب بھی ہمیں یقین نہیں آئے گا۔"

خرّاٹا نے کہا۔ "ایسی بات ہے تو فی الحال یقین نہ کرو۔ آنے والا وقت ثابت کر دے گا کہ ہم نے بابا صاحب کے ادارے کے اہم ستون گرا دیے ہیں۔"

ان میں سے ایک نے کہا۔ "فرہاد جب بھی موت کا ڈراما پلے کرتا ہے ہم اکابرین کی شامت آ جاتی ہے۔ اس بار وہ تمہاری عداوت کی باعث موت کے پردوں میں گیا ہے۔ یہ لکھ لو کہ وہ تمھیں ناقابلِ برداشت نقصان پہنچائے گا۔"

ان کی یہ بات اسے پتھر کی طرح لگی کیونکہ میری اور سونیا کی موت کا یقین کرنے کے بعد جب وہ جھاڑی کی طرف گیا تو اس کی غیر معمولی مشین غائب ہو چکی تھی۔ یعنی میں نے موت کے پردے میں جاتے ہی اسے زبردست نقصان پہنچایا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی چور اس مشین کو چرا کر لے گیا ہے لیکن ان افسران کی باتیں سوچنے پر مجبور کر رہی تھیں کہ میں زندہ ہوں۔ میں نے ہی وہ زبردست نقصان پہنچایا ہے۔

ایسا سوچنے کے باوجود وہ آنکھوں دیکھی بات کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ میں اور سونیا اس کے سامنے کاٹیج کے اندر گئے تھے۔ ہم دھماکا ہونے تک باہر نہیں آئے تھے۔ اس کا مطلب یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ ہم فنا ہو چکے ہیں۔ ہماری کار تباہ ہونے والے کاٹیج کے سامنے کھڑی رہی تھی۔ اگر ہم زندہ ہوتے تو اس کار میں آکر بیٹھتے اور اسے ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے جاتے۔

ان افسران کی باتوں نے اسے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ وہ پورے یقین سے کہہ رہے تھے کہ میں سونیا کے ساتھ زندہ ہوں۔ ایک افسر نے کہا۔ "فرہاد اور سونیا کی باتیں چھوڑو تحریری معاہدے کی بات کرو۔"

خرّاٹا نے کہا۔ "میں آج ہی اس دنیا میں آیا ہوں۔ پہلے یہاں کے تمام حالات کا جائزہ لوں گا۔ یہ نئی بات ہمارے سامنے آئی ہے کہ فرہاد بار بار مرنے کے بعد بھی زندہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے کبھی نہیں سنا اور نہ ہی کبھی دیکھا ہے کہ کوئی مرنے کے بعد جی اٹھتا ہے۔" وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "سیارے کا پہلا آدمی جس دن یہاں آیا تھا تب سے فرہاد ہمارا دشمن ہے۔ اب اس کی یہ ہسٹری یاد آرہی ہے کہ فرہاد نے اس وقت بھی اپنی موت کا ڈراما پلے کیا تھا۔ میں ابھی اس سلسلے میں گریٹ ایشورارا سے باتیں کروں گا۔"



وہ ان پانچ افسران سے رابطہ ختم کر کے سوچ میں پڑ گیا۔ "کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ خوش فہمی ہے کہ سونیا اور فرہاد مر چکے ہیں؟ کیا ابھی وہ زندہ ہوں گے؟" وہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ اس نے گریٹ ایشورارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ایک بڑی عجیب سی بات ہے یہاں کے اکابرین فرہاد کی موت کا یقین نہیں کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں وہ اب سے پہلے بھی درجنوں بار مر کر زندہ ہو چکا ہے۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "وہ کسی حد تک درست کہتے ہیں۔ ایک مثال تو ہمارے سامنے ہے۔ اس نے جوجو کے وقت اپنی موت کا ڈراما پلے کیا تھا۔ مجھے اس کی پچھلی ہسٹری یاد آرہی ہے۔ واقعی اس نے پوری زندگی میں کئی بار ایسے تماشے کیے ہیں۔ ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہیے۔ اکابرین کی باتوں میں وزن ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کے اہم ستون ویسے ہی استحکام سے قائم ہیں؟"

"ہو سکتا ہے اس بار اسے سچ مچ موت آ گئی ہو پھر تو نے اپنی آنکھوں سے انہیں کاٹیج میں جا کر واپس آتے نہیں دیکھا ہے۔"

"اور یہ کہ شیطان کی محبوبہ نے تصدیق کی ہے کوئی بات شیطان سے چھپی نہیں رہتی۔ لہٰذا سونیا اور فرہاد جینا سے چھپ نہیں سکتے پھر خیال خوانی کی لہریں بھی کہہ رہی ہیں کہ ان دونوں کے دماغ مردہ ہو چکے ہیں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ موت ہر شخص کے لیے لازمی ہے۔ سونیا اور فرہاد بھی آخر کب تک جئیں گے؟ ہو سکتا ہے وہ اس بار واقعی مر چکے ہوں پھر بھی تجھے بہت محتاط رہنا ہوگا۔ یہی سمجھنا ہوگا کہ دشمن زندہ ہیں اور کسی وقت بھی ہمارے لیے مسائل پیدا کر سکتے ہیں۔"

وہ بولا۔ "اکابرین چاہتے ہیں کہ ان سے تحریری معاہدہ ہو جائے۔ میں نے انہیں کچھ دنوں کے لیے ٹال دیا ہے۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "تحریری معاہدہ مجھ سے ہوگا اور اس کے لیے مجھے دنیا میں آنا ہوگا لیکن پہلے یہ پوری طرح یقین ہو جائے کہ سونیا اور فرہاد کے ساتھ ان کی غیر معمولی مشین بھی تباہ ہو چکی ہے۔ اگر وہ مشین سلامت رہے گی تو وہ اس کی اسکرین پر مجھے آسانی سے دیکھتے رہیں گے۔ میں ان سے چھپ کر نہیں رہ سکوں گا۔ لہٰذا تحریری معاہدے کی بات ابھی ٹالتے رہو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد فون کے ذریعے جینا کو مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "فون بند کرو، میں آتی ہوں۔"

وہ اس کے اندر آ کر بولی۔ "ہاں بول! کیوں فون کیا تھا؟"

وہ ہماری موت کے سلسلے میں اکابرین کے خیالات بتانے لگا۔ اس نے میری ہسٹری کا بھی حوالہ دیا کہ میں کئی بار اپنی موت کا ڈراما پلے کر چکا ہوں۔

وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ "میں نہیں جانتی کہ فرہاد پہلے کیا کرتا رہا؟ لیکن اب تُو یقین کر لے کہ وہ سونیا کے ساتھ مر چکا ہے۔ وہ میرے یار دلدار سے ناٹک نہیں کر سکے گا۔"

"کیا شیطان روحانی عمل سے کبھی پسپا نہیں ہوتا؟"

اس سوال نے جینا کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنی بیٹی کو کئی بار گمراہ کرنے کی کوششیں کر چکی تھی اور ہر بار وہ اپنی ایمانی قوت سے اس کی کوششوں کو ناکام بنا چکی تھی۔ اس بار اسے یقین تھا کہ وہ جلال اصغر کے ذریعے بیٹی کو گمراہی کی راہ پر لے آئی ہے۔ وہ رفتہ رفتہ اپنے شوہر کے زیر اثر آ کر دین ایمان کی باتیں بھولتی جائے گی۔

کیا ایسا ہو رہا ہے؟ بصرہ اپنے شوہر کے ساتھ راتیں گزار رہی ہے۔ کیا اس سے متاثر ہوتی جا رہی ہے؟ جینا بیٹی سے غافل ہو گئی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے دوسرے شیطانی معاملات میں مصروف رہی تھی۔ اسے امید تھی کہ اس نے جیسا بیج بویا ہے ویسا ہی پودا اُگے گا لیکن اب خرّاٹا کے اس سوال نے اسے چونکا دیا تھا۔ "کیا شیطان روحانی عمل سے کبھی پسپا نہیں ہوتا؟"

اس سوال کا جواب کئی بار بیٹی کے مستحکم ایمان سے مل چکا تھا۔ اس نے سوچا۔ "کیا میں اب بھی ناکام ہو رہی ہوں...؟"

خرّاٹا نے پوچھا۔ "تُو چپ کیوں ہے۔ کیا میرے دماغ سے جا چکی ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں جا رہی ہوں پھر کسی وقت رابطہ کروں گی۔"

وہ دوسرے ہی لمحے میں اپنی بیٹی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ اپنی موجودہ ازدواجی زندگی سے بہت خوش ہے۔ اپنے مجازی خدا کو اپنے دین اور اپنے مزاج کے مطابق پا رہی ہے۔

جینا نے حیرانی سے سوچا' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بصرہ

کو جلال اصغر کے مزاج کے مطابق ہونا چاہیے۔ اسے بصرہ کے مزاج میں ڈھلنا نہیں چاہیے۔

وہ فوراً ہی اپنے داماد کے اندر پہنچی پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کررہا تھا۔ وہ غصے سے بولی۔ ''یہ تُو کیا کررہا ہے؟''

جلال اصغر نے سر اٹھا کر خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ ''تیرے شیطانی عمل نے عارضی طور پر مجھے گمراہ کردیا تھا۔ اب تیرا کوئی کالا عمل مجھ پر اثر نہیں کرے گا۔ جا...... یہاں سے دفع ہوجا۔ لاحول ولاقوۃ.....''

وہ نہ چاہنے کے باوجود اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ حیرانی اور پریشانی سے سوچنے لگی۔ ''یہ کیا ہوجاتا ہے؟ مجھے عارضی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں پھر ناکام ہوجاتی ہوں۔ دیکھا جائے تو اب تک اپنی بیٹی سے مات کھاتی آرہی ہوں۔''

اس نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر شیطان کی کھوپڑی کو نکالا اسے ہونٹوں سے لگا کر چوما پھر اس سے سرگوشی کرنے لگی۔ ''میرے یار! میرے دلدار! یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟''

اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ''ایسا تو ازل سے ہوتا آرہا ہے۔ ہمیں دائمی فتح حاصل نہیں ہوتی ہے۔ ہمارا کام بہکانا اور بھٹکانا ہے۔ ہم جب بھی انسانیت کو بیمار کرتے ہیں۔ اس کا علاج صرف ایمان کی پختگی سے ہوتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا کہ تیری بیٹی کا ایمان متزلزل نہیں ہوا لہٰذا اسے اس کے حال پر چھوڑ دے۔ آئندہ سیارے والوں کے ذریعے شر انگیزی اور ہنگامہ پروری کرنی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''یہ کہا جارہا ہے کہ سونیا اور فرہاد زندہ ہیں کیا یہ سچ ہے؟''

''مجھے یقین ہے کہ وہ بم دھماکے کی زد میں آچکے ہیں۔ اگر کسی روحانی عمل کرنے والے نے انہیں چھپا رکھا ہے تو یہ حقیقت پھر بھی ظاہر ہوگی۔ ہم دنیا میں بہت کچھ کرسکتے ہیں مگر سب کچھ نہیں کرسکتے۔ ایمان کے دائرے سے باہر ہی رہتے ہیں' اندر جا نہیں پاتے۔ تجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے ...میں ہوں ناں، ہماری شر انگیزی جاری رہے گی۔ کیا تُو نے نہیں دیکھا' ایمان کی ایک ذرا سی کمزوری کے باعث لوگ ہمارے سامنے ہانپنے' کانپنے اور جھکنے لگتے ہیں؟''

وہ مطمئن ہوکر بولی۔ ''تیری باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے۔ میں تیرے مشن کو جاری رکھوں گی۔''

خراثا اس کا انتظار کررہا تھا۔ وہ اس کے اندر آکر بولی۔ ''میں سونیا اور فرہاد کی موت کی تصدیق چاہتی تھی۔''

اس نے جلدی سے پوچھا۔ 'کیا تصدیق ہوگئی؟''

''اگر کسی روحانی قوت نے انہیں بچالیا ہو تو وہ زندہ ہوں گے لیکن ایک فیصد ان کے بچ نکلنے کا چانس ہے۔ باقی ننانوے فیصد ان کی موت یقینی ہوچکی ہے۔''

وہ قدرے مایوس ہوکر بولا۔ ''اگر ایک فیصد بھی چانس ہے تو ہم ہمیشہ اندیشوں میں مبتلا رہیں گے کہ پتا نہیں وہ کب زندہ ہوکر چلے آئیں؟ وہ نظروں سے اوجھل رہ کر ہمارے خلاف بہت کچھ کرسکتے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ابھی سے تیری جان کیوں نکل رہی ہے؟ جب وہ کچھ کریں گے تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہیں گے۔ ہمارے پاس جوابی کارروائی کرنے کی طاقت بھی ہے اور صلاحیت بھی۔''

''میں نے کہا تھا کہ ہمارا آقا تجھ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ کیا ابھی بات کرنا چاہے گی؟''

''ٹھیک ہے، اس سے ابھی بات کرلیتی ہوں۔''

اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا پھر اس کہا۔ ''شیطان کی محبوبہ جینا میرے پاس ہے۔ تُو اس سے باتیں کرسکتا ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں سیارے کا بھگوان کہلاتا ہوں۔ جینا کو اور اس کے یار کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتا ہوں۔ ہم کسی نادیدہ قوت کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارا کوئی دین دھرم نہیں ہے۔ ہم نے کبھی کسی کی پرستش نہیں کی۔ پہلی بار شیطان کو ماننے اور اس کی پوجا کرنے کو تیار ہیں۔''

خراثا نے جینا کی مرضی کے مطابق جواب دیا۔ ''تُو نے کسی بحث و تکرار کے بغیر میرے یار کی اطاعت قبول کی ہے۔ یقین کرلے کہ یہ تجھ پر مہربان ہوگیا ہے۔ تجھے اس ارضی دنیا کا حکمران بننے سے کوئی روک نہیں سکے گا۔''

''تیرا شکریہ، شیطان کی جے ہو۔ میں ارضی دنیا میں آکر اپنی پوری قوم کے ساتھ شیطان کے آگے سجدہ کرنا چاہتا ہوں مگر وہ مسلمان دشمن مجھے اپنی مشین کے ذریعے دیکھ لیں گے۔ مجھے کہیں روپوش رہنے نہیں دیں گے۔ میں چاہتا ہوں کسی طرح ان سے غیر معمولی مشین چھین لی جائے پھر میں آسانی سے اس دنیا میں قدم رکھ سکوں گا۔''

''اگر وہ مشین بابا صاحب کے ادارے میں ہے تو اسے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر وہ سونیا اور فرہاد کے پاس تھی تو ان کے ساتھ تباہ ہوگئی ہے تو پھر تیرے لیے یہاں کسی



طرح کا اندیشہ نہیں رہے گا...... یعنی یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ دونوں مرچکے ہیں اگر زندہ ہوں گے تو روپوش رہنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں مشین کے ساتھ ہوں گے۔''

''یہ ہوسکتا ہے، اس بارے میں یقین سے کچھ کہا نہیں جاسکتا ہے اور مشین کا سراغ بھی نہیں مل رہا ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔''

ہماری روپوشی نے ان سب کو الجھا دیا تھا۔ ان کے دلوں میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہورہے تھے۔ وہ عجیب تذبذب میں تھے۔ ہمیں مردہ بھی سمجھ رہے تھے اور زندہ بھی.....وہ جانے انجانے میں انتظار کررہے تھے کہ آئندہ ہماری روپوشی کیا رنگ لانے والی ہے؟ موجودہ حالات میں گریٹ ایشورارا کو ان پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کا آسرا تھا...... جو دین اسلام قبول کرنے بابا صاحب کے ادارے کے اندر گئے تھے۔

وہ پچیس افراد ادارے کے اہم راز چرا کر لانے والے تھے۔ وہ وہاں رکھی ہوئی غیر معمولی مشین تک بھی پہنچ سکتے تھے۔ اگر اس مشین کو چرا کر نہ لاتے تو اسے ناکارہ بنا سکتے تھے۔ اس نے پچیس ماتحتوں کے اندر یہ بات نقش کی تھی کہ ٹھیک پندرھویں دن اس کا تنویمی عمل تبدیل ہوجائے گا وہ پہلے عمل کے مطابق یہ بھول جائیں گے کہ مسلمان بننے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں آئے ہیں۔ وہاں دین اسلام قبول کرنے کے باوجود انہیں یاد آئے گا کہ وہ گریٹ ایشورارا کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ انہوں نے اب تک وہاں کے جو اہم راز معلوم کیے ہیں انہیں اب ہر حال میں اپنے گریٹ ایشورارا تک پہنچانا ہے۔

اور وہ پندرہ دن پورے ہوچکے تھے۔ اسے یقین تھا کہ اس کے تمام ماتحت کسی طرح باتیں بنا کر اس ادارے سے باہر آئیں گے۔ اس کے زیر زمین خفیہ لیبارٹری میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ سب ان کے منتظر تھے جیسے ہی وہ باہر آتے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سے رابطہ قائم ہوجاتا۔ انہیں یہ خوشخبری ملنے والی تھی کہ وہ کامیاب اور کامران ہوکر واپس آئے ہیں۔

وہ سیارے میں بیٹھا خوشخبری سننے کا منتظر تھا ادارے کے اندر پچیس نومسلموں کے معلم نے ان سے کہا ''ان پندرہ دنوں میں بڑی حد تک تمہاری تعلیم و تربیت ہوچکی ہے۔ یہاں سے باہر جاؤ گے تب بھی تمہاری تعلیم جاری رہے گی اور تمہیں اہم ہدایات ملتی رہیں گی۔ اعلیٰ حضرت کی ہدایت ہے کہ تم سب کو ادارے سے باہر جاکر اپنے دین کے تحفظ کے لیے عملی طور پر جہاد کرنا ہے اور اپنے دین کا بول بالا کرنا ہے۔''

ایک نومسلم نے کہا۔ ''ہمیں وہ غیر معمولی مشین دی جائے گی تو ہم دشمنوں پر نظر رکھ سکیں گے اور اپنی حفاظت بھی کرسکیں گے۔''

''یہ ہم پہلے ہی طے کرچکے ہیں' وہ غیر معمولی مشین تم پچیس مسلمانوں کی تبلیغی جماعت میں رہے گی لہٰذا تم اسے یہاں سے لے جاسکتے ہو۔''

پھر معلم نے ایک نومسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ذکی الخیری! یہ ہمارے چوبیس مسلم بھائی تمہاری رہنمائی میں یہاں آئے تھے۔ آئندہ بھی تم ان کے رہنما رہو گے۔ یہ سب تمہاری ہدایت پر عمل کرتے رہیں گے۔ تمہیں اس ادارے کا خصوصی کریڈٹ کارڈ دیا گیا ہے۔ تم جس ملک کے جس شہر میں اپنی تبلیغی جماعت کے ساتھ جاؤ گے۔ وہاں کے ہوٹلوں میں اس کارڈ کے ذریعے تم سب کے قیام و طعام کا بندوبست ہوجائے گا۔ دنیا کی تمام ٹریولنگ ایجنسیاں اس کارڈ کو قبول کریں گی اور تم اپنی پوری جماعت کے ساتھ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاسکو گے۔ اپنی ضرورت کی تمام چیزیں بھی خرید سکو گے۔ اب ہم تمہیں الوادع کہتے ہیں۔''

بابا صاحب کے کتنے ہی عہدیداروں اور معلم حضرات نے ہر ایک کو گلے لگا کر رخصت کیا۔ صدر دروازے کے باہر ان کے لیے چار ویگن کاریں موجود تھیں۔ وہ ان میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ ان کی اگلی منزل پیرس تھی۔

زیر زمین خفیہ لیبارٹری کے انچارج نے خیال خوانی کے ذریعے ذکی الخیری کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''شکر ہے، پندرہ دنوں کے بعد تمہارے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس کا مطلب ہے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آگئے ہو؟''

ذکی الخیری نے اپنے اندر اس کی آواز سن کر فوراً مشین کو آن کیا پھر اسے اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، ہم جتنی تعداد میں اندر گئے تھے۔ اتنی ہی تعداد میں واپس آگئے ہیں۔''

''ہمارا آقا بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کررہا ہے۔ کیا تمہارے پاس کمیونیکیشن مشین ہے؟''

''ہاں ہے، میں پیرس میں کہیں رہائش کا انتظام کرنے کے بعد اس سے رابطہ کروں گا۔ لہٰذا تم ابھی جاؤ۔''

وہ چلا گیا۔ ذکی الخیری نے مشین کی اسکرین پر دیکھا'

وہ انچارج اس زیرِ زمین خفیہ لیبارٹری میں نظر آ رہا تھا۔ ذکی نے ٹریسنگ مشین کا بٹن دبایا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ ”یہ جگہ افریقہ میں چاڈ سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔“

اس نے تحریری سوال کیا۔ ”وہاں کا محلِ وقوع بتایا جائے؟“

چند سیکنڈ کے بعد تحریری جواب ابھرا۔ ”مشرقی ساحل سے تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر حدِ نگاہ تک ریگستان ہے۔ دور دور تک کوئی انسانی آبادی نہیں ہے۔ پانی کی نایابی کے باعث جانور بھی نظر نہیں آتے۔“

اس نے سوال کیا۔ ”تین سو کلومیٹر کے رقبے پر زیرِ زمین لیبارٹری کی نشاندہی کیسے ہو سکتی ہے؟“

پھر چند سیکنڈ کے بعد تحریری جواب ابھرا۔ ”اس خاص مقام پر پہنچتے ہی ٹریسنگ مشین چور دروازے کی نشاندہی سگنل کے ذریعے کرتی ہے۔“

اس نے ٹریسنگ مشین کو آف کیا پھر فون کے ذریعہ بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ”میں ذکی الخیری بول رہا ہوں۔ معلم صاحب سے عرض ہے، میری آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین سے منسلک ہو جائیں۔“

وہ فون بند کر کے مشین کی اسکرین کو دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اسکرین پر معلم صاحب دکھائی دیے۔ ذکی نے کہا۔ ”کمیونیکیٹنگ سسٹم آن کریں۔ میں اہم رپورٹ ارسال کر رہا ہوں۔“

اس نے زیرِ زمین خفیہ لیبارٹری کے سلسلے میں جو معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ تمام معلومات ادارے میں پہنچا دیں۔ وہاں کے تمام سائنسدانوں اور اعلیٰ عہدیداروں نے فوراً ہی پارس، پورس، کبریا اور عالی کو طلب کیا پھر ہدایات دیں کہ انہیں آدھے گھنٹے کے اندر ادارے کے ہیلی پیڈ پر پہنچنا ہے۔ فوری روانگی ہے۔ اس مہم کے متعلق راستے میں انہیں بتایا جائے گا۔

جب وہ چاروں بہن بھائی ہیلی پیڈ پر پہنچے تو ان کے لیے ایک ہیلی کاپٹر تیار تھا۔ ادارے کا ایک نامور سائنسداں احمد شیرازی تمام ضروری ساز و سامان اور آلات کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ وہ سب ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس کے ایک ایئرپورٹ تک پہنچے۔ ایک گھنٹے کے بعد فلائٹ قاہرہ جانے والی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے پہلے ہی پانچ سیٹیں او کے کرالی گئی تھیں۔

چاروں بہن بھائی بڑے سکون سے خاموش تھے۔ انہوں نے کسی سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ انہیں کس مہم پر کہاں بھیجا جا رہا ہے؟ وہ خوش تھے کہ ایک عرصے کے بعد وہ ایکشن میں آ رہے ہیں۔ ائیرپورٹ پر بورڈنگ کارڈز حاصل کرنے کے بعد احمد شیرازی نے ان چاروں سے کہا۔ ”پارس اور پورس میرے ساتھ والی سیٹوں پر بیٹھیں گے۔ عالی اور کبریا ہماری پیچھے والی سیٹوں پر رہ کر میرے اندر آئیں گے اور ہماری گفتگو سنیں گے۔ اس طرح تم چاروں کو معلوم ہو جائے گا کہ تمہیں کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟“

کیونکہ پارس اور پورس ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے۔ اس لیے سفر کے دوران جہاز میں بیٹھنے کی ایسی ترتیب رکھی گئی تھی۔ احمد شیرازی نے مسکرا کر کہا۔ ”میں سمجھ رہا ہوں، موجودہ مہم کے سلسلے میں تم سب تجسس میں مبتلا ہو۔“

پارس نے کہا۔ ”مہم جوئی تو جیسے ہماری گھٹی میں پڑی ہے۔ ہمیں ذرا سی پریشانی یا بےچینی نہیں ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟“

عالی نے مسکرا کر احمد شیرازی سے کہا۔ ”انکل! آپ ہمیں کچھ نہ بتائیں۔ جہاں پہنچنا ہے، وہاں پہنچ کر آگ میں کودنے کا حکم دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ہم کس طرح شعلوں سے گزر جاتے ہیں؟ آگ شرمندہ ہو جائے گی انکل! آخر ہم اولاد کس کی ہیں؟“

احمد شیرازی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ”شیر کے بچے شیر ہی ہوتے ہیں۔ دراصل میں اندر سے فکرمند ہوں کیونکہ پہلے کبھی ایسی مہم پر نہیں گیا۔ میں آگ میں کودنا نہیں جانتا مگر تمہارے ساتھ دوڑنا اور کودنا آ جائے گا۔“

اُدھر ذکی الخیری جان بوجھ کر گریٹ ایشورارا کو تھوڑی دیر تک نظر انداز کرتا رہا پھر اس نے جھنجلا کر ذکی سے رابطہ کیا۔ ”تُو نے ادارے سے باہر آتے ہی مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟“

اس نے جواباً لکھا۔ ”کیسے کرتا؟ ادارے سے باہر پہلے اپنا ٹھکانا بنانا لازمی تھا۔“

”مجھے لیبارٹری کے انچارج نے بتایا ہے، تُو پیرس کے ایک ہوٹل میں ٹھکانا بنا چکا ہے۔“

ذکی نے کہا۔ ”اس کے بعد بھی انکوائری کرنے والوں سے نمٹ رہا ہوں۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے سے لائے ہوئے شناختی کاغذات دکھا کر انہیں مطمئن کیا ہے۔“

وہ ناگواری سے بولا۔ ”زیادہ باتیں نہ بنا، پچھلے پندرہ دنوں کی رپورٹ پیش کر۔ ہمیں بتا کہ اپنے مقصد میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے؟“

اس نے کہا۔ ”بندہ اپنے باطن اور ظاہر میں سچا، مخلص



اور ایماندار ہو تو اس کا ہر مقصد پورا ہوتا ہے۔ میں اپنے چوبیس ساتھیوں کے ساتھ دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے نکلا ہوں۔ تجھے بھی اپنے دین کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔“

وہ جھنجلا کر بولا۔ ”یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟“

”جو بات سمجھ میں نہ آئے، سر سے گزر جائے وہ بکواس ہی لگتی ہے۔ سیارے والوں کا کوئی دین دھرم نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تُو اپنی پوری... قوم کے ساتھ شیطان کو سجدہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ میں تجھے صلاح دیتا ہوں، بدی کی طرف نہ جا، شیطان کی پرستش تجھے مہنگی پڑے گی۔ ذلت اور پسپائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”میں سمجھ گیا۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے تجھے سحر زدہ کر دیا ہے۔ تُو میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔“

”میں تو پورے ایمان کے ساتھ تیری طرف ہاتھ بڑھا رہا ہوں مگر تُو میرے ہاتھ نہیں آنا چاہتا۔ آ جا... میرے راستے پر ہی راستی اور سلامتی ہے۔“

”بکواس نہ کر، میرے دوسرے وفاداروں کو مشین دے۔ میں ان سے بات کروں گا۔“

ذکی الخیری نے وہ مشین دوسرے ساتھیوں کو دے دی۔ ایک نے تحریر کے ذریعہ کہا۔ ”گریٹ ایشورارا! تیرا شکریہ۔ تُو نے ہمیں اسلام کی چھاؤں میں پہنچا دیا۔ اے نیکی کرنے والے! تُو شیطان کی دھوپ میں کیوں جل رہا ہے؟ ہمارے دین کی ٹھنڈی چھاؤں میں آ جا....“

اس نے تحریری جواب میں غصہ دکھایا۔ ”یو شٹ اپ...“

تیسرے نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”میں شیطان مردود سے اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ تُو بھی رب کی پناہ مانگ...... تجھے سلامتی، کامیابی اور کامرانی نصیب ہوگی۔“

ایک اور نو مسلم نے کہا۔ ”ساری دنیا شیطان پر تھوکتی ہے۔ جہاں تھوکا جاتا ہے، وہاں کیوں جاتا ہے؟ جہاں رحمت برستی ہے وہاں آ... آ جا۔“

اس نے غصے سے تلملاتے ہوئے مشین کو بند کر دیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی کہ وہ اپنے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہار چکا ہے۔ اس نے زیرِ زمین لیبارٹری کے انچارج سے کہا۔ ”میرے وہ پچیس ماتحت سچ مچ مسلمان بن گئے ہیں۔ میرے تابع دار نہیں رہے۔ ان کی وفاداری بابا صاحب کے ادارے کے نام ہو گئی ہے۔ آئندہ ان سے خیال خوانی یا فون کے ذریعے رابطہ نہ کیا جائے۔ اگر وہ غیر معمولی مشین اس ادارے میں ہو گی تو وہ تجھے مشین میں کیچ کر لیں گے۔ تیرے ذریعے لیبارٹری تک پہنچ جائیں گے۔ ان کم بختوں سے ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کر لے۔ وہ مخاطب کریں تو فون بند کر دینا۔ سانس روک کر انہیں بھگا دینا۔ کمیونیکیشن مشین آن نہ کرنا۔ وہ سب ہمارے لیے مر چکے ہیں۔“

پھر اس نے خرآتا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم بہت بڑا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ جو سوچا بھی نہ تھا، وہ ہو چکا ہے۔ ہمارے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں جا کر سچ مچ مسلمان ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ پیرس کے کسی ہوٹل میں ہیں۔ جینا سے بول! انہیں اپنی نظروں میں رکھے۔ ان کے خلاف شیطانی داؤ پیچ اختیار کرے۔ میں چاہتا ہوں، وہ سب نابود ہو جائیں۔ انہیں کہیں بھی سکون سے رہنے نہ دیا جائے۔“

”یہ سن کر مجھے افسوس ہو رہا ہے اور غصہ بھی آ رہا ہے۔ ہمارے سیارے کے لوگ تیری اطاعت سے پھر گئے ہیں۔ کیا مجھے خیال خوانی کے ذریعے ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنی چاہیے؟“

”ہرگز نہیں، ان کے پاس غیر معمولی مشین ہو گی۔ وہ تیرا سراغ لگا کر تجھے مار ڈالیں گے۔ تجھ سے جتنا کہا ہے، اتنا ہی کر۔ شیطان کی محبوبہ کو ان کے پیچھے لگا دے۔“

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ٹہلنے کے دوران غصے سے پاؤں بھی پٹخنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ”ہم کیسے عجیب حالات سے گزر رہے ہیں؟ کامیابیاں حاصل ہونے والی ہیں مگر اس سے پہلے ناکامیاں پریشان کر رہی ہیں۔“

وہ حالات کا تجزیہ کر رہا تھا۔ یہ اس کی سب سے بڑی کامیابی تھی کہ تمام اکابرین اس کے مطیع اور فرمانبردار بن گئے تھے۔ اسے دنیا کے تین حصوں پر حکمرانی کا حق دے چکے تھے اور اس کی حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں بھرپور تعاون کرنے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ اس سے بار بار کہہ رہے تھے کہ وہ دنیا میں آئے۔ تحریری معاہدہ کرے اور حکمران بن جائے۔

گویا ارضی دنیا پر حکومت کرنے کی اسے کھلی اجازت تھی۔ اس کے باوجود یہاں قدم نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ یہ خوف تھا کہ ہم اپنی مشین کے ذریعہ اسے شکنجے میں لے لیں گے پھر اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ اپنی اس مجبوری اور بےبسی پر جھنجلا رہا تھا۔

اس نے ناگواری سے سوچا۔ ”یہ مسلمان بڑے شاطر

ہیں۔ ہمارے تمام مہروں کو دنیا کی بساط پر چال چلنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ صرف بادشاہ کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہے۔ میں اپنے خانے سے باہر نہیں نکل سکوں گا۔ نہ ہی دنیا میں جا کر حکومت کرسکوں گا۔"

وہ فیوچر ٹیلنگ مشین کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اسے آپریٹ کرنے کے بعد موجود حالات پوری تفصیل کے ساتھ اس میں فیڈ کیے پھر سوال کیا۔ "یہ پیشگوئی کیوں نہیں کی گئی کہ میرے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان ہوجائیں گے؟"

تھوڑی دیر بعد اس مشین سے جواب ابھرا۔ "تُو نے خود ان پچیس افراد کے اندر دینِ اسلام قبول کرنے کا شوق اور جذبات پیدا کیے تھے۔"

"مگر وہ عارضی تھے۔ ان کے اندر کچے جذبات تھے، وہ میری طرف آنے والے تھے۔"

"اگر تُو کچے اناج کو چولہے پر چڑھائے گا تو وہ تیرے نہ چاہنے کے باوجود پک جائیں گے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ چولہے سے اترنے کے بعد اناج کچا رہ جائے۔ تُو نے اپنے ہاتھوں سے اسلامی ڈش تیار کی ہے۔"

"یہی مثال پہلے بھی دی جاسکتی تھی، پہلے ہی مجھے ایسا کرنے سے روکا جاسکتا تھا۔"

"ایک بار نہیں ... بار بار سمجھایا گیا کہ اپنی سائنسی صلاحیتوں کو روحانیت کے خلاف استعمال نہ کر۔ ہمیشہ ان سے دور رہا کر لیکن اس کے برعکس تُو نے اپنے لوگوں کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا۔ جہاں رحمتوں کی بارش ہوتی ہو وہاں سے بندے دھل دھلا کر ہی باہر آئیں گے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر تک چپ رہا۔ وہ اپنے حق میں کوئی پیشگوئی سننا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "مجھے معلوم ہونا چاہیے ارضی دنیا میں میری حکومت قائم ہوسکے گی یا نہیں؟"

"جو بادشاہ زمین کے اندر ہو اس کی حکومت زمین کے اوپر کیسے قائم ہوسکتی ہے؟ اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے تجھے اس دنیا میں جانا ہوگا۔"

"کیا میں کبھی وہاں جاسکوں گا؟"

"نہیں، جب بھی جائے گا' دیکھ لیا جائے گا پھر تیری موت یقینی ہوگی۔ جب تک سیارے میں رہے گا' لمبی عمر پائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے نہ مجھے وہاں جانا چاہیے' نہ بادشاہت کا خواب دیکھنا چاہیے۔ پلیز، میری خواہش کے مطابق کوئی مشورہ دے۔"

"ایک ہی صورت ہے۔ تُو وہاں اپنے کسی نائب کو قائم مقام بادشاہ بنا کر یہاں بیٹھے بیٹھے حکومت کرسکتا ہے۔"

"ہوں، مجھے اس پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ اب تک تو یہی ہوتا آرہا ہے کہ جسے بھی اپنا نائب بنا کر بھیجتا ہوں' وہ سونیا اور فرہاد کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ ایک پہلو سے کامیابی حاصل کرتا ہے تو دوسرے پہلوؤں سے نقصان اٹھاتا ہے پھر بھی اپنی بادشاہت قائم کرنے کے سلسلے میں کسی نائب پر بھروسا کرنا ہی ہوگا۔"

اس نے مشین کو بند کردیا۔ سر جھکا کر آنکھیں بند کرلیں۔ کامیابیوں اور ناکامیوں کے درمیان اس کا ذہن بری طرح جکڑا ہوا تھا۔ اس نے طے کیا کہ خود کو پُرسکون رکھنے کے لیے فی الوقت کچھ نہیں سوچے گا۔ ذہن کو بالکل خالی رکھے گا..... مگر جب تک سانس چلتی رہتی ہے۔ دماغ سوچ سے خالی نہیں رہتا۔ وہ نہ چاہنے کے باوجود سوچتا چلا جارہا تھا۔

☆☆☆

طیارہ قاہرہ کی طرف پرواز کررہا تھا۔ سائنسداں احمد شیرازی کے دائیں بائیں پارس اور پورس بیٹھے ہوئے تھے۔ عالی اور کبریا پچھلی قطاروں والی سیٹوں پر تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے احمد شرازی کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ وہ انہیں گریٹ ایشورارا کی زیرزمین خفیہ لیبارٹری کے متعلق تفصیل سے بتارہا تھا۔

اس کی تمام باتیں سننے کے بعد پارس نے کہا۔ "اگر اس زیرزمین لیبارٹری کو تباہ کرنا ہے تو یہ کوئی دردسری کی بات نہیں ہے۔ ہم اس لیبارٹری میں داخل ہوئے بغیر کتنے ہی ہتھکنڈوں سے بم دھماکوں کے ذریعے اسے تباہ و برباد کرسکتے ہیں۔"

شیرازی نے کہا۔ "نہیں، مجھے اس لیے تم لوگوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے کہ لیبارٹری کے اندر سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے جو کچھ ہورہا ہے اس کا معائنہ کروں اور وہاں کے تمام راز اور ٹیکنالوجی اپنے ادارے میں لے آؤں۔"

پورس نے کہا۔ "ہم سمجھ گئے۔ ہمیں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم اس لیبارٹری میں داخل ہونے کے لیے راستے ہموار کریں۔"

عالی نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ "ہمیں چاڈ کے کسی شہر میں جانا چاہیے تھا کیونکہ وہ لیبارٹری وہاں سے آٹھ سو ستر کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ہم قاہرہ کیوں جارہے ہیں؟"

"ایمرجنسی میں یہی فلائٹ مل سکی۔ اس لیے قاہرہ جارہے ہیں۔ چاڈ جانے کے لیے کل تک انتظار کرنا پڑتا۔ ہم قاہرہ سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے چاڈ کے کسی قریبی شہر جائیں گے۔ وہاں سے فور وہیل گاڑیوں میں بیٹھ کر اپنے ٹارگٹ کی طرف روانہ ہوں گے۔"

ایک طرف گریٹ ایشورارا اپنے حالات کے مطابق منصوبے بنارہا تھا۔ دوسری طرف میرے چاروں بچے احمد شیرازی کے ساتھ اپنے منصوبے پر عمل کرنے والے تھے۔ جینا ان سے پیچھے نہیں تھی۔ خرآنا نے اسے گریٹ ایشورارا کا پیغام دیا تھا۔ اسے بتایا تھا کہ سیارے کے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ کر صدقِ دل سے مسلمان بن گئے ہیں۔ جینا کو ان کا سکون برباد کرنا چاہیے۔

وہ پچیس نومسلم ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ جینا ان کے اندر نہیں جاسکتی تھی۔ ایسے وقت وہ اپنے یار دلدار کی انگلی پکڑ کر کہیں بھی پہنچ جایا کرتی تھی۔ اس نے شیطان کی کھوپڑی کو اپنے گریبان سے نکال کر ہاتھوں میں لیا۔ ذکی الخیری کے قریب اس طرح پہنچی کہ کسی کو نظر نہیں آرہی تھی کیونکہ وہ خود جسمانی طور پر وہاں موجود نہیں تھی۔ اپنے یار کے ذریعہ ذکی الخیری کو دیکھ سکتی تھی اور اس کی باتیں سن سکتی تھی۔ اس وقت وہ احمد شیرازی سے ملاقات کرنے ایئرپورٹ آیا تھا۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ وہ میری بیٹی اور بیٹوں کے ساتھ ایک خاص مہم کے سلسلے میں قاہرہ جارہا ہے۔

جینا نے اپنے یار کی مورتی سے سرگوشی میں کہا۔ "یہ شخص فرہاد کے بچوں کے ساتھ قاہرہ جارہا ہے۔ ضرور کوئی اہم معاملہ ہے۔ کیا میں ان میں سے کسی کے اندر پہنچ سکتی ہوں؟"

معلوم ہوا کہ میرے بیٹے اور بیٹی یوگا میں مہارت رکھتے ہیں مگر سائنسداں احمد شیرازی دن رات مصروف رہنے کی وجہ سے جسمانی طور پر کمزور ہے۔ سانس روک نہیں پاتا۔ یہ معلوم ہوتے ہی وہ احمد شیرازی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھ کر یہ انکشاف ہوا کہ گریٹ ایشورارا نے اس دنیا میں ایک زیرزمین لیبارٹری بنائی ہے۔

جینا کو یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی۔ احمد شیرازی اس لیبارٹری کے اندرونی معاملات نہیں جانتا تھا۔ یہ یقین تھا کہ کسی طرح وہاں پہنچنے کے بعد سائنسی ایجادات کے نمونے نظر آئیں گے۔ گریٹ ایشورارا نے جینا کے یار کی پرستش قبول کی تھی۔ اپنے تمام معاملات میں اس کی مدد چاہتا تھا لیکن زیرزمین لیبارٹری کا راز اس سے بھی چھپا رہا تھا۔

جینا نے سوچا۔ "کوئی بات نہیں، میں بھی اپنے اہم معاملات دوسروں سے چھپاتی رہتی ہوں۔ اب بھی یہی کروں گی۔ بابا صاحب کے ادارے کے پانچ مسلمان اس کی لیبارٹری کو تباہ کرنے جارہے ہیں۔ میں ان مسلمانوں سے بھی دوستی کی آڑ میں دشمنی کروں گی۔ انہیں نقصان پہنچا کر گریٹ ایشورارا کو اپنا احسان مند بناؤں گی۔ ایسی دوغلی چالیں چلتی رہوں گی تو شیطان کی محبوبہ کہلاؤں گی۔"

اس نے بھی قاہرہ جانے کے لیے اسی طیارے میں ایک سیٹ حاصل کرلی۔ سفر کے دوران احمد شیرازی کی باتیں وہ چاروں بہن بھائی سن رہے تھے۔ جینا بھی اس کے اندر رہ کر سن رہی تھی۔ پارس اور پورس ہم شکل تھے۔ ایک جیسے قد آور اور باڈی بلڈر تھے۔ اس کا دل دونوں پر آگیا تھا۔ اس نے اپنے یار سے کہا۔ "تُو ان میں سے کسی ایک کے روپ میں آکر مجھے خوش کرے گا۔ میں کسی ایک سے رومانس کرنا چاہتی ہوں۔ انہیں ٹریپ کرنے کے لیے کسی سے عشق کروں گی مگر تنہائی میں صرف تُو ہی پارس یا پورس بن کر میرے پاس آئے گا۔"

وہ طیارے میں ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف جانے لگا تو وہ بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔ ٹوائلٹ کا دروازہ بند تھا۔ وہ انتظار کرنے لگا۔

جینا نے کہا۔ "یہاں دو ٹوائلٹ ہیں اور دونوں ہی مصروف ہیں۔"

پارس نے مسکرا کر کہا۔ "دراصل مسافر کھاتے بہت ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "رائٹ یو آر مگر میں صرف ہاتھ منہ دھو کر فریش ہونے آئی ہوں۔"

وہ بولا۔ "حسینائیں زمین پر ہوں یا آسمان پر تروتازہ رہنے کے جتن کرتی رہتی ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "حسینوں کا یہی تو ایک سرمایہ ہوتا ہے۔ پھول جیسے چہرے اور بدن کی ملائم جلد کو اپنے کسی آئیڈیل کے لیے سنبھال کر رکھنا پڑتا ہے۔"

"پھر تو تمہارا آئیڈیل بڑا ہی خوش نصیب ہوگا۔"

"پتا نہیں، وہ خوش نصیب کہاں ہے؟ کب میری زندگی میں آئے گا؟"

اس نے کہا۔ "کیا مجھے دیکھ کر ایسا لگتا ہے؟"

جینا نے انجان بن کر پوچھا۔ ”کیسا لگتا ہے؟“
”یہی کہ آپ جیسا کوئی میری زندگی میں آئے تو بات بن جائے۔“
وہ ہنسنے لگی۔ ایک ٹوائلٹ کا دروازہ کھل گیا۔ پارس نے کہا۔ ”تم پہلے جاؤ۔“
وہ بولی۔ ”نہیں، تم پہلے آئے ہو۔“
وہ مسکرا کر بولا۔ ”ہمیں ایک نمبری اور دو نمبری نہیں ہونا چاہیے، پلیز جاؤ۔“
وہ دروزاہ کھولتے ہوئے بولی۔ ”تم بہت زندہ دل ہو۔ میرے ساتھ والی سیٹ خالی ہے۔ میں انتظار کروں گی۔“
یہ کہہ کر وہ اندر گئی پھر دروازے کو بند کرلیا۔ وہ خوش تھی کہ تیر نشانے پر بیٹھا ہے۔ یار دلدار نے اس میں اتنی کشش پیدا کی تھی کہ سب ہی اس کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ پندرہ منٹ بعد پارس اس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ مسکرا کر بولا۔ ”زبردست مقناطیس ہے۔ لباس میں کہیں چھپا رکھا ہے۔ تب ہی تو میں کھنچا چلا آیا ہوں۔“
وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ عالی نے واش روم کی طرف جاتے ہوئے انہیں دیکھا پھر خیال خوانی کے ذریعے کبریا سے کہا۔ ”یہ ہمارے بھائی صاحب زبردست فلرٹ ہیں۔ ایک حسینہ سے دوستی کر رہے ہیں۔“
کبریا نے کہا۔ ”ہوسکتا ہے وہ حسینہ فلرٹ ہو۔ بھائی کو پھانس رہی ہو؟“
”ہمیں معلوم کرنا چاہیے۔ یہ اتنی جلدی دوستی کرنے والی کون ہے؟“
”میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔“
وہ پارس کے اندر پہنچ کر بولا۔ ”سوری بھائی! میں اس کی آواز اور لب ولہجہ سننے آیا ہوں۔“
پارس نے کہا۔ ”ہاں، یہ ضروری ہے۔“
پھر وہ جینا سے بولا۔ ”تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟“
وہ بولی۔ ”کیوں بتاؤں؟ پیدا ہوئی تو ماں نے الگ نام رکھا۔ باپ نے الگ نام سے پکارا۔ جوان ہوئی تو سب ہی اپنے اپنے ڈھنگ سے پکارنے لگے۔ کوئی ہائے جانی کہتا ہے۔ کوئی سوئٹی اور کوئی ڈریم گرل۔“
وہ بولتے بولتے رک گئی۔ اس نے سانس روک لی۔ کبریا کی سوچ کی لہریں واپس چلی آئیں۔ وہ فوراً ہی پارس کے اندر آیا۔ اس وقت پارس پوچھ رہا تھا۔ ”تم بولتے بولتے رک کیوں گئیں؟“
اس نے کہا۔ ”میں یوگا کی مشقیں کرتی ہوں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں۔ ابھی کوئی میرے اندر آنا چاہتا تھا۔“
”اس کا مطلب ہے، تم بھی ہماری طرح دشمنوں کی پرورش کرتی ہو؟“
”کرتی تو نہیں ہوں، خود ہی پیدا ہوجاتے ہیں۔“
”کسی وجہ کے بغیر خود بخود کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے، تب ہی دشمن وجود میں آتے ہیں۔“
وہ مسکرا کر بولی۔ ”یہ حسن و شباب وجہ بن جاتے ہیں۔ جسے حسن کی خیرات نہ دو، وہ دشمن بن جاتا ہے۔“
کبریا نے کہا۔ ”بھائی ہوشیار! یہ بہت گہری ہے۔ میں جا رہا ہوں۔“
وہ چلا گیا۔ پارس نے پوچھا۔ ”یہ کون تھا؟ جسے تم نے بھگا دیا؟“
وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ”میں کیا بتاؤں؟ تم یقین نہیں کرو گے۔“
اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ”یقین نہ آنے والی ایسی کیا بات ہے؟“
جینا نے کہا۔ ”اس دشمن میں دو غیر معمولی باتیں ہیں۔ ایک تو وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور دوسری.... حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ ہماری دنیا کا باشندہ نہیں ہے۔“
اس نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔ ”تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ کوئی خلائی مخلوق ہے؟“
”ہاں، میری بات کا یقین کرو۔ وہ ایک سیارے سے آیا ہے۔ مجھ پر عاشق ہوگیا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر میں راضی نہ ہوئی تو وہ مجھے جبراً اپنی تنہائی میں بلالے گا۔“
”فکر نہ کرو...... میں تمہارے ساتھ ہوں، وہ تم پر جبر نہیں کرسکے گا۔“
”مگر میں محسوس کر رہی ہوں، اس نے مجھے سحر زدہ کردیا ہے۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہوں۔“
”تم ابھی قاہرہ جا رہی ہو؟“
”میں وہاں سے اور آگے جاؤں گی۔ وہ زائر کے ریگستانی علاقے میں رہتا ہے۔“
پارس ایک دم سے چونک کر سیدھا ہوگیا کیونکہ ان سب کی منزل بھی وہی تھی۔ وہ زیرِ زمین لیبارٹری زائر کے ریگستانی علاقے میں تھی۔ جینا کی باتوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا عاشق سیارے سے آیا ہے۔ پارس نے پوچھا۔ ”تم



کہاں جاؤ گی؟ زائر کا شمالی حصہ ریگستانی ہے۔ کیا اس کے بعد ہریالی اور انسانی آبادی ہے؟“
”میں وہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے، آپ ہی آپ اُدھر جا رہی ہوں۔ اس قاہرہ جانے والی فلائٹ کا ٹکٹ نہ جانے کیسے میرے پاس پہنچ گیا؟ آگے بھی ایسی کوئی بات ہوگی اور میں مجبوراً اس کی رہائش گاہ تک پہنچ جاؤں گی۔“
”یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعہ تمہیں اپنی معمولہ اور تابع دار بنالیا ہے۔ اسی لیے تم ہوش و حواس میں رہنے کے باوجود اپنے اختیار میں نہیں ہو۔ بے اختیار اس کی مرضی کے مطابق وہی کرتی آرہی ہو، جو وہ چاہتا ہے۔“
وہ پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ ”اوہ گاڈ...! میں کیا کروں؟ اس سے کس طرح نجات حاصل کروں؟“
پارس نے کہا۔ ”ابھی وہ تمہارے اندر ہوگا تو میری باتیں سن رہا ہوگا۔ کوئی بات نہیں... سنتا رہے۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ میں تمہارے ساتھ وہاں تک جاؤں گا، جہاں وہ تمہیں بلا رہا ہے۔ فکر نہ کرو، میں تمہیں اس سے نجات دلاؤں گا۔“
وہ بڑی محبت اور عقیدت سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ ”میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں؟ تم اپنا راستہ اپنی منزل بدل کر میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔ مجھے اس دشمن سے نجات دلانا چاہتے ہو۔ اوہ... آئی لو یو۔ میں ایسا ہی ہیرو، ایسا ہی آئیڈیل چاہتی تھی۔ تھینکس گاڈ! تم میری زندگی میں آگئے۔“
”تمہیں معلوم ہونا چاہیے، میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔ میری ایک بہن، دو بھائی اور ایک انکل میرے ساتھ ہیں۔ ہم قاہرہ پہنچنے والے ہیں۔ میں وہاں سب سے تمہارا تعارف کراؤں گا۔“
”مجھے تمہارے رشتہ داروں سے مل کر خوشی ہوگی۔ یہ میرے لیے بہتر ہوگا۔ وہ سب میرے ساتھ رہیں گے تو دشمن محتاط ہوجائے گا۔ مجھے اپنے پاس نہیں بلائے گا۔“
پارس تو چاہتا تھا، وہ اسے بلائے۔ یہ یقین تھا کہ زیرِ زمین لیبارٹری میں بلانے والا سیارے سے تعلق رکھتا ہے۔ جینا بڑی معصومیت سے خود کو مظلوم ثابت کر چکی تھی۔ یہ یقین دلا چکی تھی کہ کسی سیارے والے نے اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنالیا ہے۔ اس طرح یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ اسے سحر زدہ کر کے بلایا جا رہا ہے۔
پارس نے کہا۔ ”میرے دوسرے تمام رشتہ دار ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ میں نہیں چاہتا، دشمن بدک جائے، محتاط ہوجائے۔ میں ہر حال میں اس کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ کر اس کا کام تمام کروں گا اور تمہیں ہمیشہ کے لیے اس سے نجات دلاؤں گا۔“
وہ خوش ہو کر بولی۔ ”تم واقعی دلیر جانباز ہو۔ میرے لیے جان کی بازی لگا رہے ہو، آئی لو یو...“
پارس نے قاہرہ پہنچ کر احمد شیزاری، عالی، کبریا اور پورس سے جینا کا تعارف کرایا پھر عالی اور کبریا کو اشارہ کیا کہ وہ اس کے اندر آکر باتیں کریں۔ دونوں نے وہاں آکر پوچھا۔ ”ہاں، بھائی! کیا واقعی جینا معصوم اور مظلوم ہے؟“
پارس نے کہا۔ ”وہ سچی ہو یا جھوٹی... معصوم ہے یا چالباز... ہمیں تو اس لیبارٹری کے اندر پہنچنا ہے اور یہ وہیں جا رہی ہے۔“
عالی نے پوچھا۔ ”اور تم اس کے ساتھ جاؤ گے؟“
”ہاں... تم دونوں میرے اندر رہ کر معلوم کرتے رہو گے کہ اس کے ساتھ کس طرح، کس راستے سے اس لیبارٹری کے اندر جا رہا ہوں؟ یوں تمہیں راستہ معلوم ہوتا رہے گا۔“

کبریا نے کہا۔ ''بھائی! اگر اس حسینہ کا تعلق سیارے والوں سے ہے اور وہ فریب دے رہی ہے تو تمہیں وہاں لے جاکر ضرور کسی مصیبت میں پھنسائے گی۔''

''کوئی بات نہیں... تم تینوں انکل شیرازی کے ساتھ وہاں فوراً پہنچو گے۔ تب تک میں ان سے نمٹتا رہوں گا۔ یہ باتیں پورس کو بتاؤ۔ وہ خوب سمجھتا ہے کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟''

جینا نے قاہرہ سے چاڈ کے دارالحکومت کے لیے ایک سیٹ پہلے ہی او کے کرالی تھی۔ اس نے پارس کو وہ ٹکٹ دکھاتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو... یہ میرے پرس میں کیسے پہنچ گیا' میں نہیں جانتی۔ میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا' وہ دشمن عامل میری مرضی کے بغیر مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔''

پارس نے بھی اسی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کر لی۔ اس سے کہا۔ ''یہ دیکھو... میں اپنے لوگوں کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ جارہا ہوں۔''

وہ بڑی محبت سے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ ''میں تمہاری محبت پر جتنا بھی فخر کروں' کم ہے۔ اس سے نجات حاصل کرتے ہی تم سے شادی کرلوں گی۔''

شادی دور کی بات تھی۔ ابھی تو نہ جانے کتنے آزمائشی مراحل سے گزرنا تھا؟ پارس کو اس سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اسے لیبارٹری تک پہنچنے کی سیڑھی بنارہا تھا۔ جب اس کے ساتھ رخصت ہوا تو عالی' کبریا' پورس اور احمد شیرازی قاہرہ میں رہ گئے۔ جینا کو شیطانی معلومات حاصل ہورہی تھیں کہ پارس اس سے دکھاوے کی محبت کر رہا ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بج رہی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو دھوکا دے رہے تھے۔

احمد شیرازی' عالی' کبریا اور پورس ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعہ چاڈ کے دارالحکومت پہنچ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ جینا ان سے بے خبر ہے۔ سب ہی ایک دوسرے کو دھوکا دے رہے تھے اور دھوکا کھا رہے تھے۔ جینا اور پارس نے ایک کاٹیج حاصل کیا تھا۔ وہ بولی۔ ''ہم کل صبح آٹھ بجے زائر کے ریگستانی علاقے میں جائیں گے۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔''

پارس بھی اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔ دل ہی دل میں شکر ادا کرتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جینا نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد خراٹا کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ''اپنے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کر، میں اس سے بات کروں گی۔''

اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ رابطہ ہوتے ہی کہا۔ ''اے آقا...! شیطان کی محبوبہ تجھ سے مخاطب ہونا چاہتی ہے۔''

اس نے تحریر کے ذریعہ کہا۔ ''میں اپنے دیوتا شیطان کی محبوبہ کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتا ہوں۔''

خراٹا نے جینا کے حکم کے مطابق تحریر کے ذریعہ کہا۔ ''میں تیرے راستے کے کانٹے چن رہی ہوں۔ سونیا اور فرہاد کے متعلق شبہ ہے کہ وہ زندہ ہوسکتے ہیں۔ کوئی بات نہیں... پارس' پورس' عالی اور کبریا کی بھی ہسٹری تیری مشین کے ریکارڈ میں ہوگی۔ تُو نے پڑھا ہوگا کہ وہ اپنے باپ کی طرح کس قدر خطرناک ہیں؟''

''بے شک، وہ خطرناک ہیں۔ تُو ان کا ذکر کیوں کر رہی ہے؟''

''اس لیے کہ ماں باپ کو تو ہم نے موت کی نیند سُلا دیا ہے۔ کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ آج اس کے تمام بچّے بھی موت کی ابدی نیند سو جائیں گے۔''

''کیا سچ کہہ رہی ہے؟''

''تُو چاہے تو آج شام اس زمین پر آکر دیکھ سکتا ہے۔ تجھے یہاں فرہاد کے چار جوان بچوں کی لاشیں ملیں گی۔''

''اس زمین پر میرے کئی خاص ماتحت ہیں۔ میں چاہتا ہوں' وہ اپنی آنکھوں سے ان کی لاشیں دیکھیں۔ تُو جہاں کہے گی' میرے آدمی یہ نظارہ دیکھنے کے لیے وہاں پہنچ جائیں گے۔''

''تُو بہت کچھ چھپاتا ہے لیکن مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکی۔ تیرے وہ خاص ماتحت زیرِ زمین خفیہ لیبارٹری میں رہتے ہیں۔''

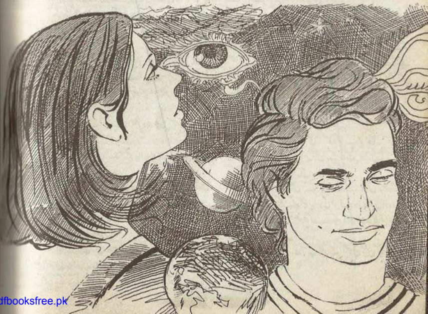
وہ حیران ہوا، پریشان ہوا مگر قائل ہوکر بولا۔ ''شیطان کی جے ہو۔ میں مان گیا۔ بے شک، میرے شیطان دیوتا اور اس کی محبوبہ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔''

''میرا یار دلدار یہ بھی جانتا ہے کہ وہ چاروں اسی خفیہ لیبارٹری میں موت کے گھاٹ اتارے جائیں گے۔ تُو کبھی نہ سمجھ سکے گا' نہ سوچ سکے گا کہ میں کس طرح انہیں راضی خوشی قربان گاہ کی طرف لارہی ہوں؟ انتظار کر... بس تھوڑا انتظار کر...''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے







جینا نے دل کو دھڑکا دینے والا انکشاف کیا تھا۔ گریٹ ایشورارا صبر و تحمل سے انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے گڑگڑانے کے سے انداز میں کہا۔ ”تو مجھے خوشخبری سنا رہی ہے مگر اس کے پیچھے یہ دل دہلانے والی بات ہے کہ میری لیبارٹری پردۂ راز میں نہیں رہی ہے۔“ وہ دل برداشتہ ہو کر تحریر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ”آہ...! تو جانتی ہے کوئی بات نہیں لیکن ان دشمنوں کو زمین کی تہ میں چھپی ہوئی لیبارٹری کا پتا کیسے معلوم ہوا؟“

وہ بولی۔ ”تیری ایک غلطی سے بھید کھل گیا ہے۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”میری غلطی...؟ مجھ سے ایسی کون سی غلطی سرزد ہوئی ہے؟“

”تو نے اپنے پچیس ماتحتوں کو عارضی طور پر مسلمان بننے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا تھا یہ خیال تھا کہ وہ تیرے لیے جاسوسی کریں گے اور وہاں کے راز چرا کر لائیں گے۔“

”بے شک مجھ سے یہ غلطی ہوئی لیکن خفیہ لیبارٹری کا اس غلطی سے کیا تعلق ہے؟“

جینا نے کہا۔ ”میں نے اس ادارے کے سائنس داں احمد شیرازی کے خیالات پڑھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ذکی الخیری اپنے چوبیس ساتھیوں کے ساتھ ادارے سے باہر آیا تو اس کے پاس غیر معمولی مشین تھی۔ جب تمہارے لیبارٹری انچارج نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو اس نے مشین کی اسکرین پر اس انچارج کو دیکھ لیا۔ اس طرح یہ راز کھل گیا کہ وہ لیبارٹری زائر کے ریگستانی علاقے میں ہے۔“

گریٹ ایشورارا یہ سن کر کچھ دیر تک سکتے میں رہا پھر بولا۔ ”ہم سمجھ نہیں پاتے اور تقدیر بڑی ہیرا پھیری سے بندوں کو خلافِ توقع اِدھر سے اُدھر پہنچا دیتی ہے۔ میرے ذہن میں یہ بات کبھی آ نہیں سکتی تھی کہ دشمنوں کو میرے ہی وفاداروں کے ذریعے لیبارٹری کا سراغ مل جائے گا۔“

”تو ان وفاداروں کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے راز چرانا چاہتا تھا۔ وہ تیرا راز چرا کر مسلمانوں کو اس خفیہ جگہ تک پہنچا رہے ہیں۔“

”میں تجھے شیطان کا... تیرے دلدار کا واسطہ دیتا ہوں، انہیں وہاں تک نہ جانے دے۔ جہاں وہ ہیں، وہیں انہیں ختم کر دے۔“

”میں انہیں ہلاک نہیں کر سکتی کیونکہ وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے ہیں۔ ایک کو ہلاک کروں گی تو دوسرے میری جان کو آ جائیں گے۔ وہ سب تیری خفیہ لیبارٹری میں یکجا ہو کر پہنچیں گے۔ وہاں تیرے وفاداروں کو مسلح اور مستعد رہنا چاہیے۔ اسی لیے تجھے پہلے سے اطلاع دے رہی ہوں۔“

پھر وہ خراٹا سے بولی۔ ”میں جا رہی ہوں۔ رابطہ ختم کر دے۔“

خراٹا نے ایشورارا سے کہا۔ ”میرے آقا! شیطان کی محبوبہ جا چکی ہے۔ اگرچہ یہ کہہ رہی ہے کہ فرہاد کی بیٹی اور تینوں بیٹے اس لیبارٹری میں پہنچ کر مارے جائیں گے مگر یہ ضروری نہیں ہے۔ وہ لوگ خطرناک بھی ہیں اور چالباز بھی۔“

وہ بولا۔ ”بڑی مشکل ہے اب تک وہ ہوتا آ رہا ہے جس کی توقع ہم نے کبھی نہیں کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے انہیں اس لیبارٹری تک پہنچنے سے کیسے روکا جائے؟“

”انہیں روکنا ممکن نہیں ہے۔ تُو سیارے میں بیٹھا ہے۔ میں دشمنوں سے ہزاروں میل دور ہوں۔ یوں بھی تنہا ان سے نمٹ نہیں سکوں گا۔ ہمیں جینا پر ہی بھروسا کرنا ہوگا۔“

”وہ بڑے یقین سے کہہ رہی ہے کہ وہ سب لیبارٹری میں پہنچنے کے بعد مارے جائیں گے۔ مجھے بھی اپنے طور پر کچھ کرنا ہوگا۔“

اس نے خراٹا سے رابطہ ختم کیا پھر لیبارٹری کے انچارج کو مخاطب کیا۔ ”ہماری یہ زیرِ زمین لیبارٹری اب خفیہ نہیں رہی ہے۔ دشمنوں کو اس جگہ کا پتا معلوم ہو چکا ہے۔ وہ مقامی وقت کے مطابق کل صبح یا دوپہر تک پہنچنے والے ہیں۔“

انچارج نے پریشان ہو کر کہا۔ ”میرے ان داتا! اس لیبارٹری کا بھید کیسے کھل گیا؟ ہم دشمنوں کو کیسے روک سکیں گے؟ اپنا بچاؤ کس طرح کر سکیں گے؟“

”تم سب وہاں سے فرار ہو کر اپنا بچاؤ کر لو گے لیکن تم سے زیادہ اہم وہ چھوٹی بڑی مشینیں ہیں جنہیں ہم نے برسوں کی محنت سے تیار کیا ہیں۔ ان مشینوں کا نقشہ ان کے پرزے اور آلات ان کی تفصیلات مشین میں محفوظ ہے اور کاغذات میں ان کی ایک ایک تفصیل درج ہے۔ انہیں دشمنوں کی دسترس سے بچانا ہے۔“

”تو حکم دے مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”فوراً ریکارڈ فائل والی مشین سے ہماری تمام مشینوں کی تفصیلات مٹا دے۔ جن کاغذات میں تفصیلات درج ہیں انہیں سنبھال کر اپنے سامان میں رکھ لے پھر وہاں سے فوراً نکل جا۔ ہمارے جو وفادار ہیں، انہیں خطرے سے آگاہ کر۔ ان سب کو مسلح رہ کر وہاں آنے والے دشمنوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ میں نائب انچارج سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

انچارج نے اپنے نائب کو وہ مشین دی، گریٹ ایشورارا نے اسے بھی خطرے سے آگاہ کرنے کے بعد کہا۔ ”ہمارے تمام مسلح ماتحتوں کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دشمنوں کو لیبارٹری میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اگر وہ داخل ہو جائیں تو انہیں وہاں سے زندہ واپس نہ جانے دینا۔“

”ہم یہی کریں گے میرے آقا! انہیں یہاں سے ایک تنکا بھی نہیں لے جانے دیں گے۔“

”اب جو بات کہہ رہا ہوں اسے اپنے دل میں چھپا کر رکھنا ہے۔ اسے دوسرے ماتحتوں سے نہ کہنا۔ اگر بدقسمتی سے ان کا پلڑا بھاری ہو اور یہ یقین ہو جائے کہ وہ ہماری تمام اہم مشینوں کو وہاں سے لے جائیں گے تو پھر جان پر کھیل جانا ہے۔“

”تو دیکھے گا کہ ایسے وقت میں جان پر کھیل جاؤں گا۔“

”ابھی تمام مشینوں میں ایک ایک بم چھپا کر رکھ دے۔ ان کا ریموٹ کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھ۔ کسی ماتحت اور کسی وفادار کو معلوم نہ ہو کہ وہ آخر میں جان سے جانے والے ہیں۔ آخری بازی تیرے ہاتھ میں رہے گی۔ تُو جب چاہے گا حالات کے مطابق پوری زیرِ زمین لیبارٹری کو تمام مشینوں سمیت دھماکے سے اُڑا دے گا۔“

اس نے تمام باتیں سمجھانے کے بعد رابطہ ختم کیا پھر بڑے دکھ سے سوچنے لگا۔ ”برسوں کی محنت سے تیار کی ہوئی مشینیں تباہ ہو جائیں گی۔ پورا زیرِ زمین سیٹ اپ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اپنے مسلح وفاداروں سے امید ہے کہ ایسا وقت نہیں آنے دیں گے۔ جی جان سے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ انہیں پسپا کریں گے۔ انہیں مار ڈالیں گے پھر جینا کی شیطانی قوتیں کچھ کم نہیں ہیں۔ وہ اپنے دعوے کے مطابق فرہاد کے بیٹوں اور بیٹی کو ضرور موت کے گھاٹ اتارے گی۔“

اس کے سامنے فیوچر ٹیلنگ مشین رکھی ہوئی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر سوچنے لگا کہ اس مشین نے صحیح مشورہ دیا تھا کہ ہمیں روحانیت سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔ جب میرا پہلا نائب 'جوجو' زمین پر گیا تھا تب سے یہ حقیقت بار بار سامنے آ رہی ہے کہ ہم ہر مرحلے پر روحانیت سے پسپا ہو رہے ہیں۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ”سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے؟ مسلمانوں سے دوستی نہیں ہو سکتی اور دشمنی مہنگی پڑتی ہے۔ دوستی اس لیے نہیں ہو رہی ہے کہ وہ ہم سیارے والوں کو اپنا حاکم نہیں بنانا چاہتے۔ وہ کسی بھی اسلامی ملک پر ہمیں قبضہ جمانے اور وہاں حکومت کرنے نہیں دیں گے۔ سمجھ میں نہیں آتا، بات کیسے بنے گی؟“

مایوسی کے باوجود دوسرے پہلوؤں سے حوصلہ مل رہا تھا۔ تمام اکابرین سونے کی طرح جگمگاتی ہوئی دنیا کو چاندی کی پلیٹ میں رکھ کر اس کے آگے پیش کر رہے تھے پھر شیطانی قوتیں حوصلہ بڑھا رہی تھیں، یہ سمجھا رہی تھیں کہ ایمان والے ازل سے شیطان کے خلاف جنگ لڑتے آ رہے ہیں۔ شیطان اگرچہ مات کھاتا ہے مگر بازی بھی مارتا رہتا ہے۔ یوں گریٹ ایشورارا کو حوصلہ مل رہا تھا کہ موجودہ حالات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

☆☆☆

میں جھیل کے کنارے والے کاٹیج میں تھا۔ کئی گھنٹوں سے بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ تیز بخار کے باعث کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ وہاں سے اٹھ کر غیر معمولی مشین تک جانے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ یہ سچ ہے، بڑھاپا بڑے بڑے شہزوروں کو بھی بے بس کر دیتا ہے۔ میں تسلیم کر رہا تھا کہ جوانی جیسا دم خم نہیں رہا ہے۔ اگرچہ میں بارہا موت کی دہلیز سے واپس آتا رہا تھا لیکن بڑھاپے کے در سے جوانی کی طرف لوٹ نہیں سکتا تھا۔

میں نے ایک ٹیبلیٹ کھائی تو تقریباً گیارہ گھنٹے کے بعد اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی توانائی ملی۔ میں نے غیر معمولی مشین کے پاس آ کر اسے آن کرنے کے بعد آپریٹ کیا، یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جینا اور خراٹا کیا کر رہے ہیں؟

میں نے جینا کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگی۔ میں اسے اپنے بیٹے پارس کے ساتھ دیکھتے ہی چونک گیا۔ اس وقت وہ چاڑ کے دارالحکومت کے ایک کاٹیج میں تھے۔

وہ پارس سے کہہ رہی تھی۔ ”ہم کل صبح آٹھ بجے زائر کے ریگستانی علاقے میں جائیں گے۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔“

وہ دونوں اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تو میں نے پارس کے اندر آ کر پوچھا۔ ”بیٹے! تم کہاں ہو؟ کیا جانتے ہو کہ یہ عورت کون ہے؟“

اس نے کہا۔ ”میں کسی حد تک جان گیا ہوں پاپا! باقی آپ معلوم کریں۔ اس کے پاس جائیں۔“

میں نے جینا کو دیکھا۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر خراٹا کے دماغ میں پہنچ کر اس سے کہہ رہی تھی کہ وہ اپنے آقا گریٹ ایشورارا سے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے رابطہ کرے۔

جب اس نے رابطہ کیا تو جینا نے اس سے کہا۔ ”جس طرح سونیا اور فرہاد کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔ اسی طرح گریٹ ایشورارا جلد ہی عالی، کبریا، پارس اور پورس کی لاشیں بھی دیکھے گا۔“

اگرچہ گریٹ ایشورارا کے لیے یہ بہت بڑی خوشخبری تھی لیکن اس کے ساتھ یہ چونکا دینے والی بری خبر بھی تھی کہ میری بیٹی اور بیٹے اس کی زیرِ زمین خفیہ لیبارٹری میں پہنچنے والے ہیں۔ جینا اور ایشورارا کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے کچھ اہم معلومات حاصل ہوئیں لیکن مکمل معلومات کے لیے لیبارٹری کے انچارج تک پہنچنا لازمی تھا۔

میں نے پارس کے پاس آکر کہا۔ ''مجھے اس حد تک معلوم ہوا ہے کہ تم سب اس کی خفیہ لیبارٹری میں کل کسی وقت داخل ہونے والے ہو۔ کیا اس لیبارٹری کے اندرونی حالات تمہیں معلوم ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''ہمارے سائنس داں احمد شیرازی نے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر لیبارٹری کے انچارج کو اور وہاں کے اندرونی مناظر کو دیکھا ہے۔''

میں نے پورس کے پاس آکر کہا۔ ''احمد شیرازی سے کہو' وہ اپنی مشین کی اسکرین پر لیبارٹری کے انچارج کو دیکھے۔ میں اسے اپنی مشین پر کیچ کرنا چاہتا ہوں۔''

میری ہدایت کے مطابق شیرازی نے اس انچارج کو اپنی مشین کے ذریعے دیکھا۔ شیرازی اور پورس وغیرہ مجھے اسکرین پر نظر آرہے تھے پھر اس کی مشین کے ذریعے دکھائی دینے والا انچارج میری مشین پر بھی نظر آنے لگا۔ اس وقت وہ انچارج کمیونیکیشن مشین پر گریٹ ایشورارا کے احکامات سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ہمارے تمام مسلح ماتحتوں کی یہ کوشش ہوگی کہ دشمنوں کو لیبارٹری میں داخل نہ ہونے دیں۔ اگر وہ داخل ہوجائیں تو انہیں وہاں سے زندہ واپس نہ جانے دیا جائے۔''

انچارج جواباً کہہ رہا تھا۔ ''ہم یہی کریں گے۔ میرے آقا! انہیں یہاں سے ایک تنکا بھی نہیں لے جانے دیں گے۔''

پورس اور احمد شیرازی حیرانی سے یہ باتیں سن رہے تھے۔ انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی دشمن محتاط ہوگئے ہیں اور ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ گریٹ ایشورارا انچارج کو حکم دے رہا تھا کہ تمام چھوٹی بڑی اہم مشینوں میں خفیہ بم رکھ دیے جائیں اگر وہاں آنے والوں کا پلڑا بھاری ہو تو تمام مشینوں کو اس زیرِ زمین لیبارٹری کے ساتھ بموں کے دھماکوں سے تباہ کردیا جائے۔ اس طرح وہاں آنے والے دشمن بھی نابود ہوجائیں گے۔

جینا کو اس بات کی پروا نہیں تھی کہ میرے تمام بیٹے مارے جائیں گے یا سیارے والوں کی وہ زیرِ زمین لیبارٹری اہم مشینوں کے ساتھ تباہ ہوجائے گی۔ شیطان تو اپنی محبوبہ کے ذریعے شیطانی کھیل جاری رکھنا چاہتا تھا۔ اس کی محبوبہ دونوں طرف آگ بھڑکا کر اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی تھی۔

میں نے انہیں جینا کی حقیقت بتائی۔ وہ سب اگرچہ اس لیبارٹری تک پہنچ رہے تھے مگر شیطانی چال میں آگئے تھے۔ میں بروقت ان سے رابطہ نہ کرتا اور ان کی سازشوں کو نہ سمجھتا تو میرے پیارے بے خبری میں مارے جاتے۔

پارس نے پوچھا۔ ''پاپا! آپ کیا چاہتے ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

میں نے کہا۔ ''باباصاحب کے ادارے میں واپس چلے جاؤ۔ میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔''

پورس نے کہا۔ ''آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہم دشمنوں کو پسپا کیے بغیر میدان سے واپس نہیں جائیں۔''

عالی نے کہا۔ ''پاپا! ہمارے دلوں میں دشمنوں سے نمٹنے کی حسرت رہ جائے گی۔''

میں نے کہا۔ ''دشمنوں کے خلاف جوش اور جذبہ اچھی بات ہے لیکن جو کام گھر بیٹھے ہوسکتا ہے اسے کرنے کے لیے دشمنوں کے گھر جانا سراسر حماقت ہے۔ وہاں لیبارٹری بم دھماکوں سے تباہ ہوگی تو تم بھی اس تباہی کی زد میں آسکتے ہو۔ خوامخواہ خطرہ مول لینا دانشمندی نہیں ہوتی ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''پاپا! وہاں کئی اہم غیر معمولی مشینیں ہیں۔ کیا ہم لیبارٹری کی تباہی سے پہلے انہیں وہاں سے نہیں لا سکیں گے؟''

''وہ مشینیں جان سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ انچارج ان مشینوں کے نقشے اور اہم تفصیلات لے کر اس لیبارٹری سے جا رہا ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گا میں اپنی مشین کے ذریعے اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ وہ تمام نقشے اور اہم کاغذات اس سے حاصل کرکے باباصاحب کے ادارے میں بھیج دوں گا۔''

شیرازی نے میری تائید کی۔ ''یہی دانشمندی ہے۔ ہم کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوں گے اور ان تمام غیر معمولی مشینوں کے نقشے ہمارے ادارے میں پہنچ جائیں گے۔''

دراصل میرے بچوں نے کبھی کوئی مہم ادھوری نہیں چھوڑی تھی۔ وہ ہزاروں میل کا سفر طے کرنے کے بعد ایک زبردست کارنامہ انجام دیے بغیر جانا نہیں چاہتے تھے اور میں انہیں دلائل کے ذریعے قائل کر رہا تھا۔

میں نے کہا۔ 'میں تمہارا باپ ہوں۔ اگر اپنے بچوں کا ادھورا کام کرنا چاہوں تو کیا بچے مایوس ہوجائیں گے؟ اور اعتراض کریں گے؟''

انہوں نے یک زبان ہوکر کہا۔ ''اوہ، نو پاپا! ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ سوری ہم خوامخواہ بحث کر رہے تھے۔''



عالی نے کہا۔ ''ہم اسی شہر میں رہیں گے۔ آگے نہیں جائیں گے۔ چپ چاپ تماشا دیکھیں گے۔''

وہ باتیں کرتے وقت شیرازی کی مشین کے ذریعے لیبارٹری انچارج کو دیکھ رہے تھے۔ وہ مشینوں سے تعلق رکھنے والے تمام اہم کاغذات ایک اٹیچی میں رکھ چکا تھا۔ آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشین ایک بریف کیس کی صورت میں رہتی تھی۔ وہ بریف کیس اٹھا کر تمام سامان کے ساتھ زیرِ زمین لیبارٹری سے باہر آگیا پھر ایک جیپ میں بیٹھ کر ایک سمت جانے لگا۔

عالی نے کہا۔ ''پاپا! یہ انچارج ہمیں انکل شیرازی کی مشین پر نظر آرہا ہے۔ آپ اسے دیکھیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں یہاں اسکرین پر اسے دیکھ رہا ہوں۔ تم سب اس پر نظر رکھو۔ یہ جہاں بھی جس انسانی آبادی میں جائے وہاں پہنچ کر وہ غیر معمولی مشین اور تمام اہم کاغذات اس سے چھین لو۔ میں ابھی لیبارٹری کے اندر مصروف رہوں گا۔''

میں اس نائب انچارج کو دیکھنے لگا جسے اس وقت لیبارٹری کا انچارج بنا دیا گیا تھا۔ وہ اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ میرے بچوں کا انتظار کر رہا تھا۔ گریٹ ایشورارا نے اسے حکم دیا تھا کہ وہاں آنے والوں کو نیست و نابود کردیا جائے۔ اگر ناکامی ہو تو پوری لیبارٹری کو تباہ کردیا جائے۔ کسی کو وہاں سے کوئی چیز لے جانے کا موقع نہ دیا جائے۔

وہ مسلح افراد میرے جگر کے ٹکڑوں کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے انہیں انتظار کی کوفت سے بچالیا اس نائب انچارج کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ لیبارٹری کے مختلف حصوں میں اور مشینوں میں خفیہ طور سے بم نصب کیے گئے تھے۔ ان سب کو ایک ریموٹ کنٹرول سے منسلک کیا گیا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ایک بٹن کو دبایا تو وہاں یکے بعد دیگرے دھماکے ہونے لگے۔ جتنے بھی مسلح افراد لیبارٹری میں تھے انہیں بھاگنے کا موقع نہ ملا۔ انہوں نے جو گڑھا میرے بچوں کے لیے کھودا تھا' اس میں خود گر کر فنا ہوگئے۔

شیرازی اور میرے بچے اسکرین پر وہ منظر دیکھ رہے تھے۔ سیارے والوں کا ایک بہت بڑا اور مہنگا زیرِ زمین سیٹ اپ تباہ ہو رہا تھا۔ وہاں رہ رہ کر دھماکے ہو رہے تھے۔ تقریباً دو کلومیٹر کے رقبے پر گہرا گڑھا پڑ گیا تھا۔ وہاں گہری پستی تک جیسے ایک اندھا کنواں بن گیا تھا۔ سیارے والوں کی حکمرانی کے تمام منصوبے اس اندھے کنویں میں غرق ہوگئے تھے۔

پارس ایک کاٹیج میں جینا کے ساتھ تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے تمام حالات بتا رہا تھا۔ ادھر لیبارٹری تباہ ہو رہی تھی۔ ادھر وہ اپنے کمرے سے نکل کر جینا کے دروازے پر آیا۔ اسے زور زور سے پیٹنے لگا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ یوں دروازہ پیٹنے پر اسے غصہ آرہا تھا لیکن پارس کی آواز سن کر ذرا نرم پڑ گئی۔ اسے پھانس رہی تھی۔ غصہ دکھانا نہیں چاہتی تھی۔ بیڈ سے اتر کر دروازے کی طرف آتے ہوئے بولی۔ ''پلیز صبر کرو۔ دروازے پر ایسے دھماکے نہ کرو۔ کیا میرے بغیر ساری رات جاگتے رہے ہو؟''

اس نے دروازے کے لاک کو کھولا اس کے بعد اسے آرام سے کھولنا چاہتی تھی۔ پارس نے زور سے دھکا مارا تو وہ دروازے سے ٹکرا کر پیچھے کی طرف لڑکھڑاتی ہوئی قالین پر گر پڑی۔ تکلیف سے جھنجلاتے ہوئے سر اٹھا کر بولی۔ ''یہ کیا حرکت ہے؟''

وہ آگے نہ بول سکی کہ پارس نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ وہ اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''چڑیل کی بچی! تو ہم سب کو اس لیبارٹری میں لے جاکر مارنا چاہتی تھی؟ معصوم اور مظلوم بن کر ہمیں دھوکا دے رہی تھی۔''

پارس نے اسے جھٹکے سے بیڈ پر پھینکا وہ چیخ چیخ کر اپنے یارِ دلدار کو پکار رہی تھی۔ پارس نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر شیطان کی چھوٹی سی مورتی کو نکالا اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ تیرا یار ہے۔ تیرا مالک و مختار ہے۔ اسے مدد کے لیے بلا۔ اسے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تُو نے ہم سے ٹکرانے کی بہت بڑی غلطی کی ہے۔''

وہ اس مورتی کو فرش پر پٹخ کر اسے پیروں سے کچلنے لگا۔ وہ تڑپ کر بیڈ سے فرش پر آئی پھر شیطان کی مورتی پر اوندھی ہوگئی۔ اس کے لیے ڈھال بن کر بولی۔ ''تو پچھتائے گا۔ پارس! تو بہت پچھتائے گا۔ میرے یار! مجھے شکتی دے۔ میں اسے جلا کر راکھ کردینا چاہتی ہوں۔ یہ تجھے پیروں تلے کچل رہا ہے۔ میں یہ ذلت برداشت نہیں کروں گی۔''

پارس نے اس کی ایسی درگت بنائی تھی کہ دماغ کمزور ہوگیا تھا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''یہ تو شیطان کی فطرت ہے وہ مصیبت میں ڈال کر دور ہوجاتا ہے۔ اسے تیری جیسی بیشمار محبوبائیں مل جائیں گی تُو ایک سو دس برس پرانی ہوچکی ہے۔ آخری بار اسے آواز دے۔''

وہ بڑی عقیدت مندی سے تڑپ تڑپ کر اسے پکارنے لگی۔ میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو وہ تکلیف کی شدت سے سر کو تھام کر چیخنے لگی۔ پارس نے اسے دیکھتے ہوئے حیرانی سے




کہا۔ ''پاپا! یہ تبدیل ہورہی ہے۔ اس کے چہرے اور بدن پر جھریاں پڑرہی ہیں۔''

''میں اسے اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ شیطان نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب اس کا دماغ اور جسم ایک سو دس برس پرانا ہو رہا ہے۔ وہ بے حد کمزور ہوتی جارہی ہے۔ آخری جھٹکا برداشت نہیں کر سکے گی۔''

میں نے آخری بار اس کے دماغ کو جھٹکا دیا تو وہ ایک دم تڑپ کر ساکت ہوگئی۔ اس کا دم نکل گیا۔ میں نے پارس سے کہا۔ ''بیٹے! وہاں سے اپنا سامان اٹھاؤ اور احمد شیرازی کے پاس چلے جاؤ۔''

وہ پندرہ منٹ کے اندر اس کاٹیج سے باہر نکل آیا۔ شیرازی اپنی مشین کی اسکرین پر انچارج کو دیکھ رہا تھا۔ اس وقت صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ رات کی تاریکی میں گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا کسی شہر کی طرف جارہا تھا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ کہاں جاکر رکے گا؟ وہیں پہنچ کر اس کا محاسبہ کرنا تھا۔ غیر معمولی مشینوں کے نقشے اور ان سے متعلق کاغذات کو ہر حال میں اس چھین لینا تھا۔

اس کے بعد کبریا بھی جاگ گیا۔ مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا۔ باقی سو رہے تھے۔ اس نے تین گھنٹے بعد عالی کو جگایا اور خود سو گیا۔ اس طرح وہ باری باری جاگتے اور سوتے رہے۔ دن کے گیارہ بجے پورس نے شیرازی کو جگاتے ہوئے کہا۔ ''پلیز، بیدار ہوجائیں۔ وہ انچارج اسی شہر میں پہنچا ہوا ہے۔ ایک ہوٹل کے کمرے میں ہے۔''

عالی اور کبریا بھی بیدار ہوگئے۔ انہوں نے کہا۔ ''بھائی! ہمیں ابھی جاکر اسے شکنجے میں لے لینا چاہیے۔''

پورس نے کہا۔ ''وہ ایک تنہا بندہ ہے۔ تم دونوں یہیں رہو اور خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آتے جاتے رہو۔ میں اسکرین پر بھی نظر آتا رہوں گا۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ عالی میرے پاس آئی۔ میں سو رہا تھا۔ اچانک آنکھ کھل گئی۔ وہ بولی۔ ''سوری پاپا! آپ کو گہری نیند سے جگایا ہے۔ آپ آرام کریں۔''

''میں آدھے گھنٹے بعد بیدار ہونے والا تھا۔ اچھا ہوا تم آگئیں۔ کچھ کہنا چاہتی ہو؟''

''جی ہاں، وہ لیبارٹری انچارج اسی شہر کے ایک ہوٹل میں ہے۔ پورس بھائی اس سے نمٹنے گئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں آپ انہیں اسکرین پر دیکھتے رہیں۔''

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مشین کے پاس آکر بولا۔ ''تم جاؤ خیال خوانی کے ذریعے بھائی کے پاس رہو۔''

میں نے مشین آن کر کے اس انچارج کو دیکھا۔ وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں پہنچ کر گہری نیند سو رہا تھا۔ پچھلی تمام رات ریگستانی علاقے سے گاڑی ڈرائیو کرتا آیا تھا۔ تھکن سے نڈھال ہوگیا تھا۔ پورس نے وہاں پہنچ کر دروازے پر دستک دی۔ بار بار کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ اس نے تھکن اور تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا۔ ''کون ہے؟''

پورس نے کہا۔ ''پولیس انکوائری ہے۔ دروازہ کھولو۔''

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے پورس کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات نے یہی بتایا کہ وہ ایک پولیس افسر ہے۔ محض رسمی طور پر انکوائری کرنے آیا ہے۔ کچھ رشوت ملے گی تو چپ چاپ چلا جائے گا۔

انچارج نے مطمئن ہو کر دروازہ کھولا پورس نے اندر آتے ہوئے کہا۔ ''میں کوئی پولیس افسر نہیں ہوں۔ تمہاری موت ہوں۔''

اس نے ایک گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ ایسا فولادی گھونسا تھا کہ انچارج چکرا کر گر پڑا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے قمقمے سے جلنے بجھنے لگے۔ میں نے بیٹے سے کہا۔ ''اس کے اٹیچی میں غیر معمولی مشینوں سے متعلق نقشے اور اہم کاغذات ہیں۔ انہیں اپنی تحویل میں لو۔ غیر معمولی مشین بریف کیس کی صورت میں رکھی ہے۔ یہ سب لے کر یہاں سے جاؤ۔''

پھر میں نے شیرازی سے کہا۔ ''آپ فوراً کسی بھی پہلی فلائٹ میں سیٹیں حاصل کر کے چلے جائیں۔ یہاں کسی کو نہیں رہنا چاہیے۔ میں دشمنوں کے ساتھ کسی اور طرح سے نمٹنے والا ہوں۔''

پورس تمام اہم چیزیں لے کر چلا گیا۔ میں نے انچارج کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''فرش سے اٹھو اور آرام سے کرسی پر بیٹھ کر گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرو۔''

یہ اس کے دل کی بات تھی۔ وہ ایسی مصیبت کی گھڑی میں سیارے کے بھگوان سے مدد مانگ سکتا تھا۔ اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ''میرے آقا! میں زیرِ زمین لیبارٹری کا انچارج بول رہا ہوں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''بول کیا خبر ہے؟''

''آج کے بعد کوئی سنانے والی خبر نہیں رہے گی۔ تیری زیرِ زمین لیبارٹری نیست و نابود ہو چکی ہے۔ میں وہاں سے فرار ہو کر ایک شہر میں آیا ہوں۔ یہاں مجھے بے بس اور مجبور بنا دیا گیا ہے۔ فرہاد کا بیٹا غیر معمولی مشینوں کے نقشے اور اہم متعلقہ کاغذات لے گیا ہے۔ فرہاد ان لمحات میرے اندر گھسا ہوا ہے۔ میری مدد کر۔ میرے آقا! مجھے فرہاد کے شکنجے سے کسی طرح

نکال لے..... نہیں تو بے موت مارا جاؤں گا۔"

وہ غصے سے تحریر کے ذریعے بولا۔ "بکواس مت کر... تو مجھے تباہ و برباد ہونے سے نہ بچا سکا۔ مشینوں کے نقشے بھی ان کے حوالے کر دیے۔ تجھے تو مر جانا چاہیے۔ اگر دشمن نہیں ماریں گے تو میں تجھے مار ڈالوں گا... تیری رپورٹ پڑھ کر یقین نہیں آ رہا ہے کہ میرے قدم اس ارضی دنیا سے اکھڑ چکے ہیں۔ اس شیطان کی محبوبہ نے دعویٰ کیا تھا۔ وہ مسلمانوں سے مجھے تحفظ فراہم کرے گی، میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے انچارج سے کہا۔ "تو گھر کا رہا نہ گھاٹ کا... گریٹ ایشورارا تیری سلامتی کے لیے تجھے سیارے میں واپس نہیں بلائے گا۔ تیرے سامنے بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "مجھے معاف کر دے۔ میری جان بخش دے، مجھے اپنا غلام بنا لے۔"

"مجھے کسی کو غلام بنانے کا شوق نہیں ہے۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین سے ابھی رابطہ کر۔ وہ تجھے گریٹ ایشورارا کا خاص بندہ سمجھ کر پناہ دیں گے۔"

میں نے اکابرین کے دو چار فون نمبرز اسے بتا کر کہا۔ "تو ان سے باتیں کر۔ میں ابھی آؤں گا۔"

اس کے بعد میں نائب ایشورارا سوئم (خرّاٹا) کو اسکرین پر دیکھنے لگا۔ وہ کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے باتیں کر رہا تھا۔ تحریر کی خاموش زبان سے کہہ رہا تھا۔ "میرے آقا! میں ایک نہیں کئی بار جینا کے اندر جانے کی کوششیں کر چکا ہوں۔ ہر بار میری سوچ کی لہریں واپس آ جاتی ہیں۔ یقین کر لینا چاہیے کہ وہ مر چکی ہے۔"

مشین کی ننھی سی اسکرین پر گریٹ ایشورارا کا جواب اُبھرا۔ "میرا دل نہیں مانتا کسی طرح یقین ہونا چاہیے کہ وہ واقعی مر چکی ہے۔ وہ کہا کرتی تھی کہ شیطان کی طرح ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اسے موت کبھی نہیں آئے گی پھر وہ کیسے مر گئی؟"

"اس نے کہا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ تک پہنچنے نہیں دے گی۔ واقعی وہ میری حفاظت کر رہی تھی۔ غیر معمولی مشین کے بغیر میں بے دست و پا ہو چکا ہوں۔"

اس نے جواباً کہا۔ "اگر بابا صاحب کے ادارے کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تجھے ٹریپ کرے گا اور تجھے جینا کی مدد حاصل نہیں ہوگی تب اس کی موت کا یقین ہوگا۔"

اس بار خرّاٹا نے میری مرضی کے مطابق تحریری جواب دیا۔ "تو پھر سوچ لے کہ وہ مر چکی ہے اور فرہاد زندہ ہو گیا ہے۔ ان لمحات میں وہ میرے اندر آ کر بیٹھ گیا ہے۔"

"یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟"

اس نے جواباً لکھا۔ "ان لمحات میں نہ خرّاٹا حاضر دماغ ہے اور نہ ہی یہ بکواس کر رہا ہے۔ میں فرہاد علی تیمور تجھ سے مخاطب ہوں۔ تیرے نائب ایشورارا دوئم ذاکر اور یہ نائب ایشورارا سوئم خرّاٹا دونوں ہی میرے معمول اور تابع دار بن چکے ہیں۔ جینا شیطان کی محبوبہ مر چکی ہے۔ تیری جتنی بیساکھیاں تھیں وہ سب ٹوٹ چکی ہیں۔ اب صرف یورپ اور امریکا کے اکابرین رہ گئے ہیں۔ یہاں تیری حکمرانی کے سلسلے میں وہ تیری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ جو مدد کرنا چاہیں گے ہم انہیں جہنم میں پہنچا دیں گے۔ اب آگے بول تو کیا کر سکتا ہے؟"

وہ چپ تھا۔ بولنے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تجھے بہت پہلے ہی شکست ہو چکی ہے۔ اس دنیا میں تیرا داخلہ بند ہو چکا ہے۔ کسی بھی بہروپ میں آنا چاہے گا تو ہماری مشین تجھے ڈھونڈ نکالے گی۔ تُو حرام موت مارا جائے گا۔ ارے بیوقوف! جب تُو ہماری زمین پر قدم نہیں رکھ سکے گا تو حکومت کیسے کرے گا...؟"

فی الوقت اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اس نے رابطہ قائم کرنے والی مشین کو بند کر دیا۔ خرّاٹا یہ سن کر پریشان تھا کہ میں اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا ہوں۔ میں نے کہا۔ "جب تک میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے تمہیں سلامتی ملتی رہے گی۔ پہلا حکم یہ ہے کہ تمام اکابرین سے رابطہ کرو۔ انہیں اپنا اور گریٹ ایشورارا کا دکھڑا سناؤ۔ انہیں خاص طور پر زیرِ زمین لیبارٹری کی اہمیت بتاؤ۔ ان سب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے سیارے والوں کو رفتہ رفتہ کیسے مات دی ہے؟"

اس نے کہا۔ "تمہارا حکم سر آنکھوں پر..... میں ابھی ان سے رابطہ کر رہا ہوں۔"

میں ذاکر کے پاس آیا۔ اس کے ایک بازو اور ایک ٹانگ میں گولی لگی تھی۔ اگرچہ زخم بھرنے لگا تھا لیکن وہ لنگڑا اپاہج بن چکا تھا۔ اسے بھی جینا دلاسا دیتی رہتی تھی کہ میں اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ وہ اپنے غلام کو تحفظ دیتی رہے گی۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ ایک دم سے چونک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا۔ "تم...... تم میرے اندر آ کر بول رہے ہو؟ شیطان کی محبوبہ نے کہا تھا کہ..."

میں نے کہا۔ "شیطان کی جگہ جہنم میں ہے۔ وہ اپنی جگہ پہنچ گئی ہے۔ تیری سلامتی اسی میں ہے کہ تو تمام اکابرین سے رابطہ کر کے ان سے پناہ مانگ اور گریٹ ایشورارا سے التجا کر کہ وہ تجھے سیارے میں واپس بلا لے۔ اگر اس نے نہ بلایا اور



اکابرین نے تجھے پناہ نہ دی تو میں تجھے اپنی زمین پر زندہ نہیں رہنے دوں گا۔ جا... میں تجھے چند روز جینے کی مہلت دے رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ کچھ تھکن سی محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے مشین کو آف کرنے کے بعد بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ اگر سونیا ہوتی تو مجھے بڑھاپے کا احساس دلاتی۔ ویسے میں اپنے بڑھاپے کو اور بتدریج پیدا ہونے والی کمزوریوں کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا مگر سمجھ کر کیا کر سکتا تھا؟ ہر شخص کو کمزور بنانے والے اس آخری دور سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔

ذاکر، خرّاٹا اور لیبارٹری کا انچارج سب ہی اکابرین سے رابطہ کر رہے تھے۔ انہیں بتا رہے تھے کہ کس طرح زیرِ زمین لیبارٹری کی تباہی کے بعد گریٹ ایشورارا کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ وہ انہیں سیارے میں واپس نہیں بلا رہا ہے اور نہ ہی خود اس دنیا میں آنے کا حوصلہ کر رہا ہے۔ وہ تینوں کہہ رہے تھے کہ اکابرین نے انہیں پناہ نہ دی تو میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

تمام اکابرین کے سامنے یہ نئی سچویشن تھی۔ ہم نے گریٹ ایشورارا کو بہت بری طرح مات دی تھی۔ یہ انکشاف بھی نیا تھا کہ سیارے والوں نے ہماری دنیا میں ایک بہت بڑا زیرِ زمین سیٹ اپ قائم کیا تھا۔ جسے ہم نے تباہ کر دیا سیارے کے پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ باقی لوگوں کو ہم نے مار ڈالا ہے۔ اب یہی ذاکر، خرّاٹا، اور لیبارٹری انچارج رہ گئے ہیں۔ انہیں ہم نے اکابرین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔

تمام اکابرین ایک کانفرنس ہال میں یکجا ہو کر موجودہ حالات پر غور و بحث کرنے لگے۔ ان سب کو ہماری قوت اور برتری کا یقین ہو چکا تھا پھر بھی کچھ شبہ تھا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کو ہم کسی فوجی قوت اور کسی ہتھیار کے بغیر شکست دے چکے ہیں۔

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ "پہلے ہمیں گریٹ ایشورارا سے گفتگو کرنی چاہیے۔ اس سے بات کرنے کے بعد ہی ہم کسی نتیجے پر پہنچیں گے۔"

اس کانفرنس ہال میں ذاکر، خرّاٹا اور لیبارٹری کا انچارج بھی موجود تھے۔ انہیں سب سے الگ ایک گوشے میں بٹھایا گیا تھا۔ پانچ یوگا جاننے والے آرمی کے افسران نے خرّاٹا سے کہا۔ "نائب ایشورارا! یہاں آؤ اور اپنی کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے ہماری بات کراؤ۔"

اس نے رابطہ کیا۔ "اے میرے آقا! اس وقت میں ایک کانفرنس ہال میں ہوں۔ یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین یہاں موجود ہیں۔ یہ سب تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

خرّاٹا کی بات تحریر کے ذریعے گریٹ ایشورارا تک پہنچ رہی تھی۔ اس نے تحریری جواب دیا۔ خرّاٹا نے اسے بلند آواز میں پڑھا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "کیا تُو نے ان اکابرین کو ہمارے بدترین حالات بتائے ہیں؟ اگر بتا چکا ہے تو ان کا ردِّ عمل کیا ہے؟"

وہ جواباً بولا۔ "یہ اکابرین تیرا تحریری جواب چاہتے ہیں؟"

"میں جواب کیا دوں؟ فی الحال مسلمانوں کو برتری حاصل ہے۔"

اکابرین ایک ایک کر کے سوال کرنے لگے۔ گریٹ ایشورارا جواب دینے لگا۔ ایک نے سوال کیا۔ "اب تک جو بھی سیارے والے مارے گئے۔ ان کے قاتل سونیا اور فرہاد ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہاں، انہوں نے میرے پہلے نائب جوجو سے لے کر ایشورارا اول تک کو ہلاک کیا ہے۔"

"کیا فرہاد کی بیٹی اور بیٹے نے تیرے بہت بڑے زیرِ زمین سیٹ اپ کو تباہ کر دیا ہے؟"

"ہاں، انہوں نے مجھے ناقابلِ برداشت نقصان پہنچایا ہے۔"

"تیرے یہ تین وفادار ہم سے تحفظ اور سلامتی چاہتے ہیں۔ کیا تو انہیں تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "افسوس... فرہاد اور اس کی فیملی میری ایک کمزوری سے فائدہ اُٹھا رہی ہے۔ اگر میں ارضی دنیا میں رہتا تو انہیں قدم قدم پر مات دیتا۔"

"اس کا مطلب ہے تو اپنے وفاداروں کو موت سے بچانے کے لیے ہماری دنیا میں نہیں آ سکے گا؟"

"میں اپنی غیر معمولی مشین فرہاد سے چھین لینے کی پلاننگ کر رہا ہوں۔ وہ مشین اس کے ہاتھوں سے نکل جائے گی تو میں تمہاری دنیا میں چلا آؤں گا۔"

خرّاٹا نے تمام اکابرین کے سامنے وضاحت کی۔ "ہمارا آقا اس دنیا میں آ کر جہاں بھی خفیہ پناہ گاہ بنائے گا، فرہاد اسے مشین کے ذریعے دیکھ لے گا۔ وہ نہ کہیں چھپ سکے گا نہ اپنی جان بچا سکے گا۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ مشین بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہے۔ وہاں سے اسے حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔"

لیبارٹری انچارج نے کہا۔ "ان کے پاس اب ایک نہیں تین آڈیو ویڈیو کیپچرنگ مشینیں ہیں۔ انہوں نے ایک خرّاٹا سے

چھینی ہے اور دوسری مجھ سے لے گئے ہیں۔ گریٹ ایشورارا کوئی بھی جادوگری دکھا کر کسی بھی بہروپ میں یہاں نہیں آسکے گا۔"

یہ باتیں گریٹ ایشورارا تک پہنچائی جا رہی تھیں۔ وہ غصّے سے بولا۔ "کیا ہوا اگر میں وہاں نہ آسکا؟ میں یہاں سیارے میں بیٹھ کر ارضی دنیا پر حکومت کروں گا۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "جب کرے گا، تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو ہر پہلو سے شکست کھا چکا ہے۔ اس سچائی کو سب ہی مانتے ہیں کہ دنیا طاقت سے جھکتی ہے اور تو طاقت سے خالی ہو چکا ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تُو ہماری دنیا میں کبھی نہیں آسکے گا۔ اپنے وفاداروں کو نائب ایشورارا بنا کر بھیجے گا۔ اب تک آنے والے نائب ایشوراراؤں کا انجام تُو نے دیکھا ہے اور ہم بھی دیکھ چکے ہیں لہٰذا تیری اہمیت اور برتری ختم ہو چکی ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم نے تیرے آگے جھکنے اور تجھے اپنا حکمران تسلیم کرنے کی غلطی کی تھی۔ اب ایسی کوئی غلطی نہیں ہوگی۔ جا... دفع ہو جا۔ تو سیارے میں بیٹھ کر حکومت نہیں کر سکے گا۔ اس خوبصورت دنیا کو حسرت سے ہی دیکھتا رہے گا۔"

انہوں نے کمیونیکیشن مشین کو آف کر دیا۔ ایک حاکم نے کہا۔ "ذاکر، خراٹا اور لیبارٹری انچارج کو ایک علیحدہ خفیہ قید خانے میں رکھا جائے۔ یہ تینوں تجربہ کار سائنس داں اور بہترین کاریگر ہیں۔ ہم ان کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔"

میں مشین کے پاس بیٹھا اسکرین پر سب کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہاں میرا ایک آلۂ کار ان کے درمیان سے گزرتا ہوا اسٹیج پر آیا پھر بولا۔ "میں فرہاد علی تیمور ہوں...."

تمام حاضرین کو چپ سی لگ گئی۔ وہ اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے بھولا ہوا سبق یاد آگیا ہو۔ میں نے کہا۔ "مجھے بھول گئے؟ میں نے تمہاری گردنوں سے غلامی کا طوق اتارا ہے اور مجھے ہی بھول گئے۔ ابھی میں ایک طرف ہٹ جاؤں اور گریٹ ایشورارا کو یہاں من مانی کرنے دوں تو تم پھر اس کے غلام بن جاؤ گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ابھی ہم تم سے رابطہ کر کے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتے تھے۔ بے شک تم نے سیارے والوں کو شکست دی ہے۔ انہیں نیچا دکھایا ہے۔ آئندہ وہ بھی ہماری دنیا کا رخ نہیں کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "تمہیں ان سے نجات مل گئی۔ آئندہ تم پھر مسلمانوں سے دشمنی کرنے کی روش اختیار کر لو گے۔"

آرمی کے ایک افسر نے کہا۔ "یقین کرو ہم آئندہ دوست بن کر رہیں گے۔"

"اچھی طرح سمجھ لو۔ نہ چاہتے ہوئے بھی دوست بن کر رہنا پڑے گا کیونکہ غیر معمولی مشین کے ذریعے ہم تمام اکابرین کے گھروں کے، دفتروں کے اور آرمی کے ایک ایک شعبے کے راز معلوم کرتے رہیں گے۔ تم بیڈروم اور باتھ روم میں چھپ کر سازشیں کرو گے ہم وہاں بھی پہنچ جایا کریں گے۔"

انہیں چپ لگ گئی۔ سیارے والوں نے ان کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ مشین کے ذریعے ان کے خطرناک رازوں تک پہنچتے رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "ہم مسلمان خدا سے ڈرتے ہیں۔ فرعون بن کر تمہیں غلام نہیں بنائیں گے۔ ہم تمہاری تمام کمزوریوں کا ریکارڈ اپنے پاس محفوظ رکھیں گے تو تم سیدھے رہو گے اور ہمارے خلاف سازشیں اور عداوت نہیں کرو گے۔ اس طرح ہم امن و امان سے اپنی دنیا کو اور زیادہ خوبصورت بناتے رہیں گے۔"

میرے آلۂ کار نے اپنے لباس سے ایک ریوالور نکال کر ذاکر، خراٹا اور لیبارٹری انچارج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تینوں ذہین سائنس داں ہیں۔ یہ تمہارے لیے غیر معمولی مشینیں تیار کر سکتے ہیں اور میں یہ کبھی نہیں چاہوں گا۔"

یہ کہتے ہی میرے آلۂ کار نے تینوں کو گولی مار دی۔ کانفرنس ہال میں کھلبلی مچ گئی۔ میرا آلۂ کار ریوالور پھینک کر ان کے درمیان سے گزرتا ہوا جانے لگا...... کوئی اسے گرفتار کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اسے گرفتار کر کے مصیبت میں پڑ جائیں گے۔

یہ بات بھی وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ آئندہ کبھی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک بات بھی زبان پر نہیں لا سکیں گے۔ اس آلۂ کار کے جانے کے بعد میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ یہ تاثر دیا کہ میں جا چکا ہوں۔

دو چار افسران اور اعلیٰ عہدیداروں نے مجھے پکارا پھر خاموش ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ چپ چاپ یہ تسلیم کرنے لگے کہ آئندہ مسلمانوں سے بنائے رکھنی ہے۔

کیا یورپ اور کیا امریکا کے اکابرین اور کیا سیارے کا گریٹ ایشورارا.... سب ہی کے کس بل ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ تمام اکابرین نے چُپ سادھ لی تھی...... بیچارے مجبور ہو گئے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ڈھکی چھپی سازشیں بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کسی بند کمرے میں ایک دو...

ہماری کوئی شکایت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ہمیشہ یہ اندیشہ حواسوں پر چھایا رہتا کہ ہم غیر معمولی مشین کی اسکرین پر انہیں دیکھ رہے ہیں۔

وہ تو اندیشوں میں مبتلا رہتے مگر گریٹ ایشورارا تو اچھی طرح خوفزدہ ہو گیا تھا۔ بھول کر بھی ہماری دنیا میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی موت ہماری غیر معمولی مشین کی اسکرین پر لکھی ہوئی تھی۔ وہ اس اسکرین پر کبھی نظر نہیں آنا چاہتا تھا۔ ہماری دنیا پر مسلط ہونے کے تمام ہتھکنڈے آزما چکا تھا...... تھک ہار گیا تھا...... یہاں حکمران بننے کے لیے کسی بھی چور راستے سے نہیں آسکتا تھا۔

پھر بھی ہم انتظار کر رہے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ موجودہ گریٹ ایشورارا مر جائے اور اس کی جگہ دوسرا آجائے۔ ہم اس نئے اجنبی گریٹ ایشورارا کو کبھی دیکھ نہ پاتے مگر وہ چوری چھپے آکر کیا کرتا؟ یہاں حکومت کرنے کے منصوبوں پر عمل کرتا تو ہمیں خبر ہو جاتی پھر پچھلے کئی ایشوراراؤں کی طرح اسے بھی ٹریس کر لیا جاتا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ دن، ہفتے، مہینے گزر گئے پھر ایک برس گزر گیا مگر سیارے سے کوئی نہیں آیا۔

جیسے راوی نے چین لکھ دیا تھا، نہ کہیں سے سازشیں ہو رہی تھیں۔ نہ ہنگامے ہو رہے تھے، ایسے آرام وسکون کے دور میں میرے بڑھاپے اور کمزوریوں نے تمام فیملی ممبران کا سکون برباد کر دیا۔ آمنہ، سونیا، میری بیٹی، بیٹے اور میری پوتی انوشے اور میری بہو الپا سب ہی پریشان ہو گئے۔ سب ہی کی صورتیں ماتمی ہو گئیں۔ یہ پیشگوئی سب جانتے تھے کہ کاہنہ کی موت کے کچھ عرصے بعد میری موت لازمی ہے۔

یہ پیشگوئی بھی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے میں ایک ایسے بزرگ تشریف لائیں گے جو پچھلے تیس برس سے گوشہ نشین رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہا کرتے ہیں۔ وہ تیس برس کی مدت بھی پوری ہو چکی تھی۔ جناب اسداللہ تبریزی نے ادارے کے تمام علمائے دین کے اور تمام اہم افراد کے درمیان بیٹھ کر کہا۔ "ہم سب آئندہ جمعہ کی نماز ان محترم بزرگ کی امامت میں ادا کریں گے۔"

انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ اس ادارے کے بانی محترم بابا فرید واسطی ہیں۔ اب سے تیس برس پہلے یہاں کے تمام افراد نے بابا فرید واسطی کو دیکھا ہے۔ وہ بظاہر ایک ہی نظر آتے تھے مگر حقیقتاً دو سگے ہم شکل بھائی ہیں۔ ان میں سے ایک ادارے میں موجود رہتے اور دوسرے بابا صاحب عبادت کرنے کے لیے گوشہ نشین ہو جایا کرتے تھے۔ جب وہ واپس آتے تو ادارے میں موجود رہنے والے بابا صاحب مسلسل عبادت کرنے اور گوشہ نشین رہنے کے لیے چلے جاتے تھے۔

یہ سلسلہ ایسے جاری رہا کہ کسی نے دونوں بھائیوں کو کبھی ایک ساتھ یکجا نہیں دیکھا تھا۔ دونوں بابا صاحب نے سونیا کو اپنی لاڈلی بیٹی بنایا تھا۔ وہ دن رات ان کی خدمت کرتی رہتی تھی۔ صرف وہی ایک ہستی تھی جو کسی وقت بھی ان کے حجرے میں چلی جاتی تھی۔ وہ ان کے اس قدر قریب رہنے کے باوجود بھی یہ نہ جان سکی کہ اسے بیٹی بنانے والے ایک نہیں دو بابا صاحب ہیں۔

تیس برس پہلے ان میں سے ایک بابا صاحب کی طبعی عمر پوری ہو گئی۔ وہ اپنے حجرے میں تنہا رہتے تھے۔ وہاں صرف سونیا ان کی خدمت کے لیے حاضر رہا کرتی تھی۔ انہوں نے آخری وقت میں اسے دعا دی تھی کہ وہ اپنی طبعی عمر تک کبھی بوڑھی، کمزور اور ناتواں نہیں ہوگی۔ اپنے آخری وقت تک جوان اور شہزور رہے گی۔ ان دنوں وہ تقریباً بائیس برس کی تھی۔ اب تیس برس کے بعد بھی بابا صاحب کی دعاؤں کے طفیل جوان اور شہزور نظر آتی تھی۔

ان کی وفات کے بعد صرف ان علما کو بابا صاحب کی حقیقت معلوم ہوئی جو روحانیت کے انتہائی درجے تک پہنچنے کے لیے عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ وہ تمام علما روحانی علوم کے ذریعے بابا فرید واسطی سے کبھی کبھی رابطہ رکھتے تھے اور ادارے کے اہم پیچیدہ مسائل پر ان سے مشورے لیتے رہتے تھے۔ جب کبھی عیسائیوں اور یہودیوں نے یورپ اور امریکا کے اکابرین نے اس ادارے کو ختم کرنے کی سازشیں کیں تو بابا صاحب کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے ان سازشوں کو ناکام بنا دیا گیا اور ایسا کرنے کے لیے ہمیشہ میری اور سونیا کی خدمات حاصل کی گئیں تھیں۔

بابا فرید واسطی کی آمد کے حوالے سے یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ ان کی آمد کے ٹھیک چالیس دن کے بعد میں اپنی زندگی کی سانسیں پوری کر لوں گا۔ دنیا کی ہر ہستی کو فنا ہونا ہے میں بھی فنا ہو جاؤں گا۔

یہ دلوں میں کچوکے لگانے والی حقیقت ہے۔ یہ پیش آنے والا المیہ میری بیویوں اور بچوں سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ وہ سب ہی مضبوط دل اور مضبوط اعصاب رکھتے تھے۔ آنسو بہانا نہیں جانتے تھے مگر اندر ہی اندر یہ گہرا صدمہ برداشت کر رہے تھے۔ میں بستر علالت پر پڑا تھا۔ ادارے کے بہترین تجربہ کار ڈاکٹرز میرا علاج کر رہے تھے۔ علاج کے نتیجے میں کبھی طبیعت بحال ہو جاتی تھی اور کبھی پھر بگڑ جاتی تھی۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ بڑھاپے کی کمزوریوں کا علاج دنیا

کے کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے۔

یہ تو بابا فرید واسطی کی کرامات کا ایک نمونہ تھا کہ انہوں نے سونیا کو بڑھاپے سے دور کر دیا تھا۔ وہی ایک ایسی خوش نصیب تھی کہ سدا جوان رہ کر اپنی طبعی عمر پوری کرتی۔ میں اسے حسرت سے دیکھ کر سوچتا تھا کہ قدرت کا نظام ایک ذرا تبدیل نہیں ہوسکتا؟ کیا انسان بوڑھا ہوئے بغیر اپنی زندگی پوری نہیں کرسکتا؟ درحقیقت بڑھاپا آدھی موت ہے۔ موت سے پہلے اور جوانی کے بعد آدمی تقریباً مر ہی تو جاتا ہے۔

میں نے اپنے بچوں سے کہا۔ ''میں دنیا کا ایسا کوئی پہلا انسان نہیں ہوں جو مرنے والا ہو اور جس کا سوگ وقت سے پہلے منایا جارہا ہے۔ تم لوگوں کے اترے ہوئے چہرے مجھے اچھے نہیں لگتے، خدا کے لیے ہنستے بولتے رہا کرو۔''

وہ جبراً مسکرا کر بولنے لگتے تھے، سونیا مجھ سے دور دور رہتی تھی۔ ڈاکٹرز کے پاس گھنٹوں بیٹھی میری بیماریوں پر بحث کرتی رہتی تھی۔ وہ میرے لیے دعائیں بھی کرتی تھی۔

میں نے پوچھا۔ ''تمام دن کہاں رہتی ہو؟ صرف رات گزارنے میرے پاس آجاتی ہو؟''

بابا صاحب کے ادارے میں کسی بھی میاں بیوی کو ایک چھت کے نیچے رات گزارنے کی اجازت نہیں تھی چونکہ میں بیمار تھا، اس لیے سونیا کو میری تیمارداری کی غرض سے اجازت مل گئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''مقدر میں جو لکھا ہے اسے ہم مٹا نہیں سکتے پھر بھی دل کے اطمینان کے لیے ڈاکٹرز سے ملتی رہتی ہوں۔''

''کیا تمام دن ڈاکٹرز سے ملتی رہتی ہو؟ نہیں نا...... سچ بتاؤ کہاں وقت گزارتی ہو؟''

وہ سر جھکائے تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ''یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ بابا فرید واسطی مجھ سے کتنی محبت کرتے تھے۔ اب وہ آرہے ہیں۔ ان کا حجرہ پہلے مقفل رہا کرتا تھا، اب اسے کھول دیا گیا ہے۔ وہاں صرف میں جاتی ہوں۔ اسے صاف ستھرا رکھتی ہوں۔ فجر سے عشا کی نماز تک وہیں رہ کر عبادت کرتی ہوں۔''

''چلو اچھا ہے عبادت کرنے سے آرام ملتا ہے۔ اطمینان حاصل ہوتا ہے۔''

''یہ علم آگہی، یہ پیشگوئی اطمینان کو کھا جاتی ہے۔ ہماری زندگی میں اگلے پل کیا ہونے والا ہے' یہ ہم نہیں جانتے اور یہ اچھا ہی ہے۔ جب معلوم ہوجائے' تب ایسی حالت ہوجاتی ہے جیسے ہماری ہورہی ہے۔ کسی کل قرار نہیں آتا...... نہ کھانا پینا اچھا لگتا ہے...... نہ نیند آتی ہے...... آنکھ لگتی بھی ہے تو ذرا سی دیر میں آپ ہی آپ کھل جاتی ہے۔ پیش آنے والی تلخ حقیقت جھنجھوڑ کر جگا دیتی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ بڑا کارساز ہے۔ بندوں کو مطمئن رکھنے کے لیے آنے والے مصائب اور مسائل سے بے خبر رکھتا ہے مگر افسوس میرے متعلق ہونے والی پیشگوئی نے ہلچل مچا دی ہے۔ میں اپنے چاہنے والوں کے لیے موت سے پہلے ہی وبال بن گیا ہوں۔''

''ایسے نہ کہو، تمہارے لیے پیار اتنی شدت اختیار کرتا جا رہا ہے جیسے ہماری زندگی میں' ہماری دنیا میں صرف تم ہی تم ہو اور تمہارے بعد کچھ نہیں ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تمہارے ساتھ ہماری آنکھیں بھی بند ہوجاتیں۔''

''جذبات عجیب بے تکی باتیں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ تمہیں سارے غم بھول کر خوش رہنا چاہیے، بابا فرید واسطی تشریف لارہے ہیں۔''

سونیا نے بڑے اعتقاد بڑے جذبے سے کہا۔ ''وہ آچکے ہیں۔''

میں نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''جب میں حجرے میں ہوتی ہوں تو وہاں کی تنہائی اور خاموشی میں بابا صاحب کو محسوس کرتی ہوں۔''

''یہ تو تمہارے احساسات ہیں۔''

''جس پر غیر متزلزل اور پختہ عقیدہ ہو' وہ ہستی آنکھوں کے سامنے مجسم دکھائی دیتی ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا کہ میں بولتی ہوں اور وہ میری باتیں سنتے ہیں۔''

میں نے اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''باتیں سننے والا موجود ہو تو وہ جواب ضرور دیتا ہے۔''

''مجھے اپنی باتوں کے جواب میں خوشبو کا ایک ہلکا سا جھونکا محسوس ہوتا ہے پھر میرے اندر ٹھنڈے میٹھے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ میں بابا صاحب کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح پہچانتی ہوں مگر مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ میری سوچ اور میرے لب و لہجے میں بولتے ہیں۔ مجھے حیات اور موت کے بارے میں سمجھاتے ہیں۔

یہ زندگی کیا ہے...؟ اسے ہم نے خود سے حاصل نہیں کیا۔ کسی بازار سے نہیں خریدی تھی۔ ہمارے ماں باپ تو محض ایک وسیلہ ہیں۔ دینے والا تو وہ خدا ہے۔ وہ ہمیں دیتا ہے پھر واپس لینے کا حق بھی وہی رکھتا ہے اور جب وہ زندگی کو واپس لیتا ہے تو ہمیں غم نہیں کرنا چاہیے۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ایک بندہ دوسرے بندے سے مختلف ہوتا ہے اور ایک بندہ دوسرے بندے سے مشابہت رکھتا





## بے خودی

ہماری اس کلاس میں چند لڑکیاں بھی تھیں۔ وہ ایک ساتھ بیٹھا کرتیں۔ ایک روز کلاس میں دوسری طالبات کے نہ آنے پر ایک طالبہ اکیلی ہی رہ گئی، اور ہمیں ایک اچھا طلب علم سمجھتے ہوئے، اس نے ہمارے ساتھ بیٹھنے کو ترجیح دی۔ اس دوران ہمارے استاد نے ایک لفظ ''شریط'' کے معنی اس سے پوچھے۔ اس نے ہم سے مدد چاہی اور ہم سے سرگوشی میں اس لفظ کے معنی کے بارے میں سوالیہ رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔ ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ ہم صرف اور صرف عربی پر توجہ دیتے تھے۔ چنانچہ کئی ماہ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ہم نے گردن کتاب سے اٹھائی اور اسے نظر بھر کر دیکھا اور جناب اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں میں ڈوب کر رہ گئے۔ یہ حسینہ بھی ہماری ہم جماعت ہے، یہ انکشاف ہمارے لیے ایک امر حیرت تھا۔ چنانچہ ہماری تمام ہوشیاری اور عربی اس لمحہ عالم بالا کی جانب پرواز کرگئی اور ہم اپنی اس نیم بے ہوشی کے عالم میں بروقت جواب نہ دے سکے اور استاد سے بھی خاصی ڈانٹ کھائی۔

ایک عجمی کی عربی کا احوال، تلاش: رفعت رضا

ہے؟ دنیا کے ایک سرے میں پیدا ہونے والا شخص دوسرے سرے پر پیدا ہونے والے کا ہم شکل نکل آتا ہے۔ ایسے اتفاقات دنیا کے کئی ممالک میں ہوتے ہیں۔ دو بندے صرف ہم شکل ہی نہیں، ہم مزاج اور ہم خیال بھی ہوتے ہیں۔

تم ایک ہی سونیا نہیں ہو۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں تمہارے جیسی دو چار ضرور ہوں گی۔ یہ دنیا کھیل تماشے کی جگہ ہے۔ اگر آج ایک فرہاد کے مقدر میں موت لکھی ہے۔ وہ اپنی سانسیں پوری کررہا ہے تو ان ہی لمحات میں کسی دوسرے ہم شکل کو نئی زندگی مل رہی ہوگی۔ اگر ایک موت کے پردے میں چھپے گا تو دوسرا زندگی کے اسٹیج پر دکھائی دے گا، اسے یہ سمجھا جائے گا کہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق اس نے دوسرا جنم لیا ہے۔

قدرت کے کھیل تماشے جب سمجھ میں نہیں آتے تو یہی رائے قائم کی جاتی ہے کہ کسی نے دوسرا تیسرا جنم لیا ہے، آہ...''

سونیا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہوسکتا کہ تمہاری آئی کسی دوسرے ہم شکل کو آجائے؟ تمہاری تقدیر کسی دوسرے ہم شکل کی ہوجائے، اس کی زندگی پوری ہو اور تمہیں نئی زندگی مل جائے؟''

میں نے نقاہت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم بڑی محبت اور جذبے سے میرے متعلق سوچ رہی ہو مگر ہماری تمہاری سوچ کے مطابق دنیا کا کاروبار نہیں چلتا۔ ہم سوچتے کچھ ہیں' ہوتا کچھ ہے۔ ابھی جس بات کی توقع کرتے ہیں' اس کے برعکس کچھ سے کچھ ہوجاتا ہے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''اب میں جارہی ہوں۔ آج رات نہیں آسکوں گی، میری جگہ عالی تمہارے پاس رہے گی۔''

''کیا آج رات نہ آنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟''

وہ بولی۔ ''آج جمعرات ہے۔ رات بارہ بجے سے جمعہ کا دن شروع ہوگا۔ پتا نہیں بابا صاحب کس وقت تشریف لے آئیں۔ مجھے حجرے میں رہنا چاہیے۔''

''یہ تو اطلاع ملی ہوگی کہ وہ بائی روڈ آرہے ہیں یا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہمارے ہیلی پیڈ پر پہنچیں گے؟''

''ابھی تک ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔ اعلیٰ حضرت ان کے متعلق کچھ جانتے ہوں گے لیکن انہوں نے کسی سے ابھی تک کچھ نہیں کہا ہے۔''

وہ چلی گئی۔ بابا فرید واسطی کے حجرے میں کبھی بجلی کی روشنی نہیں ہوتی تھی۔ وہاں صرف شمع روشن کی جاتی تھی۔ پچھلے تیس برس سے ہر روز اس حجرے کی صفائی کرنے کے بعد اسے لاک کردیا جاتا تھا پھر شام ہوتے ہی ایک شمع روشن کردی جاتی تھی۔

اس رات بھی ایک شمع روشن کی گئی تھی لیکن ٹھیک آدھی رات کے بعد اس کی روشنی ماند پڑ گئی اور اندر ایک نور سا پھیل گیا۔ اعلیٰ حضرت نے عشا کی نماز کے بعد تمام نمازیوں سے کہا تھا کہ وہ آج رات بارہ بجے بابا فرید واسطی کے حجرے کے سامنے حاضر ہوجائیں، اسی لیے وہ سب وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ حجرے کے اندر اچانک نور پھیلنے لگا تو سب نے بڑی عقیدت سے اس نورانی اجالے کو دیکھا اور بیک زبان اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے۔

ایسے ہی وقت میں نے بے حد کمزوری محسوس کی۔ میرا سر چکرانے لگا۔ میں بیٹھے بیٹھے تکیے پر گر گیا۔ عالی دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا۔ اس نے ادارے کے ڈاکٹر کو فون کیا۔ ''آپ فوراً تشریف لے آئیں۔

نہ جانے بابا کو کیا ہو گیا ہے؟"

کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا' کیا ہو گیا ہے؟ کیا ہو رہا ہے؟ کیا ہونے والا ہے؟ سیدھی سی بات سمجھی جا سکتی تھی کہ بابا فرید واسطی کی آمد کے ساتھ ہی میری موت کا پہلا مرحلہ شروع ہو چکا ہے۔ میں اپنے اختتام کی طرف چل پڑا ہوں۔

بابا صاحب کے حجرے کے سامنے ادارے کے علما، ڈاکٹرز، سائنس داں، اساتذہ اور تمام طلبہ و طالبات جمع ہو گئے تھے۔ سب ہی خوش ہو کر اس نور کو دیکھ رہے تھے۔ جس کا اجالا روشن دان سے باہر آ رہا تھا۔ باقی دروازے اور کھڑکیاں بند تھیں۔ وہاں سے ایک بھاری بھرکم دل میں اتر جانے والی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کلام پاک کی ایک آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ سب ہاتھ باندھے سر جھکائے ادب سے کھڑے تھے۔ دل فرطِ عقیدت سے دھڑک رہے تھے۔ سب ہی انہیں ایک نظر دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔

آیت کے اختتام پر حجرے کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلا تو نورانی اجالا باہر آنے لگا۔ سونیا اندر تھی۔ وہی دروازہ کھول رہی تھی۔ بابا فرید واسطی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے پر آ گئے۔ حجرے کے باہر بجلی کے قمقمے روشن تھے۔ اس روشنی میں وہ واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ انہوں نے شانوں سے لے کر ٹخنوں تک سفید لبادہ پہنا ہوا تھا۔ ڈاڑھی اور سر کے بال بھی سفید براق سے تھے بھنوئیں بھی سفید تھیں۔ اگرچہ وہ دراز قد تھے لیکن بڑھاپے نے کمر جھکا دی تھی۔ وہ ایک سفید چھڑی کے سہارے کھڑے تھے۔ انہوں نے بہ آواز بلند اسلام وعلیکم کہا۔ سب ہی نے بیک زبان سلام کا جواب دیا۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ کی پشت کو بوسہ دیا اور کہا۔ "ہم سب آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ نے برسوں کی عبادت اور ریاضت سے روحانیت میں جو درجۂ کمال حاصل کیا ہے۔ اس کے لیے ہم سب کی طرف سے مبارک باد قبول فرمائیں۔"

تمام حاضرین نے بیک زبان کہا۔ "مبارک ہو... مبارک ہو... مبارک ہو..."

انہوں نے کہا۔ "بہتر ہے ہم سب مسجد میں چلیں۔ وہاں باتیں بھی ہوں گی اور تہجد کی نماز بھی ادا کی جائے گی۔"

وہ جناب علی اسد اللہ تبریزی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چھڑی ٹیکتے ہوئے آگے بڑھے تمام لوگ ایک قافلے کی صورت میں ان کے پیچھے چلتے ہوئے وسیع و عریض مسجد کی جانب چلے۔

تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد بابا فرید واسطی نے کہا "ہمیں اپنی نیند پوری کرنی چاہیے۔ تاکہ وقت پر بیدار ہو کر فجر کی نماز ادا کی جائے۔ انشاء اللہ کل نمازِ جمعہ کے بعد یہاں ایمان افروز اجتماع ہوگا۔"

اِدھر ڈاکٹر نے آ کر میرا معائنہ کیا دوائیں دیں۔ انجکشن لگایا جس کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ سونیا میرے پاس آئی تو عالی نے بتایا کہ میری طبیعت خراب ہو گئی تھی اور اب میں سکون سے سو رہا ہوں۔

سونیا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "اب تم جاؤ آرام کرو۔ بابا فرید واسطی ہمارے ادارے میں تشریف لے آئے ہیں۔ کل ہم سب ان کے سامنے حاضر ہوں گے۔ ان کی آمد سے مجھے حوصلہ مل رہا ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے' تمہارے پاپا کو کچھ نہیں ہوگا۔ جاؤ بیٹی! اپنے کمرے میں جا کر آرام سے سو جاؤ۔"

عالی چلی گئی۔ سونیا میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ میرے لیے بہت فکر مند تھی۔ مجھے بڑی محبت سے دیکھنے لگی۔

بابا فرید واسطی طویل عرصے کے بعد آئے تھے۔ وہ دوسرے ہی دن سے ادارے کے ایک ایک شعبے میں جا کر وہاں کی کارکردگی دیکھ کر خوش ہونے لگے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان کے قائم کردہ ادارے نے تعلیمی' سائنس اور ٹیکنالوجی کے اعتبار سے بہت ترقی کی تھی۔ انہوں نے دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے جو کوششیں کی تھیں وہ کامیابی اور کامرانی کی طرف لے جا رہی تھیں۔

سونیا کو تو وہ دل و جان سے چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے اور میرے بچوں نے جو کارنامے انجام دیے تھے وہ سب ان کے علم میں تھے۔ وہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ وہاں آمنہ، سونیا، پارس، پورس، عالی، کبریا، انوشے، عدنان اور الپا سب ہی موجود تھے۔ انہوں نے مجھے دعائیں دیں پھر میرے تمام فیملی ممبران سے کہا۔ "بیمار کے لیے دوا اور دعا کی جاتی ہے۔ بیمار کو شفا حاصل ہوگی یا نہیں... یہ تم نہیں جانتے اور جو تم نہیں جانتے اسے خدا پر چھوڑ دیا کرو۔"

میں خاموشی سے ان کی پُر رونق اور پُر وقار شخصیت کو دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ بیماری نے کس قدر مجبور کر دیا ہے، مجھے بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا لیکن یہ تقریباً چھیانوے سال کی عمر میں چھڑی ٹیکتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں۔ اس لحاظ سے میں بہت خوش نصیب ہوں۔

انہوں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے میری پیشانی پر شہادت کی انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ "تم واقعی خوش نصیب ہو۔



اس لیے نہیں کہ میں یہاں چل کر آیا ہوں۔ ہاں، اس لیے کہ تمہیں بہت دور چل کر جانا ہے۔"

وہ چھڑی ٹیکتے ہوئے میرے بچوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آمنہ اور سونیا کے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔ ان کے آخری الفاظ کچھ زیادہ واضح نہیں تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں خوش نصیب ہوں۔ اس لیے نہیں کہ وہ یہاں چل کر آئے ہیں بلکہ اس لیے کہ مجھے بہت دور چل کر جانا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہو سکتا تھا کہ میں بستر سے اٹھ کر زندگی کا سفر دور تک طے کر سکوں گا اور دور تک جانے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس دوری کی سمت جانا ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

اب جناب علی اسد اللہ تبریزی سے یا بابا فرید واسطی سے پوچھنا مناسب نہیں تھا کہ میرے سلسلے میں جو پیشگوئی کی ہے اس کا کیا ہوگا؟ آثار کہہ رہے تھے کہ پیش گوئی درست سمت جا رہی ہے۔ یہ کہا جا چکا تھا کہ کاہنہ میری زوجیت میں آئے گی، میری ایک بیٹی کی ماں بنے گی۔ وہ سب درست ثابت ہوا تھا۔ یہ بھی درست ثابت ہو رہا تھا کہ کاہنہ کی موت کے بعد میں اپنی موت کے قریب جاؤں گا اور دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ اس ادارے میں بابا فرید واسطی تشریف لائیں گے۔ اس کے ٹھیک چالیس دن کے بعد میری موت واقع ہوگی... اور یہ سب ہی دیکھ رہے تھے کہ میں بہت بیمار ہوں اور رفتہ رفتہ اپنی آخری منزل کی طرف جا رہا ہوں۔

مقررہ وقت کے دس دن گزر گئے پھر بیس دن گزر گئے۔ سونیا روز ہی حجرے میں جاتی تھی۔ بابا فرید واسطی عام دنوں میں بھی روزے رکھتے تھے۔ وہ سحری کے وقت پہنچ جاتی تھی۔ انہیں کھلانے پلانے کے بعد حجرے کی صفائی کرتی تھی۔ ان کے اتارے ہوئے لباس اپنے ہاتھوں سے دھو کر استری کرتی تھی پھر افطاری کے وقت ان کے پاس حاضر ہو جاتی تھی۔ وہ چپ رہتی تھی۔ بہت کم بولتی تھی۔

ایک روز انہوں نے کہا۔ "انسان کو سنجیدہ اور خاموش رہنا چاہیے لیکن اداس اور مایوس ہو کر نہیں رہنا چاہیے۔ تم کیوں چاہتی ہو کہ فرہاد تم سے پہلے اس دنیا سے نہ جائے؟"

وہ سر جھکا کر بولی۔ "اس دنیا سے سب ہی کو جانا ہے۔ کسی کو پہلے جانا ہے۔ کسی کو بعد میں مگر....."

انہوں نے بڑی شفقت سے پوچھا۔ "آگے بولو...؟"

اس نے پوچھا۔ "کیا قدرتی نظام میں تبدیلیاں نہیں ہوتیں؟"

"ضرور ہوتی ہیں۔ آسمان بھی بدلتا ہے۔ زمین بھی بدل جاتی ہے۔ جب سے یہ دنیا آباد ہوئی ہے تب سے سمندروں اور پہاڑوں میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ کتنے ہی زلزلے آئے۔ کہیں زمین گہری کھائیوں میں بدل گئی۔ کہیں پہاڑ اُبھر آئے۔ کہیں زمین سمندر میں ڈوب گئی اور کہیں سمندر کا پانی اتر گیا اور زمین نمودار ہو گئی۔ اس دنیا کا نقشہ بدلتا رہا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا انسانوں میں تبدیلیاں نہیں آتیں؟"

"بے شک آتی ہیں۔ زمانہ قدیم سے لے کر آج تک انسانوں میں نمایاں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ زمانہ قدیم کا انسان جسمانی طور پر بہت ہی قد آور اور چٹان کی طرح مضبوط تھا۔ سردی، گرمی، برسات اور برف باری کا اس پر اثر نہیں ہوتا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر بہت کمزور تھا۔ رفتہ رفتہ ایسی تبدیلیاں ہوتی رہیں کہ اب انسان جسمانی طور سے کمزور ہو گیا ہے۔ ذرا سی سرد ہوا لگتے ہی چھینکنے لگتا ہے لیکن اس نے حیرت انگیز طور پر ذہنی توانائیاں حاصل کی ہیں۔ علم و ہنر کے مراحل طے کرتے ہوئے چاند پر پہنچ گیا ہے اور اب دیگر سیاروں تک پہنچنا چاہتا ہے مگر میری بیٹی! تم جو کہنا چاہ رہی ہو۔ وہ کہہ نہیں پا رہی ہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی۔ "کیا قانونِ قدرت میں اک ذرا سی تبدیلی نہیں ہو سکتی؟ کیا موت عارضی طور پر ٹل نہیں سکتی؟"

"عارضی طور پر ٹلنے والی بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ موت کا کوئی وقت مقرر کیا گیا ہے۔ ہم کیا جانیں کہ ہمیں کس وقت موت آئے گی؟"

"لیکن پیشگوئیاں تو کی جاتی ہیں اور بہت سی پیشگوئیاں درست ہوتی ہیں۔ جو وقت موت کا بتایا جاتا ہے اسی وقت موت آتی ہے۔"

"ایسی پیشگوئیاں کبھی کبھی درست ہوتی ہیں۔"

## گنجے فرشتے

ہمیں یہ تو نہیں پتا منٹو صاحب نے گنجے فرشتے کہاں دیکھے لیکن ہم نے لیڈی ولنگڈن اسپتال کے لیبر روم میں اپنی ڈیوٹی کے دوران ہر فرشتہ گنجا ہی پیدا ہوتے دیکھا، سب نے بعد میں ہی بال نکالے۔ لانگ فیلوز نے تو یہاں تک کہا ہے" جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے بال نہیں ہوتے، بوڑھے بھی بے بال ہوتے ہیں۔ گویا گود سے گور تک کا فاصلہ ایک ہیئر کٹ اور ایک شیو کا ہے۔ ہو سکتا ہے منٹو صاحب نے فرشتوں کو گنجے نہ کہا ہو بلکہ گنجوں کو فرشتہ کہا ہو۔

ڈاکٹر یونس بٹ کی "مزاحیات" سے رفعت رضا کراچی کا انتخاب

"آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنی طبعی عمر تک سدا جوان رہوں گی اور یہ پیشگوئی اب تک درست ثابت ہو رہی ہے۔"

"یہ پیشگوئی نہیں تھی۔ میرے بھائی نے آخری لمحات میں تمہیں دعا دی تھی۔ خدا کا شکر ادا کرتی رہو ان کی دعا قبول ہو گئی ہے۔"

"یہ کہا گیا ہے کہ آپ کی آمد کے چالیس دن بعد فرہاد کی موت واقع ہو گی۔ میں یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوں' وہ پیشگوئی درست ہو گی یا نہیں؟"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ زیر لب کچھ پڑھتے رہے پھر انہوں نے کہا۔ "میں نے کہا تھا' فرہاد جب آخری سانسیں لے گا تو اس وقت صرف تم اس کے پاس ہو گی۔ میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میری یہاں آمد کے چالیس دن بعد اس کی موت ہو گی۔ خدا کے سوا یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی عمر کتنی ہے؟" انہوں نے سر اٹھا کر سونیا کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا تم معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا، آگے کو جھک کر ہاتھ بڑھا کر ان کے قدموں کو چھو لیا۔ انہوں نے کہا۔ "میری یہ پیشگوئی ہے کہ اس کے آخری وقت میں صرف تم اس کے قریب رہو گی، اب وہ بہت زیادہ بیمار ہے موت قریب ہی دکھائی دے رہی ہے تو تم میری پیشگوئی کو آزماؤ، اس کے قریب نہ رہو پھر دیکھو کہ خدا کیا کرتا ہے؟"

اس نے چونک کر بابا صاحب کو دیکھا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ مجھے زندگی کی طرف لانے کا ایک راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ بابا صاحب کہہ چکے تھے کہ وہ مجھ سے دور رہ کر ان کی پیشگوئی کو آزما سکتی ہے۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "آپ مجھے اجازت دیں۔ میں آپ کی پیشگوئی کو آزمانے کے لیے فرہاد سے دور جانا چاہتی ہوں۔"

انہوں نے پوچھا۔ "یعنی یہاں سے چلی جاؤ گی...؟ اپنے بابا کو چھوڑ کر...؟"

وہ الجھ سی گئی...... اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا، اس نے کہا۔ "معافی چاہتی ہوں۔ میں نے جذبات میں آ کر یہ نہیں سوچا کہ یہاں سے جاؤں گی تو آپ سے جدا ہو جاؤں گی۔ آپ خوب سمجھتے ہوں گے' میں جیتے جی آپ سے جدا نہیں ہونا چاہتی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یوں بھی آپ کے دیدار نصیب ہوں گے۔ مجھے آپ کی خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔"

انہوں نے پوچھا۔ "پھر تمہارے فرہاد کا کیا بنے گا...؟"

"میں اس کے کمرے میں اس کے قریب نہیں جاؤں گی۔"

"وہ آخری لمحات میں تمہیں پکارے گا' صرف تمہیں پکارے گا۔" وہ اندر ہی اندر تڑپنے لگی۔ انہوں نے کہا۔ "تم اس کی چار دیواری کے اندر نہیں جاؤ گی مگر باہر تو رہو گی۔ اس سے زیادہ دوری نہیں ہو گی۔ جب کہ تمہیں بہت دور ہو جانا چاہیے۔ اتنی دور کہ نہ اس کی آواز سنائی دے، نہ اس کی کوئی خیر خیریت معلوم ہو۔"

وہ تڑپ کر بولی۔ "میرا ذہن کام نہیں کر رہا ہے۔ آپ سے التجا کرتی ہوں مجھے کوئی مناسب مشورہ دیں۔"

"سیدھی سی بات ہے' تم مجھے چھوڑ کر یہاں سے نہیں جانا چاہتیں تو فرہاد کو یہاں سے جانا چاہیے۔ اسے تم سے دور ہو جانا چاہیے۔"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے مگر وہ بہت بیمار ہیں۔ بڑی مشکل سے اٹھتے بیٹھتے ہیں اور باتھ روم تک جاتے ہیں۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ کسی کے سہارے چل سکتا ہے۔ وہیل چیئر پر آگے بڑھ سکتا ہے اور زیادہ بیمار ہو تو اسے اسٹریچر پر لے جایا جا سکتا ہے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ انہوں نے کہا۔ "میں دنیا داری سے دور اور دین سے قریب رہتا آیا ہوں مگر جانے کیوں اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبت میرے دل میں بھر دی ہے؟ میں تمہیں پریشان ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے میں نے یہ مشورہ دیا ہے۔ اب جاؤ اور اپنا مسئلہ حل کرو۔"

سونیا وہاں سے آمنہ کے پاس آئی۔ اس نے بابا صاحب سے ہونے والی تمام گفتگو اسے سنائی۔ وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے بولی۔ "ہمیں فرہاد کی صحت یابی کی صورت نظر آ رہی ہے۔ تمہیں بابا صاحب سے دور نہیں رہنا چاہیے۔ اس لیے میں فرہاد کو یہاں سے کہیں دور لے جاؤں گی۔"

اس نے کہا۔ "آمنہ...! تم اپنی روحانی صلاحیتوں سے بہت کچھ معلوم کر لیتی ہو۔ تم نے فرہاد کے متعلق کچھ نہ کچھ تو معلوم کیا ہو گا؟ پلیز مجھے بتاؤ کیا انہیں شفا حاصل ہو گی؟ کیا ان کی عمر دراز ہو گی؟"

آمنہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکوں گی۔ تم فرہاد کو اللہ کی رضا پر چھوڑ دو۔"

سونیا وہاں سے اٹھ کر میرے پاس آ گئی۔ میرا ذہن کمزور ہو رہا تھا۔ میں جسمانی کمزوری کے باعث سہارے کے بغیر اٹھ نہیں پاتا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم کہاں تھیں؟ مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئیں؟"



اس نے پوچھا۔ "کیا تمہاری یادداشت اتنی کمزور ہو گئی ہے؟ میں اب سے بارہ گھنٹے پہلے تمہارے پاس آئی تھی۔"

میں ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا مگر مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "مجھ پر زوال آ چکا ہے۔ جسمانی توانائیاں ساتھ چھوڑ چکی ہیں۔ عقل کام نہیں کرتی ہے۔ خدا کا شکر ہے' اب بھی اتنی دماغی توانائی ہے کہ میں تم سب کو چہروں سے پہچان لیتا ہوں۔"

وہ میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی۔ "فرہاد! تم یہاں سے جا رہے ہو۔ آمنہ تمہیں ادارے سے باہر کہیں لے جائے گی۔"

"وہ مجھے کہاں لے جائے گی؟"

"میں نہیں جانتی تم تو جانتے ہو وہ آئندہ پیش آنے والی کوئی بات ہمیں نہیں بتاتی ہے۔ بہر حال ہم جدا ہو رہے ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ پھر کب ملیں گے؟"

اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ میرے قریب آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میرے چہرے کو چومتے ہوئے کہنے لگی۔ "خدا حافظ میرا ایمان میرا اعتقاد کہتا ہے کہ تمہیں شفا حاصل ہو گی۔ تم ہمارے لیے سلامت رہو گے۔ جاؤ... میں نے تمہیں خدا کے حوالے کیا۔"

میں نے اپنا ایک ہاتھ بڑی نقاہت سے اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔ اتنی توانائی نہیں تھی کہ اسے اپنی گرفت میں لے کر چوم لیتا۔ وہ مجھ سے الگ ہو گئی۔ میری پیشانی کو چوم کر میرے سر پر ہاتھ پھیر کر اٹھ گئی پھر اپنے آنسو پونچھتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

اس کے بعد پارس، پورس، عالی، کبریا، الپا، انوشے اور عدنان سب ہی ایک ایک کر کے آنے لگے۔ وہ سب مجھ سے کچھ نہ کچھ کہتے مجھے چومتے رہے اور رخصت ہو جاتے.... وہ مجھ سے نہیں میں ان سے رخصت ہو رہا تھا۔ آخر میں آمنہ میرے پاس آئی تو میری آنکھیں بند تھیں۔ اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا سو رہے ہو؟"

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، وہ دھندلی دھندلی سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "تم ہوش میں ہو۔ مجھے پہچان رہے ہو؟"

میں نے بڑی مشکل سے کہا۔ "ہاں۔"

اس نے کہا۔ "میں تمہیں اپنے ساتھ ادارے سے باہر لے جانے والی تھی لیکن اعلیٰ حضرت نے ہدایت کی ہے کہ مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہیے۔ تمہارے کسی بھی رشتے دار کو تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔" وہ ایک سرد آہ بھر کو بولی۔ "تمہارے ساتھ عجیب حالات پیش آ رہے ہیں۔ جیتے جی تمام رشتے تم سے چھوٹ رہے ہیں۔ تمام خون کے رشتوں کو تاکید کی گئی ہے کہ کوئی تمہارے روبرو نہیں آئے گا، کوئی نہیں جانتا کہ تمہاری زندگی کتنی ہے؟ جتنی بھی رہ گئی ہے اس سے پہلے ہی تم ہمارے لیے مر چکے ہو۔ ہمارے درمیان پردہ حائل ہو چکا ہے۔" ایسا کہتے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اس ادارے کا ایک شخص تمہیں یہاں سے لے جائے گا۔ میں نہیں جانتی کہ وہ تمہیں کہاں لے جائے گا؟ وہ تمہیں کہیں چھوڑ کر چلا آئے گا۔ ہم کبھی جان نہیں سکیں گے کہ تم موت سے پہلے کہاں گم ہو گئے؟"

کچھ سمجھ آ رہا تھا، کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ جب مجھے وہاں سے لے جایا جانے لگا تو دو اشخاص ..... .. کا سہارا لے کر میں چل رہا تھا۔ اس ادارے کے سب ہی افراد مجھے دل و جان سے چاہتے تھے۔ وہ سب ہی مجھے رخصت ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ادارے کے ہیلی پیڈ تک الوداع کہنے والے موجود تھے پھر مجھے اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس کے ایک ہیلی پیڈ تک پہنچا دیا گیا۔ یہ سب کچھ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں اور یہ سب کچھ نیند کی حالت میں میرے ساتھ ہو رہا ہے۔

## پڑیئے گر بیمار......

ایک دن میں کان کے درد سے تڑپ رہا تھا کہ مرزا عبدالودود بیگ آ نکلے۔ اس افراتفری کے زمانے میں زندہ رہنے کے شدائد اور موت کے فیوض و برکات پر ایسی موثر تقریر کی کہ بے اختیار جی چاہا انہی کے قدموں میں پھڑ پھڑا کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دوں۔ بعد ازاں جب وہ تندرستی کو اُمّ الخبائث اور تمام جرائم کی جڑ قرار دیتے ہیں تو مجھے رہ رہ کر اپنی خوش نصیبی پر رشک آتا ہے۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ دلیل ضرور پیش کرتے ہیں کہ جن ترقی یافتہ ممالک میں تندرستی کی وبا عام ہے وہاں جرائم کی تعداد بروز بڑھ رہی ہے۔ میں کان کے درد سے نڈھال ہونے لگا تو انہوں نے مسئلہ مسائل بیان کر کے میری ڈھارس بندھائی: "میاں ہمت سے کام لو۔ بڑے بڑے نبیوں پر یہ وقت پڑا ہے۔" میں درد سے ہلکان ہو چکا تھا۔ ورنہ ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا کہ خدا مارے یا چھوڑے، میں بغیر دعویٰ نبوت یہ عذاب جھیلنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ علاوہ ازیں، قصص الانبیاء میں نے بچپن میں پڑھی تھی اور یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ کون سے پیغمبر کان کے درد کے باوجود فرائض نبوی انجام دیتے رہے۔

چراغ تلے از مشتاق احمد یوسفی، عائشہ وحید الزماں، لاہور

کبھی کبھی میں غائب دماغ ہو جاتا تھا یا میرے ساتھ جو کچھ ہوتا تھا، اسے فوراً بھول جاتا تھا۔ اس لیے یاد نہیں رہتا تھا کہ کہاں جا رہا ہوں؟ کہاں سے گزر رہا ہوں میں ستر برس تک زندگی کے طویل سفر میں رہا۔ کبھی روشنیوں سے اور کبھی تاریکیوں سے گزرتا رہا لیکن اس وقت جو سفر جاری تھا، وہ گہری تاریکی میں تھا کیونکہ ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ کچھ سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔ میں یہ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہوں۔ زمین پر ہوں یا آسمان پر؟ مجھے بہت اوپر جانا تھا اور جانے کا وقت قریب سے قریب تر آ رہا تھا۔ صرف دو دن رہ گئے تھے۔

پیشگوئی کے مطابق بابا فرید واسطی کی آمد کے چالیسویں دن مجھے اس دنیا سے رخصت ہو جانا تھا۔ اڑتیس دن گزر چکے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے سونیا سے دور کیوں کیا گیا ہے؟ کیا وہ مجھ سے دور رہے گی؟ آخری وقت میرے قریب نہیں رہے گی تو مجھے موت کیسے آئے گی؟ بابا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق میرے پاس سونیا کی موجودگی لازمی تھی مگر وہ نہیں تھی۔

میں کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا پھر یہ کیسے سمجھ پاتا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں تو گویا عالم بے خودی میں تھا۔ حالات نے وقتِ مقررہ سے پہلے مجھے میری ذات سے گم کر دیا تھا۔ کبھی میں آنکھیں بند کر کے غافل ہو جاتا تھا۔ کبھی آنکھیں کھلتیں تو ایک دھندلائی ہوئی سی دنیا کو دیکھ لیتا تھا۔ ایسے ہی وقت میں نے خود کو ایک ٹھنڈے اور چکنے فرش پر محسوس کیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو نیم تاریکی نیم روشنی تھی۔ کسی بزرگ کا مزار تھا۔ لوگ دعائیں مانگ رہے تھے۔

کوئی میرے قریب بیٹھا بڑی عقیدت سے کہہ رہا تھا۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
رہنمارا پیرِ کامل، کاملاں را رہنما

اگرچہ میری یادداشت نہ ہونے کے برابر تھی۔ میں خود کو بھی صحیح طور سے پہچان نہیں پا رہا تھا لیکن ان لمحات میں یہ آگہی سی ملی کہ میں حضرت داتا گنج بخش کے دربار میں ہوں۔ بس اتنی سے آگہی ملی پھر میں خود سے غافل ہو گیا۔ ایسی غفلت اور خود فراموشی میں یہ نہ جان سکا کہ چالیسواں دن آ پہنچا ہے۔

داتا دربار میں نمازیں بھی ادا کی جاتی ہیں اور کلام پاک کی تلاوت بھی ہوتی ہے، پتا نہیں وہ کون سا وقت تھا؟ دن تھا یا رات تھی؟ میرے دماغ کی تاریکیوں میں گہری خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس گہری خاموشی میں قرآن مجید کی تلاوت اُبھرنے لگی۔ کوئی خوش نوا بڑی عقیدت سے سورۂ بقر پڑھ رہا تھا۔

میں نے ان لمحات میں محسوس کیا کہ میرا سر کسی خاتون کے زانو پر ہے۔ بابا فرید واسطی نے پیشگوئی کی تھی آخری وقت میں سونیا میرے قریب ہوگی۔ میں نہیں جانتا کہ میرا سر کس کے زانو پر رکھا ہوا ہے؟ کیا سونیا میرے قریب آ گئی ہے؟ کیا میرا وقت پورا ہو چکا ہے؟

کوئی اپنے بارے میں کیسے کہہ سکتا ہے کہ اس نے اپنی آخری سانس پوری کر لی ہے اور وہ مر چکا ہے۔ میں بھی اس وقت اپنے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ موت کیا ہوتی ہے؟ دماغ سوچ سے خالی ہو جائے۔ ایسی بے بسی ہو کہ کانوں میں دنیا کی کوئی آواز نہ پہنچے، آنکھیں بند ہو جائیں، انہیں کھولنے کی سکت نہ ہو۔ پھیپھڑے ایک دم سے ٹھہر جائیں اور دل کی دھڑکنیں چپ سادھ لیں تو موت واقع ہو جاتی ہے... اور میں ان تمام چیزوں سے محروم ہو چکا تھا۔

چالیسویں دن کی رات آدھی گزر چکی تھی۔ صبح ہونے والی تھی۔ اذان کی آواز اُبھرنے لگی۔ ایسے ہی وقت میں نے ایک گہری سانس لی اور میرے پھیپھڑے متحرک ہو گئے۔ کسی خاتون کی آواز سنائی دی۔ "یہ زندہ ہیں۔ دیکھو دیکھو، یہ سانس لے رہے ہیں۔ بیٹے! انہیں فوراً اسپتال لے چلو۔"

مجھے بس اتنا ہی سنائی دیا پھر میں غافل ہو گیا۔ زندگی اور موت کی آنکھ مچولی جاری تھی۔ میں کبھی غافل ہو جاتا تھا اور کبھی عارضی طور پر حواس بحال ہو جاتے تھے۔ جیسے جگنو چمک چمک کر بجھ رہا ہو اور بجھ بجھ کر چمک رہا ہو۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ صرف چند گھنٹے گزرے تھے یا پورا دن گزر گیا تھا یا پورا ہفتہ یا پورا مہینہ گزر چکا تھا۔ میں آنکھیں کھول کر دیکھتا تھا اور کچھ سمجھ نہیں پاتا تھا کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں ہوں؟

میں اپنا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ جب کبھی آنکھ کھلتی تو ایک بوڑھی خاتون دکھائی دیتیں اور مجھ سے پوچھتیں۔ "فرہاد! حوصلہ رکھو۔ اپنے خدا پر بھروسا کرو تمہیں شفا حاصل ہو جائے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا میرا نام فرہاد ہے؟"

خاتون نے مجھے بڑے دکھ سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایک تو جسمانی طور پر کمزور ہو۔ بیماریاں ہیں کہ پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں۔ اوپر سے دماغ بھی کمزور ہو گیا ہے۔ اپنا نام تک بھول گئے ہو۔ تمہارا نام فرہاد انور شاہ ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں، یہ نام کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا ہے۔ تم بھی کچھ اپنی اپنی سی لگ رہی ہو۔"

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ بولی۔ "میں تمہاری



شریکِ حیات نائلہ ہوں۔ افسوس...! بیٹوں کے سلوک نے اور رشتے داروں کی سازشوں نے تمہارے دماغ کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ذہنی کمزوری عارضی ہے۔ تمہیں رفتہ رفتہ سب کچھ یاد آ جائے گا۔"

مجھے رفتہ رفتہ معلوم ہونے لگا کہ میرے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ پوتے، پوتیاں، نواسے اور نواسیاں بھی ہیں۔ میری ایک بہن اور دو دشمن بھائی بھی ہیں۔ جن کی سازشوں سے میرا گھر تباہ ہو رہا ہے۔ میرے بچے گمراہ ہو کر مجھ سے بدظن ہو گئے ہیں اور میرے تمام کاروبار پر قبضہ جمالینا چاہتے ہیں۔

جب میری طبیعت کچھ سنبھلنے لگی تو اسپتال سے چھٹی ہو گئی۔ نائلہ مجھے ایک چھوٹی سی کوٹھی میں لے آئی۔ میں چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھا۔ دونوں گھٹنوں میں شدید تکلیف رہتی تھی۔ اس لیے وہیل چیئر پر گھر کے مختلف حصوں میں آتا جاتا رہتا تھا۔

نائلہ نے کہا۔ "تم نے یہ چھوٹی سی کوٹھی میرے نام لکھی تھی اور بنک میں پانچ کروڑ روپے رکھے تھے۔ بس اتنا ہی میرے پاس رہ گیا ہے۔ باقی پانچ سو کروڑ کا کاروبار اور دوسری جائیداد پر بیٹوں نے قبضہ جمالیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا میں نے اپنا کاروبار اور تمام جائیداد بیٹوں کے نام لکھ دی ہے؟"

"نہیں، سب کچھ ابھی تک تمہارے نام ہے لیکن تم نے اپنے دونوں بیٹوں کو پاور آف اٹارنی دے دیا تھا۔ کاروبار کے تمام اختیارات ان کے پاس ہیں۔ میں کاروبار سنبھال نہیں سکتی۔ اس لیے بیٹوں پر چھوڑ دیا ہے۔ آخر وہ اپنا ہی خون ہیں۔ اگرچہ گستاخ اور گمراہ ہو چکے ہیں مگر ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

میں اپنی موجودہ حالت پر غور کرنے لگا۔ چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھا۔ ذہنی کمزوری ایسی تھی کہ مجھے اپنے کاروبار کے سلسلے میں کچھ یاد نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی مجھے اپنی جائیداد کا تفصیلی علم تھا کہ کروڑوں کی جائیداد کہاں کہاں پھیلی ہوئی ہے؟

یہ میرے موجودہ حالات تھے اور میں اپنے ماضی کے تمام حالات یکسر بھول چکا تھا۔ اب میں فرہاد انور شاہ تھا اور فرہاد علی تیمور بھولے سے بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ آمنہ اور سونیا میری شریکِ حیات ہیں۔ پارس، پورس، کبریا اور عالی میرے بچے ہیں۔ میرا ایک پوتا عدنان ہے۔ ایک پوتی انوشے ہے۔ ایک بہو الیا ہے۔ یہ سب کچھ بھول چکا تھا۔ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس دنیا میں کہیں کوئی بابا صاحب کا ادارہ بھی ہے۔

میری زندگی...... میری داستان کے وہ پچھلے تمام ابواب مٹ چکے تھے۔ یہاں سے نیا باب شروع ہو رہا تھا۔ اس نئی زندگی میں.... نائلہ مجھے اپنے خاندان کی ایک ایک بات بتاتی رہتی تھی۔ میں انہیں یاد رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے مجھے میری کچھ لکھی ہوئی تحریریں دکھائیں اور کہا۔ "اس طرح لکھ کر دکھاؤ۔"

جب میں نے لکھا تو طرزِ تحریر مختلف تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "پتا نہیں یہ تبدیلی کیسے آ گئی ہے؟ تمہیں تو اپنے دستخط بھی یاد نہیں ہیں۔"

کوٹھی کے کاغذات پر میرے دستخط تھے۔ اس نے کہا۔ "تم ان دستخط کی پوری طرح نقل کرنا سیکھ لو اور اپنی تحریر کی بھی نقل کرتے رہو۔ جب صحت یاب ہو جاؤ گے تو یہ مشقیں تمہارے کام آئیں گی۔"

میں فرہاد انور شاہ کی تحریر اور دستخط کی نقل کرنے لگا۔ کچھ دنوں تک مشقیں کرتے رہنے کے بعد خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ پتا نہیں وہ بیچارہ فرہاد انور شاہ کون تھا؟ اور اب کہاں ہوگا...؟ فی الوقت تو میں خود کو فرہاد انور شاہ سمجھ رہا تھا۔ مجھے بعد میں اس خاندان کی پوری ہسٹری معلوم ہوئی۔ میں صحیح ترتیب سے اپنی داستان بیان کرنے کے لیے اس خاندان کے مختصر سے حالات پیش کر رہا ہوں۔

فرہاد انور شاہ کے دو بھائی جواد انور شاہ اور دلشاد انور شاہ تھے۔ وہ تینوں ہی جاگیردار تھے۔ فرہاد اپنی زمینیں بیچ کر

**بے فائدہ**

ایک فائر مین نے کم سے کم ایک درجن لڑکیوں کو بچایا لیکن ترقی آج تک اس کے حصے میں نہیں آئی۔ اس نے ان لڑکیوں کو اپنے افسر کے چنگل سے بچایا تھا۔

**بین السطور**

نوجوان مہمان نے حسین میزبان سے کہا "میں دیکھنے میں لمبا تڑنگا نظر آتا ہوں لیکن مزاج کے اعتبار سے بالکل بچہ ہوں۔ مجھے تو اکیلے سوتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔"

**باہمی مفاد**

بیالوجی (حیاتیات) کے ایک استاد نے اپنی جماعت کا امتحان لیا۔ سوال یہ تھا کہ دو یا دو سے زیادہ اجسام باہمی مفاد کے لیے اکٹھے رہیں تو یہ بات کیا کہلائے گی؟

تقریباً آدھی جماعت نے یہ جواب لکھا "شادی!"

انتخاب: ڈاکٹر اے آر بھٹی راجپوت

کاروباری دنیا میں آگیا۔ اس نے اپنی محنت اور لگن سے رفتہ رفتہ اتنی کامیابیاں حاصل کیں کہ لکھ پتی سے کروڑ پتی اور کروڑ پتی سے ارب پتی بن گیا تھا۔ اس کے دونوں بھائی جواد اور دلشاد سیاسی میدان میں آگئے تھے انہوں نے بھی اچھی خاصی کامیابیاں حاصل کی تھیں لیکن وہ دولت اور جائیدا کے معاملے میں فرہاد سے کمتر تھے۔

فرہاد کی ایک بہن شہناز تھی۔ اس نے جواد اور دلشاد کے ساتھ مل کر سازشیں کیں۔ فرہاد کے تمام کاروبار پر قبضہ جمانے کے لیے جواد نے اپنی بیٹی کو فرہاد کے بیٹے مراد سے بیاہ دیا اور شہناز نے اپنی بیٹی کو فرہاد کے دوسرے بیٹے حماد سے بیاہ دیا۔ ان کی بیٹیاں فرہاد کے گھر بہوئیں بن کر آئیں تو کاروبار پر قبضہ جمانے کے لیے سازشیں شروع کردیں۔ اپنے اپنے شوہروں کو اس طرح بہلایا، پھسلایا اور بہکایا کہ وہ اپنے باپ فرہاد انور شاہ سے بدظن ہوگئے۔

دونوں بیٹوں نے کاروبار میں حصہ مانگا تو فرہاد انور شاہ نے انکار کردیا۔ صاف کہہ دیا کہ جب تک ماں باپ زندہ ہیں اس وقت تک کاروبار اور جائیداد تقسیم نہیں ہوگی۔ میری موت کے بعد وصیت کے مطابق تم سب کو انصاف سے حصہ مل جائے گا۔

لیکن بہوئیں اور بیٹے اس کی موت کا انتظار نہیں کرسکتے تھے۔ انہوں نے اس کے کھانے پینے میں اعصابی کمزوری کی دوائیں ملانا شروع کردیں۔ دوائیں بہت کم مقدار میں اسے دی جاتی تھیں۔ وہ بیمار رہنے لگا تھا۔ بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹرز اس کا علاج کرتے تھے۔ وہ سمجھ نہیں پاتے تھے کہ اسے اعصابی کمزوری کی دوا دی جارہی ہے مگر ان کے علاج سے اتنا ہوگیا تھا کہ منفی دواؤں کا توڑ وقتی طور پر ہوجاتا تھا۔ اس کی طبیعت سنبھل جاتی تھی لیکن درپردہ وہ منفی دوائیں دی جاتی رہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ اندر ہی اندر کھوکھلا ہوتا گیا۔

ایسی ہی سازشیں کرتے کرتے دس برس گزر چکے تھے اور فرہاد انور شاہ مرنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ دشمنوں کو ایسی سازشیں کرنے کے نتیجے میں اس قدر فائدہ ہوا تھا کہ اس نے تمام کاروبار سنبھالنے کے سلسلے میں دونوں بیٹوں کو پاور آف اٹارنی دے دیا تھا کیونکہ وہ پھیلا ہوا بزنس سنبھالنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

چونکہ اس نے تمام جائداد اور تمام کاروبار اپنے پاس رکھا تھا۔ اب تک بیٹوں کے نام کچھ نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس کی بہن شہناز اور دونوں بھائی جواد اور دلشاد مطمئن نہیں تھے۔ فرہاد کے دونوں بیٹوں اور بہوؤں کو آدھی روٹی مل رہی تھی اور وہ فرہاد سے پوری روٹی چھین لینا چاہتے تھے۔

جب اس انتظار میں گیارہ برس گزر گئے تب شہناز اور جواد نے اپنی بیٹیوں اور دامادوں سے کہا۔ ''انتظار کی حد ہوتی ہے۔ یہ ہمارا بھائی کوے کا گوشت کھاتا ہے۔ کبھی نہیں مرے گا۔ اسے مارنا ہوگا۔ اس کی موت کے بعد از خود تمام دولت اور جائیداد ہمارے دامادوں کے نام ہوجائے گی۔''

پھر یہی کیا گیا۔ جواد نے بڑی راز داری سے فرہاد انور شاہ کو اغوا کرایا پھر اسے اپنی زمینوں پر لاکر قتل کیا اور منوں مٹی کے نیچے دبادیا۔

بیچاری نائلہ پریشان تھی کہ اس کا شوہر فرہاد انور شاہ کہاں گم ہوگیا ہے؟ اس نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی، اسے تلاش کیا گیا۔ وہ اپنے شوہر کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگنے حضرت داتا گنج بخش کے دربار پر گئی تو وہاں اس نے مجھے دیکھا۔ میں دم توڑنے والا تھا۔ اس نے میرا سر اپنے زانو پر رکھا اور دعائیں مانگنے لگی۔ لوگوں سے کہنے لگی کہ مجھے اسپتال پہنچادیں۔ کسی نے مجھے چھو کر دیکھا پھر کہا۔ ''بہت دیر ہوچکی ہے۔ یہ تو مر چکے ہیں۔''

نائلہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگی۔ ''اللہ تعالیٰ! ہم سے جانے انجانے میں کوئی گناہ سرزد ہوا ہے کوئی غلطی ہوئی ہے تو معاف کردے۔ اتنی بڑی سزا نہ دے۔ میں نے جن بیٹوں کو جنم دیا، وہ اپنی بیویوں کے اسیر ہوگئے۔ اپنی ماں کے دشمن بن گئے۔ بس ایک شوہر کا سہارا رہ گیا تھا، وہ بھی مجھ سے چھن رہا ہے۔ میں حضرت داتا گنج بخش کے دربار پر آکر تجھ سے دعا مانگ رہی ہوں۔ انہیں زندگی دے دے میرے مالک!''

وہ رو رہی تھی۔ گڑگڑا رہی تھی۔ دعائیں مانگ رہی تھی۔

ایسے ہی وقت میں نے ایک گہری سانس لی اور میرے پھیپھڑے متحرک ہوگئے تو وہ روتے ہوئے آس پاس کے لوگوں سے کہنے لگی کہ میں زندہ ہوں۔ مجھے فوراً اسپتال پہنچایا جائے۔

مجھے بعد میں یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ فرہاد انور شاہ کے خلاف کیسی کیسی سازشیں ہوئی ہیں اور کس طرح راز داری سے اسے قتل کردیا گیا ہے؟ اگر مجھے یہ یاد آجاتا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں اور نائلہ کو یہ معلوم ہوجاتا کہ میں اس کا شوہر نہیں ہوں تب یہ سوال پیدا ہوتا کہ فرہاد انور شاہ کہاں گم ہوگیا ہے؟ اور اگر وہ کہیں مرچکا ہے تو کسی کو اس کی لاش کیوں نہیں ملی؟ حقیقت معلوم ہونے پر ایسے سوالوں کے جواب ڈھونڈے جاسکتے تھے۔

فی الحال میری آمد کے باعث دشمنوں کے منصوبے



خاک میں مل گئے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ فرہاد انور شاہ کے مرتے ہی تمام کاروبار اور تمام جائیداد قانونی طور پر ان کے دامادوں کے نام ہوجائے گی مگر ایک ہفتے کے بعد پتا چلا کہ جسے قتل کیا گیا ہے وہ ابھی زندہ ہے۔ نائلہ اسے داتا دربار سے اٹھا کر اسپتال لے گئی ہے۔

پہلے تو انہیں یقین نہیں آیا پھر دوسرے دن انہوں نے اپنے جاسوس کو اسپتال بھیجا تو اس نے واپس آکر قسم کھاتے ہوئے کہا کہ گمشدہ فرہاد انور شاہ مل گیا ہے۔ وہ واقعی اسپتال میں بیمار پڑا ہے۔

وہ شخص قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ فرہاد انور شاہ مردہ نہیں زندہ ہے اور جواد کو یقین نہیں آرہا تھا کیونکہ اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے بیمار بھائی کو قتل کرایا تھا۔ اپنے سامنے گڑھا کھود کر اس کی لاش وہاں دبادی تھی۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی کہ مردہ اس گڑھے سے نکل کر داتا دربار میں پہنچ گیا تھا اور نائلہ اسے اسپتال لے گئی تھی۔

فرہاد انور شاہ کی بہن شہناز نے کہا۔ ''ہماری بھابھی جان (نائلہ) کوئی چالبازی دکھا رہی ہیں۔ کسی بہروپیے کو فرہاد بنا کر لے آئی ہیں۔ تاکہ ہمارے دونوں داماد قانونی طور پر تمام کاروبار اور جائیداد کو اپنے نام نہ کرسکیں۔''

دلشاد انور شاہ نے کہا۔ ''ہمیں وہاں جاکر دیکھنا چاہیے۔ اگر وہ بہروپیا ہوگا تو ہم اسے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔''

میرے بہن بھائی فرعون کی اولاد بن گئے تھے۔ وہ اچانک ہی دندناتے ہوئے میری کوٹھی میں گھس آئے۔ میں وہیل چیئر پر بیٹھا بیڈ روم سے نکل کر ڈائننگ روم کی طرف جارہا تھا۔ انہیں یوں کوٹھی میں گھستے دیکھ کر میں نے پوچھا۔ ''کون ہو تم لوگ...؟''

نائلہ نے جلدی سے آکر کہا۔ ''فرہاد! طیش میں نہ آنا۔ یہ تمہارے اپنے ہیں۔ یہ تمہاری بہن شہناز ہے اور یہ تمہارے منجھلے بھائی جواد انور شاہ اور یہ چھوٹے بھائی دلشاد انور شاہ ہیں۔''

جواد انور شاہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''بہت خوب... آپ بھائی ہوکر اپنے سگے بھائی بہن کو نہیں پہچان رہے ہیں؟''

نائلہ نے کہا۔ ''آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور ڈاکٹری رپورٹ بھی پڑھ چکے ہیں۔ ان کی یادداشت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لیے میں انہیں بھولی ہوئی باتیں یاد دلاتی رہتی ہوں۔''

وہ تینوں میرے قریب آکر میرے چہرے کو چھو رہے تھے اور گردن کو ٹٹول رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں نے ماسک یا میک اپ کر رکھا ہے مگر انہیں ایسی کوئی بات نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ مایوس بھی ہورہے تھے اور حیران بھی تھے۔ اچھی طرح دیکھنے اور ٹٹولنے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ مردہ زندہ ہوکر وہاں چلا آیا ہے۔

جواد انور شاہ نے جھنجھلا کر نائلہ سے کہا۔ ''بھابھی جان! آپ غصے میں یہ کہہ کر بیٹوں کے گھر سے یہاں آگئی تھیں کہ ہم میں سے کسی نے بھائی جان (فرہاد انور شاہ) کو مار ڈالا ہے۔ ہم ایسے ظالم اور خود غرض نہیں ہیں کہ اپنے بھائی کو قتل کریں گے لیکن یہ خبر گشت کررہی تھی سب ہی کہہ رہے تھے کہ انہیں کسی نے مار ڈالا ہے۔ یہ کہیں مر کھپ گئے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ایک ہفتے تک کہاں رہے؟ پھر اچانک آپ کو داتا دربار میں کیسے مل گئے؟''

نائلہ نے کہا۔ ''پھر وہی احمقانہ باتیں کررہے ہو۔ یہ جانتے ہو کہ ان کی یادداشت نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ خود کو نہیں پہچانتے ابھی تم سب کو نہیں پہچان رہے تھے پھر انہیں کیسے یاد رہے گا کہ یہ ایک ہفتے تک کہاں تھے؟ اور داتا دربار کیسے پہنچ گئے تھے؟''

شہناز نے گھور کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بھائی! تم بہت ہی ڈھیٹ ہو۔ گیارہ برس سے بیمار چلے آرہے ہو لیکن مرنے کا نام نہیں لیتے۔ کیا ہم سب کو مارنے کے بعد مروگے؟''

دلشاد نے کہا۔ ''بھائی جان! آپ جتنا چاہیں جیتے رہیں، قیامت تک نہ مرنے کی قسم کھالیں لیکن کاروبار اور جائیداد تو اپنے بیٹوں کے نام لکھ دیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں کہ ذہنی طور سے بہت کمزور ہوں۔ تم سب کو اور تمہاری سازشوں کو بھول چکا ہوں لیکن تمہارے تیور بتا رہے ہیں، تمہاری باتوں سے ظاہر ہورہا ہے کہ میری عمر کی طوالت تمہاری زندگیاں حرام کررہی ہے۔ اس حد تک معلوم کرنے کے بعد ایسا نادان نہیں ہوں کہ بیٹوں کے نام اپنا سب کچھ لکھ کر اپنے ہاتھ کٹوالوں۔''

جواد نے غصے سے کہا۔ ''اگر سیدھی انگلی سے گھی نہ نکلا تو ہم ٹیڑھی انگلی سے نکالنا جانتے ہیں۔''

یہ کہتے ہی اس نے میری وہیل چیئر کو ایک زور کی لات ماری۔ وہ کرسی گھوم کر تیزی سے ایک دیوار کی طرف جانے لگی۔ نائلہ دوڑ کر سامنے آگئی۔ وہ مجھے روکنا چاہتی تھی لیکن کرسی سے ٹکرا گئی۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر کرسی سمیت گر پڑے۔ مجھے یاد نہیں ہے کبھی کسی نے اس طرح میری توہین کی ہو۔ میں غصے سے تلملا گیا۔ مجھے اور نائلہ کو چوٹیں آئی

تھیں۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو یاد آیا کہ شہزور نہیں ہوں۔ بڑھاپے اور بیماری نے مجھے کمزور بنا دیا ہے۔

پھر بھی میں غصے اور جوش میں جھنجلاتے ہوئے تھرتھراتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ وہاں سے جا رہے تھے۔ پلٹ کر حیرانی سے میرے پیروں کو دیکھنے لگے میں اب تک وہیل چیئر کا محتاج تھا لیکن اچانک ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور ٹھہر ٹھہر کر تھرتھراتے ہوئے ہانپتے کانپتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شہناز نے آگے بڑھ کر..... دھکا دینے کے انداز میں میرے شانے پر ہاتھ مارا۔ میں لڑکھڑا کر پیچھے فرش پر گر پڑا۔ وہ تینوں میری حالت پر ہنستے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

ایک چیونٹی ہاتھی کو پچھاڑ کر چلی گئی۔ آہ...! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ اگر چہ بظاہر خود کو بھول چکا ہوں مگر اندر سے تو وہی شہزور اور ناقابلِ شکست فرہاد ہوں۔ جو بڑے بڑے شہزوروں کو پچھاڑتا رہا تھا اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی کو کھیل سمجھتا رہا تھا۔ یا خدا! یہ بڑھاپا کیوں آتا ہے؟ اور کمزوریاں کیوں مسلط ہو جاتی ہیں؟

اگر چہ میں شہزور فرہاد علی تیمور کو بھول چکا تھا تاہم مجھے بری طرح اپنے ذلیل اور کمتر ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک بھائی کہلانے والے دشمن نے مجھے لات ماری اور دوسری بہن کہلانے والی نے ایک ذرا سا دھکا دے کر مجھے گرا دیا۔ مجھ سے یہ توہین برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ میں پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

ایسے وقت نائلہ آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ دشمنوں کی زیادتیوں کو بھول کر خوش ہو کر مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''دیکھو فرہاد! دیکھو تمہارے گھٹنوں کی تکلیف ختم ہو گئی ہے۔ تم جسمانی طور پر کسی حد تک توانائی حاصل کر رہے ہو۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے ہو۔ میں نے تمہیں دو چار قدم چلتے ہوئے دیکھا ہے۔''

میں نے چونک کر اپنے پیروں کو دیکھا پھر ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگا۔ وہ میرے ساتھ تھی۔ خوش ہو کر کہہ رہی تھی۔ ''خدا کا شکر ہے تم رفتہ رفتہ توانائی حاصل کر رہے ہو۔'' میں نے دروازے کی طرف دیکھ کر غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ میرے شانے کو تھپک کر بولی۔ ''صبر کرو۔ تم ایک شریف اور نیک دل انسان ہو۔ بدمعاشوں کے ساتھ بدمعاش نہیں بن سکتے۔ وہ لڑتے ہیں تو تمہیں لڑنا نہیں چاہیے۔ خدا نے چاہا تو پہلے کی طرح ذہنی توانائی حاصل کرو گے اور اپنی ذہانت سے انہیں مات دو گے۔''

میں نے مجبوری اور بے بسی سے نائلہ کو دیکھا پھر کہا۔ ''تم درست کہتی ہو مجھے صبر کرنا چاہیے۔ اگر مجھے اسی طرح توانائی حاصل ہوتی رہی تو میں ان سے نمٹ لوں گا۔''

وہ تینوں جھنجلا کر گئے تھے۔ مجھے اچھی طرح دیکھنے اور ٹٹولنے کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں مرنے کے بعد زندہ ہو کر واپس آ گیا ہوں۔ شہناز نے دونوں بھائیوں کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم دونوں الو بن گئے ہو۔ تم نے فرہاد کے دھوکے میں کسی اور کو پکڑ کر قتل کیا ہے۔''

جواد نے کہا۔ ''نہیں آپا! ہم میں سے کوئی ایک غلطی کر سکتا ہے۔ کیا ہم دونوں ہی اندھے ہیں؟ کیا اسے پہچانتے نہیں ہیں؟ ہم کھلی آنکھوں سے اسے دیکھتے رہے ہیں۔ ہمارے آدمیوں نے دن کی روشنی میں ہمارے سامنے اسے قتل کیا تھا اور گڑھا کھود کر اسے دفن کیا تھا۔''

دلشاد نے کہا۔ ''بے شک میں نے بھی پورے ہوش و حواس میں رہ کر کھلی آنکھوں سے اسے مرتے اور مٹی میں ملتے دیکھا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ زندہ کیسے ہو گیا؟ پھر اس منوں مٹی تلے سے نکل کر کیسے آ گیا؟''

شہناز نے جواد سے کہا۔ ''میں ابھی تمہاری زمینوں پر چلوں گی۔ تم اپنے رازدار ملازموں سے کہو گے' وہ اس گڑھے کو کھودیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں تم دونوں نے کس بندے کو مار کر وہاں دفن کیا ہے؟''

لاہور سے تقریباً سو کلومیٹر کے فاصلے پر جواد انور شاہ کی زمینیں تھیں۔ وہ تینوں اسی وقت اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر اس طرف چل پڑے۔ فرہاد انور شاہ کی تقدیر نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا لیکن میری تقدیر ابھی میرا ساتھ دے رہی تھی اور ان کی تدابیر کو ناکام بنا رہی تھی۔ وہ اس گڑھے کو کھودنے کے بعد کچھ اور زیادہ الجھنوں میں مبتلا ہونے والے تھے۔

جواد اور دلشاد کی عدم موجودگی میں قصہ یہ ہوا کہ چند ڈاکو لوٹ کا مال لے کر ٹھیک اسی جگہ پہنچے تھے جہاں فرہاد انور شاہ کو دفن کیا گیا تھا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا۔ ''ہم نے جو نقد رقم لوٹی ہے۔ اسے اپنے پاس رکھیں گے لیکن سونے کے زیورات اور ہیرے جواہرات ابھی کہیں جا کر کیش نہیں کر سکیں گے۔ اسے یہاں کہیں چھپا دینا چاہیے۔''

انہوں نے اس مقصد کے لیے گڑھا کھودنا شروع کیا تو وہاں فرہاد انور شاہ کی لاش دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ ''یہ کیا مصیبت ہے؟ پتا نہیں یہ بندہ کون ہے؟ اگر ہم پکڑے گئے تو اس کے قتل کے الزام میں سیدھے پھانسی کے پھندے تک پہنچیں گے۔''

سردار نے کہا۔ ''جس نے بھی اسے یہاں چھپایا ہے وہ

اب دوسری بار اسے کھود کر دیکھنے نہیں آئے گا۔ اسے اطمینان ہو گا کہ اس کا جرم مٹی تلے چھپ گیا ہے۔ ہمارا مال اسی جگہ محفوظ رہے گا۔"

ایک نے کہا۔ "ٹھیک ہے لیکن جب ہم یہاں سے اپنا مال نکالنے آئیں گے تو اس سڑی ہوئی لاش کے کیڑے ہمارے مال پر رینگتے رہیں گے۔"

سردار نے کہا۔ "ابھی اس لاش میں کیڑے نہیں پڑے ہیں۔ اسے باہر نکالو اور اپنا مال یہاں چھپاؤ۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ فرہاد انور شاہ کی لاش کو باہر نکال کر رکھا گیا اور مال کو وہاں چھپا دیا گیا۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر دریائے راوی بہہ رہا تھا۔ ان دنوں غضب کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ انہوں نے لاش کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیا پھر مطمئن ہو کر وہاں سے چلے گئے۔

کئی دنوں کے بعد وہ تینوں بہن بھائی اپنے اطمینان کے لیے وہاں پہنچے۔ ان کے ساتھ جواد کے چند خاص کارندے تھے۔ انہوں نے اس کے حکم کے مطابق وہاں کی مٹی کھودی پھر اس گڑھے میں دیکھا تو لاش غائب تھی۔ اس کی جگہ سونے چاندی کے زیورات اور کچھ ہیرے جواہرات پڑے تھے۔

شہناز نے بھائیوں کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں تو کسی کی لاش نہیں ہے؟"

جواد اور دلشاد نے اور اس کے کارندوں نے قسم کھا کر کہا کہ وہاں فرہاد انور شاہ کی لاش چھپائی گئی تھی۔ ان کارندوں نے اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا اور وہاں اسے اچھی طرح دفن کرنے کے بعد گئے تھے۔

شہناز نے کہا۔ "قسم کھانے سے کیا ہوتا ہے جو حقیقت سامنے ہے، وہ آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ کیا اس کی لاش ہیرے جواہرات میں تبدیل ہو گئی ہے؟"

وہ لاکھ سر پھوڑتے تب بھی بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ انہوں نے وہاں سے وہ مختصر سا خزانہ اٹھایا پھر لاہور واپس آ گئے۔ وہاں ان کی بیٹیوں اور دامادوں نے پوچھا۔ "خیریت تو ہے؟ آپ لوگ صبح یہاں سے گئے تھے۔ اتنی رات کو واپس آ رہے ہیں؟ اور بہت زیادہ پریشان دکھائی دے رہے ہیں؟"

مراد انور شاہ نے پوچھا۔ "آپ لوگ میرے ڈیڈ (فرہاد انور شاہ) کو دیکھنے گئے تھے۔ کیا تصدیق ہو گئی کہ وہ واقعی زندہ ہیں؟"

دلشاد نے کہا۔ "تمہارا باپ بہت پُراسرار بن گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ زندہ کیسے ہو گیا؟ اور قبر سے نکل کر اپنے گھر واپس کیسے آ گیا ہے؟"

فرہاد کے دوسرے بیٹے حماد نے حیرانی سے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مردہ اپنی قبر سے نکل کر کیسے آ سکتا ہے؟"

"یہی بات تو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، خدا کا شکر ہے کہ تمہارے باپ کا دماغ کمزور ہے۔ یادداشت گم ہو چکی ہے۔ وہ ہمیں اپنے قاتلوں کی حیثیت سے کبھی نہیں پہچان پائے گا۔ اسے یہ بھی یاد نہیں آئے گا کہ ہم نے اسے قتل کر کے گڑھے میں پھینک دیا تھا۔"

حماد نے کہا۔ "ڈیڈ کو یہ باتیں یاد ہیں یا نہیں ہمیں کسی طرح یہ معلوم کرنا چاہیے۔"

جواد نے کہا۔ "اگر تمہارے باپ کو کچھ معلوم ہوتا ذرا سا بھی یاد ہوتا تو وہ آج ہمیں دیکھتے ہی چیخ پڑتا کہ ہم اس کے قاتل ہیں۔"

دلشاد سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ جواد بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ شہناز مٹھیاں بھینچ کر کہہ رہی تھی۔ "کوئی غلطی تم دونوں سے ضرور ہوئی ہے۔ بے شک تمہارے کارندے بھی قسمیں کھا کر یہی کہہ رہے ہیں کہ مرنے والا فرہاد ہی تھا۔"

فرہاد کے بیٹے مراد نے کہا۔ "اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ سب نے دھوکا کھایا تھا اور ڈیڈ کے دھوکے میں کسی دوسرے کو گڑھے میں دفن کر دیا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے' وہ دوسرا مُردہ اس گڑھے سے نکل کر کہاں چلا گیا؟ اس کی لاش باہر کیسے نکل گئی؟"

جواد بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ فوراً ہی اپنی بڑی بہن شہناز کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "آج سے سات دن پہلے بنک میں بہت بڑی ڈکیتی ہوئی تھی۔ نقد رقم سونے کے زیورات اور ہیرے جواہرات چرائے گئے تھے۔ ہم جو مال اس گڑھے سے اٹھا کر لائے ہیں وہ یقیناً ڈکیتی کا ہے۔"

سب ہی سوچتی ہوئی نظروں سے جواد کو دیکھنے لگے۔ دلشاد نے کہا۔ "یہی ہو سکتا ہے۔ ڈاکو اس گڑھے کے پاس آئے ہوں گے۔ انہوں نے چرایا ہوا مال اس گڑھے میں چھپایا ہو گا اور لاش کو نکال کر کہیں پھینک دیا ہو گا۔"

شہناز نے ناگواری سے کہا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ پھینکی ہوئی لاش زندہ ہو کر واپس آ گئی؟ سوال یہ نہیں ہے کہ وہ ڈکیتی کا مال وہاں کس نے چھپایا اور کس نے وہاں سے لاش نکالی؟ ہمیں تو اس اہم اور بنیادی سوال کا جواب تلاش کرنا ہے کہ قتل ہونے والا زندہ ہو کر واپس کیسے چلا آیا؟"

جواد نے کہا۔ "اب تو حقیقت معلوم کرنے کا ایک ہی راستہ دکھائی دے رہا ہے اور وہ یہ کہ ہم بھائی جان کو پھر اغوا کریں۔ کسی طرح ان کی یادداشت واپس لائیں بس ایک وہی ہیں جو ہمیں اپنی موت اور زندگی کے بارے میں سچ سچ بتا سکتے ہیں۔"

وہ سب اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے کہ آئندہ کس طرح مجھے اغوا کیا جا سکتا ہے اور کسی جگہ کب تک چھپا کر رکھا جا سکتا ہے؟ وہاں کسی تدبیر سے یا کسی علاج کے ذریعے کس طرح میری یادداشت واپس لائی جا سکتی ہے؟ انہوں نے یہ طے کیا کہ اگر خاطر خواہ معلومات حاصل نہ ہوں تو مجھے وہیں دوسری بار قتل کر کے مٹی میں چھپا دیا جائے گا۔

☆☆☆

میری داستان اس نئے موڑ پر پہنچ کر آگے بڑھ رہی ہے۔ وہاں سے اب مجھے اپنی دو بیویوں' چار بچوں کی طرف اور بابا صاحب کے ادارے کی طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے۔ اگر تاریخ خود کو دہراتی ہے اور اپنی ڈگر پر واپس آتی ہے اور اگر صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آتا تو شاید میں بھی کبھی اپنے پیاروں کی طرف لوٹ آؤں گا۔ فی الحال ایسے آثار نظر نہیں آ رہے ہیں۔

میری ساری زندگی جدوجہد کرتے گزرتی رہی۔ کوئی نہ کوئی مسئلہ درپیش آتا رہا، منفی قوتیں مجھے چیلنج کرتی رہیں، اب منفی قوتیں مجھے یہاں اور وہاں بابا صاحب کے ادارے میں میری بیویوں اور بچوں کو چیلنج نہیں کر سکتی تھیں۔ جو شر پسند عناصر سر اٹھاتے رہتے تھے ہم نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔ سیارے والے بھی ادھر کا رخ کرنے کی جرأت نہیں کر رہے تھے اور نہ ہی کبھی کر سکتے تھے۔

بابا صاحب کے ادارے میں اطمینان اور سکون تھا مگر میرے اپنوں کے اندر بے چینی تھی کہ میں کہاں ہوں؟

وہاں میری موت کا ایک دن' ایک وقت مقرر ہو چکا تھا۔ اگر ان کے سامنے میری موت واقع ہو جاتی تو دستور کے مطابق وہ رو پیٹ کر صبر کر لیتے۔ میں ان کی آنکھوں کے سامنے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا تو یہ اطمینان ہو جاتا کہ اپنی آخری منزل تک پہنچ گیا ہوں مگر یوں لگتا ہے' اب قیامت کے دن ہی ایک دوسرے سے سامنا ہو گا۔

لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ ان کے سامنے میرا دم نہیں نکلا تھا۔ وہاں سے میرا جنازہ اٹھایا نہیں گیا تھا لہٰذا یہ تجسس ختم ہونے والا نہیں تھا کہ مجھے کہاں لے جایا گیا ہے اور کہاں پہنچایا گیا ہے؟ اور میں کہیں پہنچنے کے بعد زندہ بھی ہوں یا نہیں؟ اگر میں مر چکا ہوں تو کسی نے میری آخری رسومات ادا کی ہوں گی؟ اور اگر میں زندہ ہوں تو کہاں ہوں؟ کس حال میں ہوں؟ اگر بخیریت ہوں تو اپنے پیاروں سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا ہوں؟

عالی، کبریا، پارس پورس، الپا، انوشے اور عدنان سب ہی آمنہ کے پاس آئے۔ پورس نے کہا۔ "ماما! آپ اپنے روحانی علوم کے ذریعے جانتی ہیں کہ ہمارے ساتھ آگے کیا ہونے والا ہے اور ہمارے پاپا کے ساتھ کیا ہو رہا ہو گا؟"

پورس نے کہا۔ "ہم بڑے صابر اور حوصلے والے ہیں۔ بڑی بڑی مصیبتیں جھیل لیتے ہیں مگر پاپا کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔"

کبریا نے کہا۔ "پاپا سے زیادہ اہم اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ ہم پاپا سے ہیں وہ نہ ہوتے تو ہم نہ ہوتے۔ آج وہ نہیں ہیں تو ہم یہ جانے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟"

عالی نے کہا۔ "ہمیں معلوم ہیں قدرت کا کوئی بھید آپ کسی کو نہیں بتاتی ہیں۔ ہم نے آج سے پہلے آپ سے کبھی کچھ نہیں پوچھا آج مجبور ہو کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ خدا کے لیے ہمیں پاپا کے بارے میں کچھ بتا دیں، اگر واضح طور پر نہیں بتا سکتی ہیں تو کچھ اشارے دے دیں۔"

آمنہ نے بڑے پیار سے عالی کو دیکھا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم نے ایمان علی سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ انتظار کر رہا ہے۔ تمہیں انڈیا جانا چاہیے۔ میں اجازت دیتی ہوں وہاں اس سے نکاح پڑھاؤ اور اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو۔"

وہ بولی۔ "ماما! آپ مجھے ٹال رہی ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھتی ہیں کہ پاپا کے متعلق جب تک تجسس گم نہیں ہو گا۔ مجھے کوئی خوشی گوارہ نہیں ہو گی۔"

"بیٹی! کافرانہ خیالات سے باز آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے انکار نہ کرو۔ جب تمہیں خوشیاں مل رہی ہیں تو انہیں فوراً قبول کرو۔ اپنے پاپا کو بھول جاؤ، اگر نہیں بھولو گی تو یہ گزرتا ہوا وقت رفتہ رفتہ سب کچھ بھلا دے گا۔"

پورس نے کہا۔ "یعنی آپ یہ چاہتی ہیں کہ ہم پاپا کو بھول جائیں۔ پتھر بن جائیں۔ یہ بھی نہ سوچیں کہ وہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ اگر پاپا کسی مصیبت میں ہیں اور ہم یہاں آرام سے ہیں تو پھر ہم پر لعنت ہیں۔ آپ ہماری والدہ محترمہ ہیں۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ ہم لعنتی زندگی گزاریں؟"

آمنہ نے اپنے لخت جگر کو بڑی محبت سے دیکھا پھر کہا۔ "بیٹے! نہ جذباتی بنو، نہ ہی مجھے دنیاوی معاملات اور جذبات میں ملوث کرو۔"

الپا نے انوشے کو دیکھا پھر آمنہ سے کہا۔ "یہ میری بیٹی ہے آپ کی پوتی ہے۔ آپ کی طرح قدرتی رازوں کو جانتی ہے

مگر بہت گہری ہے۔ ہم ماں باپ نے بہت بہلایا پھسلایا پارس نے اسے اپنے خون کا واسطہ دیا میں نے دودھ کا واسطہ دیا مگر یہ ایک ہی بات کہتی ہے کہ اس سے کچھ نہ پوچھا جائے۔"

میرا پوتا عدنان اب نو برس کا ہو رہا تھا۔ اس نے سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ اتنے بڑے ہو گئے ہیں لیکن میری جیسی عقل آپ لوگوں کے پاس نہیں ہے۔"

پورس نے کہا۔ "ہاں بیٹے! اپنے دادا جان کی ساری ذہانت تو تمہارے اندر پہنچ گئی ہے۔ تم ہی بتاؤ کہ وہ زندہ سلامت ہیں یا نہیں؟"

"آپ لوگ خوانخواہ دادی جان سے پوچھنے آئے ہیں۔ میرے پاس آتے تو میں بتا دیتا۔"

"یہی تو پوچھ رہے ہیں کہ تمہارے پاس آتے تو تم کیا بتاتے؟"

وہ بولا۔ "یہی کہ میرے گرینڈ پا زندہ ہیں۔"

عالی نے پوچھا۔ "تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"میں نے اتنی سی عمر میں دیکھا ہے کہ کسی کے ہاں موت ہو جاتی ہے تو کم از کم ان کی بیویاں ماتمی لباس پہنتی ہیں اور یہاں میری دو میں سے کسی بھی دادی جان نے سیاہ لباس نہیں پہنا ہے۔"

سب نے چونک کر آمنہ کو دیکھا۔ واقعی کوئی جانے یا نجانے آمنہ تو میری حقیقت جانتی تھی۔ اگر میری موت ہوتی تو وہ کم از کم سوگ منانے کے لیے ماتمی لباس پہنتی۔

آمنہ نے ایک گہری سانس لے کر عدنان کو اپنی طرف کھینچ کر چوم لیا پھر پورس سے کہا۔ "تمہارا یہ بیٹا فتنہ ہے فتنہ۔ قدرت کا جو بھید میں چھپا رہی تھی، اسے اس نے ظاہر کر دیا ہے۔"

سب ہی خوش ہو کر عدنان کو دیکھنے لگے۔ جو قریب تھے اسے چوم رہے تھے۔ جو دور تھے وہ دور ہی سے اس کی بلائیں لے رہے تھے۔ عالی نے کہا۔ "اب تو میں ضرور شادی کروں گی۔ آپ سب میرے ساتھ انڈیا جائیں گے۔ ماما! آپ تو ادارے سے کبھی باہر نہیں نکلتی ہیں لیکن میری شادی میں ضرور شریک ہوں گی۔ آپ میرے ساتھ یہاں سے چلیں گی۔"

آمنہ نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم میری ایک ہی بیٹی ہو۔ میں ضرور چلوں گی۔ ہم صرف خوشیاں ہی نہیں منائیں گے جشن بھی منائیں گے۔"

وہ سب خوش ہو رہے تھے۔ آمنہ نے کہا۔ "لیکن ایک وعدہ کرو تم میں سے کوئی اپنے پاپا کے بارے میں ایک بھی سوال نہیں کرے گا۔"

پارس نے کہا۔ "ماما! اب ہم آپ کے محتاج نہیں رہیں گے۔ ہمیں اتنا تو معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارے پاپا جہاں بھی ہیں زندہ و سلامت ہیں۔ اب آپ دیکھیں گی کہ ہم انہیں کس طرح ڈھونڈ نکالیں گے۔"

کبریا نے کہا۔ "بے شک آج سے ہمارا یہ مشن شروع ہوگا ہم ادارے سے باہر جائیں گے اور دنیا کے کسی بھی گوشے سے پاپا کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

پارس، پورس، کبریا، عالی، الیا اور نو برس کا عدنان سب ہی یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ وہ مجھے تلاش کرنے نکلیں گے تو مجھ تک پہنچ ہی جائیں گے۔ جب ڈھونڈنے والوں کو خدا مل جاتا ہے تو میں کیوں نہیں ملوں گا؟ ضرور ملوں گا۔ وہاں صرف الو شے چپ تھی۔ وہ بہت گہری تھی اور بہت کچھ جانتی تھی۔

اس وقت سونیا بابا فرید واسطی کے حجرے میں تھی۔ وہاں جناب علی اسد اللہ تبریزی بھی موجود تھے۔ وہ ان کے سامنے سر جھکائے دو زانو بیٹھی تھی۔ اعلیٰ حضرت کہہ رہے تھے۔ "اگرچہ کوئی مرنے کے بعد دوبارہ کبھی زندگی نہیں پاتا لیکن اللہ تعالیٰ بڑا قوی ہے۔ قادرِ مطلق ہے۔ بے شک قدرت والا ہے۔ وہ مُردوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ یہ تو اس کی مرضی پر ہے، وہ چاہے تو انہونی کو ہونی کر دیتا ہے۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ ہماری دنیا میں ایسا ہو چکا ہے۔ ایک نہیں کئی بار مرنے والوں کو زندگی مل چکی ہے تو ایمان نہ رکھنے والے کہہ سکتے ہیں کہ یہ محض قصے کہانیاں ہیں لیکن قرآن مجید میں جو قصے بیان کیے گئے ہیں انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔"

سونیا نے بابا فرید واسطی کو دیکھا پھر کہا۔ "مجھے بابا صاحب پر پورا اعتماد ہے۔ ان کی پیشگوئی کے مطابق میں فرہاد کے آخری لمحات میں اس کے پاس نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی موت کا وقت نہیں آیا اور اگر اس کی موت واقع ہو چکی ہے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مُردوں میں جان ڈال دیتا ہے.... کیا میں سمجھوں کہ فرہاد کو ایک نئی زندگی مل گئی ہے؟"

بابا صاحب نے کہا۔ "خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندے کو موت نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ اسے ایک عرصے تک غفلت کی نیند سُلا دیتا ہے جیسا کہ اصحاب کہف کے ساتھ ہوا تھا۔"

بابا صاحب نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا پھر سونیا سے کہا۔ "غفلت کی نیند سلانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ بندہ ہاتھ پاؤں پھیلا کر سوتا رہا۔ جسمانی طور پر بے حس ہو گیا...نہیں۔ انسان چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے بھی اپنی ذات سے غافل ہو جاتا ہے۔ جو اسے کرنا چاہیے وہ نہیں کرتا، جو سمجھنا چاہیے وہ نہیں سمجھتا۔ کبھی اس کی یادداشت گم ہو جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو ایک طویل عرصے تک بھلائے رکھتا ہے۔ نہ خود کو پہچانتا ہے نہ کبھی پچھلی زندگی کو یاد کر پاتا ہے اور جب اس کی یادداشت واپس آتی ہے تو اسے سب کچھ یاد آتا ہے۔ تو گویا وہ غفلت کی طویل نیند سے نکل کر اپنی پچھلی زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے۔"

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ "فرہاد زندہ ہے یا مردہ...؟ وہ غفلت کی نیند میں ہے یا بیدار ہے؟ وہ ہے یا نہیں ہے؟ تمہاری بیٹی اور بیٹے اسی الجھن میں ہیں۔ تمہیں بابا صاحب کی پیشگوئی پر اعتماد ہے اور تم یقین سے کہہ رہی ہو کہ وہ زندہ ہے... چلو یہی سہی اگر وہ زندہ ہے تو تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ سر جھکا کر بولی۔ "وہ میرے مجازی خدا ہیں۔ ایسی حالت میں یہاں سے گئے ہیں کہ ان میں چلنے پھرنے کی سکت بھی نہیں تھی۔ میں اپنے مجازی خدا کو تنہا، بے یار و مددگار چھوڑنا نہیں چاہتی۔ ان کے پاس جانا چاہتی ہوں۔"

"اگر وہ اس دنیا میں کہیں ہے اور تم اسے تلاش کر سکتی ہو تو بے شک یہاں سے جاؤ۔ تمہیں اجازت ہے۔"

"میں اپنے فرہاد کو ڈھونڈ لینے کے بعد انہیں یہاں لانا چاہتی ہوں۔"

"یہاں کبھی نہیں لا سکو گی۔"

اس نے چونک کر دونوں بزرگوں کو دیکھا بابا صاحب نے کہا۔ "اگر فرہاد زندہ ہے تو تم دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی بھی علاقے میں اس سے کہیں نہ کہیں ضرور ملو گی اور جب اس کے قریب پہنچو گی تو وہ اس کا آخری وقت ہوگا۔"

سونیا اندر سے تڑپ گئی۔ اس نے سر اٹھا کر بابا صاحب کو دیکھا انہوں نے کہا۔ "میں نے پیش گوئی کی ہے ناں کہ اس کے آخری لمحات میں تم اس کے قریب رہو گی لہٰذا قریب جاؤ گی تو وہی اس کا آخری وقت ہوگا۔"

سونیا کی برتری اور اہمیت یہی تھی کہ آخری لمحات میں وہ میرے پاس ہوگی۔ اب یہ سن کر اسے دکھ ہو رہا تھا کہ وہ میرے لیے بدبخت بن گئی ہے۔ آئندہ جب بھی مجھے ملے گی میرے قریب آئے گی تو میری موت یقینی ہو جائے گی۔

بابا صاحب نے کہا۔ "میں نے یہاں آنے سے پہلے علی اسد اللہ تبریزی کو ہدایت کی تھی کہ یہ چالیس دن تک فرہاد کی درازیٔ عمر کے لیے دعا کریں۔"

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ "فرہاد صرف تم لوگوں کے لیے اہم نہیں ہے۔ وہ بابا صاحب کے قائم کیے ہوئے اس ادارے کے لیے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے بابا صاحب بھی اس کے لیے دعائیں مانگتے رہے ہیں۔"

بابا صاحب نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے ہماری دعائیں بڑی حد تک قبول ہوئیں۔ ہمیں آگہی ملی کہ فرہاد کی موت میری پیشگوئی سے مشروط ہے، یعنی فرہاد تم سے دور ہو جائے تو اسے زندگی کی سانسیں ملتی رہیں گی۔ تم کبھی بھولے سے بھی جانے انجانے میں اس کے قریب جاؤ گی تو اس کی سانسیں پوری ہو جائیں گی۔"

وہ بڑے دکھ سے یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا میں اس کے قریب جا کر دور ہی دور سے اسے دیکھ سکوں گی؟"

"شرط یہ ہے کہ اسے پہچان سکو۔"

اس نے سوالیہ نظروں سے بابا صاحب کو دیکھا۔ اعلیٰ حضرت نے کہا۔ "جب تبدیلیاں ہوتی ہیں تو پھر ہر پہلو سے ہوتی ہیں۔ اس کی کل کی زندگی آج میں تبدیل ہو گئی۔ اسی طرح کل کا چہرہ کل کی شخصیت اور کل کا مزاج بھی تبدیل ہو گیا ہوگا۔ نہ اس نے تمہیں یاد رکھا ہوگا، نہ تم اسے پہچان پاؤ گی۔"

بابا صاحب نے کہا۔ "سوچو کہ جب تم دونوں ایک دوسرے کو پہچان نہیں پاؤ گے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ تم دونوں انجانے میں ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ گے جب کہ تمہیں قریب نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قربت تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ وہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گا۔"

وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ "میں اسے تلاش کرنے کے لیے کہیں جاؤں یا نہ جاؤں مگر اس ادارے میں ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ کتنے ہی کام نمٹانے ہوتے ہیں، اس لیے باہر جاؤں گی تو کہیں نہ کہیں اتفاقیہ ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں انہیں پہچان نہیں پاؤں گی۔ ان کے قریب چلی جاؤں گی تو...."

انہوں نے کہا۔ "تو پیشگوئی پوری ہو جائے گی۔"

وہ سر جھکائے تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اعلیٰ حضرت نے پوچھا۔ "اور کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں میری سونگھنے کی حس بحال کر دی جائے۔ میں اپنے مجازی خدا کو اس کی بُو سے پہچان لوں گی۔"

بابا صاحب ے کہا۔ "ہم تمہاری بہتری چاہتے ہیں۔ تمہاری سونگھنے کی حس بحال ہو جائے گی مگر... تم کم و بیش دو کلو میٹر تک اس کی بُو پا سکو گی۔ اس فاصلے سے پرے تمہاری قوتِ شامہ کام نہیں کرے گی۔"

یہ عنایت بھی بہت تھی۔ اس نے پہلے بابا فرید واسطی کے ہاتھ کی پشت کو بوسہ دیا پھر اعلیٰ حضرت کے ہاتھ کو بوسہ دے کر

وہاں سے اٹھ گئی۔ الٹے قدموں چلتی ہوئی حجرے سے باہر آ گئی۔ اس نے کھلی فضا میں دائیں سے بائیں سر گھما کر جیسے پوری دنیا پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ اس کے اندر کی ضدی عورت کہہ رہی تھی کہ وہ اپنے فرہاد کو ڈھونڈ نکالے گی پھر اس کی بو کو پہچان کر قریب نہیں جائے گی۔ پیشگوئی پوری نہیں ہونے دے گی۔

☆☆☆

خدا کا شکر ہے میری عمر کچھ آگے بڑھ گئی تھی۔ ابھی تو میں سونیا کو، اپنے تمام خون کے رشتوں کو بھولا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ خود کو بھی نہیں پہچان رہا تھا جو نئی زندگی ملی تھی اسے غفلت میں رہ کر گزار رہا تھا۔ میری ایک نئی شخصیت تھی۔ ایک نیا گھریلو سماجی ماحول تھا۔ زندگی کے ساتھ موت، نفرت کے ساتھ محبت اور محبت کے رشتوں کے ساتھ عداوتیں لگی رہتی ہیں۔ اس نئی زندگی میں بھی میرے ساتھ یہی ہو رہا تھا، مجھے یعنی فرہاد انور شاہ کو مار ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے تھے۔ ایک فرہاد انور شاہ کو مار ڈالا گیا تھا۔ کاتبِ تقدیر کی مرضی سے میں اس کی جگہ چلا آیا تھا اور اب مجھے بھی مارنے کی سازشیں کی جا رہی تھیں۔

ان حالات میں میرے بڑھاپے، کمزوریوں اور بیماریوں کا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ میں بالکل تن تنہا رہ گیا تھا۔ میرے اپنے سگے بھائیوں نے بہن نے اور دونوں بیٹوں نے مجھ سے عداوت جاری رکھی تھی۔ ایسی حالت میں صرف ایک میری شریکِ حیات نائلہ مجھے تحفظ دے رہی تھی۔ ورنہ میں موجودہ حالت میں کیا تھا...؟ کچھ بھی نہیں۔ نہ پہلے جیسی ذہانت تھی۔ نہ ہی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت تھی۔ میں ایک ایسا سپاہی تھا جو زندگی کے میدان میں اپنی شریکِ حیات کے ساتھ کسی ہتھیار کے بغیر دشمنوں کے حملوں سے بچ رہا تھا۔

نائلہ مجھے تنہا نہیں چھوڑتی تھی لیکن کبھی کبھی کوئی ضروری کام نمٹانے کے لیے اسے گھر سے باہر جانا پڑتا تھا۔ ایک روز اس نے کہا۔ ”اقبال ٹاؤن میں میرے نام جو زمینیں ہیں وہاں ایک گرامر اسکول کھولنا چاہتی ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے روزانہ چند گھنٹے باہر گزارنے ہوں گے۔“

میں نے کہا۔ ”کوئی بات نہیں۔ میں یہاں تنہا رہ لوں گا۔ تم میری فکر نہ کرو۔“

”کیسے نہ کروں؟ میری آنکھوں کے سامنے وہ دشمن آئے تھے اور انہوں نے تم پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ تمہاری توہین کی تھی۔ میں یہ کبھی نہیں بھولوں گی۔ اس دن سے میں نے باہر سیکیورٹی گارڈز رکھے ہیں لیکن اس کوٹھی کے اندر تمہیں اپنی حفاظت خود کرنی ہو گی۔“

یہ کہہ کر اس نے اپنے پرس میں سے ایک چھوٹا سا پستول نکالا اور کہا۔ ”یہ میں نے تمہارے لیے اپنے نام سے خریدا ہے۔ اس کا باقاعدہ لائسنس میرے پاس ہے۔ اگر دشمن اندر گھس آئیں اور تمہیں جانی نقصان پہنچانا چاہیں تو تم اپنی حفاظت کر سکو گے۔“

میں نے اس پستول کو ہاتھ میں لے کر دیکھا اس نے کہا۔ ”اسے اپنے لباس میں ابھی چھپا لو۔ کسی کو معلوم نہ ہو کہ تم اپنے پاس ہتھیار رکھتے ہو۔“

میں نے اسے اپنے لباس کے اندر رکھ لیا۔ وہ اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ”مجھے کسی حد تک اطمینان حاصل رہے گا۔ ویسے تمہارے پاس موبائل فون ہے۔ ذرا بھی پریشانی ہو تو فوراً مجھے اطلاع دینا میں فوراً چلی آؤں گی۔“

ڈرائیور نے آ کر کہا۔ ”گاڑی تیار ہے۔“

اس نے مجھے پیار سے دیکھا پھر وہاں سے چلی گئی۔ دو منٹ کے بعد ہی واپس آ کر بولی۔ ”میں اپنا شناختی کارڈ بھول گئی تھی۔“

وہ اپنے بیڈ روم میں گئی پھر اپنا شناختی کارڈ لے کر میرے پاس آئی، اس نے جھک کر میرے گال کو چوما پھر مسکرا کر کہا۔ ”لپ اسٹک پونچھ لینا۔ میں جا رہی ہوں۔“

وہ چلی گئی۔ میں ڈرائنگ روم میں تھا۔ صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہیل چیئر کا محتاج نہیں رہا تھا۔ کوٹھی کے ہر حصے میں گھومتا پھرتا تھا۔ کبھی کبھی شام کو لان میں جا کر بیٹھ جاتا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد باہر گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں سمجھا وہ واپس آ گئی ہے لیکن دروازہ کھلا تو مجھے فرہاد انور شاہ کا دوسرا بیٹا حماد اور اس کی بیوی دکھائی دی۔ وہ دونوں پہلی بار میرے سامنے آئے تھے۔ میں نے البم میں ان کی تصاویر دیکھی تھیں۔ اس لیے پہچان گیا۔

وہ بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ تیزی سے چلتے ہوئے میرے پاس آئے پھر حماد نے میرے قدموں میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”ڈیڈ! بہت بری خبر ہے۔ ممی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ بھائی جان اور بھابھی جان انہیں اسپتال لے گئے ہیں۔ آپ فوراً چلیں۔“

میں یہ سنتے ہی تڑپ گیا۔ نائلہ نے مختصر سے عرصے میں وفا شعار بیوی کی حیثیت سے بہت متاثر کیا تھا۔ میں اپنا موبائل نکال کر فوراً ہی اس کے نمبر پنچ کرنے لگا۔ میری بہو نے کہا۔ ”فون کرنے میں وقت ضائع نہ کریں۔ فوراً ہمارے ساتھ چلیں۔“



میں نے کہا۔ ”تم سب آستین کے سانپ ہو۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے نطفے سے پیدا ہوا ہے لیکن میری جان کا دشمن ہے۔ میں کیسے یقین کر لوں کہ حادثہ پیش آیا ہے؟“

حماد نے کہا۔ ”ڈیڈ! ہم لاکھ دشمن سہی لیکن جان کے دشمن نہیں ہیں اور ممی کو تو جان سے زیادہ چاہتے ہیں۔ پلیز...... آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں آپ ہی کو پکار رہی تھیں۔“

یہ آخری فقرہ اتنا جذباتی تھا کہ میں تڑپ کر رہ گیا۔ فون کر رہا تھا لیکن ٹیپ سنائی دے رہی تھی کہ فون عارضی طور پر بند ہے۔ مجھے بعد میں رابطہ کرنا چاہیے۔ میں نے مجبور ہو کر کہا۔ ”چلو۔ مجھے اس اسپتال میں لے چلو۔“

میں ان کے ساتھ چلتا ہوا کوٹھی سے باہر آیا۔ ان کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ حماد نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا میں اندر بیٹھ گیا۔ میری بہو اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گئی۔ حماد پچھلی سیٹ پر چلا گیا پھر وہ کار اسٹارٹ ہو کر اقبال ٹاؤن کی طرف جانے لگی۔

میں پریشان ہو کر نائلہ کے متعلق سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں وہ کس حال میں ہو گی؟ میں ونڈ اسکرین کے باہر دیکھ رہا تھا۔ وہ تصور میں دکھائی دے رہی تھی۔ مجھ سے کہہ رہی تھی۔ ”میری فکر نہ کرو، میں خیریت سے ہوں۔“

میں تھوڑی دیر بعد چونک گیا۔ وہ کار اقبال ٹاؤن سے آگے ملتان روڈ پر پہنچ گئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ”یہ کہاں جا رہے ہو؟“

حماد نے ریوالور نکال کر اسے میری گردن سے لگایا پھر کہا۔ ”چپ چاپ بیٹھے رہیں۔ ذرا بھی آواز نکالیں گے تو گولی چلا دوں گا۔“

میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا اس کے ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ وہ بھری پری سڑک سے گزرتے وقت گولی چلا سکتا تھا۔ فائرنگ کی آواز باہر نہیں جا سکتی تھی۔

میری بہو نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔ ”بڑے میاں! ہماری بات مان لو گے تو زندہ سلامت گھر واپس جا سکو گے۔“

میں نے پوچھا۔ ”تم کون سی بات منوانا چاہتی ہو؟“

حماد نے کہا۔ ”ہم نے اپنے وکیل سے کچھ کاغذات تیار کروائے ہیں۔ آپ ہمیں اپنے کاروبار اور تمام جائیداد کا مالک و مختار بنا رہے ہیں لہٰذا ان کاغذات پر دستخط کر دیں۔“

”تم یہاں بھی مجھ سے دستخط کرا سکتے ہو پھر ملتان روڈ پر مجھے کیوں لے جا رہے ہو؟“

”ہم کسی ویرانے میں جا کر آرام سے قانونی کاغذات کی خانہ پُری کریں گے اور آپ ان پر دستخط کریں گے۔“

میں نے پوچھا۔ ”اگر میں دستخط کرنے سے انکار کروں تو...؟“

”تب بھی ہم آپ کو ویرانے میں لے جا رہے ہیں۔ یہاں گولی چلائیں گے تو ہماری یہ ایک کروڑ دس لاکھ کی کار تمہارے خون سے آلودہ ہو جائے گی۔“

کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ میری بہو نے آگے جا کر اسے ایک کچے راستے پر موڑ دیا۔ ہم کھیتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک ایسی ویران جگہ پہنچ گئے، جہاں دور دور تک نہ کوئی مکان تھا، نہ کوئی انسان تھا۔ وہاں اس نے گاڑی روک دی۔

حماد نے کہا۔ ”اپنا دروازہ کھولو اور باہر نکلو۔“

میری بہو دوسری طرف کا دروازہ کھول کر نکلنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی کمر سے پستول کو لگاتے ہوئے کہا۔ ”کہاں جا رہی ہو؟ اپنی موت کو گلے نہیں لگاؤ گی؟“

وہ دونوں دنگ رہ گئے۔ سہم کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ”ادھر بیٹا مجھ پر گولی چلائے گا۔ ادھر میں اپنی بہو کے ساتھ مارا جاؤں گا۔“

وہ رونے کے انداز میں بولی۔ ”حماد! یہ تم نے کیا حماقت کی ہے؟ اس بڈھے کو یہاں لانے سے پہلے اس کی تلاشی کیوں نہیں لی تھی؟“

وہ بولا۔ ”مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ گھر کے اندر بھی لباس میں ہتھیار چھپائے رکھتے ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”تم دونوں اچھی طرح آپس میں بحث کر لو۔ سوچ لو کہ ہم دونوں میں سے کون جیے گا اور کون مرے گا؟“

وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ”کیا سوچ رہے ہو؟ اپنا ریوالور ہٹاؤ نہیں تو یہ گولی چلا دیں گے۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ پلیز، جلدی کرو۔“

حماد نے اپنا ریوالور میری گردن سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں آپس میں سمجھوتا کرنا چاہیے۔ ہم آپ کو کوئی جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“

میں نے کہا۔ ”سمجھوتا اسی وقت ہو گا، جب تم اپنا ریوالور میرے حوالے کرو گے۔“

وہ چیخ کر بولی۔ ”دیر نہ کرو۔ اس بڈھے کا ہاتھ کانپ رہا ہے۔ گولی چل جائے گی۔ ریوالور اس کے حوالے کر دو۔“

وہ تو بیوی کا غلام تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنا ریوالور میرے حوالے کر دیا پھر کہا۔ ”اب ہمیں یہاں سے واپس جانا چاہیے۔“

میں نے کہا۔ ”تم دونوں باہر نکلو۔ پہلے ہمارے درمیان سمجھوتا ہوگا۔“

وہ دونوں دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔ ان کے بعد میں بھی کار سے باہر نکلا۔ وہ مجھ سے دور ہوکر ایک دوسرے سے لگ کر کھڑے ہوگئے تھے پھر میں نے حماد سے پوچھا۔ ”کیا تم واقعی میرے نطفے سے پیدا ہوئے ہو؟ تم نے میرا خون اور اپنی ماں کا دودھ پانی کردیا ہے۔ اگر دیر تک سانس لینا چاہتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ میرے خلاف کون کون سازش کررہا ہے؟“

وہ بولا۔ ”میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کا دشمن نہیں ہوں۔ آپ کو دل و جان سے چاہتا ہوں لیکن بھائی جان نے چچا جان (جواد انور شاہ) نے اور پھوپھی جان (شہناز) نے مجھے مجبور کردیا تھا۔ انہوں نے مجھے آپ کے خلاف بھڑکایا ہے۔“

میری بہو نے کہا۔ ”میں بھی قسم کھا کر کہتی ہوں، دل و جان سے آپ کی عزت کرتی ہوں۔ ہمیشہ آپ کے قدموں میں رہنا چاہتی ہوں لیکن مجھے بھی بہکایا گیا ہے۔ ہمیں مجبور کیا گیا ہے کہ ہم آپ کو جبراً اس ویرانے میں لے کر آئیں اور.....“

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر حماد کو دیکھا تو اس نے کہا۔ ”یہ میرے ڈیڈ ہیں، تمہارے سسر ہیں۔ ہمارے لیے سب سے زیادہ قابلِ تعظیم ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی بات نہیں چھپانی چاہیے۔ صاف کہہ دو کہ ہم ان کے بہکانے میں آگئے تھے اور کاغذات پر دستخط لینے کے بعد گولی مار دینا چاہتے تھے لیکن اب ہم وعدہ کررہے ہیں، آئندہ ان دشمنوں کو چھوڑ کر آپ کے قدموں میں رہیں گے۔“

میں نے حماد کے پیچھے آکر اس کی کمر سے ریوالور کو لگاتے ہوئے کہا۔ ”اپنے بڑے بھائی مراد سے فون پر بات کرو۔ اس سے کہو، تم نے مجھے یہاں لاکر کاغذات پر دستخط کرائے ہیں اور پھر مجھے گولی ماردی ہے۔“

اس نے پوچھا۔ ”آپ فون پر ایسی باتیں کیوں کرانا چاہتے ہیں؟ جبکہ میں نے آپ کو گولی نہیں ماری ہے؟“

”جو کہہ رہا ہوں وہ کرو، زیادہ بحث نہ کرو۔“

اس نے اپنا موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کیے۔ میں نے کہا۔ ”اس کی آواز کا والیم بڑھاؤ تاکہ میں بھی سنوں۔“

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی پھر رابطہ ہونے پر بولا۔ ”ہیلو بھائی جان! میں حماد بول رہا ہوں۔“

دوسری طرف سے مراد کی آواز سنائی دی۔ اس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔ ”کیا کام ہوگیا؟“

اس نے کہا۔ ”ہاں، میں نے کاغذات پر دستخط کرا لیے ہیں اور ڈیڈ کو گولی ماردی ہے۔“

اس کی آواز سنائی دی۔ ”شاباش! فوراً وہ کاغذات لے کر چلے آؤ۔ ڈیڈ کی لاش کو وہیں چھوڑ دو۔ مردار کھانے والے آج پیٹ بھر کر ڈنر کریں گے۔ یہاں پھوپھی اور چچا جان انتظار کررہے ہیں۔ فوراً چلے آؤ۔“

ادھر سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ میں نے ان دونوں سے دور ہوکر اپنی بہو کو دیکھتے ہوئے بیٹے کہا۔ ”میری شریکِ حیات نے، اس کم ظرف بیٹے کی ماں نے کتنی محبت سے کتنے چاؤ سے تمہیں بہو بنایا تھا مگر تم نے ہمارے بیٹے کو اُلو بنادیا۔ بہو مکاری پر اتر آئے تو کتنی سنگدلی سے دودھ اور خون کا رشتہ کاٹ کر پھینک دیتی ہے۔ تم یہاں سے اپنی ماں (شہناز) کے پاس جاؤ گی تو پھر اس کے رنگ میں رنگ کر ہم سے عداوت کرو گی۔ تم سے بھلائی کی توقع بے کار ہے۔“

یہ کہتے ہی میں نے اسے گولی ماردی۔ حماد خوف سے تھر تھر کر کانپنے لگا۔ میں نے کہا۔ ”بے غیرت! بزدل! ڈرپوک! تیری عمر لمبی نہیں ہے۔ ہم نے تجھے پیدا کر کے ایک غلطی کی مگر میں تجھے زندہ چھوڑ کر دوسری غلطی نہیں کروں گا۔“

یہ کہتے ہی میں نے اسے بھی گولی ماردی۔ اس کا موبائل فون اور اپنی بہو کا پرس لے کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینکا پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے واپس شہر کی طرف جانے لگا۔ ایک لمبی ڈرائیو.... کے بعد ایورنیو اسٹوڈیو کے نزدیک پہنچ کر گاڑی روک دی۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کو رومال سے اچھی طرح صاف کر کے گاڑی میں پھینک دیا پھر اس گاڑی کو وہیں چھوڑ کر تھوڑی دور تک پیدل گیا۔ وہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر نائلہ سے فون پر رابطہ کیا تو پھر وہی ٹیپ چلتا ہوا سنائی دیا کہ فون ابھی بند ہے۔ بعد میں رابطہ کیا جائے۔ میں اس کے لیے پریشان تھا، سوچ رہا تھا، کہیں سچ مچ حادثہ پیش نہ آیا ہو۔

خدا کا شکر ہے، جب میں کوٹھی میں پہنچا تو وہ موجود تھی۔ میرے لیے پریشان ہورہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔ ”تم کہاں چلے گئے تھے؟“

میں نے کہا۔ ”مجھے کسی نے فون پر کہا تھا کہ تمہیں حادثہ پیش آیا ہے اور میو اسپتال پہنچایا گیا ہے۔ میں پریشان ہوکر وہاں چلا گیا تھا۔ تمہیں تلاش کرتا رہا مگر تم وہاں نظر نہیں آئیں۔ فون کے ذریعے بھی رابطہ کرتا رہا اور یہی جواب ملتا رہا کہ فون بند ہے بعد میں رابطہ کیا جائے۔“

اس نے کہا۔ ”میرا فون اچانک کہیں گم ہوگیا ہے؟“

میں نے پوچھا۔ ”اچانک کیسے گم ہوسکتا ہے؟ کیا وہ فون اپنے پرس میں رکھ کر نہیں گئی تھیں؟“

”ہاں، مجھے اچھی طرح یاد ہے، میں نے اسے پرس میں رکھا تھا۔“

”کیا اس پرس سے کبھی غافل ہوئی تھیں؟“

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ ”تمہیں یاد ہے، جب میں باہر گئی تو تھوڑی دیر بعد واپس آگئی تھی کیونکہ شناختی کارڈ بھول گئی تھی۔ یہاں آکر شناختی کارڈ لے کر گئی تو اس وقت تک پرس پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا تھا اور وہاں صرف ہمارا ڈرائیور تھا۔“

میں نے پوچھا۔ ”وہ ڈرائیور کہاں ہے؟“

”پتا نہیں اقبال ٹاؤن پہنچنے کے بعد میں اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی۔ جب واپس آئی تو پتا، چلا، وہ نہیں ہے۔ میں تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کا انتظار کرتی رہی پھر خود ہی کار ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں چلی آئی۔“

میں نے کہا۔ ”پھر تو صاف ظاہر ہے، اس کم بخت ڈرائیور نے تمہارا فون چرایا ہے اور یہ سب میرے بھائیوں اور بیٹوں کی سازش ہے۔“

میں نے نائلہ کو یہ نہیں بتایا کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟ کس طرح میں نے حماد اور اس کی بیوی کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا ہے۔ کچھ بھی ہو، وہ ایک ماں تھی۔ اس نے بڑی تکلیفوں سے بیٹے کو جنم دیا تھا۔ بڑی محبت سے اس کی پرورش کی تھی۔ آج بھی عداوتوں کے باوجود اس کا دل اپنے بیٹوں کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ اس لیے میں نے اسے بتانا مناسب نہیں سمجھا اور اس سے حقیقت چھپالی۔

دوسری طرف وہ تمام دشمن حماد اور اس کی بیوی کا انتظار کررہے تھے۔ کئی گھنٹے گزرنے کے بعد بھی وہ واپس نہیں آئے۔ حماد کی بیوی شہناز کی بیٹی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کے لیے بہت پریشان تھی۔ اس نے فون پر حماد سے رابطہ کیا تو دوسری طرف سے پولیس افسر کی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو آپ کون ہیں؟“

”میں حماد کی پھوپھی ہوں۔ وہ کہاں ہے؟ اس سے بات کرائیں۔“

”میں ایک پولیس افسر ہوں۔ اگر یہ فون آپ کے بھتیجے حماد کا ہے تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کہاں ہے؟“

شہناز نے پوچھا۔ ”اس کا یہ فون آپ کے پاس کیسے آیا؟“

”ایک بہت ہی قیمتی کار ایورنیو اسٹوڈیو کے پاس کھڑی ہے۔ وہاں پچھلی سیٹ پر فون کا بزر بج رہا تھا۔ ہم نے اسے اٹینڈ کیا تو آپ کی آواز سنائی دی۔ پلیز آپ ہم سے تعاون کریں اور یہاں چلی آئیں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قیمتی گاڑی یہاں کیوں کھڑی ہوئی ہے؟ یقیناً اس کا تعلق بھی آپ کے بھتیجے سے ہوگا۔“

اس نے کہا۔ ”ہم ابھی آرہے ہیں۔“

اس نے فون بند کر کے اپنے بھائی جواد سے کہا۔ ”ہماری گاڑی ملتان روڈ پر ہے۔ پولیس والوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ میری بیٹی اور داماد دونوں ہی لاپتا ہیں۔ پولیس والے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کار کس کی ہے اور اسے وہاں کیوں چھوڑا گیا ہے؟“

وہ سب تھانے پہنچے تو معلوم ہوا کہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر کاروبار اور جائیداد سے متعلق کاغذات کی ایک فائل رکھی ہوئی تھی۔ ان کاغذات پر کسی کے دستخط نہیں تھے اور وہیں ایک سائیلنسر لگا ہوا ریوالور بھی پڑا ہوا تھا۔ اس سے دو گولیاں چلائی گئی ہیں۔

یہ سنتے ہی شہناز رونے لگی۔ کہنے لگی۔ ”میری بیٹی اور داماد اس گاڑی میں آؤٹنگ کے لیے نکلے تھے۔ جائیداد سے تعلق رکھنے والی وہ فائل ہماری ہے لیکن اس ریوالور کا تعلق نہ ہم سے ہے، نہ ہماری بیٹی اور داماد سے ہے۔ یہ سن کر میرا دل ڈوب رہا ہے کہ دو گولیاں چلائی گئی ہیں۔ میری بیٹی اور داماد پچھلے چھ گھنٹوں سے لاپتا ہیں۔ پلیز، آپ انہیں کسی طرح تلاش کریں۔ فوراً تلاش کریں۔“

انہوں نے ان پولیس والوں کو دو گمشدہ افراد کی تلاش میں الجھا دیا اور خود یہ سوچ کر الجھنے لگے کہ وہ دونوں کہاں گم ہوگئے ہیں؟ آخری بار حماد نے فون پر خوشخبری سنائی تھی کہ کاروبار اور جائیداد کے کاغذات پر میرے دستخط لے لیے گئے ہیں اور مجھے قتل کردیا گیا ہے۔ اس کامیابی کے بعد انہیں فوراً واپس آجانا چاہیے تھا لیکن ان کی کار ملتان روڈ پر ایورنیو اسٹوڈیو کے پاس پائی گئی تھی۔

جواد نے کہا۔ ”یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ دونوں کار کو وہاں چھوڑ کر کہیں گئے ہوں۔ انہیں تو سیدھا ہمارے پاس آنا چاہیے تھا۔ وہ کہیں جا ہی نہیں سکتے تھے۔“

دلشاد انور شاہ نے شہناز سے پوچھا۔ ”آپا! آپ نے اچھی طرح سنا تھا، کیا حماد نے یہی کہا تھا کہ اس نے بھائی جان کو گولی ماردی ہے اور وہ مرچکے ہیں؟“

”ہاں، یہی سنا تھا۔ میں کوئی بہری نہیں ہوں۔“

جواد انور شاہ نے کہا۔ ”آپا! دھوکا بھی ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے، حماد نے فون نہ کیا ہو۔ کسی نے آواز بدل کر آپ کو دھوکا دیا ہو اور یہ جھوٹ کہا ہو کہ اس نے بھائی جان کو قتل کردیا ہے؟“

''میں دھوکا نہیں کھا سکتی۔ حماد کی آواز کو اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ مراد نے اسپیکر آن کر دیا تھا۔''
مراد نے کہا۔ ''اتنی بحث کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ ابھی ڈیڈ کے موبائل فون پر رابطہ کریں۔''

میرے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اسے اٹھا کر اس کی اسکرین پر نمبر پڑھے پھر بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو کون ہے؟''
دوسری طرف سے جواد نے فون پر میری آواز سنی تو حیران ہو کر پوچھا۔ ''آپ.... آپ بھائی جان ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''جب میرے فون پر رابطہ کیا ہے تو میں ہی بول رہا ہوں۔ بات کیا ہے؟ کیوں فون کیا ہے؟''
اس نے رابطہ ختم کر دیا پھر شہناز سے کہا۔ ''وہ تو زندہ ہیں۔''
وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں دھوکا نہیں کھا سکتی۔ قسم کھا کر کہتی ہوں، حماد کی آواز میں نے صاف طور سے پہچانی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا، اس نے اپنے ہاتھوں سے بھائی جان کو گولی ماری ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم انہیں قتل کرتے ہیں اور وہ زندہ ہو کر واپس چلے آتے ہیں۔ کیا انہوں نے کوئی کالا عمل سیکھ لیا ہے یا کسی کالا جادو جاننے والے کی خدمات حاصل کر رہے ہیں؟''
بدقسمتی انہیں الجھا رہی تھی اور وہ الجھتے جا رہے تھے۔ حقیقتاً ان کے ساتھ جو ہو رہا تھا، وہ اسے کبھی سمجھ نہیں سکتے تھے۔
دوسرے دن ملتان روڈ سے بیس کلومیٹر دور ایک ویرانے میں ان دونوں کی لاشیں پائی گئیں۔ مردار خور جانوروں نے انہیں اچھی طرح نوچ کھسوٹ کر کھایا تھا۔ شناخت کے قابل نہیں چھوڑا تھا پھر بھی وہ اپنے لباس سے اور حماد کی جیبوں سے جو چیزیں برآمد ہوئیں ان کے ذریعے پہچان لیے گئے۔
شہناز بیٹی کی موت پر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ یہی حال نائلہ کا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ حماد کو کسی نے قتل کر دیا ہے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بیٹے کی پچھلی تمام عداوتوں کو بھول کر ماتم کرنے لگی۔
اس نے مجھ سے شکایت کی۔ ''تم اتنے سنگدل کیوں ہو گئے ہو؟ بیٹے کی موت پر تمہاری آنکھوں سے آنسو نہیں بہہ رہے ہیں۔''
میں نے کہا۔ ''مجھے اس کی موت کا صرف افسوس ہے.... صدمہ نہیں ہے۔ ایک ناخلف اولاد کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ تم ماں ہو، ممتا سے مجبور ہو کر روتی رہو۔ میں سمجھتا ہوں، آئندہ وہ جو عداوتیں کرنے والا تھا ان سے مجھے اور تمہیں نجات مل چکی ہے۔''
قاتل کا سراغ لگایا جا رہا تھا۔ تمام دشمن میرے خلاف بیان نہیں دے سکتے تھے۔ اگر وہ کہتے کہ میں نے اپنے بیٹے اور بہو کو قتل کیا ہے تو کوئی یقین نہ کرتا کیونکہ میں ایک محبت کرنے والا مہربان باپ کہلاتا تھا۔ میں نے اپنے تمام کاروبار اور جائداد کی ذمے داریاں دونوں بیٹوں کو سونپ دی تھیں۔ انہیں پاور آف اٹارنی دے دیا تھا۔ میری طرف سے کسی طرح کی عداوت ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ اس لیے نہ مجھ پر شبہ کیا جا سکتا تھا اور نہ مجھے کسی طرح کا الزام دیا جا سکتا تھا۔
میرے بیان کے مطابق جس روز ان دونوں کا قتل ہوا میں اپنے گھر میں تھا۔ چند گھنٹوں کے لیے باہر گیا تھا پھر واپس آ گیا تھا لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا تھا کہ میں لاہور سے تقریباً تیس کلومیٹر دور جا کر قتل کی واردات کر سکتا ہوں۔ شہناز اپنی بیٹی کا ماتم کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ میں نے ہی اس کی بیٹی کو اور اپنے بیٹے کو قتل کیا ہے۔
وہ لوگ میرے خلاف قانونی کارروائی نہیں کر سکتے تھے۔ بڑی رازداری سے پھر مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ جواد نے مجھ سے فون پر کہا۔ ''بھائی جان! ہم آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتے ہیں۔''
میں نے کہا۔ ''میرے گھر کا دروازہ کھلا ہے۔ دروازے پر کھڑے ہوئے سیکیورٹی گارڈز تم سب کی تلاشی لیں گے۔ تم کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لاؤ گے۔''
شہناز نے دونوں بھائیوں سے کہا۔ ''وہ تو بوڑھا اور کمزور ہے۔ بیمار بھی ہے۔ ہتھیار سے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم دونوں اس کے ہاتھ پاؤں توڑ سکتے ہو، اس کا گلا گھونٹ سکتے ہو۔''
جواد نے کہا۔ ''لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے۔ خوامخواہ اس کے قتل کے الزام میں پکڑے جائیں گے۔''
دلشاد نے کہا۔ ''ہاں مگر اس کی پٹائی ضرور کریں گے۔''
میں سمجھ رہا تھا، وہ حماد اور اس کی بیوی کے قتل کے سلسلے میں مجھ سے بات کرنے آ رہے ہیں اور یہ بھی اندازہ تھا کہ وہ جارحانہ انداز اختیار کریں گے۔ جب وہ دروازے پر آئے تو میں نے نائلہ کو بیڈروم میں رہنے کے لیے کہا۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ وہ بولی۔ ''یہ کیا کر رہے ہو؟ دروازہ کیوں بند کر رہے ہو؟ مجھے بھی آنے دو۔''
میں نے کھڑکی کے پاس آ کر کہا۔ ''مجھ پر بھروسا کرو۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم چپ چاپ یہاں کھڑکی سے

تماشا دیکھتی رہو۔"

شہناز دونوں بھائیوں کے ساتھ اندر آئی۔ وہ مجھے ذرا حیرانی سے دیکھنے لگے۔ دلشاد نے کہا۔ "اس روز آپ وہیل چیئر پر تھے۔ آج تو اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے ہیں۔"

جواد نے کہا۔ "چہرے پر رونق بھی ہے۔ بیمار نہیں لگ رہے ہیں۔ کیا بات ہے کوئی معجون یا سونے کا کشتہ کھا رہے ہیں؟"

شہناز نے میری طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "معجون کھانے سے بوڑھا جوان نہیں ہو جاتا۔ جو کمزور ہے' وہ کمزور ہی رہتا ہے۔ اس روز میں نے ایک ذرا سا دھکا دیا تھا' یہ پیچھے جا کر زمین پر گر پڑا تھا۔"

اس بار وہ مجھے دونوں ہاتھوں سے دھکا دینا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں نے ایک زوردار طمانچہ اس کے گال پر رسید کیا۔ اس کا منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی جا کر ذرا دور فرش پر گر پڑی۔ جواد اور دلشاد دونوں ہی غصے میں میری طرف بڑھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "رک جاؤ۔ میں بوڑھا ہوں' کمزور ہوں۔ تم میں سے صرف ایک ہی میری پٹائی کر سکتا ہے پھر دو کی کیا ضرورت ہے؟"

دلشاد رک گیا۔ جواد نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس کے حملے کو ناکام بناتے ہوئے ایک گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ناک سے خون بہنے لگا تھا۔

دلشاد نے حیرانی اور بے یقینی سے بھائی کو دیکھا پھر جھجکتے ہوئے میری طرف بڑھا۔ میں نے کہا۔ "عبرت حاصل کر...... کیوں لات جوتے کھانا چاہتا ہے؟"

پھر اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر حملہ کرتا۔ میں نے پے در پے اسے اتنے گھونسے مارے کہ وہ چکرا کر گر پڑا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ جواد بھی چکرا کر بیٹھ گیا تھا اور اپنے دامن سے لہو پونچھ رہا تھا...... چور نظروں سے کبھی دلشاد کو اور کبھی مجھ کو دیکھ رہا تھا۔ شہناز زمین پر گرنے کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور بھائیوں کی پٹائی کا تماشا دیکھ رہی تھی۔

میں نے جواد سے کہا۔ "چلو اٹھو۔ وہاں جگ میں پانی رکھا ہوا ہے۔ دلشاد پر ڈالو۔ اسے ہوش میں لاؤ۔"

وہ وہاں سے اٹھتے ہوئے غصے بولا۔ "میں آپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا تو اس بار باچھوں سے خون رسنے لگا۔ وہ پھر چکرا کر بیٹھ گیا۔ نائلہ کمرے میں بند تھی۔ کھڑکی سے دیکھ رہی تھی' حیران ہو رہی تھی کہ ایک ماہ پہلے میں وہیل چیئر پر تھا۔ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہیں تھا اور اب اس قدر طاقت کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ میرے ہاتھوں سے دو بٹے کٹے تگڑے بھائیوں کی پٹائی ہو رہی تھی۔

میں نے شہناز سے کہا۔ "چلو اٹھو اور اپنے بھائیوں کو ہوش میں لاؤ۔"

اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ پانی سے بھرے ہوئے جگ کو اٹھا کر دلشاد کے منہ پر پانی چھڑکا پھر کچھ پانی جواد کے سر پر ڈالا۔ دونوں بھائیوں نے آنکھیں کھول دیں۔ دلشاد اٹھ کر بیٹھ گیا۔ انہیں چپ لگ گئی تھی۔ جواد دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ واپس جانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم تینوں یہیں فرش پر اکڑوں بیٹھ جاؤ۔"

وہ مجرموں کی طرح اکڑوں بیٹھنے سے ہچکچانے لگے۔ میں نے دھاڑ کر پوچھا۔ "کیا پھر پٹائی کروں؟"

وہ تینوں فوراً ہی میرے سامنے اکڑوں بیٹھ گئے۔ میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہماری دنیا میں کوئی بھی رشتہ سچا' پُرخلوص اور پائیدار نہیں ہوتا۔ سارا جھگڑا دولت کا ہے۔ میں اس جھگڑے کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی دولت اور جائیداد کے چار حصے کروں گا۔ ایک حصہ اپنے بیٹے مراد انور شاہ کو دوں گا۔ دوسرا حصہ شہناز کو تیسرا جواد کو اور چوتھا دلشاد کو.... کیا اس کے بعد بھی تم سب مجھ سے دشمنی کرو گے؟"

وہ فوراً ہی کہنے لگے۔ "نہیں.... ہرگز نہیں۔ ہم آپ سے کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔ کیا آپ سچ مچ ہمیں اپنی دولت اور جائیداد میں سے حصہ دیں گے؟"

"میں نے جو کہہ دیا وہ پتھر کی لکیر ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے' شہناز کو حصہ کیوں دیا جائے؟ میرا بیٹا حماد جو اس کا داماد تھا' وہ مر چکا ہے۔ اس کی بیٹی بھی مر چکی ہے۔ اگر اسے حصہ داری سے الگ کر دیا جائے یا تم بھائی مل کر اس بہن کو قتل کر دو تو اس کا حصہ تم دونوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اب یہاں سے اٹھو اور جاؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا۔ "یہ میری بہت بڑی آفر ہے۔ اس آفت کی پرکالہ کو راستے سے ہٹا دو۔ ہمیشہ کے لیے ختم کر دو تو میں تم دونوں کے نام بہت کچھ لکھ دوں گا۔ ورنہ کسی کو ایک تنکا بھی نہیں ملے گا۔ جاؤ اور سوچو کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟ پہلے تم دونوں جاؤ گے۔ شہناز بعد میں یہاں سے نکلے گی۔"

وہ دونوں سر جھکا کر وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی وہ رونے لگی۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔ "یہ آپ کیسی چال چل رہے ہیں؟ یہ دونوں بہت لالچی ہیں۔ میرا حصہ حاصل کرنے



کے لیے میری جان کی دشمن بن جائیں گے۔"

"کیا تم لالچی نہیں ہو؟ تم نے اب تک میرے خلاف کیا کیا ہے؟ پہلے اپنا اعمال نامہ پڑھو اور سوچو کہ تمہیں ایسی ہی سزا ملنی چاہیے یا نہیں؟"

وہ پھر ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "میں مانتی ہوں' میں نے جو کیا' بہت برا کیا۔ آپ سے دشمنی کرتی رہی ہوں مگر اب نہیں کروں گی۔ اپنی مری ہوئی بیٹی کی قسم کھا کر کہتی ہوں' جواد اور دلشاد کو میرے پیچھے نہ لگائیں۔ یہ دولت اور جائیداد کے لالچ میں آپ کو مار ڈالنا چاہتے تھے تو پھر میرا حصہ حاصل کرنے کے لیے بھی میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "میں آپ کی بیوہ بہن ہوں۔ میری بیٹی ماری گئی ہے۔ جو داماد میری حمایت کرتا تھا' وہ بھی مارا گیا ہے۔ اب میرا کوئی مددگار' کوئی سرپرست نہیں رہا ہے۔ آپ ہی بڑے بھائی ہیں۔ میرے سرپرست ہیں۔ میری غلطیوں کو معاف کر سکتے ہیں۔"

"ایک ہی شرط پر معاف کر سکتا ہوں۔"

اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "معاف بھی کر سکتا ہوں اور دو کروڑ روپے بھی دے سکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ جواد اور دلشاد کو اپنے راستے سے ہٹا دو۔"

وہ عاجزی سے بولی۔ "وہ دونوں بہت مکار اور چالاک ہیں۔ میں ایک عورت ہوں۔ انہیں راستے سے کیسے ہٹا سکتی ہوں؟"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ لاکھ دو لاکھ روپے خرچ کر کے کرائے کے قاتلوں سے کام نکال سکتی ہو اور میں جانتا ہوں' تمہارے اکاؤنٹ میں بیس پچیس لاکھ تو ضرور ہوں گے۔ تم دو کروڑ حاصل کرنے کے لیے دو لاکھ تو خرچ کر سکتی ہو۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ "میں کیسے یقین کروں کہ آپ مجھے دو کروڑ روپے دیں گے؟"

میں نے کھڑکی کے پاس آ کر نائلہ سے کہا۔ "میری چیک بک لے کر آؤ۔"

وہ بولی۔ "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"پلیز نائلہ! اس وقت کوئی سوال نہ کرنا اور کسی بات پر اعتراض نہ کرنا۔ میں جو کر رہا ہوں وہ مجھے کرنے دو۔ اگر شہناز کو دو کروڑ روپے مل جائیں گے تو یہ اپنا کام کرنے کے بعد یہاں سے کہیں دور چلی جائے گی اور باقی زندگی عیش و آرام سے گزارے گی۔"

نائلہ نے چیک بک لا کر مجھے دی۔ میں نے صوفے پر بیٹھ کر شہناز سے کہا۔ "یہاں آؤ اور دیکھو۔"

## گنجے "سر"

گنجے کا لفظ سن کر ہمارے ذہن میں ہمیشہ مرد کا ہی سر آیا، شاید اسی لیے عورتوں کو "سر" نہیں کہتے لیکن ان اشتہاری ڈاکٹروں نے اشتہار میں نادیہ نامی کسی خاتون کی تصویر گنجوں میں شامل کر کے خواتین کو بھی برابر کی نمائندگی دے دی جس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ماشاء اللہ اب خواتین بھی کسی شعبے میں مردوں سے پیچھے نہیں۔ اردو ادب میں تو پہلے ہی اس محاورے کی صورت میں ان کی نمائندگی ہے کہ "گنجی دھوئے گی کیا اور نچوڑے گی کیا؟" ویسے بھی ہر گنجے کے پیچھے ایک عورت ہوتی ہے جو اس کے "بالو" کی ماں کہلاتی ہے۔ ایک صاحب نے دوسرے سے کہا "تمہارے بال بڑی تیزی سے کم ہو رہے ہیں، اس کا کچھ کرتے کیوں نہیں؟" تو اس نے کہا "ہاں! میں طلاق لینے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

اقتباس از مزاحیات، ڈاکٹر یونس بٹ

تلاش: رفعت رضا، کراچی

وہ قریب آ کر دیکھنے لگی۔ میں نے دو کروڑ روپے کا ایک چیک لکھا اور اس پر ایک ماہ بعد کی تاریخ لکھ کر اپنے دستخط کر کے وہ چیک اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اگر ایک ماہ کے اندر تم نے جواد اور دلشاد کو راستے سے نہ ہٹایا تو یہ چیک ڈس آنر ہو جائے گا۔ تم اسے کیش نہیں کرا سکو گی۔ کامیابی کی صورت میں یہ دو کروڑ روپے ابھی سے تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔"

وہ چیک اس کے ہاتھوں میں تھا اور وہ دو کروڑ کی رقم کو بڑی للچائی ہوئی نظروں سے پڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اسے یہاں سے چھپا کر لے جاؤ۔ ان دونوں کو معلوم نہ ہو کہ ہمارے درمیان یہ سودا ہو چکا ہے۔ اگر انہیں معلوم ہوگا تو تم اتنی بڑی رقم سے محروم ہو جاؤ گی.... بس اب تم جا سکتی ہو۔"

وہ ذرا تن کر بولی۔ "میں اتنی بڑی رقم ہارنے کی حماقت نہیں کروں گی۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں' میں نے انہیں ختم نہ کیا تو وہ مجھے ختم کر ڈالیں گے۔ میں ایک بے بس اور مجبور عورت کی طرح ان کے ہتھے کبھی نہیں چڑھوں گی۔"

وہ بڑے اعتماد سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ میں نے بیڈ روم کا دروازہ کھولا نائلہ نے باہر آ کر کہا۔ "خدا کے لیے اب تو بتا دو' یہ کیا کرتے پھر رہے ہو؟ تم تو ان کے جان کے دشمن بن گئے ہو؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا وہ میری جان کے دشمن نہیں ہیں؟ کیا انہوں نے ہمارے بیٹوں کو ہم سے نہیں چھین لیا ہے؟ کیا وہ میرے کاروبار اور جائیداد پر قبضہ جمانا نہیں

چاہتے ہیں؟ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے یہ میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تم ابھی میرے وکیل کو فون کرو۔ اس سے اپائن منٹ لو۔ میں نے اپنے بیٹوں کو جائیداد اور کاروبار کے سلسلے میں جو پاور آف اٹارنی دیا ہے اسے منسوخ کرنا چاہتا ہوں۔ میں پہلے کی طرح بیمار اور کمزور نہیں ہوں۔ اب سارا کاروبار خود سنبھالوں گا۔''

نائلہ نے فون کے ذریعے وکیل سے بات کی۔ میں نے کہا۔ ''میں نے اپنے بیٹوں کو جو پاور آف اٹارنی دیا ہے' آپ اسے منسوخ کرنے کے سلسلے میں قانونی طور پر ایک عرضی تیار کریں۔ میں شام کو آکر اس پر دستخط کروں گا۔ آپ کل ہی کورٹ میں جاکر اس عرضی کو منظور کرادیں۔''

میں نے وکیل سے بات کرنے کے بعد فون کو بند کیا۔

نائلہ نے پوچھا۔ ''کیا آپ کو یقین ہے' جواد اور دلشاد دونوں ہی لالچ میں آکر شہناز کو ختم کرنا چاہیں گے؟ کیا شہناز ان دونوں کو راستے سے ہٹا سکے گی؟ آپ بہت ہی ظالمانہ قدم اٹھا رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ظالموں کے خلاف جہاد لازمی ہے۔ اگر ہم سانپوں کو نہیں ماریں گے تو وہ ہمیں ڈس لیں گے۔ تم ایک بیٹے سے محروم ہو چکی ہو۔ کیا مجھ سے بھی محروم ہوکر بیوہ ہو جانا چاہتی ہو؟''

اس نے فوراً ہی میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''خدا کے لیے ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالیں۔ بیٹے بے مروت اور بدظن ہو گئے ہیں۔ ایک آپ ہی کا سہارا رہ گیا ہے۔ خدا نہ کرے' آپ سے محروم ہوئی تو میرا دم ہی نکل جائے گا۔''

ایسے وقت ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ وہاں ہمارا بڑا بیٹا مراد انور شاہ نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی نائلہ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ آخر کو ماں تھی۔ بیٹے کی بے مروتی کے باوجود اس کی ممتا بیٹے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ اس نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''چپ چاپ بیٹھی رہو۔''

وہ سر جھکائے آہستہ آہستہ چلتا ہوا آیا پھر ماں کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ کر رونے لگا۔ نائلہ اس کے آنسو برداشت نہ کر سکی۔ تڑپ کر اس سے لپٹ گئی۔ اسے چومتے ہوئے بولی۔ ''کیوں رو رہے ہو؟ کیا تکلیف ہے میری جان...؟ مجھے بتاؤ' تم ماں کے پاس آئے ہو۔ جو بھی تکلیف ہوگی' وہ دور ہوگی۔ میں تمہارے آنسوؤں کی زبان نہیں سمجھ رہی ہوں۔ منہ سے بولو کیا افتاد آپڑی ہے؟''

وہ سسکتے ہوئے بولا۔ ''میں آپ کا اور ڈیڈ کا گناہ گار ہوں۔ اپنی بیوی اور سسرال والوں کے ہاتھوں میں کھیلتا رہا۔ وہ سب دولت کے لالچی ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے' حماد کو جواد چچا نے قتل کرایا ہے۔''

نائلہ نے چونک کر پوچھا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''نہیں، میں جانتا ہوں' وہ بہت لالچی ہیں۔ مجھے ڈیڈ کے کاروبار اور جائیداد کا تنہا مالک بنانے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اسی لیے حماد کو قتل کرایا ہے۔ اس کی موت کے بعد تمام کاروبار اور جائیداد میرے نام ہوگا اور اس کا فائدہ جواد چچا اٹھائیں گے۔''

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''اب تو تمہیں خوش ہونا چاہیے' تمہاری پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ بس میرے مرنے کی دیر ہے پھر سب کچھ تمہارا ہو جائے گا۔''

نائلہ نے شکایتاً کہا۔ ''آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ کیا نہیں دیکھ رہے ہیں' میرا بیٹا کیسے بلک بلک کر رو رہا ہے؟ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے؟''

''یہی بات سمجھ میں نہیں آتی' اسے اچانک اپنی غلطی کا احساس کیسے ہو گیا؟''

مراد نے کہا۔ ''میں اپنے لیے بھی خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ شہناز پھوپھو کو بھی یہی شبہ ہے کہ جواد چچا نے ان کی بیٹی اور داماد کو قتل کرایا ہے۔ دلشاد چچا کو بھی یہ اندیشہ ہے کہ جواد چچا ---- دولت اور جائیداد کے لالچ میں انہیں بھی راستے سے ہٹا سکتے ہیں لہٰذا وہ کسی دن انتقاماً مجھے بھی قتل کر سکتے ہیں۔''

وہ حقیقت نہیں جانتا تھا کہ میں نے حماد اور اس کی بیوی کو ٹھکانے لگایا ہے لیکن وہ اپنی پھوپھی اور چچا کے متعلق جو اندیشے ظاہر کر رہا تھا' وہ درست تھے۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ واقعی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے یا نہیں؟ اور وہ جو آنسو بہا رہا ہے وہ سچے ہیں یا مگرمچھ کے ہیں؟

میں وہی فرہاد علی تیمور ہوں جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغوں میں گھس کر سچائی معلوم کر لیتا تھا لیکن اب اتنی زبردست غیر معمولی صلاحیت سے محروم ہو گیا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ میں کبھی خیال خوانی کیا کرتا تھا۔

میری تمام شہرت اور میری ذہنی صلاحیتیں محض ٹیلی پیتھی کے باعث تھیں۔ میری ذہانت آہستہ آہستہ بحال ہو رہی تھی اور میں دشمنوں کے خلاف کامیابی سے چالیں چل رہا تھا۔

کیا ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بھی بحال ہو جائے گی؟

آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے